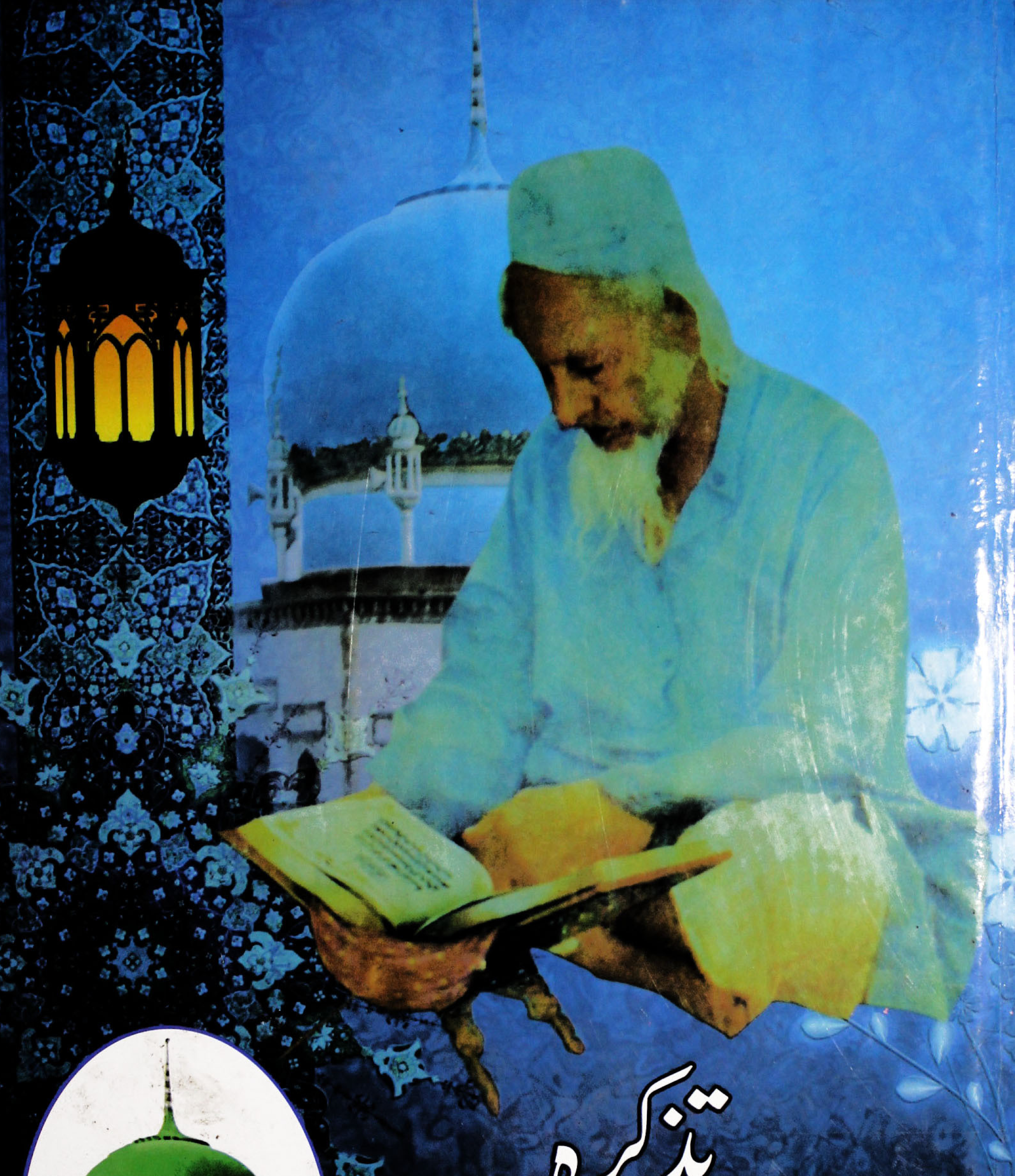

تذکرہ

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی

پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عاشقِ یارِ خویش، جملہ جہاں — اے خوش آنکس کہ یار عاشقِ اوست

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب، جانے دیگرست

تذکرہ

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ (پانی پتی)

حالات، کرامات، تعلیمات

(سوانحی، روحانی، تاریخی اور تحقیقی دستاویز)

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور

انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ

کوٹ فرید، سرگودھا شریف، فون: +92-48-3710575

Marfat.com

124145

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ ©

کتاب	تذکرہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ (پانی پتی)
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج آف سائنس، فیصل آباد سابق صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
نگرانِ اشاعت	حبان محمد چودھری، ایڈووکیٹ ہائیکورٹ، لاہور جنرل سیکرٹری، مجلس عاملہ و شوریٰ انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ
چیئرمین ریسرچ کمیٹی	پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی، گوجرہ
معاونینِ اشاعت	الحاج تسنیم خان (جدہ)، ملک آفتاب کاشف (فیصل آباد)
تزئین و آرائش	محمد اکمل حمید
کمپوزنگ	محمد عاصم شفیع، محمد نوریز رندھاوا، راشد علی اقبال
اشاعت	دسمبر 2014ء (۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ)
طلوع	اوّل
قیمت	500/= روپے

ملنے کے پتے:

لاہور: الحاج میاں اعجاز احمد، فون: 0322-4000678

گوجرہ: حکیم شبیر احمد نور پوری، فون: 0315-6553593

فیصل آباد: عبدالحمید حاتم بھٹی، شمع بکس، بیسمنٹ چیمہ کلینک کارنر ریگل روڈ، نزد والا چوک، فیصل آباد، فون: 0300-8716272 / 041-2613449

اہتمام:

انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ

کوٹ فرید، سرگودھا شریف، فون: 3710575-48-92+

Marfat.com

انتساب

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

میں اپنی اس عاجزانہ کاوش کو بصد ادب واحترام' اعماقِ قلب سے علاقہ گوجرہ کی عظیم روحانی شخصیت' غلامِ غلامانِ آلِ رسولِ مقبول ﷺ' مشفق و مربیِ منٌ' استاذی المکرم قبلہ پیر جی غلام رسول علوی صاحب مدّظلہ (چک 301 ج ب) کے نام نامی سے مُعَنْوَن کرتا ہوں کہ وہ اس زمانے میں حضور میاں صاحبؒ کے بہت بڑے عقیدت مند ہیں اور ہمیں میاں حضورؒ کی بارگاہ کے آداب سکھانے والے بھی۔

پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور

(۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ)

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
11	منقبت حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ	1
13	تقریظ	2
14	تقدیم	3
16	تاثرات	4
17	سندِ تحقیق وتصویب	5
19	پیش لفظ	6
27	حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ.........اجمالی تعارف	7
31	سوانح حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ (پانی پتی)	8
32	پانی پت	9
33	سراپائے اقدس	10
34	لباس مبارک	11
37	نام ونسب	12
41	جدِّ امجد چاندو جاٹ کے قبولِ اسلام کا واقعہ	13
42	تاریخِ پیدائش	14
44	ولادت بابرکات اور سلسلۂ بشارات	15
46	اِبتدائی حالاتِ زندگی	16
49	آپؒ کے والدِ بزرگوارؒ کی دوسری شادی اور میاں حضورؒ کی کفالت	17
59	تعلیمی مراحل	18
63	شادی اور متعلقات...... یا تجرّد وتفرّد	19

Marfat.com

66	باقاعدہ بیعت اور روحانی منازل	20
67	چلّہ کشی	21
68	چلّہ کے بعد کی کیفیات اور معمولات	22
69	درگاہِ حضرت بُوعلی شاہؒ میں ہجوم مجذوبانِ خدا	23
69	ہجرت سے پہلے روحانی گشت کی کیفیت	24
71	منابعِ فیوض	25
78	پانی پت میں عمومی مصروفیات	26
80	ہجرت اور پاکستان آمد	27
84	لاہور میں قیام	28
85	الکاسبُ حبیبُ اللہ	29
85	چنیوٹ میں تشریف آوری	30
87	مختلف شہروں میں قیام اور گشت	31
91	چالیس برس کی عمر (1957ء) اور ظہورِ عظمت	32
93	سرگودھا میں سکونت اور روزمرہ معمولات	33
101	مسجد پٹھانوں والی	34
106	آستانہ عالیہ میں تین وقت کا وسیع لنگرِ عام	35
108	میاں حضورؒ کی بلّیاں	36
112	پان اور حقّے کا شوق	37
112	پانی سے خصوصی شغف	38
115	میاں حضورؒ کا چٹ سسٹم	39
116	سادگی و عاجزی	40
119	تزکیۂ نفس اور اصلاح احوال کے انداز	41
125	آستانۂ عالیہ یا سالکوں اور مجذوبوں کی یونیورسٹی	42
128	بنگالی باباؒ (جانی)	43

Marfat.com

129	حضرت پیر سیّد عادل مسعود رضوی قلندر شہیدؒ	44
136	حضرت پیر علی جانؒ	45
139	طریقِ بیعت و ارادت	46
141	وسیع المشربی	47
142	عشقِ رسولِ مقبول ﷺ	48
150	رزقِ حلال	49
156	محبت کرنے کا خاص انداز	50
157	پہلی ملاقات (خصوصی کیفیت)	51
159	بعض عاداتِ کریمہ	52
162	قلندری موج۔۔۔۔نرالے رنگ	53
165	نام رکھنا	54
166	رمزیہ اُسلوبِ گفتگو	55
170	ارشادات وتعلیمات نیز وظائف واوراد	56
175	القاباتِ عظیمہ	57
203	شہادت سے پہلے	58
214	شہادت	59
218	پوسٹ مارٹم	60
219	شہادت سے لحد تک	61
221	روداد تابوت مبارک	62
222	تدفین	63
222	عمرِ مبارک	64
223	مزارِ مبارک	65
223	قتلِ عمد کے حوالے سے بعض اہم معلومات	66
225	وقتِ شہادت کا تعیّن	67

Marfat.com

68	قلندر شہیدؒ کی حیات بعداز شہادت	226
69	میاں صاحبؒ کا مقام ومرتبہ	229
70	نورِ بصیرت	234
71	نیت پر نظر	238
72	(ماضی وفردا بینی......پیش بندی)	240
73	بے انتہا کشف	252
74	تجھے بخشا گیا کیسا تصرّف	254
75	لوح وقلم تیرے ہیں	260
76	جادوٹونا اور جنات کا سایہ وغیرہ	271
77	ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے	275
78	طے زمان وطے مکاں	281
79	روحانی اجسام ومثالی ابدان	282
80	طریقۂ علاج	286
81	پھر کھیل کیا ہوئی؟	293
82	کرامات بعداز شہادت	295
83	اک مردِ قلندر کی دعا میرے لیے ہے	302
84	ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیان اپنا	313
85	کچھ خادمینِ آستانۂ عالیہ	396
86	میاں حضورؒ کے متعلق بعض بزرگوں کے ارشادات	404
87	میاں صاحبؒ کے حضور اہلِ علم کا خراجِ تحسین	409
88	نوادرات (اخبار شجاعت، انٹرنیٹ، بعض اخبارات وجرائد کی میاں حضورؒ سے متعلق اہم تحریریں)	412
89	شجرۂ مبارکہ (سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ، توکلیہ، رشیدیہ)	438
90	نگارخانہ (میاں حضورؒ اور آستانۂ عالیہ سے متعلق اہم تصاویر)	441

Marfat.com

منقبت حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ

پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور

تقدیس، کرم، نیکی، وِرثہ مرے بابا کا
ہے صاف، کھرا، سیدھا، رَستہ مرے بابا کا
دِل، پاک وطن کا ہے، قبّہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

فردوس بداماں ہے، غنچہ، مرے بابا کا
کہسار سے بڑھ کر ہے، ذرّہ مرے بابا کا
ہے قبلہ نما ٹھہرا، سجدہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

انوار کا مرجع ہے، چہرہ مرے بابا کا
ہے دِین کا سرمایہ، خطبہ مرے بابا کا
کرتا ہے اثر دِل پر، لہجہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

اِک راز ہے قدرت کا، اِک ناز ہے ملت کا
اِک چرخ ہے عزّت کا، اِک چاند ہے عظمت کا
اِک باغ ہے جنت کا، روضہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

بارش ہے یہاں ہر دم، نُزہت کی، نظافت کی
یہ جا ہے سکینت کی، یہ جا ہے ولایت کی
دربار یہ ہے کیسا، عمدہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

سینے سے لگاتے ہیں، جی بھر کے کھلاتے ہیں
جس شے کی بھی حاجت ہو، مولا سے دلاتے ہیں
کیا طور طریقہ ہے، سادہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

پاکیزہ حیات اُن کی، معیار ولایت ہے
اعزاز شریعت ہے، اعجاز طریقت ہے
جاتا ہے مدینے کو، جادہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

احکام شریعت پر، تھی آپ کی پابندی
یوں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی، تا عُمر اطاعت کی
منشائے خدا ٹھہرا، گُفتہ مرے بابا کا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

Marfat.com

لمحات کے ہونٹوں پر، اس در کے ترانے ہیں
تاریخ کی زینت ہے، قصہ مرے بابا کا

بابا کے گویّوں میں، لمحے ہیں، زمانے ہیں
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

ہردم ہے یہاں بارش، اِک نوراجالے کی
ہر سمت ہے دنیا میں، شُہرہ مرے بابا کا

بھرتی ہے یہاں جھولی ہر مانگنے والے کی
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

وہ مسند عزّت پر، مانند شہاں بیٹھا
جس کے بھی رہا لب پر، نعرہ مرے بابا کا

گردون سیادت پر، وہ مثل قمر چمکا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

پھر اس میں کمی، خامی، کوئی نہ رہے باقی
پی لے جو نگاہوں سے، بادہ مرے بابا کا

سب اہل طریقت کا، بن جائے وہی ساقی
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

پنجاب کی جاں ٹھہرا، گلزار اَماں ٹھہرا
اس شہر حسیں پر ہے، پہرہ مرے بابا کا

شاہینوں کا یہ قریہ، بے خوف خزاں ٹھہرا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

اس نور نگر میں ہے، ہر شان کا نظارا
اِس شہر کے سر پر ہے، سایا مرے بابا کا

اِس واسطے سرگودھا، لگتا ہے مجھے پیارا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

ہر صبح و مسا میرا، مولا نے بھرم رکھا
جھولی میں جو تھا میری، صدقہ مرے بابا کا

سَر پر بھی اسی خاطر، اِک ظلِّ کرم رکھا
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

اِک عرض ہے دیرینہ، ہو آس مری پوری
یارب مجھے دِکھلا دے، جلوہ مرے بابا کا

وہ خاص عنایت ہو، سب ختم ہو مجبوری
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

ہر وقت ہے یاں ہر سو، تسبیح، دُعا، لنگر
ہے فیض یہاں جاری، طُرفہ مرے بابا کا

یاں آ ہی نہیں سکتی، کوئی بھی کمی انور
سوچوں سے بھی آگے ہے، رُتبہ مرے بابا کا

Marfat.com

تقریظ

ڈاکٹر افضال احمد انور ہمارے پیر بھائی اور انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر ہیں۔ سب پیر بھائی جانتے ہیں کہ انھیں اپنے مرشدِ پاک کے حالاتِ زندگی اور کرامات سننے اور جمع کرنے کا شروع ہی سے بہت شوق ہے۔ وہ میاں صاحبؒ کے بارے میں عرصہ سے ایک کتاب لکھنے کے خواہشمند تھے' لیکن مصروفیات کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ اب جبکہ میاں حضورؒ کی شہادت کو بھی بیس برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے' اس دوران میں' نہ صرف مختلف رسائل و جرائد میں اُنؒ کے متعلق کافی کچھ شائع ہوا' بلکہ کچھ کتابیں بھی سامنے آئیں' ان تحریروں میں میاں حضورؒ کے حالاتِ زندگی اور کرامات سے متعلق ہر طرح کا مواد ہے' جس میں بعض مقامات پر تصحیح ناگزیر ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر' انجمن آستانہ عالیہ کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ کوشش کر کے مستند حالات پر مشتمل ایک کتاب تیار کریں۔

ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مصروفیات کے باوجود یہ کتاب لکھ دی۔ انھوں نے جس محنت سے صحیح حالات اکٹھے کیے' نادرست واقعات کی تغلیط کی' وہ قابل داد ہے۔ انھوں نے تحقیق کے مروّجہ اصولوں سے کام لیتے ہوئے اپنے مآخذ و ذرائع بھی پیش کیے' جس سے آنے والے محققین کے لیے نتائج مرتب کرنے میں آسانی ہو گئی ہے۔ انجمن آستانہ عالیہ میاں حضورؒ کی طرف سے مَیں انھیں مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ خداوندِ تعالیٰ انھیں اجرِ عظیم سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرشدِ گرامی ان پر راضی ہو جائیں۔ آمین ثم آمین!

انجمن ہذا کے جنرل سیکرٹری جان محمد چودھری صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی بار بار کی یاددہانیوں نے ڈاکٹر صاحب سے یہ کتاب لکھوا ہی لی اور آستانہ عالیہ کی طرف سے اس کی اشاعت میں بھی محنت صرف کی۔ اللہ کریم پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کی مساعیِ جمیلہ کو مشکور کرے' (آمین)۔

صاحبزادہ الحاج میاں اعجاز احمد ہجویری
(سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ)
صدر مجلس شوریٰ و عاملہ' آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید

Marfat.com

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم... الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہم پر خصوصی فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنے بندۂ خاص اور ولیِ کامل حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ المعروف نوٹاں والی سرکارؒ کی مجلس عاملہ ومجلس شوریٰ کا ایک ادنیٰ ممبر ہونے کا شرف بخشا۔ ہمارے پیر و مرشد کی کرامات اور حالاتِ زندگی پر کافی لکھا گیا ہے لیکن ان کی زندگی کے اہم معمولات خصوصاً ابتدائی حالات کے حوالے سے ایک مدلّل اور تحقیقی کتاب (جس میں تمام دستیاب مواد پر مکمل تحقیق کے بعد مستند ترین حالات تعلیمات اور کرامات درج ہوں) کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے، مجلسِ عاملہ نے یہ فیصلہ کیا کہ پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور صاحب سے گزارش کی جائے کہ وہ اس کتاب کی تیاری میں ہماری مدد کریں۔

پروفیسر افضال احمد انور صاحب (جو کہ ہماری مجلسِ عاملہ وشوریٰ کے 8 سال تک اوّلین جنرل سیکرٹری بھی رہ چکے ہیں)، ہمارے پیر و مرشد حضرت میاں عبدالرشیدؒ پانی پتی کے پرانے خادم اور فیض یافتہ ہیں۔ صاحبِ علم و عمل ہونے کی بناء پر کسی تعارف کے محتاج نہیں، کئی کتابوں، مقالات کے مصنف، دوسرے لکھنے والوں کے استاد اور رہنما ہیں۔

پروفیسر صاحب موصوف نے 25/اکتوبر 2014ع کو مجھے بتایا کہ انھوں نے پیر و مرشد کے حالات اور معمولاتِ زندگی کے متعلق کتاب مکمل کر لی ہے۔ اس کتاب کے لکھنے پر میں اپنی طرف سے اور انجمن آستانہ عالیہ کی مجلس عاملہ وشوریٰ کی طرف سے انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ پروفیسر صاحب کی علمی قابلیت اور میاں حضورؒ کے ساتھ ان کی غلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے ہمیں آئندہ زندگی میں اِن شاءاللہ اپنی اصلاح کرنے کی ترغیب ملے گی۔

ان کا اسلوبِ تحریر مدلل، محققانہ اور دوٹوک ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ اور دلکش بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب ایک بار شروع کر لیں، تو ختم کیے بغیر چین نہیں آتا۔ یہی کسی مصنف کی بڑی خوبی شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اسے جہاں سے بھی کھول کر پڑھا جائے، مزا آتا ہے اور دل میں مرشدِ پاک کی محبت بڑھتی ہے۔ مجھے امید

Marfat.com

ہے کہ جو دوست میاں حضورؒ کی ظاہری زندگی میں ان کی زیارت سے بہرہ مند نہیں ہو سکے وہ بھی اس کتاب کے مطالعے سے ان کی زندگی اور معمولات سے آگاہ ہوں گے کیونکہ پروفیسر صاحب کا انداز تحریر ایسا ہے کہ پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم ظاہری زندگی میں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں سچ مچ حاضر ہوں اور مرشدِ گرامی کی صحبتِ مبارکہ کا فیض اُٹھا رہے ہوں۔ اس سے دل میں عجیب فرحت اور روحانیت محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے واقعات کی تصحیح میں جو تحقیقی کوششیں کیں اور اِس سلسلے میں دور دراز کے مختلف شہروں کے سفر کیے، اس پر وہ یقیناً تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کی اس محنت و کوشش کو قبول فرمائے۔ اپنی اور اپنے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور پیر و مرشد کی محبت و نگاہِ رحمت نصیب فرمائے نیز دین و دنیا کی نعمتیں نصیب کرے۔ آمین! میرے لیے یہ امر باعث مسرت واطمینان ہے کہ میں اس تحقیقی دستاویز کی انجمن آستانہ ہذا کی طرف سے اشاعت کی نگرانی کا فریضہ سرانجام دینے کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔ اس پر میں اللہ کریم کا شکر گزار ہوں۔

مَیں جان محمد چودھری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور (بحثیت انچارج حالیہ اشاعت کتاب ہٰذا) اپنے دو محترم پیر بھائیوں (الف) فیصل آباد کے جناب ملک آفتاب کاشف (جو ملک ارشد مرحومؒ کے صاحبزادے ہیں) اور (ب) سرگودھا کے جناب الحاج تسنیم خان (عرف ڈی سی او) حال مقیم جدہ سعودی عرب اور دیگر اُن سب پیر بھائیوں کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی حالیہ اشاعت میں جزوی مالی معاونت بہم پہنچائی۔ میں ان کی خدمت میں اس کارِ سعادت پر ہدیۂ تبریک بھی پیش کرتا ہوں۔

جان محمد چودھری (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور)
جنرل سیکرٹری مجلس عاملہ و شوریٰ
انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ سرگودھا

Marfat.com

تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور نے مرشدِ گرامی حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے اہم حالات زندگی قلمبند کرنے میں سعی کی ہے۔ میں دیکھتا رہا ہوں کہ انھیں اپنے مرشدِ کریم کے حالاتِ زندگی جمع کرنے اور کرامات سننے اور قلم بند کرنے کا بے پناہ شوق ہے۔ وہ شروع ہی سے اپنی یادوں کو تحریر کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُن کی سالہا سال کی محنتوں کا ثمر ایک بہترین کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ میاں حضورؒ کے حالات اور ان کی کرامات پر مختلف لوگوں نے قلم اٹھایا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے جس تحقیق و تفحص سے کام لے کر حقائق کی دریافت کی ہے، نیز جس طرح وہ مختلف پیر بھائیوں کے پاس خود جا کر معلومات اکٹھی کرتے ہیں، پھر نتائج اخذ کرتے ہیں، اس پر وہ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میاں حضورؒ پر تا قیامت لکھا جاتا رہے گا، لیکن اِن کی تحریر یقیناً بنیادی اور اساسی ماخذ کے طور پر یاد رکھی جائے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

بحرمتِ سید العالمین۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّمَ۔

صاحبزادہ پیر محمد عارف چشتی صابری
پیپلز کالونی، فیصل آباد
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور
آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ سروپ والا (حافظ آباد)

Marfat.com

سندِ تحقیق و تصویب

سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم، لائقِ صد تحسین اور قابلِ رشک ہے پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا مقدر کہ قلندرِ دوراں کی سوانح حیات قلم بند کرنے کے لیے ولیِ کامل کی نظرِ انتخاب کا شرف انھیں حاصل ہوا۔ پروفیسر صاحب نے اس ذمہ داری کو بڑی محنت، مشقت اور جانفشانی کے ساتھ بڑی عمدگی سے نبھایا ہے۔ پروفیسر صاحب نے ہمارے پیرومرشد حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے حالات زندگی اور کرامات و واقعات، ان کی ظاہری حیاتِ مبارکہ ہی میں جمع کرنا شروع کر دیے تھے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر صاحب سے میری اکثر و بیشتر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ یہ سمجھنا درست نہیں کہ انھوں نے کتاب لکھنے میں دیر کر دی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ صحیح حالات و واقعات اکٹھا کرنے، ان کی درستی اور تحقیق میں دن رات مسلسل کوشاں رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے انھیں میاں حضورؒ کی زندگی سے متعلق ایک تحقیقی، مدلل اور مستند کتاب ترتیب دینے کا اعزاز بخشا۔

جب انھوں نے 2011ء میں اپنی کتاب مکمل کر کے آستانہ عالیہ، سرگودھا کی مجلسِ عاملہ میں پیش کی تو مجلسِ عاملہ نے ایک ریسرچ کمیٹی ترتیب دی۔ اس کمیٹی کے ممبران میں چنیوٹ کے محترم محبوب علی نادر صاحب اور گوجرہ کے محترم اختر گورسی صاحب ایڈووکیٹ شامل تھے۔ مجھے اس کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ ہمارے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ ہم پروفیسر افضال احمد انور صاحب کی تحقیقات کا جائزہ لیں، خصوصاً میاں حضورؒ کی ابتدائی زندگی کے گمنام گوشوں کے حوالے سے ان کی تحقیقات کا معیار پرکھیں اور مجلسِ عاملہ کو رپورٹ دیں کہ کتاب کی تحقیقی قدر و قیمت کیا ہے؟ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ پروفیسر صاحب نے اپنے سے ماقبل لکھنے والوں کی تحریروں میں کرامات والے حصے سے تو کوئی بحث نہیں کی تھی لیکن میاں حضورؒ کے حالاتِ زندگی خصوصاً ابتدائی حالات کے حوالے سے انھوں نے جس کے ہاں بھی کوئی ذرا سی بھی غلطی دیکھی، اس کی تصحیح کی۔ اس سلسلے میں انھوں نے کسی قسم کا کوئی دباؤ قبول نہیں کیا۔

مجھے یہ لکھتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ ریسرچ کمیٹی کے ممبران نے محترم حکیم شبیر احمد نور پوری صاحب سے مشاورت جاری رکھی اور ان سے رہنمائی لیتے رہے۔ کمیٹی کے جملہ ممبران میاں حضورؒ کے قریبی عزیزوں، رشتہ داروں اور تعلق داروں سے ملے۔ ان سے حالات اور واقعات کی معلومات حاصل کیں۔ الحمدللہ سب ممبران اس نتیجے پر پہنچے

Marfat.com

کہ پروفیسر صاحب نے بالکل صحیح حالات اور واقعات پیش کیے ہیں۔ اور جس ڈھنگ انداز میں انھوں نے معاصر لکھنے والوں کی اغلاط کی نشاندہی کی اور ان کی تصحیح میں کوشش و کاوش کی' یہ ان کی مرشد کریم سے محبت کا ثبوت ہے۔ میں بطور چیئرمین ریسرچ کمیٹی' مجلس عاملہ' آستانہ عالیہ میاں عبدالرشیدؒ سرگودھا اپنے سب ساتھیوں سمیت ان حالات و واقعات کے مستند ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔

یہ کتاب اِن شاءاللہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھ جیسے لاکھوں لوگوں میں اپنی زندگی کی صحیح سمت متعین کرنے کا شعور بیدار ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور کی اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے انھیں اجرِ عظیم سے نوازے اور میاں حضورؒ کی نگاہِ شفقت و کرم ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہے۔ آمین!

خاک پائے قلندر

پروفیسر شیخ غلام رسول

آڈٹ آفیسر' مجلس عاملہ' آستانہ عالیہ' سرگودھا

Marfat.com

پیش لفظ

23 جولائی 1994ع کی وہ صبح بھولنے والی نہیں جب مجھے فون آیا کہ پیرومرشد حضرت میاں عبدالرشید پانی پتی سرکارؒ کو کسی شقی القلب نے شہید کر دیا ہے۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے دنیا اندھیر ہوگئی ہو۔ جب میرے والد محترم فوت ہوئے تھے تو کم سنی کی وجہ سے مجھے کسی شے کی ہوش نہیں تھی لیکن حضرت میاں صاحبؒ کی شہادت کی خبر ملتے ہی مجھے بے سہارا یتیم ہونے کا مفہوم پہلی مرتبہ سمجھ آیا۔ سخت پریشانی میں روتا ہوا' پروفیسر حاجی لطیف صاحب (اکنامکس والے) کے ساتھ سرگودھا پہنچا۔ جنازے اور تدفین کے مراحل میں شمولیت کی سعادت ملی۔ اسی رات میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اس عظیم بزرگ' اس یگانہء روزگار ولی کامل' اس بے مثال حال مست قلندر اور انتہائی باہوش سالک کی حیات مبارکہ اور کرامات عالیہ پر ایک کتاب لکھی جائے۔

حصولِ مواد کے لیے میں نے اپنے پیر بھائیوں کو ایک خط لکھا' اس میں کچھ سوالات بھیجے۔ جس کے جواب میں کچھ پیر بھائیوں نے جوابات بھی ارسال کیے' اور میں نے اس کے لیے دور دراز کے بہت سے سفر بھی کیے اور بہت سے پیر بھائیوں کے انٹرویو بھی لیے' لیکن بیماری اور مصروفیات کے باعث کتاب جلد پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ اگرچہ میں تو کچھ نہ کر سکا اور ھل من مزید ہی کہتا رہا' لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے ایک پیر بھائی جناب خالد مراد (المتوفی 2010ع) نمبر لے گئے۔ انھوں نے پہلے ایک کتابچہ ''نوٹاں والی سرکار'' تحریر کیا' پھر ''یہ تیرے پراسرار بندے'' نامی ایک وقیع و ضخیم کتاب بھی پیش کی، اور وفات سے پہلے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر گئے۔ اُن کی محنت اور عقیدت کی داد نہ دینا بخل ہوگا۔

گوجرہ کے معروف درویش' صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے بھی ایک کتاب '' قلندرِ زماں'' (2004ع) تحریر کی۔ یہ کتاب بھی میاں حضور کے ساتھ صوفی اشفاق صاحب کی عقیدت اور تعلق کی غماز ہے اور اپنے انداز کی قابلِ ذکر کتاب ہے۔ یہ دونوں مصنفین مجھ سے بہت سینئر ہیں کیونکہ انھیں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضری کے مجھ سے زیادہ مواقع نصیب ہوئے۔ میں دونوں کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔ میں نے دونوں احباب کی کچھ روایات سے استفادہ بھی کیا ہے لیکن جہاں حق سمجھا وہاں اختلافِ رائے سے بھی گریز نہیں کیا۔ میں نے کسی

Marfat.com

لکھنے والے کی بیان کردہ کرامت سے کوئی اختلاف نہیں کیا' مجھے اس مسئلے سے کوئی بحث بھی نہیں' البتہ تاریخی حقائق کی تصحیح میں مقدور بھر کوشش کی۔ اُن کے حالاتِ حیات خصوصاً ابتدائی زندگی کے واقعات کے حوالے سے غلط روایات کی تصحیح بہت ضروری تھی۔ (مثلاً میاں حضورؒ کے آباؤ اجداد سے متعلق بحث سے' ان کی سوتیلی والدہ کے ظلم و ستم' ان کی کفالت' ہجرت' چنیوٹ میں آمد کا باعث بننے والی شخصیات وغیرہ کا صحیح تعین)۔ یہ کام تحقیقی ذوق اور مناسب متعلقہ مواد کی دستیابی کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا اخلاص (Commitment) اپنے مرشدِ کریمؒ کے ساتھ ہے اور میں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں جانتا۔

میاں حضورؒ کے حوالے سے بعض اخبارات اور رسائل و جرائد میں مضامین بھی شائع ہوتے رہے' خود میں نے بھی بہت سے اخبارات و رسائل میں لکھا' لیکن میرے پیر بھائیوں کا تقاضا تھا کہ میں ان تمام تحریروں کا جائزہ لوں۔ تنقیدی نظر سے جانچوں اور تجزیہ کے بعد اپنے نتائج کتابی صورت میں پیش کروں۔

چونکہ ڈیوٹی خود آستانہ عالیہ کی طرف سے لگائی گئی تھی' اس لیے میاں حضورؒ کی غلامی میں کچھ نہ لکھنا بھی خلافِ ادب تھا' حضرت میاں صاحبؒ کی زندگی اور کرامات پر مشتمل جو تحریریں سامنے آچکی ہیں۔ اِن میں مستند اور غیر مستند ہر طرح کا مواد موجود ہے۔ اصل میں ہر مصنف کا انحصار اُن واقعات پر ہے' جو اُس نے مختلف روایت کرنے والوں سے سنے ہیں۔ اِس سلسلۂ اخذ و قبول میں جس قدر احتیاط' تفحص اور بے لاگ تحقیق کی ضرورت تھی' افسوس ہے کہ بعض مقامات پر اُس کا کماحقہٗ خیال نہیں رکھا جا سکا' جس کے باعث ہر طرح کا مواد پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ میری تحریر کے کتابی شکل میں جلد شائع نہ ہو سکنے کی ایک وجہ یہ مشکل بھی تھی' لیکن سب سے بڑی وجہ حضرت میاں صاحبؒ کی رفعت و عظمت کا عمیق احساس اور اپنی بے مائیگی اور بے بضاعتی کا شدید ادراک تھا۔ یقیناً مَیں خود' میرے خیالات اور میرا قلم اس قابل ہی نہیں کہ میاں حضورؒ کی شان میں کچھ لکھ سکے۔ مَیں جب بھی کچھ لکھنے کا ارادہ کرتا تو اُن کے عظمت کے خیال سے کانپ اُٹھتا۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ پتہ نہیں کتنی راتیں مَیں روتا رہا اور اللہ کی بارگاہ سے مدد چاہتا رہا۔ یہ اللہ کا کرم' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی اور میاں حضورؒ کی اجازت کا صدقہ ہے کہ مجھ جیسے گناہ گار اور بے مایہ فقیر شخص کو اس موضوع پر لکھنے کی توفیق ملی بلکہ آستانہ عالیہ کی طرف سے جب صدر مجلس عاملہ و شوریٰ محترم میاں اعجاز احمد صاحب اور سیکریٹری جنرل محترم جان محمد چودھری صاحب ایڈووکیٹ کی طرف سے باقاعدہ میری ڈیوٹی لگائی گئی کہ میاں حضورؒ کے حالات و کرامات پر ایک کتاب لکھو تو میں نے اِسے اپنے لیے میاں حضورؒ کی طرف سے اجازت سمجھا اور میری کپکپاہٹ کچھ کم ہوئی۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ محترم خالد مراد ہوں' محترم صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی ہوں

Marfat.com

یا ڈاکٹر غلام علی مسافر ہوں' ان سب کے راوی وہی ہیں جو میرے بھی راوی ہیں' چنانچہ میرے پاس بہت سے ایسے واقعات ہیں جو سنانے اور لکھانے والوں نے مذکورہ بالا مصنفین کے علاوہ مجھے بھی سنائے یا لکھوائے۔ اس اشتراکِ واقعات کے حوالے سے مجھے جس احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا' مَیں نے کوشش کی ہے کہ اُس سے صرفِ نظر نہ کیا جائے۔ اس احتیاط کے باوجود اگر کسی دوسرے مصنف کے ہاں بھی کوئی ایسا واقعہ ملے تو اسے مجبوری سمجھا جائے۔ میرا قصور یہ بھی ہے کہ راویانِ کرام نے واقعات مجھے تو بہت پہلے سنائے یا لکھائے لیکن میری تحریر بہت تاخیر سے شائع ہو رہی ہے' جس کے باعث بہت کچھ مقدم' موخر ہو گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اصل مآخذ کی نشاندہی کی جائے اور حقائق کو چھپایا نہ جائے۔

اس عاجز کا کام اگرچہ سست رہا' لیکن بحمدہٖ وقت کے ساتھ ساتھ ٹھوس اور قابل مطالعہ بنتا گیا۔ میں نے دوسروں کی تحریروں کے تجزیے اور اپنے اخذ کردہ نتائج کو بغیر کسی لگی لپٹی کے لکھنا شروع کر دیا۔ میری کوشش رہی کہ آنے والے دنوں میں جب لوگ میاں حضورؒ کے متعلق جاننا چاہیں' لکھنا چاہیں یا لکھے ہوئے کو پرکھنا چاہیں تو انھیں حقیقت تک پہنچنے کے لیے کچھ ضروری اور مستند مواد اس کا کام دے سکے۔ نیز کوشش کی کہ میاں حضورؒ کے واقعات وکرامات کا اپنے پاس موجود' مواد بھی پیش کر دیا جائے۔ میں نے یہ بھی کوشش کی کہ ماضی کی بعض عظیم کاوشوں کو تاریخ کا حصہ بنا دیا جائے مثلاً شجاعت اخبار کا میاں عبدالرشید قلندر نمبر' بعض رسائل واخبارات میں چھپنے والے مضامین اور تصاویر۔ تصاویر کے سلسلے میں مجھے آستانۂ عالیہ کی مجلسِ عاملہ نے اجازت دی کہ میاں حضورؒ یا ان سے متعلقہ کسی بھی شے یا فرد کی تصویر جہاں سے بھی ملے' آپ وہاں سے لے کر شاملِ کتاب کریں۔

میرے سب احباب کا تقاضا تھا کہ کام جلد مکمل کرو اور دوسری طرف تدریسی مصروفیات تھیں اور بیماریِ دل کی شدّت کہ وقتِ فراغ' خواب وخیال ہو کر رہ گیا تھا۔ بالآخر یہ کام' اللہ تعالیٰ کی عنایت' توفیق اور کرم سے 25 اکتوبر 2014ع کو پایۂ تکمیل سے ہمکنار ہوا۔

الحمدللہ اس معاملے میں مجھے' مرشدِ گرامی حضرت میاں حضورؒ کی شفقت اور توجہ مسلسل حاصل رہی۔ تمام تر مصروفیات' بیماری اور ذاتی نااہلی کے باوجود اس عاجز کی دعا تھی کہ اللہ کرے کہ اس کتاب کی تسوید کا شرف اس عاجز کو مل جائے۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں:

1۔ میں نے میاں حضورؒ کی شہادت کے دن ہی آپؒ پر کتاب لکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور حصول مواد کے لیے بہت سے پیر بھائیوں کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں غور سے سنتا رہتا' اور نوٹس لیتا رہتا تھا۔

Marfat.com

2- میرے پیر بھائیوں کی خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد شائع ہو جائے۔ وہ سب یہ سُن سُن کر تنگ آ گئے تھے کہ یہ شخص مواد تو جمع کرتا رہتا ہے، کتاب پیش نہیں کرتا، جس سے مجھے شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا۔

3- کچھ پیر بھائیوں نے خطوط لکھ کر بھی مجھے مواد مہیا کیا۔

4- میں نے بہت سے پیر بھائیوں کے انٹرویو لیے۔ ان میں سے کچھ بزرگ پیر بھائی اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں جبکہ اُن کے بیان کردہ واقعات میرے پاس امانت ہیں۔

5- یہ کہا جا سکتا ہے کہ میاں حضورؒ پر شائع شدہ اکثر و بیشتر مواد میرے پاس محفوظ ہے، اور یہ اللہ کے خاص فضل و کرم سے ہے۔

6- حضور میاں صاحبؒ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی ہمارے ایک پیر بھائی محمد طالب جو آفس سپرنٹنڈنٹ لیبر ڈیپارٹمنٹ، فیصل آباد میں ملازم تھے، ایک کاپی لیے، اس پر نوٹس لیتے رہتے۔ انھیں میاں حضورؒ کے واقعات اکٹھا کرنے کا گویا جنون تھا۔ انھوں نے بہت سی باتیں میاں حضورؒ کے والدِ گرامی سے براہ راست سنی تھیں۔ انھوں نے میاں حضورؒ کے سکول کے استاد جھنگ کے جناب قاضی اعجاز عثمانی صاحب سے بھی روایات سنیں اور اپنی کاپی میں لکھیں۔ میاں حضورؒ کے جلال کا یہ عالم تھا کہ کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ وہ میاں صاحب سے ان کے حالات کے بارے میں سوال کر سکے۔ حکیم ملک اورنگزیبؒ نے ایک دفعہ راقم کو بتایا کہ ایک بار ڈرتے ڈرتے طالب مرحوم نے پوچھا کہ حضور! آپ کی والدہ ماجدہؒ کا نام مبارک کیا ہے؟ اتفاق سے میاں صاحبؒ کے والدِ گرامی تشریف لائے ہوئے تھے اور مسجد میں موجود تھے، آپ نے اشارہ کر کے فرمایا:

''ابے! مولوی صاحب سے پوچھ کہ ان کی جورو کا نام کیا؟''

ان کی اس قلمی کاپی کے مندرجات محض چودہ صفحات پر مشتمل ہیں، لیکن یہ انکی برسوں کی کمائی ہے۔ یہ کاپی طالب مرحوم اپنی زندگی ہی میں ہمارے ایک بہت بزرگ پیر بھائی محترم ملک اورنگ زیبؒ کے حوالے کر گئے تھے۔ ملک اورنگ زیبؒ نے اپنا یہ چشم دید واقعہ راقم الحروف کو اپنی زندگی کے آخری برس، یوں سنایا تھا کہ ایک دفعہ میاں حضورؒ نے طالب کو دیکھا کہ وہ اپنی کاپی پر کچھ لکھنے میں مصروف رہتا ہے، تو آپؒ نے اُسے فرمایا:

''ابے! تو یہ کیا لکھتا رہتا ہے، اسے مکمل تو کوئی اور کرے گا۔''

11-4145

Marfat.com

حکیم ملک اورنگ زیبؒ نے اپنے پاس محفوظ یہ کاپی یہ خزانہ اپنی وفات سے کچھ ماہ پہلے مجھے (اِفضال انور کو) عطا کرتے ہوئے یہ دعا دی:

''جو کام طالب مکمل نہ کر سکا' اللہ کرے تو مکمل کر لے اور خدا کرے کہ تو ہی وہ ''کوئی اور'' ثابت ہو جسے میاں حضورؒ نے فرمایا تھا کہ اسے مکمل تو کوئی اور کرے گا۔''

یہ کاپی سرخ رنگ کی پوشش والے گتے میں میرے پاس موجود ہے۔ اس کے اکثر صفحات خالی ہیں۔ کل چودہ صفحات لکھے ہوئے ہیں' لیکن ان میں درج معلومات خاصی اہم ہیں۔ میں نے ملک اورنگ زیبؒ کی عطا کردہ طالب مرحوم کی اس قلمی کاپی کا نام ''اوراقِ طالبی'' خود رکھا ہے، اور اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہ بہت نایاب معلومات ہیں' لیکن افسوس کہ اس میں کچھ خلافِ حقیقت اور کچھ متضاد باتیں بھی درج ہو گئی ہیں' لہٰذا اس سے استفادے میں بے حد احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔

7۔ میاں حضورؒ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ایک اخبار ''شجاعت'' سرگودھا نے 1986ء میں ''میاں عبدالرشید قلندر نمبر'' شائع کیا تھا۔ میں نے اس اخبار کو بہت ڈھونڈا لیکن مجھے یہ نہ مل سکا۔ ہماری ایک بہت ہی قابلِ احترام بہن' محترمہ بیگم عتیق قریشی صاحبہ' نے لاہور سے اخبار کا یہ تمام نمبر اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے بھیج دیا۔ اللہ کریم اُنھیں جزائے خیر سے نوازیں۔ نقل وصول کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی' لیکن میں اصل اخبار کے حصول میں لگا رہا۔ میں انتہائی شکر گزار اور سراپا سپاس ہوں اپنے ایک پیر بھائی گوجرہ کے ماسٹر رشید احمد جاوید صاحب (المعروف رشید بیٹریوں والے) کا جن کی سخاوت سے اخبار شجاعت سرگودھا کا میاں عبدالرشید قلندر نمبر' جیسا بے بہا تحفہ مجھے ملا۔ اللہ کے کرم سے وہ اخبار اب میرے پاس محفوظ ہے۔

8۔ ہمارے ایک بہت ہی سینئر پیر بھائی محترم سیّد کرامت حسین شاہ صاحب مدظلہ (جو محکمہ پاکستان ریلوے کے ریٹائرڈ ملازم اور میاں حضورؒ کے بہت قریبی عقیدت مند ہیں) نے سرکار قبلہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے بعض احوال اور اُن کی کرامات اپنے دستِ شفقت سے ایک بڑے سائز کے رجسٹر میں درج کی تھیں۔ اگرچہ یہ رجسٹر بھی چند صفحات پر ہی مشتمل ہے' تاہم اپنے حوالے کے لحاظ سے خاصے کی چیز ہے۔ اُنھوں نے بھی ازراہِ شفقت اپنا وہ قلمی رجسٹر مجھے سونپ دیا اور اُس سے استفادے کی اجازت بھی عنایت فرمائی۔ اللہ کریم اُنھیں بہترین جزا سے سرفراز فرمائیں اور اُن کے فیوض و برکات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔ (آمین!)

9۔ میرے مرشدِ گرامی کے ایک بہت ہی لاڈلے مرید ساہیوال کے محترم ڈاکٹر غلام علی مسافر صاحب ہیں۔

Marfat.com

میڈیکل کے شعبہ سے وابستہ اور مرشد کی محبت میں مٹے ہوئے ہیں۔ اُنھیں بھی میاں حضورؒ پر ایک کتاب لکھنے کا شوق تھا' چنانچہ اُنھوں نے بھی مختلف پیر بھائیوں سے حضور میاں صاحبؒ کے واقعات و کرامات اکٹھا کرنا شروع کیے اور اسمیں بڑی محنت صرف کی۔ اُنھوں نے اپنی یادداشتوں اور جمع کیے ہوئے مواد کو 'متاعِ مسافر' کا نام دیکر ایک کاپی میں جمع کرنا شروع کیا۔ یہ قلمی (غیر مطبوعہ یادداشتیں) انھیں جان سے عزیز ہیں۔
میاں حضورؒ کے 2009ع کے عرس کی تقریب کے دوران میں' رات کی محفلِ نعت کے بعد' انھوں نے مجھے فرمایا کہ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی یادداشتیں "متاعِ مسافر" آپ کو دے دوں تاکہ آپ اُنھیں اپنی کتاب میں شامل کر لیں"۔ یہ مجھ پر اُن کا بہت بڑا احسان تھا۔ ایثار کی ایسی مثال اس دور میں کم کم ہی ملتی ہے۔ آپ نے کاپی 'متاعِ مسافر' کی فوٹو سٹیٹ اور اس میں موجود متن کے استعمال کی تحریری اجازت مجھے 31/05/2009 کو عطا کی۔ اللہ کریم ان کے احسان و ایثار کو قبول فرمائے اور انھیں دارین میں جزائے خیر سے نوازے (آمین)۔

10- میں نے جنوری 2011ع میں اپنی کتاب کا ابتدائی مسودّہ کمپوزنگ کے بعد انجمن آستانہ عالیہ میں پیش کر دیا تھا۔ انجمن مذکورہ بالا کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں اس کے مندرجات کے تحقیقی پہلوؤں پر غور و خوض کیا گیا۔ کچھ مسائل کی تصدیق و تحقیق کے لیے مجلسِ عاملہ نے ایک ریسرچ کمیٹی تشکیل دی۔ اس ریسرچ کمیٹی نے اپنی تحقیقی رپورٹ مجلسِ عاملہ کے اگلے اجلاس میں پیش کی' جس میں میرے بیان کردہ واقعات و نتائج سے اتفاق کیا گیا اور ان کی درستی کی تصدیق کی گئی (اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں نام و نسب کے زیرِ عنوان دیکھی جا سکتی ہے۔) اس پر تمام اراکین مجلسِ عاملہ میرے اخذ کیے ہوئے نتائج سے مطمئن و متفق ہو گئے۔ مجلسِ عاملہ نے اس پر راقم الحروف سے خوشی کا اظہار کیا اور کتاب کو مزید وسعت دینے کی ذمہ داری تفویض کی تاکہ اس تاریخی اور تحقیقی دستاویز میں زیادہ سے زیادہ مواد شامل ہو جائے۔

یہ سب کچھ ہونے کے باعث کتاب کو بہت جلد سامنے آ جانا چاہیے تھا مگر میری مجبوری یہ تھی کہ میں آنکھیں بند کر کے ہر روایت کو نہیں لے سکتا۔ خلافِ حقیقت بات کو ماننا میرے لیے مشکل ہے۔ نوع بنوع اور رنگا رنگ واقعات میں سے حقائق کو ڈھونڈنا' کارِ آساں نہیں تھا' بہرحال میں اللہ کا نام لے کر اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا دامن تھام کر اپنے کام میں جت گیا۔ میں نے ہر واقعہ کو درج کرنے سے پہلے بہت کچھ سوچا اور کوشش کی کہ

Marfat.com

ہر بات کا حوالہ دیا جائے تاکہ بیانِ واقعہ میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔ میں نے واقعات کو اکٹھا کرتے ہوئے محسوس کیا کہ لوگوں کی اکثر روایات صرف میاں صاحبؒ کے ددھیالی رشتہ داروں کے حوالے سے ہیں' آخر ننھیالی رشتہ داروں کے حوالے سے باتیں کیوں نہیں بتائی جاتیں؟ جب میں نے تلاش کیا تو مجھ پر واجب ہو گیا کہ اصل حقائق سامنے لاؤں اور حق دار کو حق پہنچا کر رہوں۔

میں نے واقعات سے استخراجِ نتائج میں ہر ممکن احتیاط برتنے کی کوشش کی ہے۔ تحقیق میرے نزدیک تشکیک کی بیٹی ہے۔ جوشِ عقیدت کے بہتے دریا سے حقائق کے موتی نکالنا کارِ آساں نہیں ہے۔ میں نے اس مشکل کام کو محبت' عاجزی اور بے حد سنجیدگی سے کرنے کی سعی کی ہے۔ واللہ اَعلم و ما توفیقی اِلا باللہ۔

اس کتاب کی تسوید میں مجھ سے کوئی کوتاہی یا غلطی ہوگئی ہے یا کسی صاحب کا بیان کردہ واقعہ یا خط مجھ سے گم ہو جانے کی وجہ سے شاملِ کتاب نہیں ہو سکا تو میں اللہ کریم سے اور اس پیر بھائی سے بھی معافی کا طلب گار ہوں۔ میں نے بعض واقعات میں حسبِ ناگزیر ضرورت' اصل کردار کا نام نہیں لیا' تاکہ کسی کا پردہ رہ جائے۔

اللہ کریم کا بے انتہا شکر ہے کہ اُس کے فضل و کرم اور اُس کی توفیقِ خاص سے مجھ ایسے گنہگار' عاجز اور بے مایہ فقیر کے حصے میں اِس کتاب کی تسوید کی سعادت آئی۔

میری کوشش رہی کہ متن کا اُسلوبِ بیاں (Style) ایسا ہو کہ اگر کسی نے حضور میاں صاحبؒ کی زیارت' اُنؒ کی ظاہری زندگی میں نہیں بھی کی' اور وہ اُس دورِ سعید و فرخندہ کا چلتا پھرتا لفظی نقشہ دیکھنا چاہے تو خدا کرے کہ اسے حسنِ تصوّر میں یہ سعادت حاصل ہو جائے' نیز اسے مطالعے کے لیے مستند تحریر ملے۔ اس کے لیے میں نے کوشش کی کہ میاں صاحبؒ کے اقوالِ مبارکہ اور ارشاداتِ عظیمہ کو انھی کے پانی پتی لہجے میں پیش کروں۔ علاوہ ازیں میں نے میاں حضورؒ کے آستانہ کے خادمین کا ہلکا سا تعارف کرانے کی کوشش کی تاکہ ان کا ذکر بھی تاریخ کا حصہ بنے' نیز میں نے میاں حضورؒ کے مختلف عقیدت مندوں کے بیان کردہ واقعات اور کرامات کو انھی کی زبانی درجِ کتاب کر دیا تاکہ مناسب معلومات یکجا ہو جائیں اور اس گلدستے کے تمام پھولوں کا رنگ بھی نظر آئے اور ان کی خوشبو بھی مشامِ جاں کو معطر کرے' نیز مستقبل میں اس موضوع پر مزید کام کرنے والوں کے لیے یہ مواد مفیدِ مطلب ثابت ہو سکے۔ و ما توفیقی اِلا باللہ۔

Marfat.com

میاں حضورؒ کے کسی عقیدت مند کے پاس ان کی زندگی کے کسی واقعے کے شواہد یا ان کی کسی کرامت کا مزید مواد ہو تو وہ میرے اس پتے پر ارسال کر سکتا ہے تا کہ اُسے مابعد ایڈیشن میں شامل کیا جا سکے۔

میں اس تحریر کو بغیر کسی دعوے کے' بہت عجز و ادب سے پیش کر رہا ہوں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ میری اس عاجزانہ خدمت کو قبول فرمائے اور دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' مرشدِ گرامی' حضرت میاں حضورؒ کی روحِ پُرفتوح اپنے اس غلام پر راضی ہو جائے۔ آمین! ثُمَّ آمین۔

پیرانہ سر کشیدم' سر در رہِ سگانت
موئے سفید کردم' جاروبِ آستانت

(مولانا جامیؒ)

فقیر: پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور
نعت منزل' مکان نمبر 267' گلی نمبر 13'
نزد مسجد اللہ اکبر' علی ہاؤسنگ کالونی'
(جھنگ روڈ)' فیصل آباد۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ.........اجمالی تعارف

نہ تاج و تخت میں نَے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

شاہینوں کے شہر" سرگودھا" میں، کوٹ فرید روڈ پر بڑے قبرستان کے مشرقی کنارے پر واقع، گورنمنٹ ماڈل بوائز ہائی سکول کے مین گیٹ کے سامنے ایک ایسی ہستی کا مزار پُرانوار ہے، جسے وہاں کا بچہ بچہ ''نوٹاں والی سرکار'' کے عرف سے جانتا ہے۔ جس نے 1960 سے 1994ء تک عمرِ عزیز کے آخری چونتیس (34) برس اسی شہر میں بسر کیے۔ وہ عظیم ہستی ایک ایسے بزرگ کی تھی، جو سالکانِ راہِ رضا کے رہنما اور مجذوبانِ خدا کے پیشوا تھے۔ وہ بہت سیف زباں تھے۔ اُن کے منہ سے نکلی ہر بات اللہ کریم پوری کرتا تھا۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ زندہ کرامت تھا، پریشان حال لوگ روتے ہوئے آتے اور ان کی صحبت میں چند لمحے گزار کر ہنستے ہوئے جاتے۔ جن کے آستانے کے لنگر سے سینکڑوں لوگ روزانہ تین وقت پیٹ بھرتے۔ جذب و حال کے غلبے میں ان کی کچھ باتیں اور کام کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہ آتے، جیسے حالت نماز میں کبھی کسی عجیب سے قول یا کسی کام کا صدور، کبھی کسی کو گالیاں سنا دینا، ویسے تو ہر آنے والے سے محبت کرنا لیکن کبھی کبھی کسی کو پاس بھی نہ پھٹکنے دینا وغیرہ۔ اپنی کیفیات کے پیشِ نظر با جماعت نماز میں وہ عموماً سردیوں میں پہلی صف کی انتہائی بائیں طرف جبکہ گرمیوں میں صف کی انتہائی دائیں طرف کھڑے ہوتے، کبھی سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہوتے۔ کسی کی ملازمت ہو یا ٹرانسفر، الیکشن میں کامیابی ہو یا ترقی، جوان اولاد کے رشتے کا معاملہ ہو یا کسی کی بیماری اور آپریشن کا مرحلہ...... ہر مسئلہ محض ان کی دعا کی برکت سے حل ہو جاتا۔ ان کی کوئی بات حکمت اور فراست سے خالی نہ ہوتی۔ بعض اوقات وہ نماز پڑھ کر مصلّٰے اٹھاتے، تو نئے نئے نوٹ جائے نماز کے

Marfat.com

نیچے بکھرے پڑے ملتے۔ وہ خالی جیب میں ہاتھ ڈالتے، تو نئے نوٹوں کی گڈیاں نکال لیتے۔ قرآن مجید کی الماری میں یوں تو قرآنِ مجید کے نسخے رکھے ہوتے، لیکن وہ وہاں ہاتھ رکھتے تو لاکھوں روپے پڑے ملتے۔ بظاہر کوئی مستقل آمدن نہ ہونے کے باوجود ان کے آستانے میں ہزاروں، لاکھوں کا خرچ چلتا، انھوں نے غریبوں، یتیموں، بیواؤں کی خفیہ و علانیہ مدد کو ہمیشہ شعار بنائے رکھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک فرمانِ پاک کا مفہوم ہے کہ کھانا کھلاؤ اور اچھی بات کہو۔ حضرت میاں صاحبؒ کی ساری زندگی اس فرمانِ پاک کا عملی نمونہ پیش کرتے گزری۔ اُن کے آستانے پر صبح کا ناشتہ، دوپہر اور رات کا کھانا باقاعدگی سے تقسیم ہوتا۔ قلندری لنگر سے ہر آنے والا مستفید ہوتا۔

میاں صاحبؒ کے لنگر سے عموماً دو اڑھائی سو لوگ تین وقت کا کھانا کھاتے۔ ان میں مفلوک الحال مساکین اور غرباء کے علاوہ کچھ دیہاڑی دار مزدور پیشہ لوگ بھی ہوتے۔ نشّے کے ہاتھوں مجبور لوگ بھی آ بیٹھتے۔ یہاں سب کی عزّت ہوتی اور ہر ایک کو ہائی پروٹوکول کھانا بڑی محبّت سے کھلایا جاتا۔ کبھی کبھی کھانے والے پانی یا روٹی وغیرہ مانگتے ہوئے آستانہ کے خادموں پر کچھ رعب بھی جھاڑ دیتے۔ ''اوئے ادھر لاؤ'' وغیرہ کہہ دیتے مگر یہاں کسی کو کوئی جھڑک نہیں سکتا تھا۔ مساکین و فقراء اس انداز سے کھاتے جیسے ہوٹلوں میں پیسے دے کر کھانے والے کھاتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف میاں حضورؒ کا ان سے پیار کرنا تھا۔ اگر کوئی خادم میاں حضورؒ سے عرض کرتا کہ سرکار یہ تو نشّے کا مارا ہُوا جہاز ہے، تو آپ ایسا کہنے سے منع فرماتے۔ جب کوئی مہمان اِن لوگوں سے تنگ آ کر ان کے بارے میں میاں حضورؒ کو نفرت دلانے کی بات کرتا، تو آپؒ فرماتے، ''ابے یوں نہ کہہ'' اگر کوئی بیٹا غلط راستے پر چل پڑے، تو اُسے گھر سے نکال تو نہیں دیتے۔ اِس کو تو پیار سے سمجھاتے ہیں۔ ابے یہ سب بیٹے ہوویں۔ کبھی کسی نے نہ دیکھا اور نہ سُنا کہ میاں صاحبؒ کے آستانے کے لنگر میں کھانے والے کسی شخص کو دھتکارا گیا ہو۔ یہ صرف عظیم قلندر ہی کی شان تھی کہ انھیں بھی سینے سے لگایا جاتا، جنھیں کوئی پوچھتا تک نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب انتہائی پرہیز گار، اولیاء صفت ہستیاں میاں حضورؒ کے متعلق یہ بحث کرتیں کہ میاں صاحب ہمارے ہیں تو ایسے غریب، مسکین، مزدور اور نشئی لوگ بھی یہی کہتے کہ تمھیں کیا خبر، اصل میں میاں صاحب تو ہمارے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میاں حضورؒ نے ہمیشہ اپنے ہر ملنے والے کو وہ پیار دیا کہ وہ سمجھتا کہ میاں حضورؒ سب سے زیادہ مجھی سے پیار کرتے ہیں۔ یہ دراصل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مطہرہ اور ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کا فیضان تھا جو میاں حضورؒ کو وافر ملا۔

اُن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف خدمتِ خلق اور احسان رہا۔ ان کے پاس ہمیشہ لاکھوں کا خزانہ رہتا، لیکن انھوں نے اپنی ذات پر کبھی ایک کوڑی بھی خرچ نہ کی۔ وہ یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرتے اور اس

Marfat.com

انداز سے کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلنے دیتے۔ دین اور دنیا کے شہنشاہ ہونے کے باوجود بہت ہی سادہ لباس پہنتے اور بے حد کم خوراک کھاتے۔ انھوں نے اپنے لیے یا اپنے کسی مہمان کے لیے کبھی کوئی امتیازی کھانا نہ پکوایا۔ جو کچھ پکتا' سب کے لیے ہوتا۔ غریب امیر سب کو یکساں پروٹوکول ملتا۔ وہ در پر آنے والے مستحقین کو نئے نئے نوٹوں سے نوازتے۔

اُنھوں نے عمر بھر درودِ پاک' نماز' خیرات' تلاوتِ قرآنِ مجید اور خدمتِ خلق کی تلقین کی۔ اُن کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی کے بولنے سے پہلے ہی اس کے دل کی بات نہ صرف جان لیتے بلکہ اُسے بتا بھی دیتے۔ ان کی نظر آنے والے کے دل پر ہوتی۔ اشیاء و افراد کی حقیقت پر نظر رکھنے والے یہ بزرگ' پہلی ملاقات ہی میں آنے والے پر کچھ ایسی نگاہ ڈالتے کہ پھر وہ شخص ان کی محبت کے حصار سے کبھی باہر نہ نکل سکتا۔ اُن کو اللہ نے اتنا اختیار دیا تھا کہ وہ لوحِ محفوظ پر تحریر' تقدیر کو محض ایک نگاہ سے بدل سکتے' اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت باطنی محفل (کچہری) میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ اُن کی سادگی' خدمت گزاری اور عاجزی کا یہ عالم کہ عوام تو کجا خواص بھی ان کی حقیقی عظمت کو نہ پہچان سکیں۔ لاکھوں دلوں پر حکومت کرنے والے یہ بزرگ' مسجد میں خود جھاڑو دے لیتے' برتن صاف کر لیتے' مسجد کی لیٹرینیں بلکہ ہودی تک کی خود صفائی کر لیتے۔ یہ جب بھی پانی کے پائپ سے مسجد کو دھوتے تو بجلی کی تاروں' بٹنوں بلکہ مین سوئچ تک کو دھو ڈالتے اور کسی کو کچھ نہ ہوتا۔ کسی سے کوئی لالچ نہ رکھنے والی اس عظیم ہستی کو عوام ''نوٹاں والی سرکار'' اور ان کے عقیدت مند ''میاں صاحب' یا ''میاں حضور'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ بیک وقت سالک مجذوب قلندر بھی تھے اور انتہائی صاحبِ ہوش و خرد رہنما و پیشوا بھی۔

ختم خواجگان ساری عمر معمول رہا' لیکن ان کا ختم دینے کا انداز بھی اپنا ہی ہوتا۔ بقول شاعر:

میانِ عاشق و معشوق رمز یست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

کبھی وہ شرعی دلائل کی رو سے کسی کے سوال کا ایسا جواب دیتے کہ خود عقل حیران و سر بزانو ہو کر رہ جاتی۔ وہ انسانوں کے علاوہ جانوروں تک کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے' اُنھوں نے عمر بھر اگر نفرت کی بھی تو صرف رزقِ حرام سے' جسے وہ کسی صورت برداشت نہ کرتے تھے۔ اُن کے اشارے پر بادل گھر آتے' بارش ہونے لگتی۔ اُن کی دعا سے ناممکن' ممکن ہو جاتا' اُن کے لیے روئے زمین یوں سمیٹ دی جاتی کہ کوئی فاصلہ ان کے لیے فاصلہ نہ رہتا۔ بفضلہ تعالیٰ' اُنھوں نے زمان و مکاں کی تسخیر کے تمام مراحل طے کر لیے۔ طے زماں اور طے مکاں کی مختلف

Marfat.com

خصوصیات کی حامل اِس عظیم سالک و مجذوب ہستی کو اکابر اولیائے کرامؒ کی ہمہ وقت روحانی سرپرستی میسر رہی۔ وہ محبوبیت کے اُس عظیم درجے پر فائز تھے کہ اُن کی ہر ادا اللہ کو پسند آتی تھی' جنھیں لوگ قلندرِ اعظم' قطبِ مدار اور قیومِ دوراں کہتے ہیں' لیکن جو خود کو دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے اور دنیا کو بتاتے رہے کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف درِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی خیرات ہے۔ اُن کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس دور کا اثاثہ ہے' اُن کی شانیں اور عظمتیں کماحقہ بیان کرنا مجھ جیسے بے مایہ کے لیے ممکن نہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو محبوب رب العالمین' سید المرسلین حضرت محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کی طرف سے ملنے والے عطیات اور ان کے اختیارات و تصرفات پر بحث کرتے اور جسارتیں دکھاتے ہیں' جبکہ ادھر حال یہ ہے کہ مجھے تو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ایک غلام' ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے اس ایک ولی کے اختیارات و کمالات ہی سمجھ نہیں آتے۔ حضورِ پرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانیں تو فہم و ادراک سے وراء الورا ہیں۔ لوگوں کو ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بات کرتے ہوئے منہ ہی نہیں دل بھی سنبھال کر بات کرنی چاہیے۔ سب اولیائے کرام دراصل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور پاک ہی کی شعاعیں ہیں' اور میاں حضور تو دیوانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے درویش ہیں جن کی بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہمیشہ مانی جاتی۔

ملک بھر میں اُن کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ سرگودھا میں ہر برس 12' 13' 14 صفر المظفر کو ان کا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے' جس میں ملک کے کونے کونے سے اُن کے عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ عرس میں جہاں پیرانِ عظام' علمائے کرام اور نعت خوانانِ خوش الحان شریک ہوتے ہیں' وہاں مست مجذوب لوگوں کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ ہر زائر اپنے اپنے انداز میں مرشدِ کریم کی بارگاہ میں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے۔

◆◆◆

Marfat.com

سوانح حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ (پانی پتی)

زُلفت زِ ہر دو جانب' خوں ریزی عاشقان ست
چیزے نمی تواں گفت' روئے تو در میان ست
(امیر خسروؒ)

سید السالکین' قدوۃ العارفین' مخزنِ جود وسخا' معدنِ رُشد وہدیٰ' سلطان الفقراء' نوشہ مجذوبانِ باصفا' بحرِ علوم معرفت' خورشیدِ حقیقت' شیخ المشائخ' فرید العصر' آفتاب سپہرِ ولایت' بدرِ تصوّف' عارف باللہ' نازشِ اولیاءؒ' زینتِ اصفیاءؒ تاج الاذکیا' امامُ الاتقیاءؒ' پیکرِ تسلیم و رِضا' بحرِ جُود وسخا' زبدۃ السالکین' فخر الواصلین' قدوۃ المحبّین' سَند الکاملین' برہان العاشقین' مرشدِ خلائق' واقفِ حقائق' شانِ جلال و جمال' رہبرِ اہلِ کمال' صاحبِ کشف و کرامات' مظہرِ انوار وتجلیات' قائدِ اَحبابِ بصیرت' جامعِ فیوضِ شریعت وطریقت' سالارِ اربابِ حقیقت' سِراجِ رُشد وہدایت' عظیم البرکت' عاشقِ جمالِ محمدی ﷺ' مجذوبِ انوارِ خداوندی' یکتائے عالَم' قلندرِ اعظم' قیومِ دوراں' قطبِ مدار' اعلحضرت میاں عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ' قدّس سِرّہ العزیز' المعروف نوٹوں والی سرکار اپنے وقت کے معروف روحانی پیشوا تھے۔

اُن ؒ کا تعلق ہندوستان کے ضلع کرنال کی تحصیل پانی پت سے تھا۔ آپ نوجوانی ہی میں مست مجذوب ہو گئے تھے۔ ہجرت کے بعد پاکستان تشریف لائے اور لاہور' چنیوٹ' گوجرہ وغیرہ شہروں کو شرفِ سکونت بخشنے کے بعد سرگودھا کو آخری دُنیاوی آرام گاہ بنالیا' جہاں اُن کا مزارِ پُر انوار' کوٹ فرید روڈ پر' بڑا قبرستان کے کنارے مرجعِ خاص وعام ہے۔ مزارِ اقدس کا گنبد اور مسجد کا مینار' دُور ہی سے دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔

◆◆◆

Marfat.com

پانی پت

پانی پت ہندوستان کا مشہور شہر ہے۔ اس کے متعلق اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے مقالہ نگار سی۔ کولن ڈیوس (C.Collin Davies) نے درج ذیل معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

''غیر منقسم پنجاب کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل اور قصبہ (اب بھارت میں ہے)۔ پانی پت کے میدان میں تین بار ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوا ہے: 1526ع میں جب بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی' 1556ع میں جب اکبر نے ہیمو کی فوجوں کا قلع قمع کیا اور آخری بار 1761ع میں جب مرہٹوں کو احمد شاہ درانی نے شکست دی۔ ان واقعات کا بڑا سبب جغرافیائی عوامل' اندرونی انتشار اور سرحدی نظامِ مدافعت کی کمزوری تھی۔ ہندوستان کے شمال میں افغانستان کے جنگی مرکز سے جو راستہ حملہ آوروں کے لیے سب سے سہل ہے۔ وہ خیبر' کرّم' ٹوچی اور گومل کے درّوں سے پنجاب کے میدانوں تک آتا ہے' اس لیے کہ دریائے سندھ کبھی کسی من چلے سپہ سالار کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ چونکہ جنوب میں راجپوتانے کے ریگستان مزاحم ہوتے تھے' لہٰذا حملہ آور لشکر لامحالہ گنگا اور جمنا کی وادیوں میں اسی تنگ نالے سے داخل ہوتے تھے جو صحرا کے شمال مشرقی سرے اور ہمالیہ کے دامن کے مابین واقع ہے۔''

(ادارہ تحریر' اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ' جلد 5' لاہور: دانش گاہِ پنجاب' ص: 576 عمود ii)

پانی پت کا شہر مسجدوں کی کثرت کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ بابو شفیق پانی پتی نے مجھے بتایا تھا کہ پانی پت میں تین سو کے قریب مساجد تھیں۔ پانی پت کی شہرت یہاں لڑی جانے والی جنگوں اور مسجدوں کی کثرت کے علاوہ بھی کچھ دیگر امور کے باعث ہے۔ مثلاً یہ شہر اردو ادب کے عظیم شاعر' نقاد' تذکرہ نگار اور مصلح مولانا الطاف حسین حالی کا بھی مولد و مدفن ہے۔ یہاں حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ کا مزار پُرانوار بھی ہے جو یقیناً مرجع ابرار و اخیار ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی شہرت کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میاں عبدالرشید قلندر اعظمؒ نے دنیاوی و روحانی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ یہیں آپؒ نے بچپن اور جوانی بسر کی اور یہیں آپؒ پر انوارِ ولایت کی بارشوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔

◆◆◆

Marfat.com

سراپائے اقدس

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
(علامہ اقبال)

پیرو مرشد حضرت میاں عبدالرشید قلندر اعظمؒ کا جسم مبارک تناسب کی شان اور حسن کی آن رکھتا تھا۔ رنگ سفیدی مائل گندمی قد مثالی اعضاء متوازن سینۂ پاک فربہ اور چوڑا کندھے بازو بھرے ہوئے اور توانا چہرۂ مبارک دلکش دونوں طرف کے رخسار پُرگوشت اور جاذبِ نظر اوپر والے ہونٹ پر زخم کا نشان آنکھیں بیضوی انتہائی روشن اور پُرکشش متانت کی جان اور جاہ و جلال کی حامل۔ ماتھا چوڑا اور بے حد دلکش ابرو کبھی باریک کبھی ترشوائے ہوئے ہر حال میں قلندری شان اور سنجیدگی کی برہان رکھنے والے۔ داڑھی مبارک جوانی میں ایک کان سے دوسرے کان تک بہت گنجان تھی لیکن آخری عمر میں غلبۂ جذب کے تحت دونوں اطراف سے ترشوا لیتے۔ لیکن دونوں رخساروں کے نیچے سے تھوڑی مبارک پر داڑھی کبھی کم نہ ہونے دی۔ مونچھیں صاف زلفیں سفید اور دراز جو گردن کے پیچھے سے قمیض مبارک کو چھوتی ہوئی لگتیں۔ دائیں طرف کے نچلے ہونٹ سے ذرا نیچے دائیں طرف تل کا نشان۔ اُن کے شناختی کارڈ کے مطابق اُن کے اوپر والے ہونٹ پر زخم کا نشان بھی تھا۔

آپ کے سراپا مبارک میں کچھ ایسا جلال تھا کہ جی بھر کر دیکھنا آسان نہ تھا۔ خصوصاً آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔ چونکہ مست الست مجذوب تھے لہٰذا حاضرین کبھی بے تکلفانہ یا شوخ گفتگو کی جرأت ہی نہ کرتے تھے۔ جلال اور جمال کا یہ پیکر عجز و سادگی کا شہکار بھی تھا۔ دور دراز سے آنے والے نئے زائرین کو عموماً پوچھنا پڑتا کہ میاں صاحب کہاں ہیں؟ معلوم ہونے کے بعد دیکھنے والے پہلی نظر ہی میں متاعِ دل دے بیٹھتے تھے۔ وہ اپنے دور میں فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ تھے۔ اُنھوں نے شہنشاہ ہو کر فقیرانہ زندگی

Marfat.com

بسر کی۔ بقول علامہ اقبال ؎

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

◆◆◆

لباس مبارک

حضرت میاں عبدالرشیدؒ شہنشاہِ ولایت تھے۔ اللہ نے انھیں بے پناہ خزانوں پر تصرف دیا تھا مگر وہ سادگی کو پسند کرتے تھے۔ اس کا اظہار ان کی زندگی کے ہر ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔ ان کی گفتگو، رہنے سہنے کا انداز اور خوراک غرض، ہر وصف انتہائی سادگی، بے نیازی، عاجزی اور اسلامی فقر کا عکاس ہوتا تھا، خصوصًا لباس مبارک سادگی کا شہکار ہوتا۔

وہ عموماً نیلے رنگ کی سادہ سی سوتی قمیض اور ڈبیوں والی تہہ بند استعمال کرتے۔ ہلکے رنگ کی چھوٹی چھوٹی ڈبیوں والی تہہ بند بھی سوتی کپڑے کی ہوتی۔ سرِ اقدس پر گول ٹکیہ والی سلی ہوئی سوتی کپڑے کی نیلے رنگ کی ٹوپی پہنتے۔ قمیض عموماً اونچی ہوتی اور سامنے کے حصے پر اکثر چکنائی کے نشانات دکھائی دیتے، جو اس امر کی غمازی کرتے کہ آپ آستانے کے کتنے کام خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتے ہیں۔ قمیض کے بٹن کبھی بند کبھی کھلے ہوئے ہوتے۔
صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی رقم طراز ہیں:

”آپ نے نہ تو کبھی استری کیا ہوا کرتہ پہنا اور نہ ہی کپڑوں کو کبھی کلف لگایا۔ کپڑے دھونے کا کوئی خاص اہتمام بھی نہ فرماتے۔ خادم کبھی کبھار کپڑوں کو دیسی صابن سے دھو کر دھوپ میں ڈال دیتے۔ یہ کام ہر آنے والے سے لے لیتے۔“

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی، صوفی، قلندرِ زماں، ص 96)

ظاہر ہے کہ کپڑے دھلوانے کا کام ہر آنے والے سے نہیں لیا جاتا تھا، البتہ میاں حضورؒ جس آنے والے سے چاہتے، یہ خدمت لے لیتے۔ اس میں بھی یقیناً کپڑے دھونے والے ہی کی کوئی بہتری ہوتی تھی۔ کپڑے دھوپ میں سکھانے کی اجازت شاید صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی کو میاں حضورؒ نے بطورِ خاص دی ہو ورنہ اُن کے ایک اور خادمِ

Marfat.com

خاص شیخ عبدالجبار شہزادہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے میاں حضور کے کپڑے دھوئے۔ حکم ہوتا تھا کہ کپڑے دھو کر نچوڑے نہ جائیں ویسے ہی سوکھنے کیلئے ڈال دیے جائیں۔ کپڑے سوکھ جاتے تو استری نہ کرنے دیتے۔ ایک دفعہ شہزادہ عبدالجبار نے اُن کے کپڑے دھو کر استری کر دیے تو میاں حضور ناراض ہوئے۔ فرمایا ''خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔'' عبدالجبار نے فوراً معافی مانگی، حکم ہُوا کپڑوں کو دوبارہ دھوؤ اور ان میں اتنی سلوٹیں ڈال دو جتنی مجھ میں ہیں۔ چنانچہ کپڑے دوبارہ دھوئے گئے اور دھونے کے بعد ان میں خاصے بل ڈال دیے گئے، تب آپ راضی ہوئے۔

شیخ عبدالجبار عرف شہزادہ ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں کپڑے دھونے کے بعد انھیں نچوڑنے، چھٹکنے اور دھوپ میں ڈال کر سکھانے کی اجازت نہیں تھی۔ گیلا لباس جس سے پانی ٹپک رہا ہوتا، سائے میں ڈال دیا جاتا۔ ایک دفعہ میں (عبدالجبار) نے میاں حضورؒ کا لباس مبارک دھویا اور بے دھیانی میں اسے نچوڑ ڈالا۔ آناً فاناً مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے جسم سے جان ہی نکال لی ہو۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ معاً مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، میں نے دل ہی دل میں معافی مانگی۔ میاں حضورؒ کا لباس دوبارہ بھگویا تو میری جان میں جان آئی۔ اللہ ہی جانتا ہے اس میں کیا راز تھا۔

اُن کے پاس نئے لباسوں کی کمی نہ تھی، لیکن وہ پرانے لباس ہی کو شوق سے پہنتے۔ کبھی خدام، نیا لباس پیش بھی کرتے تو اُن کا دل رکھنے کے لیے آپ اسے پہن لیتے اور کچھ دیر بعد اُتار کر پھر پرانا لباس ہی زیبِ تن کر لیتے۔ خوشی کے بعض مواقع پر نیا لباس پہنتے تو سج دھج اور بھی قابلِ دید ہوتی۔ (مثلاً بعض عقیدت مندوں کے ہاں شادی کے موقع پر بہت خوبصورت اور وجیہ لباس میں بھی تشریف لے جاتے۔) بارہ ربیع الاوّل شریف کے دن، حضرت رسول اکرمؐ سرورِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے بابرکت جشن کے موقع پر دیدہ زیب لباس پہنتے اور بہت خوش دکھائی دیتے۔ آپ کی بعض تصاویر میں آپ کو اچکن اور کھڑی ٹوپی میں ملبوس بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کسی شادی میں شرکت کرتے تو بھی شیروانی پہن لیتے لیکن ہمیشہ نہیں، صرف کسی، کسی شادی پر۔

میاں حضور کبھی کوئی بہت سستا اور سادہ سا جوتا زیبِ پا کر لیتے اور کبھی ننگے پاؤں ہی چلنا پسند کرتے۔ اگر کوئی عقیدت مند نئے جوتے پیش کرتا تو آپ قبول فرما لیتے اور چند منٹ پہننے کے بعد کسی درویش کو دے دیتے۔ آستانہ عالیہ کے خادموں، زائرین اور سرگودھا کے باشندوں نے میاں حضورؒ کو ننگے پاؤں چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ ان کے ننگے پاؤں چلنے کا ایک واقعہ، راقم الحروف کو جہلم کے عبدالستار عرف حافظ تارا نے ایک انٹرویو میں یوں بتایا:

ایک دفعہ میاں حضورؒ لاہور تشریف لے گئے۔ مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ وہ حضرت داتا صاحبؒ کے ہاں حاضری کے

Marfat.com

لیے جارہے تھے۔اسٹیشن سے اُترے تو سامنے ہی بہت سے تانگے والے آوازیں لگا رہے تھے:

''بھاٹی' لوہاری' داتا صاحبؒ''

میں تیزی سے ایک تانگے کی طرف لپکا' لیکن میاں حضورؒ نے فرمایا:

''ابے داتا صاحب جانا ہے۔تانگا ڈھونڈے' شرم نہیں آوے۔ابے واں پیدل چلیں گے۔''

اس کے بعد میاں صاحبؒ نے اپنے پاؤں مبارک سے جوتے اُتار دیے جو میں نے لپک کر پکڑ لیے۔اب ہم دونوں پیدل چلتے ہوئے دربار داتا صاحبؒ تک آئے۔میاں حضورؒ نے مزار پر فاتحہ پڑھی۔داتا صاحب کی پرانی مسجد میں نفل ادا کیے۔میں تھک گیا تھا اور چاہتا تھا کہ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔

میاں صاحبؒ نے فرمایا:

''کیوں' پھسلا جاوے؟ ابے ایک اور ولی کے ہاں حاضری ہے۔جلدی کر۔''

اس کے بعد میاں حضورؒ دربار شریف سے نکلے تو میں نے اُن کے جوتے اُن کے سامنے زمین پر رکھ دیے۔آپ نے فرمایا:

''ابے توبہ کر' جس ولی کے ہاں اب جاویں' وہ بھی بہت بڑا ولی ہووے۔ابے وہ قلندر ہووے۔''

اس کے بعد میاں صاحبؒ نے مینارِ پاکستان کی طرف چلنا شروع کردیا۔میں چُپ چاپ اُن کے ہمراہ چلتا رہا' یہاں تک کہ ہم بادشاہی مسجد کے پاس پہنچ گئے۔میاں صاحبؒ 'حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے مزار میں داخل ہوئے اور بڑی عقیدت سے اُن کی قبرِ پاک کا بوسہ لیا۔کافی دیر وہاں ہاتھ باندھے' آنکھیں بند کیے کھڑے رہے۔پھر آپ باہر آئے اور واپس پیدل ہی داتا دربار پہنچ گئے۔اب میاں حضورؒ داتا صاحبؒ کی مسجد کے اندر لیٹ گئے۔میں بھی ساتھ ہی لیٹ گیا' لیکن فوراً خیال آیا کہ میں اتنا تھک گیا ہوں تو میاں حضورؒ بھی تو تھک چکے ہوں گے۔یہ سوچتے ہی میں تیزی سے اُٹھا اور اُن کی ٹانگیں دبانے لگا۔جب میں پاؤں مبارک دبانے لگا تو مجھے محسوس ہوا کہ آپ کے ریشم جیسے پاؤں کے تلوؤں میں بڑے بڑے چھالے بنے ہوئے تھے۔شہنشاہِ ولایت کی اس عقیدت مندی' عاجزی اور سادگی پر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن میں چُپ چاپ اُنھیں دباتا رہا۔''

ایسے ہی بے شمار واقعات آپ کی حد درجہ سادگی کو ظاہر کرتے ہیں۔اُن کی سادگی میں بھی کشش اور خاص

Marfat.com

چھب ہوتی تھی۔ دیکھنے والے ان کی عظمتوں کو سادگی کے امتزاج کے ساتھ دیکھتے تو دنگ رہ جاتے اور اُن کے لبوں سے بے اختیار سبحان اللہ سنائی دیتا۔ اُن کا اور اُن کے لباس کا سادہ مگر باوقار، پُرجلال اور دلکش انداز دیکھنے والوں کو بے حد پسند آتا۔

ع کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست

◆◆◆

نام ونسب

آپ کا اسمِ گرامی نام نامی ''عبدالرشید'' ہے۔آپ کی ولادت باسعادت پر آپ کا یہی نام رکھا گیا۔آپ کی بزرگی کے پیشِ نظر اکثر لوگ آپ کو ''باباجی'' ''میاں صاحب'' یا ''میاں حضور'' کہتے ہیں۔آپ کی ولایت آپ کے بچپن ہی میں ظاہر ہوگئی تھی تب لوگ آپؒ کو ''جھلا پیر'' کہتے تھے۔مشہور ہے کہ آپ بچپن ہی میں امتحانوں کا رزلٹ آؤٹ کردیا کرتے تھے۔جو طالب علم آپ سے پوچھتا ''جھلے! میں پاس ہوں کہ فیل؟'' تو جس کے لیے آپؒ کی زبان مبارک سے ''پاس'' کا لفظ ارشاد ہوتا وہ پاس ہی نکلتا اور جسے ''فیل'' فرمادیتے وہ فیل ہی ہوتا۔سکول اور علاقے کے لوگ اپنے کاموں کے لیے اکثر آپؒ سے دعا کے لیے عرض کرتے۔قیامِ پاکستان کے بعد آپ کا عرف ''نوٹوں والی سرکارؒ'' ہر خاص وعام میں مشہور ہوگیا۔

خالد مراد نے ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' کے پہلے ایڈیشن میں آپ کے نسب کے حوالے سے کچھ نہ بتایا۔ وہ عنوان ''نسب'' کے تحت لکھتے ہیں:

''نسب کے بارے میں نہ کبھی کسی نے آپؒ سے پوچھا نہ آپؒ نے کبھی اس بارے میں کچھ بتایا۔اس سلسلہ میں غیر مصدقہ اطلاعات پر انحصار مناسب نہیں''

(خالد مراد ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' طبع اول ص 8)

انھوں نے مزید بتایا کہ ''حسب نسب کی پڑتال ان کا مقصد ہی نہیں کیونکہ ذات پات وغیرہ کے فانی ہونے (کذا) سے ہی تو وصلِ الٰہی ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص:9)

Marfat.com

البتہ اشفاق اللہ واجد مجددی نے اسی ضمن میں ذاتی گواہی کی بنیاد پر تحریر کیا کہ: ''آپ برادری کے لحاظ سے قریشی نسل قصاب ہیں۔'' (قلندرِ زماں' ص92)

ان کی تحریر سے گمان ہوتا ہے کہ میاں حضورؒ کی ذات برادری کے حوالے سے شاید وہ کچھ خاص احساس رکھتے ہیں۔ کسی بڑی برادری سے نہ ہونے کے احساس کو زائل کرنے کیلئے انھوں نے ایک پورا صفحہ تحریر کیا ہے اور آخر میں ایک معروف عالمِ دین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''......تکوینی امور میں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا انتخاب چھوٹے پیشوں سے فرماتے ہیں۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی صوفی' قلندرِ زماں ص93)

صرف چھوٹے پیشوں سے انتخاب کے اس معیار کو تسلیم کرنے میں بہر حال بہت سے تحفظات ہیں' کیونکہ از روئے اسلام چھوٹے پیشے کا تعیّن کون کرے گا؟ (ہوسکتا ہے جسے عام لوگ چھوٹا پیشہ سمجھتے ہوں' وہ اللہ اور اُس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک چھوٹا نہ ہو۔) خالد مراد نے بھی ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' کے دوسرے ایڈیشن میں' پچھلے ایڈیشن کی مندرجہ بالا باتیں من وعن دہرا دیں البتہ اتنا اضافہ ضرور کردیا کہ: ''ویسے آپ کے خاندان کے کچھ لوگ بتاتے ہیں کہ آپ قریشی قصائی ہیں''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع ثانی' ص21)

ہر کسی کو معلوم ہے کہ قصاب اور قصائی کا حوالہ ایک پیشے سے منسوب ہے۔ مزدور' مستری' نائی' موچی' دھوبی اور سنار وغیرہ۔۔۔ذاتیں نہیں پیشے ہیں۔ میاں حضورؒ کے والد (مولوی عبدالمجید) کے بعض اجداد واخلاف کا یہی پیشہ رہا ہے۔ راقم الحروف گہرے غور وخوض اور میاں صاحبؒ کے عزیزوں کی ذاتی گواہیوں کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ جہاں تک ذات برادری کا تعلق ہے' آپ پانی پت کے ایک امیر ''جاٹ'' خاندان سے تعلق رکھتے تھے' آپ کے خاندان کو ''چودھریوں کا خاندان'' کہا جاتا تھا۔ جن کا آبائی پیشہ کھیتی باڑی تھا' آپ کے آباؤ اجداد میں ''چاندو جاٹ'' پہلے بزرگ تھے جنھیں قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ پانی پت میں چاندو جاٹ بہت معروف نام تھا۔ محمد طالب نے آپ کے والدِ ماجد مولوی عبدالمجید کی زبانی روایت کے حوالے سے آپ کا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے۔

''حضرت میاں عبدالرشید ولد مولوی عبدالحمید (کذا......عبدالمجید) ولد محمد اسماعیل ولد شادو ولد چاندو جاٹ۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص1)

(محمد طالب نے آپ کے والد ماجد کا نام عبدالمجید کے بجائے ہر جگہ عبدالحمید ہی لکھا ہے جو درست نہیں۔)

اس شجرہ سے ظاہر ہے کہ میاں صاحبؒ کے جدِّ امجد ''چاندو'' نامی بزرگ تھے' جو جاٹ برادری سے تعلق رکھتے

Marfat.com

تھے۔ میاں حضورؒ کی برادری کے ایک فرد چنیوٹ کے محمد الیاس قریشی نے 24-12-1995ع کو آستانہ کے حافظ ظہیر صاحب کو ایک خط لکھا جس میں میاں حضورؒ کے اس پہلو کو اس طرح بیان کیا۔ ''ہمارے سلسلے کا تعلق خاندانِ قریش کے بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔ لوگ ہمیں جاٹ، راجپوت لکھوایا کرتے تھے۔ ہمارا حسب نسب شیخ قریشی ہے، لیکن چونکہ ہمارے آباؤ اجداد لحم فروشی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے، لوگ قصاب کہا کرتے ہیں۔''

محمد الیاس چنیوٹی کے اس بیان سے بھی ظاہر ہے کہ لحم فروشی (گوشت بیچنا) دراصل پیشہ ہے، کوئی ذات برادری نہیں۔ انھوں نے جاٹ اور راجپوت کے حوالے سے لکھا ہے کہ لوگ ہمیں لکھوایا کرتے تھے۔ (اس فقرے پر کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے) وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حسب نسب شیخ قریشی ہے۔

ان بیانات کی آپس میں مطابقت کارِ آساں نہیں۔ ایسے ہی بیانات کی روشنی میں میرا یہ دوٹوک موقف کہ ہمارے میاں حضورؒ جاٹ برادری سے تعلق رکھتے ہیں، بعض پیر بھائیوں کے لیے حیرت کا باعث بنا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ہمارے بہت سے پیر بھائیوں نے میری اس کتاب کے ابتدائی مسودے کا مطالعہ جب 2011ع میں کیا تو انھوں نے کچھ باتوں پر تحفظات کا اظہار کیا۔ خصوصاً:

1۔ میں نے میاں حضورؒ کی برادری جاٹ کیسے لکھ دی؟

2۔ یہ کیسے مان لیا گیا کہ اللہ کے اتنے بڑے ولی کے آباؤ اجداد کے پہلے لوگ مسلمان نہیں تھے؟ میرا کہنا تھا کہ عرب سے ہجرت کر کے دنیا میں پھیلنے والے ساداتِ کرام کے علاوہ تمام مقامی لوگوں کے اجداد اسلام قبول کرنے سے پہلے غیر مسلم ہی تھے

مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں صدرِ شوریٰ میاں محمد اعجاز اور جنرل سیکریٹری جان محمد چودھری نے مجھے طلب کیا اور میرے دلائل سنے۔ اجلاس کے آخر میں طے پایا کہ ایک ریسرچ کمیٹی بنائی جائے جو میرے (پروفیسر افضال احمد انور کے) ساتھ جا کر میاں حضورؒ کے بزرگ عزیز رشتہ داروں سے ملے اور ان امور کی تصدیق کرے۔ اس کمیٹی کے سربراہ گوجرہ کے پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی صاحب تھے۔ گوجرہ کے اختر گورسی صاحب اور چنیوٹ کے شیخ محبوب علی نادر اس کے ممبران تھے۔ اس ریسرچ کمیٹی نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا کہ جھنگ میں میاں حضورؒ کے کچھ عمر رسیدہ عزیز رشتہ دار رہتے ہیں۔ ریسرچ کمیٹی مجھے لے کر بروز بدھ، 13-07-2011 کو جھنگ پہنچی۔ وہاں پوچھتے پچھاتے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے الحاج دین محمد عرف بابا چنو ولد جان محمد کے ہاں پہنچے۔ پروفیسر غلام رسول قریشی نے ان سے سوال کیا کہ میاں حضورؒ کی ذات برادری کیا ہے؟ جواباً انھوں نے فرمایا: ''اس میں کوئی

Marfat.com

شک نہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اسلام قبول کرنے سے پہلے واقعی ہندو تھے۔'' ہمارا کنبہ چودھری جاٹ کہلاتا تھا۔اور تقسیم وطن سے پہلے علاقہ پانی پت کا بہت تگڑا خاندان تھا۔ چاندو جاٹ نے نہ صرف اسلام قبول کرلیا' بلکہ گائے ذبح کر کے اس کا گوشت بھی بیچنا شروع کر دیا۔ یہ اتنا بااثر اور طاقتور قبیلہ تھا کہ کسی کو پاس آنے کی ہمت نہ ہوئی۔تب چاندو جاٹ نے گائے کی لحم فروشی کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ اس چاندو جاٹ کے سات بیٹے تھے۔لڑکی کوئی نہیں تھی۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے بعض بیٹوں نے بھی اسلام قبول کرلیا اور اپنے باپ چاندو جاٹ کی طرح لحم فروشی کو بطور پیشہ اختیار کرلیا۔ یوں جاٹوں کا یہ خاندان پیشہ کے لحاظ سے قصاب کہلانے لگا۔(الحمدللہ یہ بیان میرے اخذ کردہ نتائج کے عین مطابق تھا۔) انھوں نے مزید بتایا کہ پانی پت کے نزدیک سیوا کی گڑھی ایک گاؤں تھا۔یہاں ہمارے جدِّ امجد چاندو جاٹ کی زمینیں تھیں۔ چاندو جاٹ کے کچھ بیٹوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ سب اور ہمارے قبیلے کے دوسرے رشتہ دار (جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا)' ان کی اولادیں آج بھی سیوا کی گڑھی اور پانی پت میں موجود ہیں۔ ہمارے رشتہ کے ایک چچا کا نام چندگی تھا۔انھوں نے قیامِ پاکستان کے موقع پر ہندو ہونے کے باوجود محض ذات برادری کے ناتے ہماری بہت مدد کی تھی اور ہماری عورتوں کو بلوائیوں سے بچا کر ہم تک پہنچایا تھا۔یہی چندگی چچا' ہمیں اکثر لکھا کرتے کہ واپس ہندوستان آجاؤ' لیکن کوئی نہ مانا۔ بعد میں وہ خود ہمارے پاس چنیوٹ آگئے اور ہماری درخواست پر انھوں نے اسلام بھی قبول کرلیا۔ان کی شادی بھی یہیں چنیوٹ میں ہوئی اور وہ چنیوٹ ہی میں دفن ہوئے۔میں (افضال انور) نے پوچھا کہ آپ چاندو جاٹ کے کس بیٹے کی اولاد سے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ چاندو جاٹ کے ایک بیٹے کا نام بنگش تھا جس کی اولاد ہم ہیں۔ایک اور بیٹے کا نام شادو تھا جس کی اولاد میں سے میاں حضورؒ کے والد مولوی عبدالمجید عرف بابامِتّا ہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ آپ کو چاندو جاٹ تک اپنا شجرہ یاد ہے؟ انھوں نے کہا' ہاں یاد ہے اور وہ اس طرح ہے:

''دین محمد ولد جان محمد ولد عبدالرحمان ولد بنگش ولد چاندو جاٹ۔''

ریسرچ کمیٹی کے ممبران نے اس عاجز خاکسار کو صحیح نگاری پر شاباش دی اور اپنی رپورٹ مجلس عاملہ کے اگلے اجلاس میں پیش کی۔جس پر فیصلہ کیا گیا کہ حقیقت نگاری کے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا جائے تا کہ میاں حضورؒ کی بابت زیادہ سے زیادہ صحیح معلومات سامنے آسکیں۔یوں مجھے اس حوالے سے مزید کام کرنے کا موقع مل گیا۔

Marfat.com

جدِّ امجد چاندو جاٹ کے قبولِ اسلام کا واقعہ

راقم الحروف نے میاں حضورؒ کے بہت سے اعزہ واقارب سے معلومات لے کر یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ''چاندو جاٹ'' واقعی میاں صاحبؒ کے پردادا کے والد تھے۔ حاجی عبدالسلام بھورا پانی پتی ثم جہلمی (جو میاں حضورؒ کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے) نے راقم کو تفصیلاً بتایا کہ چاندو جاٹ' علاقہ پانی پت کے مشہور ہندو زمیندار تھے۔ پانی پت کے قریبی گاؤں سیوا کی گڑھی میں ان کی زمینیں تھیں۔ ایک مرتبہ وہ فصلوں کو پانی دینے کیلئے کنواں چلا رہے تھے مگر بیل صحیح نہیں چل رہا تھا۔ وہ بار بار' رُک جاتا۔ چاندو جاٹ مزاج کے سخت تھے' غصے میں آ کر انھوں نے بیل کی دُم پر زور سے چکتا بھرا (دانتوں سے کاٹا)۔ جسے علاقے کچھ دوسرے لوگوں نے دیکھ لیا۔ گائے' بیل ہندوؤں کے نزدیک جو مقام ومرتبہ رکھتے ہیں' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں' چنانچہ سب انھیں برا بھلا کہنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر علاقے میں پھیل گئی اور لوگ گروہ در گروہ اس زمیندار کو سمجھانے کیلئے آنے لگے کہ تم نے گاؤ ماتا کو دکھ دیا ہے' تمہارا دھرم (مذہب) بھرشٹ (ناپاک) ہو گیا ہے۔ تم نے مہا پاپ (بڑا گناہ) کمایا ہے ....وغیرہ۔ اُدھر چاندو جاٹ اس سوچ میں گم تھے کہ یہ کیسا مذہب ہے جس میں گائے' بیل کو بھگوان کا درجہ دیا جاتا ہے' چاندو جاٹ سوچتے رہے' سوچتے رہے۔ رات بھر کے سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر میرا دین واقعی ناپاک ہو گیا ہے تو اسے پاک کر ہی لینا چاہئے۔ اس کا آسان سا راستہ یہ نظر آیا کہ ہندوازم چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا جائے' جس میں خدا کی ذات (اللہ) ایک ہی ہے اور جو لاشریک ہے۔ چنانچہ انھوں نے اگلے ہی دن نہ صرف یہ کہ سیوا کی گڑھی میں ایک شاہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا بلکہ اعلان کیا کہ وہ ایک گائے کو ذبح بھی کریں گے۔ انھوں نے گائے ذبح کی اور اس کا گوشت مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ انھوں نے علی الاعلان کہا کہ وہ اب بڑے گوشت کا کاروبار بھی کریں گے۔ جس میں ہمت ہے سامنے آئے اور ہمیں روک کر دکھائے۔ اسی دن چاندو جاٹ نے قصابوں کا کام باقاعدہ شروع کر دیا۔ چاندو جاٹ کی نسل میں قصابوں کا پیشہ اسی نسبت سے آیا۔ جانوروں کی کھالیں' ہڈیاں' چربی اور دودھ بیچنے نیز بڑا گوشت فروخت کرنے کے پیچھے اس خاندان کا یہی پس منظر ہے۔ یوں اللہ نے کرم کیا اور اس واقعہ کو بہانہ بنا کر میاں حضور کے جدِّ امجد (چاندو جاٹ) کو قبولِ اسلام کا شرف بخشا (27 راگست 1994ء کو راقم الحروف کا لیا ہوا' انٹرویو)

حکیم ملک محمد اورنگ زیب نے لکھا ہے:

Marfat.com

''حضرت کا تعلق بڑا گوشت کرنے والے قصائی قبیلہ سے ہے۔''

(محمد اورنگزیب حکیم، حدیثِ نعمت (مضمون) مشمولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 8، مئی 2000ء، ص -- 11)

تاہم اُنھوں نے میاں حضور کے جدِّ امجد کو قصاب پیشہ اختیار کرنے کی جس طرح داد دی ہے وہ قابلِ ذکر تو ہے ہی لیکن بہت سے تحقیقی اشکال بھی ختم کرتی ہے۔

''یاد رہے کہ حضرتؒ کا تعلق بڑا گوشت کرنے والے قصائی قبیلہ سے ہے۔ ہندوستان کے کفر گڑھ میں جہاں گائے کی پوجا کی جاتی ہے وہاں گائے کُشی کا پیشہ اختیار کرنا، مجاہدوں اور جوانمردوں کا کام ہے۔ یہ کام بہادر اور اولوالعزم اور قوی قوم ہی کرسکتی ہے... کمی کاری کا کام نہیں۔ یہ کام کوئی وہ قوم ہی کرسکتی ہے جو کفر میں بھی بہادر مشہور ہو اور جب مشرف بہ اسلام ہوئی تو اس فریضہ کو ایمان کے طور پر نبھا رہے ہیں۔ یہ راجپوت یا جاٹ ہی ہوسکتے ہیں۔''

(محمد اورنگزیب حکیم، حدیثِ نعمت، ایضاً ص -- 11)

ہمارے میاں حضورؒ نے پانی پت میں بالکل ابتدائی عمر میں اپنے والد کے حکم پر کمیلے میں کام کیا اور اس برادری کے ساتھ اپنی یگانگت کا اظہار فرمایا۔ جب چنیوٹ میں رہائش رکھتے تھے تو وہاں بھی آپ ایک قصاب کے ہاں مذبح (بوچر خانے، کمیلا) سے گوشت کندھے پر رکھ کر اس کی دکان تک پہنچانے کی مزدوری کرتے رہے۔ آپ کو جو پیسے ملتے وہ آپ کسی دیوار کے سوراخ یا کسی پھولوں کے گملے وغیرہ میں رکھ دیتے، اور کبھی وہاں سے نہ نکالتے۔ جس کی نظر پڑ جاتی وہ اٹھا لیتا۔

مندرجہ بالا شواہد سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ میاں حضورؒ کا تعلق جاٹ برادری سے ہے۔ اور اسی برادری کی اس شاخ میں لحم فروشی کا ایک خاص پس منظر ہے۔ جو تاریخی بھی ہے اور مذہبی بھی۔

◆◆◆

تاریخِ پیدائش

فیصل آباد کے سعید خان مرحوم وہ خوش قسمت ہیں، جن کے گھر کو حضور میاں صاحبؒ نے اپنا گھر قرار دیتے

Marfat.com

ہوئے اپنا قومی شناختی کارڈ انہی کے پتے پر بنوایا۔ یہ شناختی کارڈ کمپیوٹرائزیشن کے عمل سے پہلے کا ہے۔ تاریخی اہمیت کے پیشِ نظر اس شناختی کارڈ سے حاصل ہونے والی معلومات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

شناختی نمبر: 226803-244020

نام: میاں عبدالرشید

والد کا نام: میاں عبدالمجید

پتہ: (موجودہ) B/468۔ پیپلز کالونی۔ لائل پور

(مستقل) پٹھانوں والی مسجد، بڑا قبرستان، کوٹ فرید روڈ، سرگودھا

تاریخ پیدائش یا عمر: 1920ء

شناختی علامت: اوپر والے ہونٹ پر نشانِ زخم

تاریخِ اجراء: 28 جولائی 1975ء

(75-7-26)447/DRO/LYR-815

ان معلومات کے مطابق آپ کا سالِ پیدائش 1920ء ہے۔ یہ کسی طرح درست نہیں، خیال ہے کہ یہ سال ولادت اندازے سے لکھا دیا گیا تھا۔ اس کی واضح دلیل دن اور مہینے کا عدم اندراج بھی ہے۔ خالد مراد رقم طراز ہیں:

''نوٹاں والی سرکارؒ 1917ء میں مولوی عبدالمجید صاحب کے گھر پانی پت (بھارت) میں پیدا ہوئے۔''

(خالد مراد، نوٹاں والی سرکار، لاہور، ص 5)

محمد طالب، میاں حضورؒ کے والدِ ماجد کی زبانی روایت یوں لکھتے ہیں:

''آپؒ کی تاریخِ پیدائش 16 دسمبر 1917ء ہے، یہ تاریخ آپ کے والد بزرگوار کے قول کے مطابق ہے۔''

(محمد طالب، اوراقِ طالبی، قلمی، ص 1)

محمد طالب اور خالد مراد دونوں صاحبان کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے یہ معلومات میاں صاحبؒ کے والدِ ماجد سے براہ راست حاصل کی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طالب نے سال مہینہ اور روز ولادت کی تاریخ بھی لکھی ہے جبکہ خالد مراد نے صرف سالِ ولادت لکھا ہے، تو کیا میاں حضورؒ کے والدِ بزرگوار نے ایک کو صرف سال اور دوسرے کو مکمل

Marfat.com

تاریخ ولادت بتائی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خالد مراد نے ان سے مکمل تاریخ ولادت نہ پوچھی ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ بتانے والے، پوچھنے والے، یاد رکھنے والے یا لکھنے والے میں سے کسی نہ کسی سے کہیں نہ کہیں کوئی بات رہ گئی ہے۔ میری اپنی حاصل کردہ معلومات کے مطابق میاں حضورؒ کا سالِ ولادت 1917ء تو یقیناً درست ہے لیکن 16 ردسمبر کی تاریخ محلِ نظر ہے۔ (اس کی وجہ محمد طالب صاحب کے سننے یا لکھنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ انھوں نے میاں حضور کے والد ماجد کا نام ہر جگہ عبدالحمید لکھا ہے۔ حالانکہ ان کا نام مولوی عبدالمجید تھا)۔ اس صورت حال میں سرگودھا کے محترم رفیق قریشی (سابق D.A.O لائل پور) کے اس بیان پر یقین کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ خود میاں حضورؒ نے بارہا انھیں فرمایا تھا:

> ''اے او رفیق! حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قائداعظمؒ اور میری تاریخِ پیدائش ایک ہی ہے، اے ہم تینوں 25 ردسمبر کو پیدا ہوئے۔''

خود میاں حضورؒ کے اس فرمان پاک کے مطابق آپ 25 ردسمبر 1917ء بروز منگل بمطابق 11 ربیع الاوّل 1336ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت فجر کی اذان کے وقت ہوئی۔ میاں حضورؒ کا ربیع الاول شریف میں پیدا ہونا، یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی ماہِ مبارک کی بارہ تاریخ کو اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

◆◆◆

ولادت بابرکات اور سلسلۂ بشارات

حضرت میاں عبدالرشیدؒ گلستانِ ولایت کے گلِ سرسبد تھے، اُن جیسی ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اس دنیا میں ان کی تشریف آوری کے حوالے سے بہت سی روایاتِ بشارات ملتی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ ''آپ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ پاک ہی میں تھے کہ آپ کے والدِ بزرگوار کو (ایک رات) خواب میں بشارت ہوئی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو رہا ہے، جس کی روشنی سارے ملک میں پھیل جائے گی۔''

(محمد طالب، اوراقِ طالبی، ص 2)

2۔ میاں صاحبؒ کے والدِ محترم نے فرمایا میری شادی 16 برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ تب شدّت کی سردی تھی،

Marfat.com

لوگوں کو سردی کی کپکپی تھی۔ میں ایک رات اپنی رضائی میں منہ ڈھانپے لیٹا ہوا تھا' میرے ساتھ والی چارپائی پر میاں صاحبؒ کی والدہ سو رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ میرے بستر میں روشنی کی چھوٹی سی لکیر پیدا ہوئی' پھر وہ روشنی اتنی بڑھی کہ بقعۂ نور بن گئی۔ ڈرتے ڈرتے میں نے رضائی میں سے باہر جھانکا تو دیکھا کہ وہ روشنی میرے بستر سے نکل نکل کر ان کی والدہ کے وجود مبارک میں داخل ہو رہی ہے۔ فجر کے بعد میں اُٹھا اور پیر جی عبدالرشید سجادہ نشین دربار حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پت سے اس کا ذکر کیا۔ وہ ہنسے اور فرمایا: ''ارے تیرے گھر میں تو اللہ کا پیارا پیدا ہوگا' وہ مادرزاد ولی ہوگا' تجھے مبارک ہو۔'' اس واقعہ کے نو ماہ بعد ولیِ کامل' قطبِ مدار' قلندرِ اعظم' میاں عبدالرّشید قلندرؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(روایت خالد خان صاحب' 26 ستمبر 2010ء)

3۔ آپؒ کے والد محترم مولوی عبدالمجید صاحب ہی کی ایک روایت خالد مراد نے بھی تحریر کی ہے:

''آپؒ کی ولادت سے قبل' پانی پت میں بجلی نہیں تھی' اس لیے ہم لوگ تیل کے چراغ جلایا کرتے تھے۔ (اس چراغ کی روشنی مدھم ہوتی تھی) جب آپؒ کی ولادت باسعادت کے دن قریب آئے' تو اکثر ایسا ہوا کہ میں نے سونے کے لئے آنکھیں بند کیں اور چادر منہ پر لی تو بند آنکھوں پر اتنی تیز روشنی محسوس ہوئی جیسی آسمانی بجلی۔ میں نے گھبرا کر چادر منہ سے ہٹائی اور آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہاں چراغ کی مدھم روشنی کے سوا کچھ نہ ہوتا' لیکن آپؒ کی ولادت کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔''

(خالد مراد' نوٹاں والی سرکارؒ ص 10)

4۔ یہ روایت چنیوٹ کے ہمارے پیر بھائی محبوب علی نادر نے میاں حضورؒ کے قریبی عزیزوں سے سن کر راقم الحروف تک پہنچائی کہ جب آپؒ کی پیدائش کا وقت ہوا تو گھر کے سب بجھے ہوئے چراغ یکلخت خود بخود روشن ہو گئے۔ ان دِیوں کی تیز روشنی قابلِ دید تھی۔

5۔ حافظ عبدالستار تارا جہلمی نے راقم الحروف کو بتایا تھا کہ پانی پت میں آپؒ کی ولادت کے حوالے سے یہ واقعہ مشہور تھا کہ آپؒ کی ولادت باسعادت کے بعد صبح ہی صبح ایک مست مجذوب آ کر گھر کے دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔ وہ کافی دیر بیٹھا رہا' تو آپؒ کے والدِ بزرگوارؒ نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیا آپ کو کھانا وغیرہ چاہیے؟ اس نے کہا' نہیں' کھانا نہیں' میں تو ولیوں کے شہنشاہ کے گھر کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے پوچھا تو کس کی بات کر رہا ہے؟ اس نے کہا' اُس شہنشاہ کی جو آج فجر کے وقت آپ کے گھر تشریف لایا ہے۔ اس نے یہ کہا اور ایک سمت کو چل دیا' پھر وہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔

Marfat.com

مندرجہ بالا سلسلۂ بشارات سے واضح ہے کہ میاں حضورؒ مادر زاد ولی تھے۔ اس سلسلے میں پروفیسر حاجی ظفر علی احسنؒ (مدفون بقیع شریف' مدینہ منورہ) کا یہ بیان بھی مدّنظر رہنا چاہیے' جو مزید اسلوبِ گفتگو کے زیرِ عنوان بھی درجِ کتاب ہے۔

''پروفیسر حاجی ظفر علی احسن مرحوم نے پروفیسر غلام رسول قریشی صاحب کے گھر (نئی غلہ منڈی گوجرہ) میں ایک محفل میں یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک بار وہ میاں حضور کے پاس سرگودھا ان کی مسجد میں حاضر تھے۔ کافی لوگ بیٹھے تھے' کچھ میاں حضورؒ سے باتیں کر رہے تھے۔ میں چپ چاپ میاں صاحب کو دیکھتا جاتا' اتنے میں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ولی دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک پیدائشی' دوسرے کسبی (جو کثرتِ عبادت سے یہ مقام حاصل کرتے ہیں) خبر نہیں' ہمارے میاں حضور مادر زاد ولی ہیں یا وظائف و اوراد کی کثرت اور چلّے کھینچنے سے ولایت کے درجے پر پہنچے ہیں؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؒ نے یکلخت مجھے دیکھا اور آواز دے کر فرمایا ''اے ظفر! یہ اسپر و میرے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی۔'' مجھے تو اپنے سوال کا جواب مل گیا لیکن کسی دوسرے کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔''

◆◆◆

اِبتدائی حالاتِ زندگی

حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے والدِ گرامی مولوی عبدالمجید (المعروف بابا مِتّا) کا آبائی گھر پانی پت کے محلہ زیر قلعہ میں واقع تھا۔ پانچ کمروں پر مشتمل یہ گھر چھوٹی پختہ اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ بقول محمد طالب:

> ''آپؒ کی پیدائش کے وقت آپؒ کے والدِ بزرگوار (مولوی عبدالمجید) کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آپؒ اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی محترمہ ''مجیدن'' تھا' آپؒ شکل و صورت میں اپنی والدہ ماجدہ کے مشابہ ہیں۔''
>
> (محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 2)

آپؒ کی والدہ ماجدہ پانی پت کے ایک بزرگ ''سلامت اللہ'' کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ آپؒ کے نانا جان کا پیشہ قصاب تھا' وہ گوشت کا قیمہ بنایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ''مجیدن'' تھا۔ محمد طالب اور خالد مراد سمیت جس شخص نے بھی میاں حضورؒ کے بچپن کے حالات کا کوئی حصہ سنایا' یہی بتایا کہ ان کی والدہ کا نام

Marfat.com

مجیدن تھا' لیکن راقم الحروف کو بعض روایات کے حوالے سے میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ کا نام کچھ اور ہی ملا۔ حقیقت تک رسائی کے لئے چنیوٹ کے محبوب علی نادر صاحب سے درخواست کی گئی۔ اُنھوں نے میاں حضورؒ کے خاندان کے بہت سے عمر رسیدہ بزرگوں سے معلومات لیکر راقم الحروف کو بتایا کہ:

''حضرت میاں عبدالرشیدؒ کی حقیقی والدہ کا اصل نام زینبؒ بی بی تھا۔ میاں حضورؒ کی برادری میں یہ بھی رواج ہے کہ شادی شدہ خاتون کے شوہر کے نام کی تانیث (مونث بنانا) پر بھی نام رکھ دیا جاتا ہے۔ چونکہ زینبؒ بی بی کے شوہر کا نام عبدالمجید تھا' جنھیں برادری والے مختصراً مجید بھی کہہ لیتے' لٰہذا مجید کی نسبت سے آپ کی والدہ کا نام مجیدن بھی پڑ گیا۔ اگرچہ اصل نام زینب بی بی تھا۔''

(محبوب علی نادر کی ٹیلیفون پر گفتگو 19 / دسمبر 2010ء شب 9:35 بجے)

آپؒ کی والدہ ماجدہ بہت نیک دل' سمجھدار اور پابند صوم وصلوٰۃ' پرہیز گار خاتون تھیں۔ اللہ کریم نے ان کی آغوش کو اس عظیم نعمت سے نوازا جسے سرخیل ولایت ہونا تھا۔ انھوں نے میاں صاحبؒ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ (مجیدن) تین بہنیں تھیں' آپؒ کی والدہ محترمہ ''مجیدن'' بہنوں میں سب سے بڑی تھی' ان سے چھوٹی بصیرن اور سب سے چھوٹی فاطمہ (جسے خاندان والے فاطی کہتے) ان کی رہائش کراچی میں تھی' ان کا بیٹا ''شفیع'' سرگودھا میں ڈپٹی کمشنر کے آفس میں ناظر تھا۔ شفیع کو میاں حضورؒ ہمیشہ بھائی کہہ کر بلاتے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے' ان کا انتقال کراچی میں دو' تین سال پہلے ہوا۔

(یہ معلومات میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا جہلمی سے 27 اگست 1994ء کو لئے گئے انٹرویو سے حاصل ہوئیں)

میاں حضورؒ کے والد کیمبلپور میں کام کرتے تھے' میاں حضورؒ کا زیادہ وقت اپنی والدہ کے پاس گزرتا۔ والدہ نے انھیں پورے دو برس تک دودھ پلایا' جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو آپ تعلیمی مراحل طے کرنے لگے۔ آپؒ کی والدہ کب اللہ کو پیاری ہوئیں' یہ طے کرنا آسان نہیں کیونکہ میں نے بیسیوں لوگوں سے انٹرویو کئے۔ بعض کا کہنا ہے کہ میاں حضور کی عمر ڈیڑھ سے دو سال تک تھی کہ آپ کی پیاری والدہ وفات پا گئیں۔ محمد طالب کا خیال ہے کہ:

''آپ کی عمر تین سال کی تھی' جب والدہ ماجدہ کا پیار آپ کا ساتھ چھوڑ گیا۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 1)

بعض نے چار سال' بعض نے پانچ سال کی عمر بتائی' راقم الحروف' تمام بیانات' واقعات اور احوال کا بغور

Marfat.com

جائزہ لینے کے بعد اس معروضی حقیقت تک پہنچا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات حسرت آیات کے وقت میاں حضورؒ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے' اس وقت میاں حضورؒ کی عمر مبارک دس' گیارہ برس ہو گی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بیان کرنے والا' آپ کا ہر عزیز رشتہ دار اس حقیقت کو ضرور مانتا ہے کہ میاں حضورؒ اپنی والدہ کی وفات کے بعد بہت غمگین رہتے۔ اکثر ان کی قبر پر جا کر روتے رہتے' بعض اوقات بستہ سکول چھوڑ کر والدہ کی قبر پر آ جاتے اور روتے رہتے۔ چونکہ قبرستان حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کے آستانے کے قریب تھا لہٰذا بعد میں خانقاہ پر آ کر مست مجذوب لوگوں میں بیٹھ جاتے۔ یہ سب کچھ دو' تین سال کے بچے سے ناممکن ہے۔ لہٰذا میں نے آپؒ کی ننھیال کے ان درجنوں لوگوں کی بات پر صاد کیا جن کا دعویٰ تھا کہ میاں حضورؒ کی والدہ جب فوت ہوئیں تو آپؒ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد ان کے حالات زندگی پر شائع ہونے والا پہلا مضمون شیخ محبوب اصغر نے لکھا تھا۔ (واضح رہے کہ میاں حضورؒ کی شہادت 13 صفر 1415ھ کو ہوئی تھی اور یہ مضمون 14 صفر 1415ھ کو روزنامہ ضرورت' سرگودھا میں شائع ہوا تھا)۔ اس مضمون میں محبوب اصغر نے لکھا:

''ابھی چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپؒ کی والدہ ماجدہؒ کا انتقال ہو گیا۔''

(روزنامہ ضرورت' سرگودھا 14 صفر 1415ھ' ص 2 کالم نمبر 3 تا 5)

آپؒ کی ولایت کے آثار تو آپ کی پیدائش مبارک سے پہلے ہی شروع ہو گئے تھے۔ ولادت کے بعد بھی گاہے گاہے واقعات سے آپ کی بزرگی اور ولایت کا اظہار ہوتا رہتا۔ اس ضمن میں خالد مراد کی یہ روایت بھی پیشِ نظر رہنی چاہئے۔ یہ واقعہ میاں حضورؒ کے والدِ گرامی کی زبانی یوں بیان ہوا ہے:

''پرانے وقتوں میں ہوٹل وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے' اس لیے جب کوئی مسافر پردیسی کسی دوسرے شہر جاتا تو اس کا قیام مسجد میں ہوتا یا پھر کوئی نمازی اسے اپنے ساتھ گھر لے جاتا۔ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا' میں ایک مسافر کو گھر لایا اور بیٹھک میں بٹھا دیا۔ میں اس کے قیام وطعام کے بندوبست میں لگ گیا' جب میں مہمان کے پاس واپس آیا' عین اس وقت میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کی عمر 4 یا 5 برس تھی' مہمان میاں صاحب کو دیکھ کر گھبرا کر اٹھا اور آگے بڑھ کر ہاتھ کو بوسہ دیا۔ میں نے پوچھا ''بھئی یہ کیا؟''...... مہمان بولا ''اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دے دیا ہے جو اس سے پہلے کسی کو نہ ملا' اس بات کا اندازہ آپ کو جب ہو گا' جب ان کی عمر 40 برس ہو گی۔''

(خالد مراد' نوٹاں والی سرکار' ص 11)

Marfat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم کی بارگاہ سے جو کچھ میاں حضورؒ کو نصیب ہوا' بہت کم ہستیوں کو ملا۔

◆◆◆

آپ کے والدِ بزرگوار کی دوسری شادی اور میاں حضورؒ کی کفالت

میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد آپ کے والدِ بزرگوار مولوی عبدالمجید صاحب (جنھیں خاندان والے ''مِتا'' کہا کرتے تھے) نے سونی پت میں دوسری شادی کر لی اور سونی پت ہی میں رہائش بھی اختیار کر لی۔ جب وہ سونی پت چلے گئے تو میاں حضورؒ کی کفالت کس نے کی؟ اس سلسلے میں خاندان کے مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہیں' جن کے باعث بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میاں صاحبؒ کی کفالت بعد میں بھی آپ کے والدِ ماجد ہی نے کی' محمد طالب کا بیان ہے:

> ''بچپن ہی میں آپؒ نے ''جھلا پیر'' کے نام سے شہرت پائی' بہت سے بچے آپؒ کے مرید ہو گئے' آپؒ کی حالت دیکھ کر آپ کے والدِ بزرگوار لاعلمی کی بناء پر مختلف حکماء کے پاس بغرض علاج لے جایا کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپؒ کے والدِ بزرگوار سونی پت میں جہاں آپ کے والدِ بزرگوار کی دوسری شادی میں سسرال رہا کرتے تھے' لے گئے۔ وہاں جا کر آپ حسبِ معمول مسجد جایا کرتے تھے۔''
>
> (محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 3)

آپ کے والد کا آپ کو اپنے ساتھ نئے سسرال میں سونی پت لے جانا اور وہاں آپ کا قیام محلِ نظر ہے۔ محمد طالب ہی لکھتے ہیں:

> ''......اس کے بعد آپؒ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے بلاوے پر پانی پت تشریف لے گئے اور اپنے تایا نور محمد صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔''
>
> (محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 3)

واضح رہے کہ نور محمد صاحب میاں حضورؒ کے والد ماجد کے حقیقی بھائی نہیں بلکہ چچازاد بھائی تھے۔ یوں دور کے تایا جی کے پاس رہنا بھی سمجھ سے بالا ہے۔ خالد مراد صاحب کی تحریر بھی اس سلسلے میں کچھ رہنمائی نہیں کرتی' وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''......جب آپؒ کی والدہ کے انتقال کے بعد مولوی صاحب نے دوسری شادی کی تو آپؒ ان کے ساتھ سونی پت چلے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد واپس پانی پت تشریف لے آئے اور پاکستان کے قیام تک وہیں رہے۔''

(خالد مراد' نوٹاں والی سرکار' ص5)

خالد مراد نے اپنی کتاب ''یہ تیرے پراسرار بندے'' میں اس واقعے کی کچھ مزید تفصیل بھی دی ہے جو یقینا غلط اور بے بنیاد ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جب آپ کی عمر مبارک چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ صاحب (کذا......صاحبہ) کا انتقال ہو گیا' اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے سونی پت سے (کذا......میں) دوسری شادی کر لی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ وہ آپؒ کو بھی اپنے ہمراہ سونی پت لے گئے' مگر سوتیلی ماں نے آپ پر بے جا سختیاں شروع کر دیں' پھر یہ کہ مولوی صاحب کی دوسری اولاد بھی ہو گئی' اس لئے آپؒ کی سوتیلی والدہ کو آپؒ سے رغبت بھی نہ رہی۔ جب آپ اپنی ماں (سوتیلی) کی سختیوں سے بہت تنگ آ گئے تو سونی پت سے واپس پانی پت اپنے تایا جن کا نام محمد تھا' ان کے پاس تشریف لے آئے اور ہجرت تک وہیں قیام فرمایا۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پراسرار بندے' (طبع اول) لاہور' اشعر پرنٹرز' 1998ء' ص12)

اس عبارت میں سوتیلی والدہ کے میاں حضورؒ پر ظلم وستم کی داستان میں کوئی سچائی نہیں' چونکہ عموماً سوتیلی مائیں سوتیلے بیٹوں پر زیادہ مہربان نہیں ہوتیں لہٰذا اسی کو اصول مانتے ہوئے میاں حضورؒ کی سوتیلی والدہ کے متعلق بھی غیر مصدقہ بات کہہ دی گئی۔

خالد مراد رقم طراز ہیں۔

''بچپن میں آپؒ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ جب والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ تو دوسری والدہ نے بے جا سختیاں شروع کر دیں۔ اُس نا قابل برداشت سختی سے تنگ آ کر آپؒ دوبارہ اپنے آبائی قصبہ پانی پت تشریف لے آئے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص13)

خالد مراد نے اپنی مندرجہ بالا معلومات کا ذریعہ (Source) نہیں بتایا ہے' تاہم انھوں نے متعدد جگہ لکھا ہے کہ انھوں نے معلومات میاں حضورؒ کے والدِ گرامی سے حاصل کی ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ والد کے ہوتے

Marfat.com

ہوئے سوتیلی ماں نے آپؒ پر بے جا، نا قابلِ برداشت سختیاں کیسے روا رکھیں۔ پھر اتنی کم سنی میں بچے کا حقیقی باپ اور سوتیلی والدہ کو چھوڑ کر پانی پت واپس چلے آنا اور والد کا کوئی بھی کردار ادا نہ کر سکنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ پھر ہجرت تک پانی پت میں والد کے سایۂ عاطفت کے بغیر دور کے تایا جی کے ہاں رہنا.... ایسی باتیں ہیں جن میں بہت سے جھول ہیں۔ بظاہر یہ سب امور والد کے خلاف ہی جاتے ہیں۔ کیا کوئی باپ اپنے ہی خلاف ایسی باتیں کسی کو بتا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو ضرور ہے کہ حقیقت کسی اور ہی امر میں مستور ہے۔ (جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔)

ہجرت تک تایا کے گھر رہنا بھی قطعاً درست نہیں کیونکہ آپ ہجرت سے پہلے ہی گھر بار کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر حضرت قلندر پاکؒ کے دربار میں رہنے لگے تھے۔

جب یہ طے ہے کہ میاں حضورؒ اپنے والد کے نئے سسرال میں سونی پت کبھی گئے ہی نہیں، تو سوتیلی ماں کا ظالمانہ سلوک کہاں سے سامنے آ گیا؟ یہاں راقم الحروف (ڈاکٹر افضال احمد انور) ایک ذاتی گواہی پیش کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد، مَیں ایک بار چنیوٹ میں ان کے ایک سوتیلے بھائی عبدالوحید سے ملا۔ مجھے وہ مجذوب قسم کے دکھائی دیئے۔ پہلے تو وہ مجھے خفیہ پولیس کا ملازم سمجھ کر ہچکچاتے رہے۔ بڑی مشکل سے بات کرنے پر مائل ہوئے۔ میں نے دورانِ گفتگو میں ان سے پوچھا کہ کیا وہ پانی پت میں بھی میاں صاحب سے ملا کرتے تھے؟ جواباً انھوں نے کہا۔ ''کبھی نہیں۔ ہم سونی پت میں رہویں تھے اور میاں صاحب پانی پت میں۔ ابّا ایک دفعہ مجھے پانی پت لائے۔ شہر میں چلتے ہوئے دور ایک مست سالڑ کا دکھائی دیا۔ ابّا نے دور ہی سے بتایا کہ وہ بھی تیرا بھائی ہے۔ اس کا نام عبدالرشید ہے۔ میں نے وہاں پہلی بار بھائی عبدالرشید کو دیکھا تھا۔''

اس گواہی کے بعد کیسے مان لیں کہ سوتیلی ماں نے سونی پت میں میاں صاحبؒ پر سختیاں کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ ہجرت کے بعد چنیوٹ میں پہلی بار اپنی سوتیلی والدہ ماجدہؒ سے ملے۔ ان کے گھر میں نہ رہنے کے باوجود میاں صاحبؒ ان کا ہمیشہ احترام کرتے اور حقیقی بیٹوں کی طرح پیش آتے۔ ہمارے پیر بھائی محبوب علی نادر کا بیان ہے کہ سردیوں میں سوتیلی والدہ رضائی اوڑھے بیٹھی ہوتیں تو میاں حضورؒ بھی اسی رضائی میں گھس جاتے۔ میاں حضورؒ کی اس سوتیلی والدہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ واقعات کے سلسلے میں سارا بھروسہ ان کے والدِ گرامی ہی کی زبانی روایات پر کیا گیا ہے، جن میں بعض اوقات تضاد دکھائی دیتا ہے۔ خالد مراد خود لکھتے ہیں:

''میں جب بھی ان (مولوی عبدالمجید، میاں حضورؒ کے والد صاحب) کے پاس بیٹھتا، تمام وقت میری یہی کوشش رہتی کہ میاں حضورؒ کے ابتدائی حالات معلوم کروں کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ یقیناً آپ سے

Marfat.com

زیادہ اس بارے میں کوئی نہیں جانتا۔''

(خالد مراد'یہ تیرے پراسرار بندے'لاہور'الشغر پرنٹرز'1998ء'ص9)

محمد طالب آپؒ کا قیام تایا نور محمد کے ہاں بتاتے ہیں جبکہ خالد مراد آپ کے تایا ''محمد'' کے ہاں بتاتے ہیں۔حالانکہ دونوں کا ذریعۂ معلومات ایک ہی ہستی (میاں حضورؒ کے والدِ ماجد) ہیں۔دونوں ہی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُنھیں یہ خبر میاں حضورؒ کے والدِ گرامی سے ملی ہے تو پھر تضاد کیوں ہے؟اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً واقعات کے بیان میں کہیں نہ کہیں سچائی مجروح ہوئی ہے۔میں نے میاں حضورؒ کے بچپن کے بعض ساتھیوں اور ان کے متعدد رشتہ داروں سے کرید کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ سرکار میاں صاحبؒ سونی پت گئے ہی نہیں بلکہ والد کی نئی شادی کے بعد بھی پانی پت ہی میں رہے۔

سوال یہ ہے کہ پانی پت میں سرکارؒ کہاں قیام پذیر رہے؟اس کے جواب کے لئے میں نے میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد'چنیوٹ' کراچی اور جہلم کا سفر کیا اور میاں حضورؒ کے اعزّہ واقارب اور عقیدت مندوں سے مختلف انٹرویوز کئے'جن کا ماحصل یہ تھا کہ کچھ ددھیالی رشتہ داروں کے بیانات مختلف بلکہ بعض متضاد ہیں۔مجھے معلوم ہوا کہ جہلم میں ایک بزرگ حاجی عبدالسلام (عرف حاجی بھورا) سے مفید معلومات مل سکتی ہیں۔میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔وہ جہلم کے محلہ ''باغ'' کی گلی نمبر 1 میں رہتے تھے'جب میں 1994ع میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ان کی عمر 86 برس تھی۔انھوں نے خود فرمایا میں 1908ء میں پیدا ہوا تھا'ان کا رنگ گورا بھورا'جسم فربہ'ہوش وحواس بالکل درست اور بہت نیک دل تھے'بڑی محبت سے پاس بٹھایا اور بتایا کہ:''میں'میاں صاحبؒ کے حقیقی ماموں ابرا سیٹھ کا بیٹا ہوں'میاں صاحب کے والد ماجد کی دوسری شادی کے بعد میاں صاحب کی کفالت میرے دادا (میاں حضورؒ کے حقیقی نانا جان سلامت اللہ نے میرے والد سیٹھ ابرا کے سپرد کی تھی۔''

میری درخواست پر انھوں نے مزید واقعات بتاتے ہوئے فرمایا:''میرے دادا'میاں حضورؒ کے حقیقی نانا جان سلامت اللہ تھے'وہ پانی پت میں گوشت کا قیمہ تیار کرنے کا کاروبار کرتے تھے۔ان کی دکان خوب چلتی تھی۔اللہ کریم نے انھیں چھ بیٹوں سے نوازا تھا جو میاں حضورؒ کے حقیقی ماموں لگتے تھے۔

1۔ دُھمی (پانی پت میں ان کی بڑی دھوم تھی'اسی لیے لوگ انھیں دھومی کہتے'پھر دھمی رہ گیا۔)

2۔ ابرا سیٹھ (اصل نام ابراہیم تھا)

3۔ سیرا (اصل نام نصیر احمد تھا)

Marfat.com

4۔ حافظ جی پھنّا (ان کا اصل نام عبدالحکیم تھا)

5۔ حافظ منّا (یہ 1994ء تک چنیوٹ میں حیات تھے۔)

6۔ ننھا

حاجی عبدالسلام صاحب نے مزید بتایا:

''میاں حضور کے یہ چھے کے چھے ماموں کھاتے پیتے تھے لیکن ان میں بھی ابراہیم عرف ابرا سب سے امیر تھے' پانی پت کے سب لوگ انھیں ابرا سیٹھ کہتے تھے۔ ابرا سیٹھ متمول تو تھے ہی بہت سخی اور فراخ دل بھی تھے۔ بمبئی میں ان کا بھینسوں کی خرید و فروخت کا وسیع کاروبار تھا' اُس دور میں وہ لکھ پتی تھے۔ وہ ایک دن میں کھڑے کھڑے 50' 50 اور 60' 60 بھینسوں کے سودے کیا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحبؒ کی والدہ ماجدہ میرے والد کی حقیقی بہن (میری حقیقی پھوپھی) کے انتقال کے بعد میاں حضورؒ اکثر ہمارے گھر آ جاتے۔ بچپن میں میاں حضورؒ کے دلِ اقدس پر ماں کی جدائی کا بہت اثر ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ کو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی درگاہ کے قریبی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ میاں حضورؒ کی چونکہ والدہ فوت ہو چکی تھیں' لہٰذا خاندان میں ہر کوئی ان سے پیار کرتا' میاں حضور کا بچپن تھا بھی بہت پیارا' وہ بہت خوبصورت' صحت مند اور چاہے جانے کے قابل تھے۔ ان کی عادات بھی عام بچوں سے بالکل مختلف تھیں' گالی گلوچ' ضد' کھیل کود کو تو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ اکثر خاموش رہتے اور کبھی کسی بات پر مسکرا پڑتے تو خاندان والے ان کی اس ادا پر خوشی سے کھل اٹھتے۔ میرے والد سیٹھ ابرا چونکہ اکثر و بیشتر بمبئی میں رہا کرتے تھے لہٰذا انھوں نے میاں حضورؒ کی خدمت کی ڈیوٹی میرے (حاجی عبدالسلام عرف حاجی بھورا) کے سپرد کر رکھی تھی۔ اللہ کے فضل سے میرا' پانی پت میں بھینسوں کی خرید و فروخت کا بھی ٹھیک ٹھاک کاروبار تھا۔ مجھے اس زمانے میں بھی اپنے پھوپھی زاد سے بہت محبت تھی' میاں حضورؒ کا بچپن تھا ہی اتنا معصوم اور پیارا کہ سب ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اس پیار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا تھا' اگر میاں حضورؒ کسی بات پر ناراض ہو جاتے تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑتا۔''

(انٹرویو میاں عبدالسلام (عرف حاجی بھورا) پانی پتی ثم جہلمی' بتاریخ 27/اگست 1994ء بروز ہفتہ بوقت بعد نماز عصر' بر مکان حاجی بھورا' گلی نمبر 1' محلہ باغ جہلم)

میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا کی بات کی تصدیق محمد طالب کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے:

Marfat.com

''میاں حضورؒ اکثر اپنے نانا سلامت اللہ کی دکان پر آ جایا کرتے' وہ گوشت کا قیمہ بنایا کرتے تھے' ان کے نانا یہ چاہتے تھے کہ وہ ساری توجہ اپنی پڑھائی پر صرف کریں' لہٰذا میاں صاحبؒ کے دکان پر آنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک روز نانا نے کہا ''کل کو نہ آئیو۔'' میاں صاحب اگلے دن دکان پر نہیں گئے لہٰذا دوسرے روز کوئی گاہک ہی نہ آیا۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص A/1)

حاجی عبدالسلام کا صاف' کھرا اور محبت بھرا لہجہ' واقعات کا تانا بانا اور حاجی صاحب کے لفظوں سے پھوٹنے والی سچائی کی خوشبو ثابت کر رہی تھی کہ وہ واقعی میاں حضور کی کفالت کی خدمت سے سرفراز کیے گئے تھے۔ وہ مزید بتانے لگے:

''انھوں نے اپنے پھوپھی زاد (میاں حضورؒ) کی دلجوئی کا ہر ممکن خیال رکھا' کبھی کسی چیز کی کمی نہ آنے دی لیکن والدہ ماجدہ سے جدائی کا صدمہ میاں حضورؒ کے دل سے مندمل نہیں ہو رہا تھا' لہٰذا میاں حضورؒ تمام تر ناز و نعم کے باوجود اداس اور مغموم رہتے تھے۔ وہ بعض اوقات سکول میں بستہ چھوڑ کر اپنی پیاری ماں جی کی قبر پر آ جاتے' جہاں وہ روتے رہتے' دل ہلکا ہوتا تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی کی خانقاہ (جو بہت قریب تھی) پر آ جاتے اور دربار میں موجود مست الست مجذوبوں میں بیٹھے رہتے۔''

میں نے کریدتے ہوئے درخواست کی کہ میاں حضورؒ آپ کے پاس کب اور کیسے آئے؟ میرا سوال سن کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئے' ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور گلا رندھ گیا' بڑی مشکل سے بولے: ''بیٹے! کیا بتاؤں؟ لیکن سچ یہ ہے کہ میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد میاں صاحب کچھ عرصہ اپنے والد کے ساتھ رہے۔ ان کے والد نے انھیں چھوٹی عمر ہی میں کمیلے میں (جہاں جانور ذبح کیے جاتے ہیں) مزدوری کے لئے لگا دیا تھا۔ ایک دن میں (حاجی بھورا) جا رہا تھا کہ میں نے میاں صاحب کے کپڑے خون میں لت پت دیکھے' یہ دیکھ کر میں بہت مغموم اور دکھی ہو گیا' میں نے گھر آ کر اپنے دادا سلامت اللہ کو بتایا' انھوں نے ایک لمحے میں یہ فیصلہ کیا کہ میرا نواسہ اب کمیلے نہیں جائے گا اور خوب پڑھے گا' وہ اٹھے اور مولوی عبدالمجید سے بات کر کے میاں حضورؒ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ ان کی خدمت کی ڈیوٹی میرے والد سیٹھ ابرا کے ذمے لگائی' وہ چونکہ اکثر بمبئی میں رہتے تھے لہٰذا یہ سعادتِ خدمت میرے حصے میں آ گئی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میاں حضورؒ اب کمیلے (مذبح) میں نہیں جائیں گے بلکہ ساری توجہ صرف اور صرف اپنی پڑھائی پر دیں گے۔''

Marfat.com

میں نے پوچھا' میاں حضورؒ کے والد ماجد کو اعتراض تو نہ ہوا؟ جواباً انھوں نے بتایا کہ: میرے والد (میاں حضورؒ کے نانا) نے مولوی عبدالمجید سے کبھی بگاڑی نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب میرے والد نے میاں صاحب کو لے جانے کی درخواست کی تو ایک لمحے کے توقف کے بغیر ہاں کہہ دی گئی۔ میاں صاحبؒ کوئی دس گیارہ برس کی عمر میں ہمارے پاس آ گئے۔ مولوی عبدالمجید کبھی کبھی میاں صاحبؒ کو دیکھنے آ جاتے تھے لیکن دوسری شادی کے بعد وہ سونی پت ہی کے ہو کر رہ گئے' کبھی کبھار ہی ملتے۔''

میں نے پھر پوچھا' وہ جو مشہور ہے کہ وہ اپنے تایا نور محمد کے ہاں رہتے تھے' اس میں کتنی صداقت ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''سچ تو یہ ہے میاں صاحب کا کوئی حقیقی تایا نور محمد تھا ہی نہیں۔ دور کے رشتے کا ایک تایا نور محمد تھا' اس کے ہاں میاں صاحب نہیں رہتے تھے' میاں صاحب کے والد مولوی عبدالمجید کل تین بھائی تھے۔ سب سے بڑے کا نام محمد نکلتا تھا (جسے لوگ ''محمد'' کہہ کر پکارتے تھے' ان کا انتقال چنیوٹ میں ہوا۔) اس سے چھوٹا جوانی ہی میں فوت ہو گیا تھا' تیسرے خود مولوی عبدالمجید تھے۔ کسی تایا نور محمد کے ہاں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

میں نے پھر پوچھا ''میاں حضورؒ کب سے کب تک آپ کے پاس رہے؟ انھوں نے فرمایا: ''میاں صاحبؒ اپنی والدہ کی وفات کے بعد اپنے والد کی دوسری شادی سے بہت پہلے ہمارے ہاں تشریف لے آئے تھے۔ نویں جماعت تک انھوں نے سکول کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی۔ پھر گویا بوعلی شاہ قلندرؒ نے انھیں چن لیا' وہ دن کا اکثر حصہ بو علی شاہ قلندرؒ کے مزار پر گزارنے لگے۔ عموماً وہاں موجود مست الست لوگوں میں جا کر بیٹھے رہتے' رات کو گھر آ جاتے۔ پھر کبھی کبھار رات بھی باہر ہی رہنے لگے' تقریباً 25 برس کی عمر کے ہوئے تو گھر بار' رشتہ داروں یا دیگر علائق سے بے نیاز ہو گئے اور اکثر بزرگوں کے مزارات خصوصاً مزار حضرت بوعلی شاہ قلندر پر حاضر رہتے۔''

میں نے کہا ان کے بچپن کا کوئی واقعہ یاد ہے؟ کہنے لگے: ''مجھے اچھی طرح یاد ہے' ہم دودھ بھی بیچا کرتے تھے' مختلف گھروں میں دودھ پہنچاتے' کبھی کبھی میاں صاحب سے بھی کہہ دیتے کہ فلاں فلاں گھر دودھ دے آؤ۔ ایک دفعہ میاں صاحب دودھ دے کر واپس آئے تو پیسے کم ہوئے' پوچھنے پر بتایا کہ میں نے دودھ ایک فقیر کو دے دیا ہے۔ میری والدہ نے اجازت دے دی کہ تم جتنا دودھ چاہے فقیر' درویشوں کو دے دیا کرو۔ ہم نے جا کر تحقیق کی تو وہ فقیر حاجی فیض محمد خانؒ تھے۔''

کچھ ان کے متعلق بتایئے؟ میرے سوال پر کہنے لگے: وہ سمرقند' بخارا کی طرف سے آئے تھے' واقعی بڑے ولی اللہ تھے' وہ دہلی میں حضرت باقی باللہؒ کی درگاہ (جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے دربار کے قریب ہے)

Marfat.com

میں ٹھہرتے، کبھی کبھی پانی پت میں بھی تشریف لاتے، جہاں وہ قلندر پاک (بو علی شاہؒ) کے حجروں میں ٹھہرتے تھے، وہیں میاں حضورؒ انھیں دودھ پہنچایا کرتے تھے۔''

میں نے پھر سوال کیا۔ ''کیا یہ درست ہے کہ میاں حضورؒ اپنے والد کے ساتھ سونی پت میں رہائش پذیر رہے؟'' حاجی عبدالسلام نے کہا: ''بالکل غلط ہے، سونی پت میں نئے سسرال میں میاں حضورؒ کو ساتھ لے جانا تو دُور کی بات ہے، کسی نے پیچھے مڑ کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ ان کے والد کبھی کبھار پانی پت میں آکر ان سے ملتے تھے، خاندان والے مولوی عبدالمجید کو 'مِتّا' کہتے تھے، وہ خوش تھے کہ سونی پت میں ان کا گھر بھی بس گیا اور پہلی بیوی سے بیٹے کا اچھا انتظام بھی ہو گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ بابا 'مِتّا' نے دراصل میاں حضورؒ کے پاس بڑھاپے میں آنا شروع کیا تھا۔ باقی رہے میاں صاحب، وہ تو اللہ کے ولیِ کامل تھے، ان کے پاس ہر آنے والا، جھولی بھر کر جاتا، وہ اپنے حقیقی والد کا اکرام کیوں نہ کرتے۔ میاں حضورؒ ہر بار بابا متّا کی مالی خدمت بھی کرتے اور سب عقیدت مند گواہ ہیں کہ کبھی کبھی آپؒ کسی خادم سے فرما بھی دیا کرتے کہ یہ نذرانہ مولوی صاحب کو دے دو اور ان سے کہو کہ اب دیر دیر بعد آیا کریں۔''

حضرت مولوی عبدالمجید کی خوش قسمتی ہے کہ اُنھیں میاں حضورؒ کے والد ماجد ہونے کا شرف حاصل ہُوا۔ اُن کی تعظیم سب وابستگانِ میاں حضورؒ کیلئے ضروری ہے، لیکن بقول حاجی عبدالسلام ''سچی بات تو یہ ہے کہ بابا مِتّا نے دراصل میاں حضورؒ کے پاس بڑھاپے میں آنا شروع کیا۔'' یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ چنیوٹ میں میاں حضورؒ اپنے والد ماجد اور سوتیلے بھائیوں کے گھر میں قیام پذیر نہیں رہے۔ میاں حضورؒ کے والدِ ماجد خوب جانتے تھے کہ اُن کا لختِ جگر دنیاوی رشتوں سے بہت آگے جا چکا ہے۔ وہ خود آستانۂ قلندریہ میں ادب سے حاضری دیتے اور اپنے صاحبزادے کے مقام و مرتبہ اور دربارِ قلندر میں احتیاطوں کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھتے۔ اس ضمن میں صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی کی یہ گواہی قابلِ ملاحظہ ہے:

> ''آپ کے والدِ گرامی قدر حضرت مولوی عبدالمجید صاحب پانی پت کے نیک دل، نرم خو اور ملنسار شخصیت تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے کامل صاحبِ نسبت درویش ہیں۔ خدمت خلق کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وافر نصیب ہوا۔ چنیوٹ سے جب حضرت قلندر صاحب کو ملنے کے لئے سرگودھا تشریف لاتے، خانقاہ قلندریہ میں اس طرح آتے کہ بہت کم لوگ جانتے ہونگے کہ آپ حضرت قلندر زماں کے والد ماجد ہیں۔ آپ سے بطور ناز بھی یہ کہتے ہوئے نہیں سنا گیا کہ قلندر صاحب میرے بیٹے ہیں۔ آپ عام زائرین ہی کی طرح آتے اور مل کر چلے جاتے۔''

Marfat.com

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 91)

یہی بات میں اپنے ایک پیر بھائی ارشاد رشیدی ایڈووکیٹ سے بھی سن چکا تھا اور مرحوم سعید خان صاحب نے بھی مجھے ایسا ہی بتایا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ جب میں چنیوٹ میں میاں حضور کے سوتیلے بھائیوں اور دیگر عزیزوں سے مل کر معلومات لے رہا تھا تو مجھے ایک ''ٹال'' بھی دکھایا گیا' جہاں میاں حضورؒ چنیوٹ میں قیام کے عرصے میں رات کو آ کر ٹال کے اوپر سو رہتے۔ میرے لیے حیرانی کی بات تھی کہ حقیقی والد کے ہوتے ہوئے میاں صاحبؒ غیر کے ٹال پر کیوں سوتے تھے؟ میاں عبدالسلام نے مزید بتایا: مولوی عبدالمجید کی دوسری بیوی سے اولاد کو مولوی عبدالمجید کی وراثت سے کچھ نہ کچھ تو حصہ ملا لیکن میاں حضورؒ کو وراثت سے کیا کوئی دمڑی بھی ملی؟ یہ حقیقت بھی مدِ نظر رہے کہ جب میاں حضورؒ کو آپ کے ایک سوتیلے بھائی کے بیٹے نے مسجد میں شہید کر دیا تو میاں حضورؒ کے کتنے سوتیلے بھائی میاں حضورؒ کے جنازے میں شامل ہوئے؟ کیا کوئی ایک بھائی بھی ایسا تھا جس کی ہمدردیاں قاتل کے ساتھ نہیں تھیں؟''

(انٹرویو حاجی عبدالسلام جہلمی' 27/اگست 1994ء)

ان کی باتوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا' مجھے بتایا گیا کہ جہلم کے اسی محلہ ''باغ'' میں میاں حضورؒ کے ایک اور حقیقی ماموں زاد صوفی فضل احمد بھی رہتے ہیں۔ میں ان کے ہاں پہنچا' ان سے معلوم ہوا کہ وہ حاجی عبدالسلام بھورا کے حقیقی چھوٹے بھائی اور سیٹھ ابراہیم عرف ابرا کے حقیقی بیٹے ہیں۔ میں نے وہ تمام سوالات جو حاجی عبدالسلام سے کیے تھے' ان سے بھی کیے۔ حیرت ناک حد تک دونوں کے جواب ایک ہی تھے۔ انہیں یہ شرف بھی ملا تھا کہ یہ چونکہ میاں حضورؒ کے ہم عمر تھے' لہٰذا میاں صاحبؒ کے بچپن کے دوست بھی تھے۔ میری درخواست پر انھوں نے میاں حضورؒ کے بچپن اور لڑکپن کے حوالے سے اپنے مخصوص لہجے میں بتایا:

''وہ گھنی سادگی سے رہوے تھا' نہ کھیلے تھا نہ شرارتیں کرے تھا' داڑھی تو اس نے شروع سے رکھی' کبھی منڈوائی نہیں' ابے! اس کی تو سُچی داڑھی تھی۔ اس زمانے میں اس نے گالی کبھی نہ دی' کبھی میں اور وہ ایک دوسرے کو دھکا ضرور دے دیتے لیکن وہ کبھی لڑے نہیں تھا۔ میری ماں کو ہمیشہ ''مامی'' بولے تھا' میری ماں اسے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ چاہوے تھی۔'' میں نے سوال کیا' فضل صاحب! وہ کیوں؟ اپنے بیٹے تو زیادہ پیارے ہوتے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''ابے! تو کیا جانے' تو نے اس کا بچپن دیکھا ہوتو تجھے خبر ہو۔ ابے وہ اتنا پیارا تھا کہ سب سے پیار لیوے تھا۔ وہ مادرزاد ولی تھا' میری ماں تو اسے مانتی تھی' تبھی اس کا ہم سے زیادہ خیال رکھے تھی۔ ماں جتنے پیسے مجھے دیتی' اتنے ہی رشید کو دیتی' اسے بچپن میں شکر قندی اور سنگھاڑے گھنے پسند تھے' بس وہ یہ لے آتا تو میں اور وہ مل کر کھاتے۔ وہ اکیلا

Marfat.com

نہیں کھاوے تھا' کسی کو ضرور ساتھ ملا لیوے تھا۔ میرے والد سیٹھ ابرا مغزیات وغیرہ کا حلوہ بڑے شوق سے بنواتے' جتنا حلوہ روزانہ ہر بچے کو ملتا' اتنا ہی اسے بھی ملتا۔ وہ مجھ سے کہتا میرا حصہ بھی تو کھالے' دراصل اسے نمکین چیزیں زیادہ پسند تھیں' اس کے حصے کا سارا حلوہ بھی میں ہی کھاتا تھا۔ وہ اللہ والا تھا' ہم سب کو اس کی خبر تھی۔ اب! اس کے منہ سے نکلی ہر بات کو اللہ جھٹ پورا کرے تھا۔''

(انٹرویو صوفی فضل احمد ولد ابراہیم عرف ابرا سیٹھ پانی پتی' 27 /اگست 1994ء)

میں نے سوال کیا' فضل صاحب! ان کے لڑکپن کا کوئی خاص واقعہ یاد ہو تو بتایئے' کہنے لگے' ان کے بچپن کا ہر واقعہ ہی پیارا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب یہ حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ کے مزار پر جاتے تو ان کے آستانے کے بڑے دروازے کے باہر بنے ہوئے چبوترے پر مست مجذوب لوگوں کا ہجوم ہوتا' وہ ان میں جا کر بیٹھ جاتے۔ وہاں ایک ایسا مجذوب لڑکا بھی تھا' جسے بظاہر اپنا کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ اسے پیشاب پاخانہ کی بھی خبر نہ رہتی۔ میاں حضورؒ اسے ٹہلایا کرتے' اس کی بہت خدمت کرتے اور اس کی ضرورتوں کا بہت خیال رکھتے' پانی پت کے لڑکے بالے اس مست کو چھیڑتے اور تنگ کیا کرتے تھے۔ میاں صاحب ایسے لڑکوں سے اس مست کو بچاتے اور شریر لڑکوں سے فرماتے۔ ''چلو' چلو' اللہ مارے گا۔'' میاں حضورؒ مادر زاد ولی تھے' چھوٹے چھوٹے لڑکے ان کے گرد یوں رہتے جیسے وہ ان کے پیر ہوں' ہمارے خاندان کے بزرگ اس عمر میں بھی میاں صاحب کا خصوصی ادب و احترام ملحوظِ خاطر رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے نویں کلاس میں پڑھتے پڑھتے یک لخت سکول چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو کسی نے ذرا بھر سرزنش نہیں کی۔ اس زمانے میں بھی لوگ میاں صاحب سے دعا کیلیے عرض کرتے' میاں حضورؒ اس وقت بھی مستجاب الدعوات تھے' اُن کے منہ سے جو نکلتا' اللہ پورا کر دیتا۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں' کیا کیا بتاؤں؟ بس یوں سمجھ لو کہ میاں صاحبؒ کا بچپن اور لڑکپن بہت پاکیزہ تھا' ویسا ہی جیسا اللہ کے سچے ولیوں کا ہوتا ہے۔ اس عمر کے بچوں کی طرح آپ کا دل کبھی کھیل کود میں نہ لگا' فضول گفتگو' شرارتیں' آوارہ لڑکوں سے دوستی اور وقت کا ضیاع جیسی خرافات سے میاں صاحب اس عمر میں بھی ہمیشہ دور رہے۔

خالد مراد کی یہ تحریر بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے:

''بہت سے ایسے افراد ملے ہیں' جن کا بچپن سرکار میاں صاحبؒ کے ساتھ گزرا ہے وہ بتاتے ہیں کہ آپؒ نے بچپن میں بھی کبھی نازیبا حرکات نہیں کیں۔ جھوٹ' برائی اور ناشائستہ زبان سے آپؒ کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپؒ بچپن سے جھلا پیر کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور محلے کے اکثر لوگ مشکلات

Marfat.com

میں آپؒ سے دعائیں کراتے تھے اور اللہ کے فضل سے وہ قبولِ بارگاہ ہوتی تھیں۔''

(خالد مراد نوشاں والی سرکار ص 12)

◆◆◆

تعلیمی مراحل

دینی تعلیم:

آپؒ کی والدہ ماجدہ چونکہ مذہبی خاتون تھیں لہٰذا ان کا شوق تھا کہ ان کا لختِ جگر قرآن مجید حفظ کرے' اسی شوق کی تکمیل کے لیے آپ کی والدہ نے انھیں سب سے پہلے قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کا سوچا۔ محلے کی مسجد کا نام ''مسجد نانوشاہ'' تھا' یہاں قاری فتح محمد صاحب نے آپ کو بڑی محبت سے ناظرہ قرآن مجید پڑھایا' قاری فتح محمد کے بعد حافظ نور محمد (جو توکلی سلسلے کے خلیفہ مجاز بھی تھے) کے پاس حفظ کا مرحلہ شروع ہوا۔ میاں حضورؒ کے نویں کلاس کے استاد اور سکول کے ہیڈ ماسٹر قاضی اعجاز احمد عثمانی (سابق رہائشی محلہ انصار' پانی پت) کا ارشاد ہے: ''سرکارؒ نے قرآنِ مجید حفظ کرنے کے بعد تیسری جماعت میں داخلہ لیا۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی (قلمی)' ص 12)

واضح رہے کہ میاں حضور کے پورے قرآنِ مجید کو حفظ کرنے کی شہادت مجھے کسی اور ذریعہ سے نہیں مل سکی۔ پانی پت کے لوگ بہت ذوق وشوق سے بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے تھے۔ حفاظِ کرام میں پانی پتی لہجہ آج بھی معروف ہے۔ تاہم میاں حضورؒ کے بارے میں حفظ کا بیان محلِ نظر ہے اور اس کی کوئی اور سند راقم الحروف کو نہیں مل سکی۔

جہلم کے حافظ عبدالستار عرف تارا (جو میاں حضور کے عزیزوں میں سے بھی تھے) نے مجھے بارہا بتایا کہ میاں صاحب نے بچپن میں قرآن مجید کے سات/آٹھ پارے حفظ کیے تھے۔ سورۂ یاسین سے والناس تک حفظ کا مرحلہ مکمل ہوا تھا' تاہم میاں حضورؒ نے پورا قرآنِ مجید نہ حفظ کیا اور نہ کبھی مصلّٰی سنایا۔ اگرچہ میاں حضورؒ مکمل حافظ قرآن نہیں تھے مگر کثرت تلاوت سے انہیں اتنا عبور حاصل تھا کہ تراویح میں امام کے غلط پڑھ جانے کی صورت میں اکثر لقمہ دے دیا کرتے تھے۔ نور عالم ناگرا بیان کرتے ہیں کہ میاں حضورؒ عموماً تین دن میں قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے' زندگی کے آخری دنوں میں یہ وقفہ اور بھی کم ہو گیا تھا۔

Marfat.com

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی کا لکھنا ہے کہ میاں حضور نے قرأت کا فن بھی با قاعدہ سیکھا تھا:

''دینی تعلیم اور قرآنی قرأت حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ مرحوم و مغفور سے سیکھی۔ جب کبھی حضرت قلندر زماں نے نماز کی امامت خود فرمائی تو پانی پتی لہجہ میں ہی قرائت فرماتے تھے۔ حضرت قاری رحیم بخش عالم عارفِ ربانی اور باعمل عالم تھے۔ دارالعلوم دیو بند سے درس نظامی سے فراغت کی سند رکھتے تھے۔ حضرت قلندر صاحب نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا: ''اب صوفی قاری رحیم بخش صاحب 'وقت کے غوث ہیں'' حضرت قاری رحیم بخش کا انتقال مدینہ شریف میں ہوا اور جنت البقع میں اللہ پاک نے ان کو جگہ دی۔ ''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 94)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی کی اس گواہی کی تصدیق حافظ عبدالستار عرف حافظ جی تارا کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے' جو اُنھوں نے مجھے اپنے انٹرویو میں دیا:

''میں ایک بار میاں حضورؒ کے ساتھ حضرت پیر ولایت علی شاہؒ سائیں سنولی والی سرکارؒ کے دربار پر حاضری کی غرض سے بذریعہ ٹرین ملیر' کراچی جا رہا تھا۔ راستے میں ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی' مغرب کا وقت تھا' کافی لوگ کھڑے تھے' انتظار تھا کہ کوئی متشرع آدمی جماعت کرا دے۔ لوگوں نے میاں حضور سے عرض کیا' سرکار آپؒ جماعت کرا دیں۔ میاں حضورؒ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور جماعت کرائی' انھوں نے سورۂ روم کی تلاوت کی' ان کی قرأت بہت دلکش تھی۔ میاں حضورؒ کے خشوع و خضوع کی یہ حالت تھی کہ آپ نماز میں قرأتِ قرآن کرتے کرتے رو پڑے' ہر مقتدی کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے' آپؒ کی آواز رندھ گئی لیکن آپ نے قرأت میں کوئی کمی یا کجی نہیں آنے دی۔ نماز سے سلام پھیرتے ہی سبھی لوگ میاں حضور کے ہاتھ چومنے لگے' ہر شخص کہہ رہا تھا کہ نماز میں ایسی لذت اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ قرآن پاک سے میاں صاحبؒ کی محبت کا ہر عقیدت مند گواہ ہے۔''

1- میاں حضورؒ ہر روز بلاناغہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے' عمر بھر اس پر عمل رہا۔
2- آپؒ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور نوافل پڑھنے کی تلقین فرماتے۔
3- کبھی کبھی عام گفتگو میں قرانِ مجید کی آیات بھی پڑھ دیتے۔
4- کبھی جذب کی حالت میں بھی آیات الٰہیہ کے حوالے دیتے۔
5- آپ کبھی کبھار بعض عقیدت مندوں کو تعویذ بھی دیا کرتے تھے۔ ان تعویذوں میں وہ آیات قرآنیہ بھی لکھتے

Marfat.com

اور بالکل صحیح لکھتے۔

6۔ بعض عقیدت مندوں کو حکم بھی دیتے کہ اپنے بچے کو قرآن مجید حفظ کرائیو۔

7۔ تراویح میں پورا قرآن مجید سماعت کرتے اور یہ دائمی معمول رہا۔

8۔ لیاقت قریشی صاحب کے بقول ایک بار میاں صاحب نے فرمایا ''یہاں تو وہی کامیاب ہو جو قرآن پڑھے۔''

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ ---ص9)

ان شواہد سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ میاں صاحبؒ نے بچپن میں حفظِ قرآن کی طرف توجہ دی ہوگی اور تقریباً آٹھ پارے حفظ بھی کیے ہوں گے لیکن پورے قرآنِ مجید کو حفظ کرنے کا ثبوت نہیں مل سکا۔ انھوں نے قرآنِ مجید کی تعلیم مسجد سے حاصل کی۔

سکول کی تعلیم:

پانچ' چھ برس کی عمر میں انھیں دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کیلیے حالی پرائمری سکول پانی پت (نزد درگاہ بوعلی قلندرؒ) میں داخل کرا دیا گیا' ماسٹر حسنین نے آپ کو پڑھایا۔ آپ ماشاءاللہ بے حد ذہین طالب علم تھے' آپ روزانہ کا کام بلاناغہ مکمل کر کے جاتے' پڑھائی میں بہت تیز تھے۔ ہر جماعت آپ نے نمایاں نمبروں سے پاس کی' یہاں تک کہ پانچویں کلاس میں سکول بھر میں اوّل آئے اور وظیفہ حاصل کیا' یہ اس زمانے میں معمولی بات نہیں تھی۔ پھر آپ کو ''حالی مسلم ہائی سکول' پانی پت'' کی چھٹی کلاس میں داخلہ ملا۔ اس سکول کے ہیڈ ماسٹر قاضی اعجاز عثمانی صاحب تھے۔ (یہ وہ خوش قسمت ہیں جنھیں میاں حضورؒ کو نویں کلاس میں کچھ عرصہ پڑھانے کا شرف بھی حاصل ہوا)۔ ان کا بیان ہے کہ:

''آپؒ بڑے ذہین اور قابل طالبِ علم تھے' وہ جماعت میں مانیٹر (Monitor) تھے۔''

(محمد طالب' اوراق طالبی' قلمی' ص12)

میاں حضورؒ چھٹی جماعت میں زیرِ تعلیم تھے کہ ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے ننھے سے دل پر قیامت گزر گئی۔ وہ سکول کے بعد والدہ ماجدہ کی قبر پر جاتے' وہاں فاتحہ پڑھتے اور والدہ کی یاد میں آنسو بہاتے۔ پہاڑ جیسے غم و الم کے باوجود ان کی پڑھائی جاری رہی۔ خداداد صلاحیت و ذہانت کے بل بوتے پر وہ ہر کلاس میں نمایاں پوزیشن لیتے رہے۔ آٹھویں کے امتحان میں بھی انھوں نے وظیفہ حاصل کیا۔ نویں جماعت میں داخلہ لیا اور تمام کتابیں کاپیاں بھی خرید لیں لیکن اب ان کا دل دنیاوی تعلیم سے اچاٹ ہونے لگا۔ وہ اپنے ہم جماعت طلبہ سے دور دور رہنے لگے۔ خاموش اور تنہائی پسند۔ آپؒ کے استادِ محترم قاضی اعجاز احمد عثمانی کا بیان ہے:

Marfat.com

''سرکارؒ سکول کے پیریڈز سے فارغ ہو کر باغیچہ میں چلے جاتے اور اکیلے ٹہلتے رہتے۔ اس کے بعد سرکارؒ نے حضرت قلندر صاحبؒ کی مسجد کے قریب والے حجرے میں قیام کیا اور وہیں سے جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔''

(محمد طالب' اوراق طالبی' قلمی' ص 12)

محترم قاضی اعجاز احمد عثمانی ہی کا بیان ہے کہ جب آپؒ پر جذب کی کیفیات مزید بڑھنے لگیں تو وہ اکثر اپنا کتابوں کا بستہ سکول ہی میں چھوڑ کر درگاہ حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ میں جا حاضر ہوتے۔ اور وہاں موجود مست ملنگ مجذوبوں کے جھرمٹ میں بیٹھے رہتے۔

آہستہ آہستہ خود آپؒ پر بھی استغراق کی کیفیات طاری ہونے لگیں اور آپؒ کا دل دنیاوی تعلیم سے اُچاٹ ہونے لگا۔ اس کی وجہ ذہنی کمزوری یا تعلیمی لاحاصلی نہیں تھی بلکہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا فیض انھیں سینے سے لگانے لگا تھا۔

قاضی اعجاز احمد عثمانی صاحب ہجرت کے بعد جھنگ میں آباد ہوئے۔ یہاں بھی ایک سکول میں ہیڈ ماسٹری کی۔ فیصل آباد کے ارشاد رشیدی ایڈووکیٹ بھی جھنگ میں انکے شاگرد رہے۔ وہ جھنگ سے کبھی کبھی سرگودھا میں میاں حضورؒ کی زیارت کیلیے حاضری بھی دیا کرتے تھے۔ محترم ارشاد رشیدی ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ ایک بار وہ میاں حضورؒ کے آستانے میں حاضر تھے کہ وہاں قاضی اعجاز احمد عثمانی بھی جھنگ سے آئے۔ میں نے انھیں دیکھ کر میاں حضورؒ سے عرض کیا کہ سرکارؒ یہ میرے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا: ''ہاں! یہ میرے بھی ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر ہیں۔'' میاں حضورؒ ان کا اکرام کرتے اور ان پر بہت مہربانی فرماتے۔ وہ بھی ہمیشہ اس بات پر خدا کا شکر ادا کرتے کہ وہ اس سکول میں ہیڈ ماسٹر رہے' جہاں میاں حضورؒ نے کچھ ابتدائی تعلیم پائی اور نویں میں کچھ ماہ ان سے انگریزی اور ریاضی بھی باقاعدہ پڑھی۔

آستانے کے لانگری تایا ظفر مرحوم نے خالد مراد کی طرح مجھے (افضال انور کو) بھی بتایا تھا کہ میاں حضورؒ اپنی نویں کلاس کی عربی کی کتاب ہندوستان سے ساتھ لائے تھے اور یہ کہ وہ تایا ظفر کے پاس ہے۔ وہ کتاب خالد مراد کو اور نہ مجھے ہی مل سکی لیکن اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحبؒ کے دل میں دین اور عربی کی کتنی محبت تھی کہ جب آپ ہجرت کر کے دیگر مست مجذوبوں کے ساتھ آرمی کانوائے میں پاکستان آئے تو وہاں سے کچھ ساتھ نہ لائے' سوائے اپنی نویں جماعت کی عربی کی کتاب کے۔ ابھی نویں کے امتحان کا وقت بھی نہیں آیا تھا کہ آپ کی دنیا ہی بدل گئی' حضرت بوعلی قلندرؒ کے فیض نے انھیں آغوشِ کرم میں لے لیا اور اب تعلیمی مراحل نے روحانی منازل کی طرف رُخ کر لیا تھا۔ میاں حضورؒ نے اپنے لڑکپن میں انگریزی' فارسی اور عربی میں جتنی دسترس حاصل کی وہ سرمایہ بن کر آخری

Marfat.com

لمحے تک ان میں موجود رہی۔ وہ پنجابی کی شعری کتاب ''یوسف زلیخا'' از مولوی غلام رسول عالم پوریؒ کو بہت پسند کرتے اور کبھی کبھار کسی سے پڑھوا کر سنا بھی کرتے تھے۔ خصوصی طور پر وہ حصے سنتے جن میں حضرت یوسفؑ پر ان کے سوتیلے بھائیوں کے ظلم وستم کا بیان ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ کا عارفانہ فارسی کلام بھی کبھی کبھار پڑھتے۔ گفتگو میں کبھی کبھی کوئی انگریزی زبان کا لفظ استعمال کرتے تو سننے والے دنگ رہ جاتے کہ میاں حضورؒ کا انگریزی تلفظ کتنا درست اور دلکش ہے۔ خالد مراد نے اعجاز احمد بھٹی (ایڈیشنل سیکریٹری، لاہور) کی وہ گفتگو نقل کی ہے، جس میں میاں حضورؒ نے انگریزی کا ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ سننے والا میاں صاحبؒ قلندر درویش کی انگریزی دانی پر حیران رہ گیا۔

آپؒ نے میری پوری بات سن کر انگریزی کا ایک جملہ کہا:

''Education is very essential in these days''

انگریزی کے چھوٹے موٹے الفاظ تو ہم حضورؒ کی زبانی اکثر سنا کرتے تھے لیکن اس دن اس قدر شستہ قسم کی انگریزی سن کر میں حیران رہ گیا۔''

(خالد مراد، یہ تیرے پُراسرار بندے، طبع دوم، ص175)

دنیاوی لحاظ سے میاں حضورؒ بہت زیادہ پڑھے ہوئے نہیں تھے، لیکن بہت زیادہ پڑھے لکھے لوگوں، جید علمائے کرام اور بڑے بڑے آفیسرز کی موجودگی میں بھی کبھی کسی کو احساس نہیں ہوا کہ آپؒ کی ظاہری دنیاوی تعلیم کم ہے۔ اللہ کریم نے انھیں علم وعرفاں کی ان عظیم منزلوں اور رفعتوں سے بہرہ مند کیا تھا کہ علم والے حاضرین بھی ان کے سامنے دبے دبے رہتے۔

◆◆◆

شادی اور متعلقات...... یا تجرّد و تفرّد

محمد طالب رقم طراز ہیں:

''آپؒ کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ آپؒ کی شادی آپؒ کے تایا حضرت نور محمد صاحب کی لختِ جگر دختر کے

Marfat.com

ساتھ سرانجام پائی، مگر شادی کے دو سال بعد آپ کی منکوحہ بیوی کا انتقال ہو گیا۔"

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 3)

حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ کی کبھی شادی نہیں ہوئی۔ طالب مرحوم کا یہ کہنا کہ انھوں نے میاں صاحبؒ کی ابتدائی زندگی کی معلومات براہِ راست ان کے والدِ بزرگوار سے لی ہیں' محلِ نظر ہو جاتا ہے۔ اس خلافِ حقیقت بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے کچھ معلومات دوسرے لوگوں سے بھی حاصل کی ہوں گی ورنہ ایسا بیان میاں صاحبؒ کے والد ماجد کے حوالے سے قطعاً نہ لکھا جاتا۔ اس سلسلے میں خالد مراد کا بیان ہے:

"پانی پت ہی میں آپؒ کے بزرگوں نے آپؒ کا نکاح خاندان کی ایک لڑکی سے کر دیا مگر رخصتی سے قبل ہی وہ انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد آپ نے دوسرا نکاح نہ کیا۔"

(خالد مراد' نوٹاں والی سرکار' ص 16)

یہاں یہ پہلو بارِ دیگر مدِّنظر رہنا چاہیے کہ اگر طالب مرحوم اور خالد مرحوم کی معلومات واقعی ایک راوی کی بیان کردہ ہیں تو ان دونوں بیانات میں یہ تضاد اور بُعد کیوں ہے؟ اب آیئے میاں حضورؒ کے حقیقی ماموں زاد بھائی عبدالسلام عرف حاجی بھورا جہلمی کی زبانی بھی سنتے ہیں:

"ہمارے خاندان میں ایک شخص "بھلّا کانا" تھا' اس کی اولاد میں سے حبیب اللہ کی بیٹی کا رشتہ ہم نے میاں صاحب کے لیے مانگا تھا۔ پہلے انھوں نے زبانی ہاں کہہ دی تھی' (پھر نہ جانے کیوں) وہ اپنی زبان سے پھر گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ کی نہ منگنی ہوئی' نہ شادی کی نوبت آئی۔ منگنی کی رسم پوری ہوتی تو شادی کا مرحلہ آتا' تب میاں حضورؒ نویں کلاس میں پڑھتے تھے۔"

(انٹرویو میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا جہلمی' بروز ہفتہ بتاریخ 27 راگست 1994ء)

آٹھ برس کی عمر میں شادی کا مطلب ہے کہ ابھی میاں صاحبؒ دوسری یا تیسری جماعت کے طالب علم تھے' اس عمر میں شادی ناممکن نہیں تو حیرت کا باعث ضرور ہے جبکہ خالد مراد صاحب کی تحریر بھی کوئی تفصیل سامنے نہیں لاتی۔ حاجی عبدالسلام بھورا کا بیان ہی حقیقت پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں میاں حضورؒ کے ایک پرانے عقیدت مند جناب خالد خاں صاحب کا بیان ہے کہ میاں حضور کی منگنی کی بات ایک خاتون سے طے ہونے کا پروگرام تھا' جس کا نام "بھوری" تھا' لیکن بات طے نہ ہوئی اور معاملہ ختم ہو گیا۔ راقم الحروف کو معلوم ہوا کہ یہی "بھوری" نامی خاتون حبیب اللہ کی بیٹی تھیں۔ بہرحال یہ طے ہے کہ آپؒ کی نہ منگنی ہوئی اور نہ شادی ہوئی۔

Marfat.com

خالد مراد نے اپنے کتابچہ ''نوٹاں والی سرکار'' کے صفحہ نمبر 16 پر میاں حضورؒ کی شادی بلکہ رخصتی سے قبل ہی منکوحہ کی وفات کی خبر دی تھی لیکن انہوں نے ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' کے پہلے ایڈیشن میں اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا' جو ان کی حقیقت پسندی اور صدق گوئی کا عکاس ہے۔

''......تصدیق کے بعد معلوم ہوا کہ آپؒ کا نکاح کہیں نہ ہوا تھا۔ میری گزشتہ معلومات غلط تھیں۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع اول' 1998ء' ص 8)

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں بھی انھوں نے نکاح کی خبر کی تغلیط کی اور لکھا کہ:

''میری گزشتہ معلومات صحیح نہ تھیں۔''

(''یہ تیرے پراسرار بندے''، II' ص 22)

چونکہ آپ عام قلندروں کی طرح دنیاوی رشتوں سے دور ہی رہے' لہٰذا آپ کی حقیقی اولاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے میاں حضورؒ اپنے عقیدت مندوں کو اپنے بیٹے اور بیٹیاں ہی قرار دیتے اور حقیقی والد کی طرح ان کے دکھ درد کو محسوس کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپؒ کی مسجد میں رو رہا تھا' آپؒ نے پوچھا ''اِبے او! کیوں روئے ہے؟'' اس نے عرض کیا ''سرکار! میری چار بیٹیاں ہیں' بے حد غریب ہوں' ان کی طرف سے فکر مند ہوں' ان کا کیا بنے گا' میرے پاس تو دولت بھی نہیں۔'' آپ نے بڑے غصے سے فرمایا: ''ابے! کیسی سوچ ہے تیری' جس نے بیٹیاں دی ہیں' فکر بھی اسی کو ہے' دیکھ میری لاکھ بیٹیاں ہیں' میں تو کبھی نہیں گھبرایا' چپ ہو جا! اللہ نے تیرے سارے کام سنوار دیے ہیں۔'' میاں حضورؒ دکھی دلوں کو یونہی سہارا دیا کرتے تھے۔ اللہ کریم ان کی دعا کی برکت سے لوگوں کی الجھنیں اور پریشانیاں دور کر دیتا۔

یہ حقیقت کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ میاں حضور عقیدت مندوں کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح ہی سمجھتے۔ کچھ خوش نصیب بچوں کو آپ نے گود میں بٹھا کر پیار بھی کیا' فیصل آباد کے لطیف ناگرا مرحوم کے بچے خالد ناگرا اور نور عالم ناگرا' عبدالغفور چنیوٹی کے بیٹے محبوب علی نادر' ملک ارشد (فیصل آباد) کے بیٹے ملک کاشف آفتاب اور داؤد فاروق (فیصل آباد) کے بھائی مسعود کے بیٹے محمد آفتاب عالم (علی) کو آپ نے کندھوں پر بٹھایا۔ عبدالغفور چنیوٹی مرحوم کا نام لے کر کئی بار فرمایا ''ابے! غفور کی بیٹیاں' میری بیٹیاں ہوویں۔''

کہاں تک نام لیے جائیں' حقیقت یہ ہے کہ میاں حضور اپنے عقیدت مندوں کے لیے ماں باپ سے بڑھ کر مہربان تھے اور ان کے بچوں پر تو اور بھی زیادہ شفقت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے' پاس بیٹھے ایک نوجوان نے بھی اپنے بٹن کھول لیے اور اس کا سینہ نظر آنے لگا۔ آپ نے فوراً اپنی قمیض کے بٹن

Marfat.com

بند کر لیے اور اسے پیار سے فرمایا ''بیٹے! اپنے باپ کی نقل نہیں اتارتے۔'' اس نوجوان نے بھی اپنے بٹن بند کر لیے۔ فیصل آباد کے سعید احمد خان مرحوم کا بیان ہے کہ ایک شب برأت کو میں آستانے میں بہت تاخیر سے پہنچا۔ میاں حضورؒ نے حلوہ تیار کرایا ہوا تھا' مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''ابے او سعید! شبِ برأت کو تو ماں باپ کے پاس آنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔''

◆◆◆

باقاعدہ بیعت اور روحانی منازل

جب آپؒ نے سکول جانا چھوڑ دیا تو آپؒ کا وقت اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس بیٹھنے' بھگوٹی والے پیر صاحب کے ہاں حاضری دینے اور مست ملنگ لوگوں سے باتیں کرنے میں گزرنے لگا لیکن زیادہ تر آپؒ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ پانی پتی سرکار کے مزار پرانوار پر حاضر رہتے۔ جہاں آپؒ کو سب سے زیادہ دلی سکون ملتا۔ کبھی کبھار پانی پت سے باہر بھی تشریف لے جاتے اور دیگر بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضری دیتے۔ ایک دفعہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتیؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ وہاں نقشبندی قادری سلسلے کے وہی عظیم بزرگ حضرت پیر فیض محمد خان صاحبؒ موجود تھے جنھیں آپ بچپن میں دودھ پہنچایا کرتے تھے۔ ان کی نگاہ مزار شریف میں حاضر اس لڑکے پر پڑی جس کے بال بکھرے ہوئے' قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز حضرت محبوب الٰہیؒ کے حضور آنکھیں بند کیے' سر جھکائے کھڑا تھا۔ حضرت پیر فیض محمد خان صاحبؒ کی نظرِ کرامت نما' نے اس مادرزاد ولیِ کامل اور اپنے وقت کے عظیم قلندر کو پہچان لیا کہ یہ تو پانی پت کا ہے اور مجھے دودھ دیا کرتا تھا۔ یہ بھی یاد آ گیا کہ اس لڑکے کا نام عام لوگوں نے ''جھلا'' اور خود انھوں (حاجی خان فیض) نے ''بگڑوا'' رکھا تھا۔ وہ آگے بڑھے' اس لڑکے کو بازو سے پکڑا' اور لا کر اپنے پاس بٹھا لیا' پھر بڑی شفقت سے پوچھا' جھلے کیا کرتے ہو؟ حضرت میاں صاحبؒ چپ رہے۔ پھر پیر خان باباؒ نے پوچھا' تمہارے ماں باپ ہیں؟ حضرت میاں صاحبؒ کی آنکھیں اس سوال پر بھیگ گئیں۔ آپؒ اب بھی خاموش رہے پھر کچھ دیر کے بعد آپؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے مزار شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''میرا سب کچھ یہی ہیں۔'' اس جواب پر پیر خان صاحب بے حد خوش ہوئے' پھر آپ کا ہاتھ دباتے ہوئے دریافت فرمایا' بھئی! ''بگڑوے'' نوکری

Marfat.com

کرے گا؟ آپؒ نے فرمایا ''ہاں' کروں گا۔''

اس کے بعد حضرت پیر فیض محمد خان صاحبؒ نے آپ کو بیعت کیا' روحانی نوازشوں سے آپ کا دامن بھر دیا۔ آپ حضرت فیض محمد خان صاحبؒ سے ملاقات کے بعد پانی پت واپس آئے تو آپ کی دنیا ہی بدل چکی تھی' آپ نہ صرف خاموش رہنے لگے بلکہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ اس کیفیت میں کئی دن گزر گئے تو آپؒ کے والد ماجد مولوی عبدالمجید کو سونی پت سے بلا کر بتایا گیا۔ آپ کے والد نے پوچھا کہ کسی کے مرید تو نہیں ہو گئے' میاں حضورؒ نے فرمایا ''ہاں''...... پوچھا آپ کے پیر کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا آج کل رائے سینا دہلی میں ہیں۔ وہ آپ کو لے کر آپ کے مرشد حضرت خان صاحبؒ کے پاس رائے سینا دہلی میں حاضر ہوئے' تو حاجی فیض صاحبؒ میاں صاحبؒ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرا ملنگ آ گیا ہے۔ آپؒ کے والد نے اپنے خاص پانی پت کے لہجے میں پوچھا' جناب! یہ میرے بیٹے کو آپ نے کیا کر دیا؟ پیر صاحب نے مسکرا کر فرمایا' اسے کچھ نہیں ہوا' اس کا پیٹ تمام آلائشوں سے پاک ہو چکا ہے۔ اب اس میں صرف نور ہی نور بھر گیا ہے۔ اس پر آپ کے والد ماجد نے عرض کیا' سرکار یہ کھاتا پیتا نہیں اور گم سم رہنے لگا ہے' حکم فرمائیں کہ یہ کچھ کھایا پیا بھی کرے۔ یہ سن کر مرشدؒ نے میاں صاحبؒ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا جب پیٹ اللہ کے نور سے بھر جائے تو بھوک نہیں لگتی' تم فکر نہ کرنا' اسے کچھ نہیں ہوگا' پھر فرمایا اب یہ کھایا پیا بھی کرے گا۔ آپ نے مزید فرمایا ''یہ میرا ملنگ ہے' ابھی تو یہ جھلا لگتا ہے لیکن میرے اس جھلے کا اصل رنگ چالیس سال کی عمر میں دیکھنا۔''

اس کے بعد آپ کے والد آپ کو واپس پانی پت ان کے ماموؤں کے پاس لے آئے اور آپؒ نے کھانے پینے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپؒ نماز روزہ کے تو شروع ہی سے پابند تھے' اب دین کی طرف آپ کی توجہ اور زیادہ ہوگئی' نوافل کا سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا' وظائف کا سلسلہ بھی پھیل گیا۔ تلاوت قرآن سے بھی ایک خاص لگاؤ بڑھ گیا۔

◆◆◆

چلّہ کشی

عین نوجوانی کے عالم میں آپ نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے دربار کے ایک حجرہ میں چلہ کاٹا' اس چلّے کی

Marfat.com

تفصیل حافظ عبدالستار تارا سے معلوم ہوئی' ان کے بقول ''میاں حضورؒ رات دن مشغولِ وظائف و اوراد رہتے' کسی سے بھی نہ ملتے' کوئی بات نہ کرتے۔ حاجی عبدالسلام بھورا کے گھر سے کھانا آتا' کھانا پہنچانے والا ذرا سا دروازہ کھول کر باہر ہی سے ہاتھ بڑھا کر کھانا رکھ دیتا۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد گھر والے نیا کھانا لے کر آتے تو پہلا کھانا جوں کا توں دھرا ہوتا' وہ حیران اور پریشان ہو کر نیا کھانا رکھ کر پہلا کھانا واپس لے جاتا۔

جھنگ کے حاجی دین محمد عرف بابا چنّو نے بتایا کہ یہ کھانا عموماً حافظ عبدالستار یا میں لاتا۔ میاں حضورؒ نے یہ چلہ 1944ء میں کھینچا۔ یہ چلہ پیر احمدؒ کے مزار کے قریب حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ کے دربار کے ایک حجرے میں کھنچا گیا۔ وہاں کچھ کمبل باف (کمبل تیار کرنے والے) رہتے تھے۔ یہ بہرام پور کے گوجر تھے۔ یہ دستی کھڈیوں پر کمبل تیار کر کے گورنمنٹ کو سپلائی کیا کرتے تھے۔ عموماً غریب لوگ تھے یہ باجرے' جوار' مکئی' چنا اور گندم کو ملا کر روٹی بناتے تھے۔ بعض اوقات یہ کمبل باف میاں حضورؒ کو کھانا پیش کرتے جسے آپؒ قبول فرما لیتے اور کھا لیتے۔

اس چلّے میں میاں حضورؒ بعض اوقات چند ایک نوالے لیتے۔ ان چالیس دنوں میں آپ رفع حاجت کے لیے بھی حجرہ سے باہر نہیں آئے۔ بشری تقاضوں پر غالب آنے اور ایسا روحانی چلہ کرنے کا تصور ہی آدمی کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اس چلے میں حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی سرکارؒ نے میاں حضور کو اتنا نوازا کہ کوئی کمی نہ رہنے دی۔ آپؒ کے عزیزوں کو خوف تھا کہ کہیں میاں صاحبؒ اس سخت مجاہدے کے دوران میں وفات ہی نہ پا جائیں۔ آپؒ چالیس دنوں کے بعد بخیر و سلامتی حجرے سے باہر تشریف لائے' آپ پر نقاہت کے ذرا آثار نہیں تھے۔

◆◆◆

چلّہ کے بعد کی کیفیات اور معمولات

اس چلّہ کے بعد آپ اور بھی خاموش رہنے لگے' اب جذب کی کیفیت پہلے سے زیادہ غالب آنے لگی' اٹھنا بیٹھنا مجذوبوں کے ساتھ اور بھی زیادہ ہو گیا' بعض اوقات آپ بولتے تو آپ کے الفاظ کی عام آدمی کو سمجھ ہی نہ آتی۔ ایسے ہی وقت گزرتا رہا' اب آپ مکان و قیام کی پابندیوں سے آزاد ہو چکے تھے۔ والد ماجد کا سونی پت کا گھر تو بہت دور کی بات ہے' عبدالسلام بھورا (ماموں زاد) کے گھر بھی کبھی کبھار ہی جاتے۔ اب ان کا سب کچھ حضرت بوعلی شاہؒ کا آستانہ تھا۔ اس دور میں میاں حضورؒ عموماً صرف دھوتی پہنتے تھے' قمیض نہیں پہنتے تھے۔ اسی دھوتی میں نہا

Marfat.com

لیتے تھے۔ میاں حضورؒ بے حد کم کھانا کھاتے تھے' لیکن ان میں طاقت بہت زیادہ تھی۔ جسے بازو سے پکڑ لیتے وہ خود کو چھڑا نہ سکتا۔ جسے کلائی سے پکڑ لیتے' وہ بھی خود کو چھڑا نہ سکتا۔

◆◆◆

درگاہِ حضرت بُوعلی شاہؒ میں ہجومِ مجذوبانِ خدا

حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ کے دربار کے باہر گیٹ کے تھڑے پر اور اس کے آس پاس مست مجذوب لوگوں کا ہمیشہ ہجوم رہتا۔ میاں حضورؒ بھی انھی مستوں میں بیٹھنا پسند کرتے۔ ایک مست کا نام چاٹے شاہ تھا۔ ایک کا نام مجنوں تھا۔ ایک کھمبا بجایا کرتا تھا۔ ایک مست کا نام لالی تھا۔ ایک بندو تھا۔ ایک کا نام حنیف تھا جو نابینا تھا لیکن اس کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ وہ پاس کھڑے ہوئے شخص کو بتا دیتا تھا کہ تو فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے۔ ایک اور نابینا مست تھا جو گھڑی کے مطابق بالکل درست وقت بتایا کرتا تھا۔ انھی میں سے ایک مست مجذوب ایسا بھی تھا جسے پاخانہ' پیشاب کا بھی ہوش نہ رہتا۔ میاں حضورؒ اس کی صفائی ستھرائی کا بہت خیال رکھتے۔ پانی پت کے بچے اسے چھیڑتے تو میاں صاحبؒ انھیں منع کرتے اور فرماتے: ''چلو چلو' اللہ مارے گا۔''

◆◆◆

ہجرت سے پہلے روحانی گشت کی کیفیت

اس عالم میں آپ نے روحانی گشت شروع کیا' مختلف شہروں میں مختلف مزارات پر حاضری دینے لگے' خصوصاً حضرت باقی باللہؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت علی احمد صابرؒ کے مزارات پر بہت خشوع وخضوع سے حاضری دیتے۔ آپ نے کچھ عرصہ سلطان پور کنہاری میں بھی قیام کیا' اس حوالے سے محمد طالب لکھتے ہیں:

> ''دلکسرا اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر گاؤں سلطان پور کنہاری میں قیام کیا' وہاں گاؤں کی مسجد کے صحن میں آپ بیٹھے رہا کرتے تھے۔''

Marfat.com

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص5)

کچھ عرصہ بعد کلیر شریف میں عرس شروع ہوا تو آپ وہاں چلے گئے' پھر آپ پانی پت آ گئے' یہاں سنولی والی سرکارؒ بھی بسلسلہ چلہ تشریف فرماتے تھے' ان کے حضور بیٹھے رہتے۔ سنولی دریائے جمنا کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ سید ولایت علی شاہ اس جگہ سے تعلق رکھتے تھے۔

اکثر سائیں بھگوٹی والی سرکارؒ کے پاس بھی حاضری دیتے۔ پانی پت میں ایک اور بزرگ ہستی حافظ نور محمدؒ کی بھی تھی۔ بقول محمد طالب:

''پانی پت میں سکونت کے دوران آپؒ دوسرے بزرگوں کی صحبت میں جایا کرتے تھے' حافظ نور محمدؒ جو سائیں توکل شاہؒ کے مرید تھے اور پیر بھگوٹی والے ان کی صحبت (میاں حضورؒ نے) فرمائی۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص5)

آپؒ نے مزارِ مبارک حضرت سید رضی الدین المعروف باقی باللہؒ (971ھ تا 1012ھ) پر بھی حاضری دی۔ اس حاضری کے وقت آپؒ کی کیفیت یہ تھی کہ کھانا پینا چھوٹ چکا تھا۔ اسی دربار پر آپؒ کو کھانے پینے کا حکم ہوا۔ بقول طالب مرحوم:

آپؒ اپنے مرشد حضرت پیر فیض محمد خانؒ کے ہمراہ باقی باللہؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور وہاں دعا کی' جہاں سے انھیں ایک روٹی کھانے کی اجازت مل گئی۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص4)

یہ وہ عالم تھا جب میاں حضورؒ نے گھر بار کو خیر باد کہہ دیا تھا اور وہ آستانہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ ہی کے ہو کر رہ گئے تھے۔ جب جی چاہتا دوسرے بزرگوں کے مزارات پر بھی حاضری دیتے۔ میاں حضورؒ کے ماموں زاد حاجی عبدالسلام (جن کے گھر میں میاں حضورؒ کا قیام ہوا کرتا تھا' چونکہ انھیں دل سے ولی مانتے تھے اور ان کے روحانی معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کرتے تھے' انھوں نے بھی میاں صاحبؒ کی جذب و کیف کی حالت میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اب قلندر دنیاوی تعلق داریوں سے بہت آگے نکل گئے تھے۔ اب کل کائنات ان کا گھر تھا' لہٰذا وہ کسی ایک گھر تک محدود رہنے کے بجائے روحانی گشت کو اختیار کر چکے تھے۔

◆◆◆

Marfat.com

منابعِ فیوض

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پر اللہ کریم کا خصوصی کرم تھا۔ حضور پرنور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی رحمت، توجہ اور شفقت ہمیشہ میاں حضورؒ کے شاملِ حال رہتی۔ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا ؓ اور حضرت پیرپیراں، محبوبِ سبحانی، عبدالقادر جیلانیؒ کا فیض ان کی دستگیری کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی اللہ اور اس کے رسول پاکؐ کا ہو جاتا ہے تو جملہ اولیائے کرام بھی اس سے محبت کرتے ہیں، میاں حضورؒ کو بھی ان گنت اولیاء وصلحاء سے روحانی فیوض وآثار نصیب ہوئے، تاہم جن ہستیوں سے میاں حضورؒ نے زیادہ فیض اٹھایا ان میں درج ذیل خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

1۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی:

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی وہ عظیم ہستی ہیں جن کا فیض ہمارے مرشدِ گرامی پر سب سے زیادہ ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد پاک میں سے تھے۔ آپ چشتی سلسلے کے بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین عاشقِ خدا کے مرید وخلیفہ تھے۔ ایک وقت تھا جب پانی پت تو کجا قرب وجوار میں بھی آپ کے پائے کا عالمِ دین نہیں تھا۔ علوم ظاہری میں سندِ فضیلت رکھتے تھے، بارہ برس تک آپؒ نے وعظ ونصیحت سے کمالِ خطابت کے جوہر لٹائے۔ آپ کی مجالس میں ہجوم کا یہ حال ہوتا کہ گویا تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی، ایک دفعہ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ دروازے پر ایک فقیر نے باآوازِ بلند کہا:

> ''شرف الدین افسوس ہے کہ تو جس کام کے لیے خلق کیا گیا تھا، اسے بالکل فراموش کیے ہوئے ہے۔
> کب تک ''قال'' میں مصروف رہے گا۔''

(شاہ مراد سہروردی، سیر الاخیار المعروف بہ تذکرہ ہفتاد اولیاء'' فیصل آباد، سنی دارالاشاعت، س ن ص 340)

ان الفاظ کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کتب دریا برد کر کے مجاہدہ وریاضت میں منہمک ہو گئے۔ بارہ برس تک دریا میں بے حس وحرکت جذب واستغراق کے عالم میں کھڑے رہے۔ اس حالت میں مچھلیاں آپ کی پنڈلیوں کا گوشت کھا گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح مبارک نے انھیں دریا سے نکالا اور دینی ودنیوی فیوض وبرکات

Marfat.com

سے مالا مال کیا۔ اسی دن سے بوعلی کہلانے لگے۔ آپ کو کچھ لوگ قلندر کہتے تھے' آپ کے رعب کا یہ عالم تھا کہ شہنشاہ ہند جلال الدین خلجی بھی آپ کے رعب سے کانپتا تھا' جس کا ذکر علامہ اقبالؒ نے اسرارِ خودی میں بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ آپؒ پر عموماً جذب واستغراق کی کیفیت طاری رہتی۔ آپ کو شیخ جلال الدین پانی پتیؒ سے خصوصی محبت تھی۔ ایک دفعہ ان سے ملنے ان کے کھیتوں میں گئے' حضرت جلال الدینؒ نے اپنے دامن میں غلہ بھر کر آپ کو پیش کیا' حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے پوچھا یہ کس لیے ہے؟ عرض کیا' آپ کے گھوڑے کے واسطے دانہ ہے۔ بوعلی شاہؒ نے فرمایا' گھوڑے سے پوچھو۔ اُنھوں نے گھوڑے سے پوچھا دانہ کھاؤ گے تو گھوڑا باذن الٰہی بول اٹھا! میرا پیٹ بھرا ہے۔ حضرت مخدوم مجھ کو دانہ کھلا کر مجھ پر سوار ہوئے تھے۔ حضرت بوعلی شاہ نے فرمایا یہ غلہ میں نے تجھ کو بخشا' اس کے ہر دانہ کے برابر تجھ کو اولا دو امجاد نصیب ہو' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کا کلام معرفت کا خزانہ ہے' امیر خسرو کو آپ کے ہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ شیر آپ کی زیارت کو آتے اور بلیوں کی طرح آپ کے سامنے کھیلتے۔ روایت ہے کہ کبھی آپ خود بھی شیر کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔

(شارب' ڈاکٹر ظہور الحسن' جدید تذکرہ اولیائے پاک و ہند' لاہور' حامد اینڈ کمپنی' 1965ء' ص113)

آپؒ 602ھ پانی پت کے ایک بزرگ سالار فخر الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ پیدائش کے فوراً بعد آپ نے مسلسل رونا شروع کر دیا' نہ والدہ کا دودھ پیا اور نہ آنکھیں کھولیں۔ ماں باپ کا ہر جتن بے سود رہا۔ دوسرے دن ایک درویش بزرگ چرم پوش اُن کے گھر کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ سالار فخر الدین سے فرمایا کہ بچہ لاؤ۔ اُنھوں نے مسلسل روتے ہوئے بچے کو ہاتھوں میں لیا اور کہا

''قلندر! آپ دنیا میں آ گئے ہیں' اس لیے آنکھیں کھول دیں اور رونا بند کر دیں۔''

پھر درویش نے بچے کے کان میں ایک آیتِ قرآنی پڑھی جسے سنتے ہی اُس بچے نے رونا بند کر دیا' آنکھیں بھی کھول دیں اور اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پینا بھی شروع کر دیا۔ چرم پوش درویش نے کہا یہ بچہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم روح ہے' لہٰذا اس کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ اسی چرم پوش بزرگ نے اس بچے کا نام شرف الدین رکھا' جسے دنیا بوعلی شاہ قلندرؒ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی خیال رکھا۔ آپ نے دینی علوم کی اکثر شاخوں پر دسترس حاصل کر لی۔ آپ فارسی میں زبردست عارفانہ اشعار بھی کہنے لگے۔ آپ پانی پت سے دہلی تشریف لے آئے اور قطب مینار کے نزدیک مسجد قوۃ الاسلام میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دارالافتاء کے سربراہ بھی بنے۔ آپ کے وعظ ونصیحت کا چرچا جگہ جگہ پھیل گیا۔ ایک دن مسجد قوۃ الاسلام

Marfat.com

میں مصروفِ وعظ و تبلیغ تھے کہ ایک درویش نے آپ سے کہا:

''شرف الدین جس مقصد کے لیے تو پیدا کیا گیا تھا' وہ تو تو نے بھلا ہی دیا۔''

یہ سُننا تھا کہ آپ پر جذب و مستی کی حالت طاری ہوگئی اور آپ نے مسافرت کی راہ اختیار کی۔ ایسے ہی سفروں میں آپؒ کی مولانا جلال الدین رومیؒ اور حضرت شمس تبریزیؒ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے طویل عمر پائی اور جلال الدین خلجی' علاؤ الدین خلجی' غیاث الدین تغلق' فیروز تغلق اور محمد تغلق کا زمانہ پایا۔ آپ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی بارگاہ میں بھی حاضری دی۔ امیر خسروؒ آپ سے ملنے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کی کاوشوں سے پانی پت کے اکثر راجپوتوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اُس دور میں سارے پانی پت میں تقریباً تین سو کے لگ بھگ ہندو رہ گئے تھے باقی سب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب آپ پر جذب و مستی کی کیفیات حد سے بڑھ گئیں تو زبان پر یہ فقرہ بار بار آتا'

''بے عیب ذات اللہ کی' اللہ بس' باقی ہوس۔''

9 رمضان المبارک 724ھ کو آپ نے کرنال میں وفات پائی۔ لیکن آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو پانی پت میں دفن کی گیا۔ علاؤ الدین خلجی کے بیٹوں شادی خان اور خضر خان نے آپ کا مزار تعمیر کرایا۔ (یہ معلومات سیارہ ڈائجسٹ' لاہور کے خصوصی شمارہ اولیاء کرام نمبر جلد دوم' دسمبر 1986ع سے لی گئی ہیں۔)

آپ نے تیس برس تک بڑے سخت مجاہدے کئے' آپ پر جذب و استغراق کا غلبہ ہر وقت رہتا تھا لیکن اس قلندرانہ روش کے باوجود آپ شریعت کا بہت احترام کرتے۔ آپ 9 رمضان 724ھ (1324ع) کو واصل بحق ہوئے' آپ کا مزار پر انوار پانی پت میں مرجع خواص و عوام ہے۔ عشقِ الٰہی (مجموعۂ مکاتیب)' کلامِ قلندر اور مثنوی بو علی شاہ قلندر' آپؒ کی مشہور تصانیف ہیں۔

ہمارے مرشدِ گرامی حضرت میاں عبدالرشیدؒ پر حضرت قلندر بو علی شاہؒ کی خصوصی نظرِ شفقت تھی۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی فیض محمدؒ کے بقول حضرت بو علی شاہ قلندر صاحبؒ نے اسے مجھ سے مانگ لیا ہے۔ میاں حضورؒ عمر بھر بو علی شاہ قلندرؒ کا خصوصی احترام کرتے رہے' ان کی تربیت کی تمام منازل بو علی شاہؒ کی درگاہ ہی میں طے ہوئیں۔ اپنی شہادت سے دو دن قبل آپ نے گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری سے فرمایا کہ: ''پانی پت سے قلندر صاحبؒ نے میرے لیے چار بسیں بھیجی ہیں' میں جس میں چاہوں سوار ہو جاؤں۔ جب میں پانی پت پہنچوں گا تو لوگوں میں رقعہ پڑ جائے (شہرہ ہو جائے) گا کہ جھلا آ گیا' جھلا آ گیا۔''

Marfat.com

2۔ حضرت حاجی خان فیض محمدؒ:

میاں حضورؒ کی ظاہری بیعت حاجی خان فیض محمدؒ کے دست حق پرست پر ہوئی۔ حاجی خان فیض محمدؒ سمرقند بخارا کی طرف سے وارد ہندوستان ہوئے تھے۔ وہ دہلی میں حضرت باقی باللہؒ کے مزار (جو حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ کے قریب ہی ہے) پر حاضری دیتے تھے۔ پانی پت میں آپ نے مزار بوعلی شاہؒ پر 18 سال تک چلہ کاٹا تھا۔

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص3)

وہ جب بھی پانی پت میں آتے حضرت بوعلی قلندر پاک کے مزار شریف کے حجروں میں قیام کرتے' یہیں ان کی ملاقات میاں حضورؒ سے ہوئی اور انھوں نے اس گوہر نایاب کو شناخت کر لیا اور میاں صاحب کی روحانی تربیت شروع کی۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے ملنگ رشید کو قلندر پاک نے مجھ سے مانگ لیا ہے۔

حضرت حاجی فیض محمد خانؒ جو حضرت پیر سائیں سید توکل شاہؒ کے سلسلہ میں بیعت رکھتے تھے' یوں ان کا روحانی سلسلہ نقشبندیہ' توکلیہ ہے' اور بوعلی شاہ قلندر پاکؒ کے براہ راست فیض سے قلندری قادری بھی۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ میں ختم شریف پر شجرہ مبارکہ نقشبندیہ باقاعدہ پڑھا جاتا ہے۔ حضرت حاجی فیض محمدؒ پاکستان بننے کے بعد فوجی کانوائے میں پاکستان تشریف لائے۔ ان کے ایک مرید فوج میں کرنل تھے' وہ انھیں لائے۔ آپ نے سرگودھا بلاک نمبر 18 میں قیام کیا' یہاں 1955ء تک رہے' پھر جہلم تشریف لے گئے۔ جہلم میں اکیلے رہتے تھے' خود پکاتے' خود کھاتے تھے۔ جہلم میں تقریباً ایک سال قیام کے بعد سب برتن وغیرہ عقیدت مندوں میں تقسیم کر دیے۔ تایا ظفر نے عرض کیا' حضور یہ کیا کہ آپ نے سارا سامان ہی لٹا دیا ہے؟ فرمایا ''بندۂ بشر ہے' شاید ملیں کہ نہ ملیں۔ جہلم سے سوات تشریف لے گئے جہاں 1956ء میں واصل بحق ہوئے۔

واضح رہے کہ میاں حضورؒ اپنے مرشدِ پاک کی قبرِ مبارک پر ظاہری زندگی میں ظاہراً کبھی حاضر نہ ہوئے' نہ کبھی آپ کے کسی عقیدت مند نے وہاں حاضری دی تھی' لیکن میاں صاحبؒ باطنی طور پر خوب جانتے تھے کہ ان کے مرشدِ گرامی کی قبر مبارک کہاں ہے۔ 1978ء میں میاں حضورؒ نے محبوب علی نادر کو حکم دیا کہ حضور جی (حاجی فیض محمد خانؒ کو میاں صاحبؒ ہمیشہ حضور جی کہا کرتے تھے) کی قبر پر فاتحہ اور دعا کیلئے جاؤ۔ آپ نے فرمایا ''سوات چلا جا' ایک دریا آئے گا۔ جدھر سے پانی آ رہا ہو' اُدھر کو جائیو۔ آگے قبرستان ہوگا۔ اُن کی قبر مبارک کا تعویذ سبز رنگ کا ہے اور قبر کی لوح کے داہنے کندھے پر حضور جی لکھا ہوا ہے۔'' محبوب علی نادر کا کہنا ہے کہ انھیں کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ میاں حضورؒ کے ارشاد پر چل پڑے' اور سوات کے شہر مینگورہ میں پہنچے۔ وہاں سے رکشے والے کو کہا کہ دریا پر لے چلو' دریا پر جا کر جدھر سے

Marfat.com

پانی آ رہا ہے اسی طرف لے چلو رکشے والا چل پڑا۔ آگے جا کر ایک پل آیا۔ پل کے دوسری جانب جا کر رکشے سے اُتر گئے' یہاں ایک گاؤں کانجو نامی ہے' یہاں پانی کا جوہڑ نہ ملا' ایک میڈیکل سٹور والے نے بتایا کہ ایک کرنل صاحب کراچی سے آ کر ہر سال دیگیں پکاتے ہیں' اُسی نے جوہڑ کی نشاندہی کی وہاں پریشان کھڑا تھا کیونکہ بتانے والا کوئی نہیں تھا۔ اچانک ایک مست مجذوبہ مائی ظاہر ہوئی۔ اس نے محبوب علی نادر کا بازو پکڑا' اور کہا آؤ آؤ' تم حضور جی کی قبر پر جانا چاہتے ہو' نا؟ میں تمہیں لے چلتی ہوں۔ وہ جدھر سے پانی آ رہا تھا ادھر کو چل پڑی۔ کچھ آگے جا کے قبرستان تھا' جس میں حضرت حاجی خان فیض محمدؒ کی قبر مبارک تھی۔ واقعی قبر کا تعویذ سبز رنگ کا تھا اور لوحِ مزار کے دائیں طرف لوہے کی کیل وغیرہ کسی شے سے لفظ ''حضور جی'' لکھا ہوا تھا۔ بعد میں لاہور کے خالد مراد سمیت ہمارے کئی پیر بھائیوں کو حاجی صاحب کی قبر اطہر کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

مندرجہ بالا شواہد سے ظاہر ہے کہ میاں حضورؒ کی روحانی منازل میں آپؒ کے پیرو مرشد حضرت حاجی فیض محمد خانؒ کی توجہات اور تربیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ روحانی فیوض سے نوازنے والے بزرگوں کی فہرست بھی بہت طویل ہے لیکن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ (جن کے متعلق آپؒ نے فرمایا کہ میرا سب کچھ یہی ہیں)' حضرت خواجہ باقی باللہ'' حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر سرکارؒ کلیر شریف' حضرت شمس الدین ترکؒ (شمس الارض) حضرت سائیں ولایت علی شاہؒ (سنولی والی سرکار) اور سائیں بھگوٹی والی سرکارؒ کے آثار و فیوض کا ذکر نا گزیر ہے۔ اولیائے کرام میں جس ہستی نے میاں حضورؒ کو اپنی محبت اور عطا و شفقت کے لیے سب سے زیادہ چنا' وہ حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سرکارؒ ہیں۔

3۔ حضرت سائیں بھگوٹی والی سرکار شہیدؒ:

پانی پت میں مزار حضرت بوعلی قلندرؒ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جسے ''بھگوٹی'' کہا جاتا تھا۔ یہ جگہ خان عبدالرحمن (حویلی والے) کی زمین تھی۔ اسی زمین کے معاوضے میں حکومتِ پاکستان نے بابو شفیق احمد خاں (جن کے جد امجد خان عبدالرحمن تھے) کو موضع چبہ (فیصل آباد) چک نمبر 69 / ج ب میں 40 کنال 3 مرلے جگہ دی تھی)۔ بھگوٹی میں ایک مسجد' کنواں اور حجرہ تھا۔ کنواں (چاہ) کی نسبت سے اس جگہ کو' چاہ بھگوٹی'' کہا جاتا تھا۔ یہاں پر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی نے چلّہ کاٹا تھا۔ اسی جگہ درختوں کے جھرمٹ میں ایک مست مجذوب بزرگ بھی رہا کرتے تھے' جنہیں لوگ پیر بھگوٹی والے کے نام سے مانتے تھے' جو علاقے بھر میں مرجع عقیدت تھے۔ یہ قلندر بزرگ تھے' ان پر اکثر جذب کا غلبہ رہتا۔ حضور میاں صاحبؒ بھی اکثر یہاں حاضری دیتے۔

Marfat.com

میاں حضورؒ کے ماموں زاد بھائی میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا بھی ''بھگوٹی والی سرکار'' کے عقیدت مند تھے۔ وہ انھیں کھانا اور دودھ وغیرہ بھجوایا کرتے' کبھی کبھار میاں حضور بھی ساتھ ہوتے اور کبھی میاں حضور خود اکیلے کھانا پہنچانے چلے جاتے' ان کی بے شمار کرامتیں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بھگوٹی والی سرکار دھوپ ہو یا چھاؤں' بارش ہو یا آندھی اپنے مسکن کو نہیں چھوڑتے تھے۔ ایک دفعہ بہت بارش ہوئی' کچھ لوگ بارش کے بعد انھیں ملنے آئے' ان میں میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا بھی تھے' وہ کہتے ہیں کہ ہم سب کو سخت بھوک لگی تھی اور ہم سائیں جی کیلیے کوئی کھانا وغیرہ بھی نہیں لا سکے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا ''سرکار! سخت بھوک لگی ہے' کھانا کھلا دیں تو مزا آ جائے۔'' سائیں جی نے نظریں اٹھا کر دیکھا' قریب ایک ہنڈیا پڑی تھی جس میں بجھے ہوئے کوئلے بارش کے پانی میں تربتر دکھائی دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا' بتاؤ کیا کھاؤ گے؟ اس نے کہا سرکار پلاؤ کھانے کو جی چاہتا ہے۔ بھگوٹی والی سرکارؒ نے ڈوئی ہنڈیا سے نکالی اور گرم گرم پلاؤ پلیٹ میں ڈالنے لگے' اس میں مرغ کی بوٹیاں بھی تھیں' پھر دوسرے آدمی سے پوچھا' تم کیا کھاؤ گے؟ اس نے عرض کیا حضور میٹھا زردہ کھانا چاہتا ہوں۔ اپنے ڈوئی پھر اسی ہنڈیا میں ڈالی اور زردہ سے پلیٹ بھر دی۔ پھر حاجی بھورا سے پوچھا' انھوں نے کہا سرکار کھیر کھانے کو جی چاہتا ہے۔ بھگوٹی والی سرکارؒ نے اسی ہنڈیا سے ٹھنڈی یخ' بے حد لذیذ کھیر نکال کر پلیٹ بھر دی۔ اسی طرح دس بارہ آدمیوں کی مختلف فرمائشوں پر مختلف' تازہ' لذیذ کھانے اسی ایک ہنڈیا سے نکال نکال کر مختلف پلیٹوں میں ڈال ڈال کر سب کو پیش کر دیے۔

میاں عبدالسلام عرف حاجی بھورا میاں حضورؒ کے حقیقی ماموں زاد تھے' انھیں پانی پت میں میاں حضورؒ کی کفالت کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی' وہ کہتے ہیں کہ میں بھگوٹی والی سرکارؒ کا عقیدت مند تھا اور انھیں دودھ' کھانا وغیرہ ان کی جھونپڑی (جو پانی پت سے تین میل دور تھی) میں پہنچایا کرتا تھا ایک بار میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کھانا لے کر بھگوٹی جانے لگا تو میاں حضورؒ نے فرمایا' بھائی ایک ڈنڈا ساتھ لے جاؤ' ہم نے سوچا ایک فقیر قلندر کے پاس جانا ہے' ڈنڈے کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا ہم آگے بڑھنے لگے تو میاں حضورؒ آگے آ کر کھڑے ہو گئے اور غصہ سے فرمانے لگے' ڈنڈا لے لو' ڈنڈا لے لو' نہیں تو مارے جاؤ گے۔ خیر ہم نے میاں صاحبؒ کا اصرار دیکھ کر ایک موٹا سا ڈنڈا پکڑ لیا' جب ہم آدھے راستہ میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک موٹا اور لمبا پھنیر سانپ اچانک ہماری راہ میں آ گیا اور اپنا پھن پھیلا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ سب کے اوسان خطا ہو گئے' میرے ہاتھ میں جو ڈنڈا تھا' میں نے سانپ کے سر پر دے مارا' ڈنڈا سانپ کے سر پر لگا اور وہ گر کر تڑپنے لگا' میں نے اور ڈنڈے مار کر اسے مار دیا اور خدا کا شکر کیا کہ ہماری جان بچ گئی۔ جب ہم بھگوٹی والی سرکارؒ کے پاس پہنچے تو وہ جیسے بڑی بے چینی سے ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے'

Marfat.com

ہمیں دور ہی سے دیکھ کر پکارے' خدا کا شکر ہے میرے جھلّے نے تمہیں آج اللہ سے نئی زندگی لے دی۔ تمھیں ڈنڈے کا کہہ دیا' ورنہ آج یقینی موت تھی۔ یہ میاں صاحب کی کرامت گھر آ کر بتائی تو سب خدا کا شکر ادا کرنے لگے جب یہ واقعہ ہوا میاں صاحب کی عمر 17' یا 18 برس ہوگی۔

(انٹرویو حاجی عبدالسلام عرف حاجی بھورا جہلمی' 27/اگست 1994ء)

ہمارے مرشدِ گرامی' حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ بھگوٹی والی سرکارؒ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے' ان سے روحانی تعلق کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا۔ میاں حضورؒ کے بعض عزیزوں کا خیال ہے کہ میاں صاحب کے جذب اور قلندری سلسلے میں پیر بگھوٹی والے کی توجہ اور فیض بھی شامل ہے۔ 1947ء کے ہنگاموں میں ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے خلاف یلغار کی ہوئی تھی' ہر شخص جان بچانے کے لیے بھاگ رہا تھا لیکن بھگوٹی والی سرکارؒ نے اپنی جگہ نہ چھوڑی اور کامل اطمینان دل کے ساتھ اپنی جھونپڑی میں فروکش رہے۔ افسوس کہ ہندو' سکھ بلوائیوں نے بھگوٹی والی سرکار کو شہید کر دیا' میاں حضورؒ کے بعض خاص عقیدت مند یہ بھی سمجھتے ہیں کہ میاں صاحبؒ کی شہادت دراصل بھگوٹی والے پیر سائیں کے کامل تتبّع کے پسِ منظر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ میاں حضورؒ کی روحانی تربیت میں بھگوٹی والی سرکارؒ کے فیوض اور ان کی خصوصی توجہات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میاں حضورؒ اُن کا ذکر بڑے احترام سے کیا کرتے۔

4۔ حضرت سائیں پیر ولایت علی شاہؒ (المعروف سنولی والی سرکار):

نام مبارک نور احمد ولد بہادر علی انصاری تھا' آپ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے موضع سنولی میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند سے پہلے آپ روحانی منازل طے کرنے کے سلسلے میں پانی پت بھی تشریف لایا کرتے۔ پانی پت کے لوگ انھیں ''سنولی والی سرکار'' کے نام سے یاد کرتے۔ تب میاں حضورؒ بھی ان کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن سے اُن کی روحانی نسبت تھی۔ محمد طالب نے اپنے اوراق میں ان کے متعلق کچھ تفصیل دی ہے:

> ''آپؒ حضرت پیر لانگری شریف کے لنگر خانہ پر مامور رہے' پھر اجمیر شریف میں خواجہ غلام ترک کے پاس قیام کیا' وہاں سے کرنال چلے آئے۔ دس برس سنولی کی ندی کے اندر رہے' دھڑ (کا گوشت) مچھلیاں کھا گئیں' پھر پانی پت میں قیام کیا۔ پانی پت تحصیل کے پاس باغیچی میں رہتے تھے۔ پھر کرنال میں میراں صاحبؒ کے مزار پر قیام فرمایا۔ 1935ع میں کمپنی باغ شاہی کنویں پر آپ کا قیام تھا' اس کے بعد جامع مسجد دہلی کے پاس اقامت پذیر رہے۔ آپ نے سلطان جیؒ کی باولی

Marfat.com

(کنواں) اور حجرہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ (محبوب الٰہی) کو بھی قیام گاہ بنایا۔ محمد اسماعیل SDO آپ کو یکم جنوری 1946ء میں کراچی لائے' 1947ء میں آپ نے ملیر میں کنواں کھدوایا اور اپنے قیام کی جگہ کا انتخاب کیا' آپ نے متعدد حج کئے' آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ 111 برس کی عمر میں 28 فروری 1957ء بروز جمعرات آپ واصل بالحق ہوئے۔ آپ کا مزارِ پُرانوار' ملیر' کراچی میں مرجع خواص وعوام ہے۔''

(محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 9 تا 11)

ہمارے مرشدِ گرامی حضرت میاں عبدالرشید شہیدؒ کا آنا جانا حضرت سائیں ولایت علی شاہؒ کے حضور اس وقت شروع ہوا جب سائیں جیؒ پانی پت میں قیام پذیر تھے اور لوگ انھیں سنولی والی سرکارؒ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ تب میاں صاحبؒ پر جذب کا غلبہ تھا اور حضرت سائیں ولایتؒ ان پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ میاں صاحبؒ پاکستان بننے کے بعد سائیں جیؒ سے ملنے کراچی جاتے رہے' ان کے وصال کے بعد بھی میاں صاحب گاہے ماہے ان کے مزار پر ملیر میں حاضری دیتے' وہاں جا کر آپ درختوں کے پتے چنتے اور دربار کی صفائی کا خاص خیال رکھتے۔ اکثر اوقات میاں صاحب کے کچھ عقیدت مند بھی ان کے ساتھ ہوتے' کئی کئی دن قیام کرتے۔ پیر سائیں ولایت علی شاہؒ عموماً کالا چغہ زیب تن فرماتے' آپ قادری سلسلے کے بزرگ تھے۔

جس عظیم ہستی نے اپنی رحمتوں' برکتوں اور شفقتوں سے میاں حضورؒ کو سب سے زیادہ نوازا وہ محبوبِ ذاتِ کبریا' شافعِ روزِ جزا حضرت محمدِ مصطفیٰ' احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ میاں حضورؒ ساری عمر خود کو دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے رہے۔

◆◆◆

پانی پت میں عمومی مصروفیات

یہ لکھا جا چکا ہے کہ آپؒ جب جذب وکیف کی دنیا کے ہوگئے تو آپؒ نے گھر بار چھوڑ دیا۔ اکثر بُوعلی شاہ قلندرؒ کے دربار کے مستوں میں بیٹھے رہتے۔ نماز روزہ کی ان دنوں بھی کسی حال میں کبھی قضا نہ ہوئی۔ کبھی کبھار اپنے ماموں کے

Marfat.com

بیٹے حاجی عبدالسلام بھورا کے گھر کا چکر لگا لیتے۔ طبیعت چاہتی تو کبھی کسی دوسرے رشتہ دار کے ہاں بھی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے لیکن اب ان کا سب کچھ قلندر پاکؒ ہی تھے۔ شیخ عبدالجبار شہزادہ نے بتایا کہ انھیں ان کے حقیقی چچا عبدالعزیز ولد حافظ اللہ بندہ (جو پانی پت کے ریلوے اسٹیشن پر قیمے کی گرم ٹکیاں بیچا کرتے تھے) نے بتایا کہ ان دنوں پانی پت والے میاں حضورؒ کو جھلا پیر کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپؒ صرف نام اور عرف ہی کے جھلے تھے لیکن آپؒ کی عادات و حرکات بالکل مردِ فرزانہ جیسی ہوتیں۔ کبھی کبھار میاں حضورؒ عبدالجبار کے چچا عبدالعزیز کے پاس ریلوے اسٹیشن پہنچ جاتے اور اسے فرماتے: ''لا بے! مجھے تیری پیاز کاٹ دوں۔''

آپ پانچ پانچ سیر پیاز آناً فاناً کاٹ دیتے جب کہ آپؒ کی آنکھوں میں پانی کا قطرہ تک نہ آتا تھا۔

کبھی آپؒ پانی پت کے ریلوے اسٹیشن پر آ کر کسی قلی کی طرح مسافروں کا سامان بھی ڈھونے لگتے۔ کمزور اور بوڑھی خواتین کا سامان لپک کر اٹھاتے اور اسٹیشن سے باہر کی طرف دوڑ پڑتے۔ وہ مائی چیختی چلاتی کہ ایک مستانہ سا آدمی اس کی گٹھڑی لے کر چلا گیا ہے۔ اسٹیشن کے لوگ بتاتے کہ مائی جی! آپؒ ذرا فکر نہ کریں، آپؒ اپنے گھر پہنچ جائیں آپ کا سامان آپ کے جانے سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ وہ دہائی دیتی کہ وہ کون آدمی تھا؟ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اسے تو میرے گھر کے پتے کا بھی علم نہیں۔ اب میرے سامان کا کیا بنے گا؟ لوگ بتاتے کہ وہ پیر جھلا ہے۔ انھیں سب کے گھروں کا سب پتہ ہے۔ آپ بس جائیں۔ اگر آپ کا سامان گھر نہ پہنچا ہو تو ہم سے واپس آ کر وصول کر لیں۔ جب وہ بڑھیا مسافر خاتون گھر پہنچتی تو دیکھتی کہ اس کے جانے سے پہلے ہی میاں حضورؒ اس کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور انھوں نے اس کا سامان اٹھایا ہوا ہے۔ وہ اس خاتون سے فرماتے: ''لے بوبو! اپنا سامان پکڑ، بہت شک نہیں کیا کراں۔'' اور خود کوئی معاوضہ لیے بغیر دوسری سمت کو چل پڑتے۔ اکثر کمزوروں، بیماروں اور ضعیفوں کی آپؒ ایسے ہی مدد فرمایا کرتے۔ اہل خبر سے مخفی نہیں کہ یہ دراصل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کا فیض ہے جس نے میاں حضورؒ کے ریشے ریشے کو سیراب کر دیا ہے۔

آپؒ سب کی خدمت بغیر کسی معاوضے کے کرتے لیکن بعض اوقات کوئی خوش ہو کر آپؒ کو کچھ پیسے دیتا تو آپؒ اپنی چادر کی ڈب (جسے پانی پت کے لوگ اَنٹی کہتے) میں اُڑس لیتے۔ کبھی کبھی محلے کے بچے اکٹھے ہو کر آپؒ کے پاس آ جاتے اور جھلا پیر جھلا پیر کے نعرے لگانے لگتے۔ آپؒ اپنی اَنٹی سے دھیلے، دمڑیاں، اکنیاں اور چونیاں وغیرہ وغیرہ نکال نکال کر بچوں کو دیتے۔ یوں سب بچے خوش ہو جاتے۔ لڑکے بالے آپؒ کو گھیر لیتے اور پوچھتے جھلے بتائیں امتحان میں فیل ہوں کہ پاس؟ جسے آپؒ پاس فرما دیتے وہ پاس ہی نکلتا اور جسے فیل کہہ دیتے وہ فیل ہی نکلتا۔

پانی پت کے ریلوے اسٹیشن پر شیخ عبدالجبار کے چچا بزرگ حافظ عبدالرحمان منا کا سٹال تھا۔ وہ سموسے بنا کر

Marfat.com

بیچا کرتے تھے۔ پکوڑوں اور نان ٹکی کا ٹھیکہ بھی انھی کے پاس تھا۔ کبھی کبھار میاں حضورؒ ان کے سٹال پر بھی تشریف لے آتے۔ تقسیم وطن کے بعد عبدالرحمان مُنّا نے لاہور ریلوے اسٹیشن کے سامنے' لاہور ہوٹل کے قریب چائے کی چھوٹی سی دکان بنالی۔ میاں حضورؒ اچانک ایک دن وہاں تشریف لائے اور فرمایا: ''مُنّے چل! پانی پت کا ٹھیکہ لے آویں۔ ''عبدالرحمان نے عرض کیا حضورؒ ''مجھ اکیلے سے مشکل ہے' یہ ٹھیکہ بہت بھاری ہے۔'' میاں حضورؒ نے فرمایا: ''ابے چل! دونوں لے آویں۔ تو درخواست لکھ دے۔'' چنانچہ ریلوے ہیڈ کوارٹر کے کمرشل ڈیپارٹمنٹ میں درخواست دے دی گئی۔ جس پر انھیں سانگلہ ہل ریلوے اسٹیشن پر سموسوں پکوڑوں چائے وغیرہ کا ٹھیکہ مل گیا' جو میاں صاحبؒ کی برکت سے آج تک اسی خاندان کے پاس ہے۔ میاں حضورؒ نے پاکستان آکر بھی پانی پت کے باسیوں کی مدد جاری رکھی۔

اگرچہ پانی پت کے چھوٹے بڑے تمام لوگ میاں حضورؒ کو جھلاّ پیر کہتے لیکن راقم الحروف کا کہنا ہے کہ وہ اگر جھلّے تھے بھی تو صرف اور صرف آقائے دو عالم' رسولِ اکرم' نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ میاں حضورؒ خود اپنی ظاہری زندگی میں اپنے آپؒ کو دیوانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے۔ باقی سب جہان کے لیے وہ زبردست مردِ فرزانہ تھے' بے حد و کنار فکری ترفّع' بے انتہا بصیرت اور بے پایاں طریق عمل رکھنے والے بزرگ نے پانی پت میں خود کو جھلاّ پیر کے پردے میں چھپا رکھا تھا۔

◆◆◆

ہجرت اور پاکستان آمد

محمد طالب رقم طراز ہیں:

''تقسیم ہند کے وقت آپؒ کے والد بزرگوار اور تایا صاحب دوسرے اعزّہ و اقارب کے ساتھ پاکستان تشریف لے آئے اور چنیوٹ ضلع جھنگ میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت آپؒ (میاں صاحبؒ) پاکستان تشریف نہیں لائے تھے۔''

(محمد طالب اوراقِ طالبی' قلمی' ص6)

Marfat.com

بظاہر یہ سوال چبھتا ہوا ہے کہ آپ کے والدِ ماجد یا آپ کے ماموں زاد (جہاں میاں حضورؒ رہتے تھے) یا آپؒ کے دوسرے اعزّ و اقارب پاکستان آتے ہوئے میاں حضورؒ کو اپنے ساتھ کیوں نہ لائے؟ اور انھیں مزار حضرت بوعلی شاہؒ کے مجذوبوں کے جھرمٹ میں بیٹھے رہنے کیلئے کیوں چھوڑ دیا؟ اس کا حقیقی جواب یہی ہے کہ کس کی جرأت تھی کہ وہ میاں حضورؒ کو مجبور کر کے پاکستان لاسکتا؟ جبکہ آپؒ کا سب کچھ تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ تھے۔ یقیناً اس وقت قلندر پاکؒ سے سفر کی اجازت نہیں ملی ہوگی پھر بعد میں جب اجازت ملی تو آپؒ کی ڈیوٹی پاکستان میں لگادی گئی۔ یوں واپسی کے اسباب بھی مہیا ہوگئے۔ خالد مراد تحریر کرتے ہیں۔

"پاکستان بننے تک آپؒ کا وہیں قیام رہا۔ آپؒ بھی کسی قافلہ میں شامل ہو کر ہجرت کے سنت طریقہ پر عمل پیرا ہو کر پاکستان تشریف لے آئے۔"

(خالد مراد 'یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم 'ص 13)

مرزا منور' ماہر اقبالیات نے تحریر کیا ہے کہ میاں صاحبؒ کے عزیز اُنھیں لے کر پاکستان آئے:

"پارٹیشن کے بعد اعزہ انھیں بھی لیکر پاکستان پہنچ گئے۔ وہ اسی جذب کی کیفیت میں اپنے کنبے کے ہمراہ چنیوٹ پہنچے۔"

(مرزا منور' میاں رشید قلندر باہوش مجذوب' شجاعت' ہفت روزہ اخبار' سرگودھا' جلد نمبر 1 ' ۷ مارچ تا ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء)

یہ بیان بھی خلافِ حقیقت ہے۔ اصل یوں ہے کہ اُن کا کوئی عزیز' والدِ بزرگوار سمیت ایسا کوئی رشتہ دار نہیں جو اُنھیں اپنے ساتھ پاکستان لایا ہو۔ اس ضمن میں صوفی اشفاق اللہ واجد نے بھی ایک بات رقم کی ہے:

"تقسیم ہند کے بعد آپ اپنے پھوپھی زاد بھائی عبدالسلام کے ہمراہ پانی پت سے پاکستان تشریف لائے۔"

(اشفاق اللہ واجد صوفی' قلندر زماں' ص 104)

اس ضمن میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ حاجی عبدالسلام جہلم میں رہتے تھے۔ وہ میاں حضور کے پھوپھی زاد نہیں بلکہ ماموں زاد تھے کیونکہ عبدالسلام کے والد سیٹھ ابرار اور میاں حضورؒ کی والدہ زینب بی بیؒ (مجیدن) حقیقی بہن بھائی تھے۔ دوسرے یہ کہ میاں حضورؒ ان کے ساتھ ہندوستان سے پاکستان نہیں آئے تھے بلکہ بقول خالد خان صاحب (قدیم خادم آستانہ عالیہ) تقسیم کے بعد فوجی کانوائے میں لاہور تشریف لائے تھے۔ اس کانوائے کے انچارج میجر محمد فاروق

Marfat.com

خان تھے۔

شیخ محبوب اصغر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''قیامِ پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے ملتان مقیم ہو گئے مگر وہاں سے جلد ہی شریف صاحب مرحوم شریف پٹرول پمپ والے' میاں صاحب کو ملتان سے سرگودھا لے آئے۔''

(روزنامہ ''ضرورت'' سرگودھا جلد 1 شمارہ 177-25 جولائی 1994ء کالم 4' ص 2)

اس مضمون کی تاریخ اشاعت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ کی شہادت کے فوراً بعد لکھا گیا یہ مضمون بہت تشنہ ہے۔ مضمون نگار کے طور پر شیخ محبوب اصغر کا نام لکھا ہے۔ اس میں دی گئی بعض اطلاعات قطعاً درست نہیں۔ میاں حضور کا ہجرت کے فوراً بعد ملتان پہنچنا اور شریف پٹرولیم والے کا میاں حضور کو ملتان سے سرگودھا لانا' وہ امور ہیں جن کی کسی اور ذریعہ سے قطعاً تصدیق نہیں ہو سکی۔

خالد مراد مرحوم نے لکھا ہے:

''آپ چونکہ پانی پت میں اپنے تایا کے ہاں قیام پذیر تھے' اس لئے آپ اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد السلام کے ہمراہ پاکستان تشریف لے آئے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع ثانی' ص 32)

یہ بیان قطعاً خلافِ حقیقت ہے۔ یہ درست نہیں کہ میاں حضورؒ پانی پت میں اپنے تایا کے ہاں رہتے تھے۔ (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا ہے۔) یہ حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ اور حاجی عبدالسلام کے ولد ماجد حقیقی بہن بھائی تھے۔ اس حوالے سے حاجی عبدالسلام میاں حضورؒ کے ماموں زاد تھے نہ کہ پھوپھی زاد۔ وہ تایا کے بجائے اپنے ماموں زاد بھائی عبدالسلام (حاجی بھورا) کے پاس رہتے تھے۔ جب تنازع ہی اس امر میں ہے کہ میاں حضورؒ تایا کے پاس نہیں ماموں زاد بھائی حاجی عبدالسلام کے پاس رہتے تھے' تو یہ کیسے کہا جا رہا ہے کہ نہیں جی' رہتے تو انہی تایا کے پاس تھے لیکن آ گئے ''پھوپھی زاد بھائی عبدالسلام کے ساتھ۔'' اس سے تو پہلا دعویٰ بھی از خود محلِ نظر ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی تایا کے ہاں رہنے اور ''اسی لئے'' پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ پاکستان آنے میں کون سا قرینہ' ربطہ یا جواز ہے؟ آپ کے مذکورہ بالا ماموں زاد بھائی حاجی عبدالسلام نے خود راقم الحروف کو بتایا تھا کہ جب ہم پاکستان آئے' میاں صاحبؒ پانی پت ہی میں رہ گئے تھے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ وہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مجذوبوں کے جھرمٹ میں ان کے آستانے پر بیٹھے رہے اور

Marfat.com

کسی کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے۔ خالد مراد نے مزید لکھا ہے:

''لاہور کچھ عرصہ قیام کے بعد آپؒ چنیوٹ حاجی بشیر صاحب' جو آپ کے ننھیال سے تعلق رکھتے تھے' کے پاس چلے گئے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع ثانی' ص32)

یہ بیان بھی خلافِ حقیقت ہے۔ میاں حضورؒ از خود چنیوٹ نہیں آئے تھے بلکہ ایک رشتہ دار لایا تھا۔ چنیوٹ میں حاجی بشیر کے پاس رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خالد مراد ہی کے بقول:

''وہاں (چنیوٹ میں) آپؒ نے حاجی صاحب کی دکان پر قیمہ بنانے کا کام کیا مگر یہ روزگار کچھ عرصہ ہی چلا کیونکہ حاجی صاحب نے آپؒ کو نوکری سے اسلئے نکال دیا تھا کہ جہاں کہیں حاجی صاحب گاہک کو مطمئن کرنے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیتے تھے' وہیں میاں حضورؒ سچ بات کر دیتے تھے' جس سے حاجی صاحب کے گاہک خراب ہونے لگے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع ثانی' ص32)

ایسے آدمی (جس کا بقول خالد مراد مرحوم کاروبار ہی جھوٹ پر چلتا ہو) کے پاس میاں حضورؒ لاہور سے کیسے آ سکتے ہیں؟ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ کو رزق حرام سے سخت نفرت تھی۔ محمد طالب کا بیان ہے: ''کچھ عرصہ کے بعد پاکستان آرمی گئی اور تمام مجذوبوں کو جو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار اطہر پر تھے اور جو اُن کے علاوہ بھی تھے' لاہور بمقام مغل پورہ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد تمام مجذوب لالیاں ضلع جھنگ آئے اور حضور (میاں صاحبؒ) دوسرے تمام مجذوبوں کو لالیاں چھوڑ کر واپس مغل پورہ تشریف لے گئے۔'' (محمد طالب' اوراقِ طالبی' (قلمی)' ص6)

یہ بیان بھی درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ لالیاں سے مغل پورہ لاہور نہیں گئے تھے بلکہ آپؒ مغل پورہ میں اتر گئے تھے اور باقی سب مجذوب لالیاں پہنچائے گئے تھے۔ آپؒ کو آپؒ کے والد یا کوئی دوسرا رشتہ دار ہندوستان سے ساتھ نہیں لایا تھا۔ اس ضمن میں جہاں تک میری تحقیق ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میاں حضورؒ کے مرشدِ گرامی حضرت حاجی فیض محمد خان صاحبؒ پاکستان آرمی کے کانوائے میں پاکستان تشریف لائے تھے۔ فوج میں اُن کا ایک مرید کرنل تھا۔ وہ انھیں لایا تھا۔ پاکستان پہنچ کر حضرت حاجی فیض محمد خان صاحبؒ کو خیال آیا کہ پانی پت میں اُن کا ایک ملنگ ''جھلا'' بھی ہے۔ اُنھوں نے اپنے فوجی مریدوں سے کہا۔ چنانچہ میجر محمد فاروق خان کی ڈیوٹی لگی

Marfat.com

اور وہ نہ صرف میاں حضورؒ کو بلکہ حضرت بو علی قلندرؒ کے دربار شریف کے دیگر مجذوبوں کو بھی پاکستان لائے۔ یہاں یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ میجر فاروق یا کسی دوسرے شخص کی مجال نہیں تھی کہ وہ آپؒ کو زبردستی پاکستان لاسکتا۔ یقیناً اس میں مرشدِ گرامی حضرت حاجی فیض محمد خانؒ (جنھیں میاں صاحبؒ ''حضور جی'' کہا کرتے تھے۔) کی طلبی اور قلندر صاحبؒ کی اجازت بہرحال وجہِ ہجرت بنی۔

◆◆◆

لاہور میں قیام

آپؒ کے ساتھ آنے والے تمام مجذوبوں کو لالیاں پہنچایا جانا مقصود تھا' لیکن ٹرین جب مغل پورہ (لاہور) آہستہ ہوئی تو حضرت میاں صاحبؒ نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگادی۔ راقم الحروف کے نزدیک اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ میاں حضورؒ دراصل حضرت داتا گنج بخشؒ کی عقیدت کے باعث لاہور اترے۔ قیاس ہے کہ آپ اواخر 1948ء میں پاکستان تشریف لائے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے بیان تایا جی ظفرؒ درباب ''ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا'') مغل پورہ (لاہور) کی ایک مسجد (جس کا امام ایک پٹھان مولوی تھا) میں پہنچے۔ آپؒ اس مسجد میں رہنے لگے' آپ مسجد کی صفائی کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔ یہ آپؒ کے انتہائی جلال کا دور تھا۔ بقول محمد طالب:

> ''اس دوران میں آپ چوبیس گھنٹے جلالت کی حالت میں رہتے تھے اور (پانی کی) مشک کندھے پر رکھ کر سڑک پر چھڑکاؤ کیا کرتے تھے۔ اس وقت لوگ بارانِ رحمت سے بہت سخت محروم تھے۔ جب آپ چھڑکاؤ کر رہے تھے تو آپ نے بارش کے لئے دعا کی۔ اسی وقت بارانِ رحمت نازل ہونی شروع ہوگئی اور تمام اہل محلہ آپ کے زبردست عقیدت مند ہوگئے۔''
>
> (محمد طالب' اوراقِ طالبی' قلمی' ص 7)

قلندرؒ باذنِ الٰہی سارے جہان پر متصرف ہوتا ہے۔ جہاں چاہے اترے' جہاں چاہے قیام کرے' جیسے چاہے گزر بسر کرے' لوگوں کے دل اس کی جانب خودبخود کھنچے چلے آتے ہیں۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

Marfat.com

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چنیوٹ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ میاں حضورؒ مغلپورہ لاہور میں ہیں۔

◆◆◆

الکاسبُ حبیبُ اللہ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا حبیب (دوست) ہے۔ میاں صاحبؒ کو اس حدیثِ پاک کا فیضان یوں پہنچا کہ آپؒ نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں محنت مزدوری کی اور شہنشاہِ ولایت ہوتے ہوئے بھی مزدوری کے کاموں میں کبھی کوئی عار نہ سمجھی۔ آپ نے بہت چھوٹی عمر ہی میں اپنے والدِ ماجد کے کہنے پر ان کے ساتھ کمیلے (ذبح خانہ) میں جانا شروع کر دیا تھا۔ وہاں سے گوشت اٹھا کر قصابوں کی دکانوں پر پہنچایا کرتے۔ جب آپؒ ہجرت کے بعد مغل پورہ، لاہور آئے تو آپؒ نے ریلوے اسٹیشن پر قلیوں کے ساتھ بھی کام کیا۔ چنیوٹ میں ایک حلوائی اور ایک سبزی فروش کے ہاں بھی مزدوری کی۔ ایک حاجی صاحب قصاب کی دکان پر بھی کچھ عرصہ مزدوری کی۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ زندگی بھر مزدوری کی کوئی رقم آپؒ نے اپنی ذات پر کبھی خرچ نہیں کی۔ لڑکپن میں قصابوں کے ساتھ کام کر کے جو معاوضہ ملتا، وہ والد صاحب کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ حاجی عبدالسلام بھورا کے ہاں جو عرصہ گزارا، وہاں ممانی سے ملنے والا جیب خرچ کسی دیوار کی درز یا کسی جھاڑی یا گملے میں رکھ دیتے اور پھر کبھی نہ نکالتے۔ یہی حال مغل پورہ لاہور اور چنیوٹ میں رہا۔ گوجرہ میں آپؒ نے مزدوری تو نہیں کی لیکن ان کی جیب نوٹوں سے بھری رہتی اور وہ اس رقم کو عموماً گورنمنٹ کالج گوجرہ یا ایم بی ہائی سکول گوجرہ کی باڑوں یا گملوں میں رکھ دیتے اور پھر کبھی نہ اٹھاتے۔

◆◆◆

چنیوٹ میں تشریف آوری

محمد طالب نے اطلاع دی ہے کہ آپ کچھ عرصہ مغل پورہ (لاہور) میں رہے، پھر آپ کے والد صاحب کو خبر ملی کہ ان کا لختِ جگر لاہور میں ہے، لہٰذا وہ انھیں مغل پورہ سے چنیوٹ لے آئے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں:

Marfat.com

''آپ کے والد صاحب کو علم ہوا کہ آپ مغل پورہ میں قیام پذیر ہیں تو وہ جا کر وہاں سے چنیوٹ لے آئے، چنیوٹ آ کر آپ نے پھر تایا حضرت نور محمد کے ہاں سکونت اختیار کی، روزہ رکھتے، حلوئی کی دکان پر برتن صاف کرتے اور روزہ افطار کرتے۔''

(محمد طالب، اوراق طالبی (قلمی)، ص 7)

کیا یہ سوال پھر پریشان نہیں کرتا کہ ہندوستان کے بعد پاکستان میں بھی آپ چنیوٹ پہنچے بھی تو والد صاحب کے پاس نہیں ٹھہرے بلکہ آپؒ اپنے دُور کے ایک رشتہ دار (حقیقی تایا قطعاً نہیں) کے ہاں ٹھہرے۔ ٹھہرے بھی تو حلوائی کی دکان پر مزدوری کر کے سحر و افطار کا انتظام کرتے۔ یہ طے ہے کہ اوائل 1949ء تک آپ چنیوٹ میں تشریف لا چکے تھے۔ میاں حضورؒ نے چنیوٹ کے محلہ ''گڑھا'' میں اپنی رہائش رکھی تھی۔ اس کے برعکس سرگودھا سے آستانۂ عالیہ کے خادمِ دیرینہ خالد خاں صاحب اور نثار احمد چنیوٹی کے علاوہ بھی چنیوٹ کے کچھ بزرگوں نے بتایا کہ مغلپورہ، لاہور سے میاں حضورؒ کو لانے کا شرف میاں صاحب کے تایا زاد بھائی عبدالعزیز عرف حاجی جیجا کو حاصل ہوا۔

میاں حضورؒ کبھی کبھار رات کو حاجی جیجا کے گودام میں سو رہتے اور دن کو چنیوٹ شہر میں کام کرتے۔ چنیوٹ میں ان دنوں میاں صاحبؒ کے ایک عزیز رشتہ دار الحاج دین محمد عرف بابا چُنّو بھی رہتے تھے۔ ان کا یہاں بھینسوں کا باڑا تھا۔ ان کا کاروبار کراچی سے تھا۔ چنیوٹ میں ان کے باڑے میں ایک کمرہ تھا جس میں توڑی بھری رہتی تھی۔ تقریباً اسی نوے من توڑی سے یہ کمرہ اور باہر کا صحن بھرا رہتا۔ اسی کمرے کی توڑی کے اوپر میاں حضورؒ رات کو آ کر سویا کرتے۔ سردیوں کا موسم ہوتا تو نیچے لکڑی کے ایک تخت پر سو جاتے۔ پٹ سن کی بوری کا صرف ایک پلو اپنے اوپر لیتے۔ نہ نیچے بستر بچھاتے اور نہ اوپر لحاف لیتے۔ دین محمد یا ان کے بیٹے کوئی رضائی وغیرہ پیش کرتے تو آپؒ قبول نہ کرتے۔ تکیہ (سرہانہ) قطعاً استعمال نہیں کرتے تھے۔ اپنے والد یا سوتیلے بھائیوں کے پاس نہیں رہتے تھے۔ ایک دفعہ چنیوٹ کے ایک شیخ خواجہ نے ان کے لیے بہت قیمتی اور نیا بستر تیار کرایا اور بڑی عقیدت سے پیش کیا۔ آپؒ نے قبول نہ کیا اور لکڑی کے اسی تخت پر پٹ سن کی بنی ہوئی بوری کا ایک پلو لے کر سردیاں گزار دیں۔ کبھی کسی دوسرے ٹال پر شب بسری بھی کر لیتے (راقم الحروف نے چنیوٹ کے محلہ گڑھا میں وہ جگہ خود دیکھی ہے، جہاں میاں حضورؒ کبھی کبھی رات کو آ کر ٹال میں سو رہتے تھے۔)، کبھی کسی مسجد میں رات بھر مصروفِ ذکر و فکر رہتے اور کبھی کسی دکان کے تھڑے پر رات گزار لیتے۔ میرے پیر بھائی محبوب علی نادر چنیوٹی نے مجھے بتایا کہ حضور میاں صاحبؒ چنیوٹ میں کمیلے (ذبح خانے) سے گوشت لا کر ایک قصاب کی دکان پر پہنچایا کرتے تھے اور مزدوری کے پیسے عام دیواروں کی درزوں یا پھولوں کے گملوں میں رکھ دیا کرتے تھے۔ ان واقعات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میاں صاحب کی کفالت درحقیقت خود

Marfat.com

ذات خدا نے کی ہے۔ انھیں والد یا کسی رشتہ دار کا دست نگر بنایا ہی نہیں۔ وہ تو خود اس منصب پر فائز تھے کہ غریبوں کی کفالت کریں، میاں حضورؒ کی کفالت کون کر سکتا تھا؟ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ میاں حضورؒ کو چنیوٹ میں ان کے والد نہیں لائے تھے اور نہ میاں حضور اپنے والد ماجد کے گھر چنیوٹ میں مستقل رہے۔ البتہ وہ کبھی کبھار اپنے والد کے گھر تشریف لے جاتے اور اپنی سوتیلی والدہ کی عزت اور خدمت کرتے۔

چنیوٹ میں جب آپؒ کا قیام تھا تو بیسویں صدی کی چھٹی دہائی شروع ہو چکی تھی، چنیوٹ میں عبدالغفور نامی ایک شخص عام منیاری کا سامان اپنی دکان پر بیچا کرتے تھے۔ انھیں 1950ء میں گلے میں خنازیر کی بیماری ہو گئی، پیپ بہتی اور وہ اس اذیت سے بے حد پریشان تھے بلکہ انھیں زندگی کی امید نہیں رہی تھی۔ ایک دن میاں حضورؒ پاس سے گزرے، عبدالغفور کو دیکھا، اس کی گردن کی رِستی ہوئی گلٹیوں کو دیکھا، فرمایا، تو بیماری سے تنگ ہے؟ عبدالغفور نے کہا، بہت، آپ نے اس کے چارپائی نما خوانچے کے نیچے گری ہوئی ویزلین کی عام سی ڈبیا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''یہ تیری دوا ہے، اسے گلے پر لگا لے'' عبدالغفور نے وہ شیشی اٹھائی اور گلے کی گلٹیوں پر ملنا شروع کر دی، ویزلین کا لگنا تھا کہ درد فوراً ختم اور گلٹیاں سوکھنا شروع ہو گئیں نیز پیپ بہنا بھی بند ہو گئی۔ دِنوں میں ایسی شفاء ہوئی کہ جیسے بیماری تھی ہی نہیں، بس پھر وہ میاں صاحب کے ایسے معتقد ہوئے کہ ان کا سب کچھ اب صرف میاں صاحبؒ ہی تھے۔ انھوں نے مرشد کی ایسی فرماں برداری کی کہ ان کا ہر حکم مانا۔ دولت، عزت ہر شے مرشد پاک پر فدا کر دی، یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحے تک میاں حضورؒ کے ساتھ ہی رہے اور فیصل آباد میں ایک ٹریفک حادثے میں میاں حضورؒ کی موجودگی میں شہادت کا رتبہ پایا (یہ شیخ عبدالغفورؒ ہمارے پیر بھائی چنیوٹ کے نثار علی اور محبوب علی نادر کے والدِ ماجد نیز پروفیسر شیخ غلام رسول گوجروی، شیخ اقرار گوجروی اور ماسٹر شیخ مبشر گوجروی کے سسر بزرگوار تھے)۔ چنیوٹ ہی سے سرکارؒ گوجرہ، فیصل آباد، کراچی، راولپنڈی جیسے شہروں میں اپنے عقیدت مندوں کے پاس بھی جانے لگے۔

◆◆◆

مختلف شہروں میں قیام اور گشت

بزرگانِ دین سے سُننے میں آیا ہے کہ گشت سے اولیائے کرام خصوصاً رجال الغیب اور تکوینی کاموں پر مامور ہستیوں کا خصوصی تعلق ہوتا ہے۔ ان ہستیوں کا ظاہری طور پر اپنے اپنے علاقے (حلقۂ عملداری اور دائرۂ امر و اختیار)

Marfat.com

میں گھومنا اور امورِ متعینہ کو سرانجام دینا گشت کہلاتا ہے۔ اس گشت کی حیثیت ظاہری لوگوں کے سیر سپاٹے جیسی نہیں ہوتی۔ مامور ہستیاں بظاہر سر جھکا کر اور کسی سے تعلق رکھے بغیر بھی چلتی جائیں تو درحقیقت اپنے وہ کام سرانجام دے رہی ہوتی ہیں جن کو ادا کرنے کی ڈیوٹی روحانیت کے باطنی محکمے کی طرف سے لگی ہوتی ہے۔ یہ احباب اپنے اپنے علاقے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص سر جھکائے جوتیاں گانٹھ رہا ہو' کسی گھاٹ پر کپڑے دھو رہا ہو' بکریاں چرا رہا ہو یا کوئی ریڑھی لگائے کچھ بیچ رہا ہو لیکن روحانی طور پر وہ ڈیوٹی دار ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی ہستی بظاہر بہت امیر اور جاہ وجلال کی حامل ہو لیکن ڈیوٹی دار ہو۔ ہر ڈیوٹی والا اپنی روحانی ڈیوٹی سرانجام دینے کیلئے گشت پر نکلتا ہے' لیکن اُس کی ڈیوٹی ادا کرنے کی نوعیت اور طریقِ کار کو سمجھنا' ہر آدمی کے بس کی بات نہیں۔ مستوں مجذوبوں اور قلندروں میں جو ہستیاں تکوینی کاموں کو سرانجام دینے کی ڈیوٹی پر مامور ہوتی ہیں' اُن کے معاملات تو اور بھی پیچیدہ ہوتے ہیں اور عام لوگوں کی سمجھ میں آنے والے نہیں ہوتے۔ پھر ڈیوٹی دار ہستیوں کے بھی مختلف طبقات اور مدارج ہوتے ہیں۔ ہر روحانی ہستی اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق گشت کرتی ہے۔ اس گشت کے دوران میں وہ لوگوں کے معاملات کو دیکھتے ہیں اور اُن کی اصلاح کے لیے اپنے انداز سے کوشش کرتے ہیں۔ گشت کا دائرۂ عمل اپنے اپنے عہدے اور منصب کے مطابق ہوتا ہے۔ جب کسی کی روحانی اور تکوینی طور پر ترقی ہوتی ہے تو اُس کا دائرۂ گشت بھی بڑھ جاتا ہے۔ ان اولیائے کرام کا گشت چونکہ دنیاوی اور ظاہری افسروں جیسا نہیں ہوتا بلکہ باطنی اور روحانی افسروں کا ہوتا ہے' لہٰذا' ایسی ہستیوں کے اقوال اور افعال نیز گشت کی کیفیات عام آدمی کی سمجھ سے ماورا ہوتی ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈیوٹی دار اپنے ظاہری جسم کے ساتھ کسی علاقے میں گھوم پھر رہا ہو اور ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک ظاہری جسم کے علاوہ بھی اُسے اللہ کریم نے کچھ یا بہت سے روحانی اجسام عطا کیے ہوئے ہوں۔ ایسی ہستیاں بھی ہوتی ہیں جو ایک لمحے میں دنیا کے جس حصے یا خطے میں جانا چاہیں' بغیر ظاہری اسبابِ نقل وحمل چلی جائیں۔ انھیں کہیں آنے جانے کیلئے کسی دنیاوی پاسپورٹ یا ویزے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسی ہستیوں کیلئے زمین سمٹ اور پھیل جایا کرتی ہے' اور وہ بڑی آسانی اور آرام سے جہاں آنا جانا چاہیں' آجا سکتی ہیں۔ ایسی ہستیاں' بازاروں' ریلوے اسٹیشنوں اور دریاؤں' سمندروں کے ساحلوں میں گھومتی دکھائی دیتی ہیں' لیکن صرف وہ لوگ ہی انھیں اور ان کے گشت کو دیکھ سکتے ہیں جنھیں ایسا دیکھنے کی اجازت ملی ہو۔ دیدہ کور تو ظاہر کو بھی نہیں دیکھ سکتی وہ باطنی امور کا نظارہ کیسے کر سکتی ہے۔

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ چونکہ قطب الاقطاب اور قیومِ دوراں تھے لہٰذا اُن کے حلقۂ گشت کی وسعتوں کا اندازہ لگانا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ وہ جس بھی شہر میں رہے' وہاں کے اسٹیشنوں' غلہ منڈیوں' سبزی

Marfat.com

منڈیوں اور بازاروں جیسی جگہوں پر ضرور جاتے۔ اُن کا گشت ظاہری بھی ہوتا تھا اور عام لوگوں کی نگاہوں سے چھپا ہوا بھی۔ وہ اپنا گشت بھی کرتے تھے اور دیگر ڈیوٹی والے احباب کے گشت کو بھی چیک کرتے تھے۔ میاں صاحبؒ کے ظاہری گشت کا سلسلہ اُس وقت شروع ہوا' جب اُن کی عمر مبارک چالیس برس کی ہوئی (یعنی 1957ع)۔ یہ لگ بھگ وہی دور ہے جب آپؒ چنیوٹ' گوجرہ اور لائلپور (فیصل آباد) وغیرہ شہروں میں گشت کیا کرتے تھے۔

چنیوٹ کے شیخ عبدالغفور کو مہلک بیماری سے 1950ء میں نجات ملی تو وہ اپنے مسیحا ہی کے ہو کر رہ گئے۔ میاں صاحبؒ نے بھی ان کی کماحقہٗ پذیرائی کی۔ عبدالغفور کی حقیقی ہمشیر بشیراں بی بی کی شادی گوجرہ کے "شیخ رُلیا" نامی شخص سے ہوئی تھی۔ جو نئی غلہ منڈی میں رہائش پذیر تھے (جن کے بڑے صاحبزادے ماسٹر رحم دین' منجھلے علیم الدین اور چھوٹے ماسٹر گلزار گوجرہ کے معزز اور جانے پہچانے نام ہیں۔) میاں حضورؒ کبھی کبھار عبدالغفور کیساتھ ان کی بہن بشیراں بی بی (بوبو) کو سلام کرنے گوجرہ آیا کرتے۔ یوں شیخ رُلیا کے گھر والے بھی میاں حضور کے عقیدتمند بن گئے۔ ان کے گھر کے قریب ماسٹر سید تجمل حسین شاہ کا گھر تھا' جو میاں حضورؒ سے بہت متاثر ہوئے اور میاں حضورؒ کے بہت بڑے عقیدت مند بن گئے۔ پھر میاں حضورؒ کبھی کبھار ماسٹر تجمل شاہ کے پاس بھی آنے لگے۔ دن میں آپ اکیلے شہر کا گشت بھی کرتے۔ انہی دنوں گڑھ محلے کے انتہائی مشرقی کونے میں واقع کوآپریٹو بینک میں فضل الرحمن خان گن مین/ چپڑاسی کی حیثیت سے ملازم تھے۔ میاں صاحب کی نگاہِ لطف و کرم نے انھیں چن لیا اور ان کے پاس بھی کبھی کبھار آنے لگے۔

1955ع سے 1958ع کے درمیانی عرصے میں میاں حضورؒ نے زیادہ تر گوجرہ ہی میں قیام کیا' اگرچہ وہ وقتاً فوقتاً چنیوٹ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میاں صاحبؒ گوجرہ میں اکثر و بیشتر فضل الرحمن خان کے پاس اور کبھی کبھار سید تجمل حسین شاہ کے ہاں قیام کرتے۔ ڈاکٹر مرزا فقیر محمد اور صوفی حسین شاہ (جن کے گھر گڑھ محلّہ میں تھے) کے ہاں بھی میاں حضورؒ نے عرصہ عرصہ قیام کیا۔ گوجرہ میں آپؒ ریلوے اسٹیشن' عید گاہ' گورنمنٹ کالج' ایم بی ہائی سکول' اسلامیہ ہائی سکول اور بازاروں میں گشت کرتے۔

حضرت میاں صاحبؒ نے پاکستان کے مختلف شہروں کے بزرگوں کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضری دی۔ کبھی اکیلے اور کبھی اُنکے ساتھ اُن کے کچھ عقیدت مند بھی ہوتے۔ لاہور میں حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے مزارات پر بہت دفعہ حاضری دی۔ کراچی میں ان کے ایک مرشد حضرت سائیں ولایت علی شاہ صاحبؒ (المعروف سنولی والی سرکارؒ) کا مزارِ پُرانوار ہے۔ یہاں بہت دفعہ حاضری دی۔ یہاں آتے تو آستانے میں بکھرے ہوئے پتے چنتے اور آستانے کی صفائی کرتے۔ ملتان میں حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ' حضرت شاہ رکنِ عالمؒ

Marfat.com

'شاہ شمس سبزواریؒ کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضری دی۔قصور میں حضرت پیر بُھلّے شاہ صاحبؒ اور شرق پور شریف میں حضرت میاں شیر محمدؒ جبکہ فیصل آباد میں حضرت سائیں لہسوڑی والی سرکارؒ ' حضرت نور شاہ ولی سرکارؒ (لاری اڈا کے نزدیک) اور جھنگ بازار میں حضرت مولانا محدثِ اعظم سردار عالمؒ کے درباروں میں حاضری دی۔میاں صاحبؒ پاکپتن شریف میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے مزارِ پُرانوار پر بھی حاضر ہوئے اور حضرت سُلطان باہوؒ کے دربارِ اقدس پر بھی حاضری دی۔یقیناً یہ فہرست مکمل نہیں لیکن آپ کے روحانی گشت کی کیفیات کی تفہیم میں معاون ہو سکتی ہے۔ان میں سے بعض مزارات پر حاضری میں اُن کے ساتھ فیصل آباد کے زبیر بھٹی اور صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ بھی تھے۔اس کے علاوہ بھی بہت سے دیگر مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دی۔

فضل الرحمٰن خاں نے کوآپریٹو بینک' گوجرہ کی نوکری چھوڑی اور میاں حضورؒ کے ارشاد پر لائل پور (اب فیصل آباد) میں واپڈا میں ملازم ہو گئے۔ریلوے اسٹیشن کے سامنے DHQ ہسپتال کے مغربی کونے کے نزدیک میاں حضورؒ کی سفارش کے باعث انھیں واپڈا کے دفتر میں ایک کوارٹر بھی مل گیا۔میاں حضورؒ اکثر فیصل آباد تشریف لاتے تو ان کے ہاں واپڈا آفس کے اسی کوارٹر میں ٹھہرتے۔(تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا'' کے زیرِ عنوان' جھنگ کے الحاج ظفر علی احمد' بجلی والے کا بیان ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)۔

گوجرہ میں میاں حضورؒ کے عقیدت مندوں کا وسیع حلقہ ہے' شیخ عبدالغفور کی ساری برادری تو میاں حضورؒ کی خاص ماننے والی ہے۔میاں صاحبؒ اکثر ان کے پاس تشریف لاتے' ماسٹر سید تجمل حسین شاہ کے پاس بھی جاتے' پھر پروفیسر ظفر علی احسن آپ کے حلقۂ ارادت میں آئے' حکیم شبیر نور پوری صاحب' قبلہ غلام رسول علوی صاحب مدظلہ جیسے معززین میاں حضورؒ سے محبت وارادت اور بے پایاں عقیدت رکھنے والے ہیں۔

گوجرہ کے حاجی رفیق احمد (جالندھر سائیکل ورکس والے) کے والد محترم چودھری محمد علی مرحوم نے راقم (افضال انور) کو اپنی زندگی میں بتایا تھا کہ ''مین بازار غلہ منڈی' گوجرہ کے گیٹ کے پاس میری پان سگریٹ کی دکان ہوا کرتی تھی۔میاں حضورؒ اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔مجھے پان پیش کرنے کا فرماتے۔کبھی وہ گدی پر جلوہ افروز ہو جاتے۔کبھی اپنی مرضی کے نوٹ گلّے سے نکال لیتے۔میں مسکراتے ہوئے ان کی ادائیں دیکھتا۔ایک دفعہ فرمایا ''اے محمد علی! کاغذ قلم تو لائیو۔'' میں نے پیش کر دیئے' تو آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے ایک تعویذ لکھا اور فرمایا ''لے! تیرے گھر سے برکت نہیں جانے کی۔'' انہوں نے بتایا کہ ایک عرصہ تک وہ تعویذ ان کے پاس رہا' پھر خبر نہیں کہاں غائب ہو گیا۔''

گوجرہ کی طرح دیگر شہروں میں بھی آپ گشت کرتے' فیصل آباد میں رفیق قریشی (ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر)'

Marfat.com

داؤد فاروق اور مسعود (کچہری بازار آسکو میوزیم والے)، عبدالصمد، ملک ارشد علی، صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ، زبیر بھٹی، لطیف ناگرہ، ارشاد رشیدی اور انصر رشیدی ہی آپ کے عقیدت مند نہیں تھے بلکہ مولانا تاج محمود، خطیب مسجد اسٹیشن والی، علامہ مجاہد الحسینی، حافظ لدھیانوی اور پیر صاحب آستانہ چشتیہ (پیپلز کالونی) جیسے علماء وصلحاء بھی آپ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ اُنؒ کے عقیدت مند تھے۔ ہر علاقے، ہر محلے اور ہر محکمے میں ان کے عقیدت مند موجود تھے۔ گوجرہ کے علاوہ آپؒ فیصل آباد بھی اکثر تشریف لاتے۔

پورے پاکستان میں سرکارؒ کے ارادت مندوں کا حلقہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہونے لگا۔ میاں حضورؒ کبھی کبھار مختلف شہروں جیسے کراچی، حیدر آباد، ملتان، راولپنڈی، اسلام آباد، اُوچ شریف، پاکپتن شریف، سیہون شریف اور پشاور وغیرہ کے روحانی گشت پر نکل جاتے اور کچھ دنوں بعد واپس چنیوٹ تشریف لے آتے۔ یہاں تک کہ آپ 1960ء میں مستقل سرگودھا شہر میں تشریف لے آئے۔

سرگودھا میں آپؒ کو گشت کرتے اہلِ شہر نے بہت دیکھا ہے۔ آپؒ کی شان تھی کہ جسے چاہتے اُس کی بھی گشت کی ڈیوٹی لگا دیتے۔ کچھ خوش نصیبوں کو آپ کے ساتھ گشت کرنے کی سعادت بھی ملی۔ آستانے کے خادم صوفی راجا ہدایت اللہ المعروف گاوَدی نے بتایا کہ:

> ''میاں صاحبؒ مجھ سے ایک ایک رات میں تقریباً سَو سَو میل گشت کرایا کرتے تھے۔ پھر چھٹی ہو جاتی۔ جب کبھی آپؒ ساتھ ہوتے، مجھے بہت آسانی ہوتی۔ گاڑی وغیرہ مل جاتی۔ اکیلا ہوتا تو زیادہ تر پیدل چلنا پڑتا۔ جوانی میں آپ بہت گشت کرایا کرتے تھے لیکن جب ظاہری طور پر بوڑھے ہو گئے تو ظاہری گشت بھی بہت کم کر دیے۔ آخری عمر میں ظاہری گشت پر نہیں جاتے تھے۔''
>
> (غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور''۔۔۔ص118)

◆◆◆

چالیس برس کی عمر (1957ء) اور ظہورِ عظمت

چالیس کے عدد کی روحانی فضیلت اہلِ علم ونظر سے پوشیدہ نہیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ظاہری اعلان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس کی عمر مبارک میں ہوا تھا۔ حضورِ پُر

Marfat.com

نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی نسبت کا فیض اولیائے کرام میں بھی تقسیم ہوا، جس سے ہمارے مرشدِ گرامی کو بھی یوں نوازا گیا کہ آپ کی ولایت کا خصوصی ظہور بھی چالیس برس کی عمر مبارک میں ہوا۔

1۔ یہ واقعہ تحریر ہو چکا ہے کہ میاں حضورؒ کے بچپن میں محلے کی مسجد میں ٹھہرے ہوئے ایک مسافر کو میاں حضورؒ کے والد اپنے ساتھ کھانا کھلانے کیلئے گھر لے آئے۔ کھانا کھاتے ہوئے اس کی نظر جونہی میاں حضورؒ پر پڑی، وہ گھبرا کر اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، میاں حضورؒ کے والد ماجد نے پوچھا یہ کیا؟ تو مہمان نے کہا، آپ نہیں جانتے، یہ بچہ، کتنی بڑی ہستی ہے، یہ چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہو گا۔

2۔ میاں حضورؒ کے مرشدِ گرامی حضرت پیر فیض محمد خاں صاحبؒ سے جب آپ کے والد نے کہا کہ میرا بیٹا کھاتا پیتا نہیں، تو انھوں نے فرمایا:

> ''یہ میرا ملنگ ہے، جب پیٹ نور سے بھر گیا تو بھوک کیسے لگے، اس کو تم اس وقت دیکھنا جب اس کی عمر چالیس برس کی ہو گی۔

(محمد طالب، اوراقِ طالبی، قلمی، ص 4)

3۔ چنیوٹ کے حاجی نثار احمد (برادر حقیقی محبوب علی نادر) نے بتایا کہ اُن کے والد شیخ عبدالغفور چنیوٹی ایک دفعہ گوجرہ کے قریبی گاؤں ''جھاواں'' میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں ایک بزرگ بابا عیدے شاہؒ کا مزار ہے۔ والد صاحب وہاں سلام کرنے چلے گئے۔ مزار پر ہی انھیں نیند آ گئی۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں تاحدِ نگاہ خوبصورت قالین بچھے ہیں۔ سامنے ایک دیدہ زیب سٹیج ہے، جس پر خوشنما کرسیاں ہیں۔ درمیان میں ایک شاہانہ تخت ہے۔ بڑے ہی روحانی چہروں والے افراد آ آ کر ان قالینوں پر بیٹھتے جاتے ہیں۔ پھر کچھ بزرگ ہستیاں کرسیوں پر جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ اتنے میں اعلان ہوتا ہے کہ ولایت کے شہنشاہ کی تاج پوشی ہونے والی ہے۔ شیخ عبدالغفور نے دیکھا کہ جونہی ایک طرف سے اُن کے مرشد حضرت میاں عبدالرشیدؒ تشریف لاتے ہیں۔ سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میاں صاحب اسٹیج پر پہنچتے ہیں تو انھیں تخت پر بٹھایا جاتا ہے۔ پھولوں کے ہار اُن کی گردن میں ڈالے جاتے ہیں، اور سب انھیں مبارکباد دیتے ہیں، پھر شیخ عبدالغفور کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ انھیں اس خواب کی بے پناہ خوشی ہوئی۔ وہ میاں صاحبؒ کے پاس پہنچے اور انھیں اپنا خواب سنانا چاہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے، میاں حضورؒ نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا حکم دیا، اور فرمایا: ''ابے چُپ رہ! میں

Marfat.com

چالیس برس کا ہولیا۔ اب میں ظاہر ہو چکا ہوں۔'' اس خواب سے اور میاں حضورؒ کے فرمان سے انھیں اشارہ ملتا ہے کہ میاں حضورؒ کی ولایتِ عظمیٰ ظاہر ہو چکی ہے۔ یہ 1957ع کا واقعہ ہے جب میاں صاحبؒ کی عمر مبارک 40 برس ہو چکی تھی۔ (میاں حضورؒ 1917ع میں اس دنیا میں تشریف لائے تھے)۔

4۔ خالد مراد مرحوم نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے کہ:

''آپؒ نے 1957ء میں خود فرمایا ''میں ظاہر ہو گیا ہوں۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع اول' ص 11)

مندرجہ بالا کوائف وشواہد سے ظاہر ہے کہ میاں صاحبؒ اگرچہ مادرزاد ولی تھے لیکن آپؒ کی ولایتِ عظمیٰ کا خصوصی ظہور 1957ع میں اس وقت ہوا جب آپؒ کی ظاہری عمر مبارک 40 برس ہوئی۔ اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ میاں صاحبؒ پر حضور پُرنور' شافعِ یومِ نشور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا کتنا گہرا اثر تھا۔

◆◆◆

سرگودھا میں سکونت اور روزمرہ معمولات

قیّومِ دوراں' قطبِ مدار اور قلندرِ اعظم حضرت میاں عبدالرشید پانی پتیؒ کے شب و روز عبادتِ خداوندی' استغراقِ ذاتِ الٰہیہ' عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بے لوث خدمتِ خلق سے عبارت تھے۔ جس کا بھرپور عکس سرگودھا میں اُن کے معمولات میں جھلکتا ہے۔

میں نے مختلف لوگوں سے میاں صاحبؒ کی سرگودھا آمد کی تاریخ جاننے کی کوشش کی کسی نے اندازاً 1960ع بتایا۔ کسی نے اندازاً 1961ع۔ کسی نے اندازاً 1962ع اور کسی نے اندازاً 1963ع۔ حاجی رفیق قریشی مرحوم نے بہت سوچ بچار کے بعد بتایا کہ وہ 1958ع کے بعد ہی کسی تاریخ کو سرگودھا میں آئے۔ راقم الحروف کو معروف ماہر اقبالیات پروفیسر مرزا محمد منور کا بیان زیادہ قرین قیاس لگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

''سرگودھا میں میاں صاحبؒ کا آنا جانا 1960ع میں شروع ہوا۔''

(ہفت روزہ شجاعت' سرگودھا قلندر نمبر۔ ج 7' 7 مارچ تا 14 مارچ 1986ع)

Marfat.com

محترم خالد خان صاحب کے بقول' میاں حضورؒ کو چنیوٹ سے سرگودھا لانے کا شرف ان کے ایک عزیز محسن علی خاں اور ان کے بھائی سمیع خاں کو 1960ع میں حاصل ہوا۔

انھوں نے میاں حضورؒ کو بڑے قبرستان کے مشرقی کنارے کوٹ فرید روڈ کے بر لبِ شاہراہ واقع مسجد پٹھانوں والی کے حجرے میں ٹھہرایا۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی سلسلے میں اولیاء اللہ کی باقاعدہ ڈیوٹیاں لگتی ہیں اور وہ اپنے اپنے علاقے میں اپنے روحانی فرائضِ منصبی اس طرح سرانجام دیتے ہیں کہ عام بے بصیرت لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ میاں حضورؒ بھی یقیناً ایسی ہی ڈیوٹی کے تحت سرگودھا میں جلوہ افروز ہوئے۔ (اس سے پہلے آپؒ نے تقریباً چار سال تک گوجرہ میں بھی ڈیوٹی دی تھی اور ایک عرصے تک چنیوٹ میں بھی۔) اس ضمن میں میاں حضور کے ایک خادمِ دیرینہ سید تجمل حسین شاہ کا یہ واقعہ مزید رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ صوفی اشفاق اللہ واجد لکھتے ہیں:

''ماسٹر تجمل حسین مرحوم و مغفور نے ایک روز احقر سے یہ روایت بیان کی کہ گوجرہ میں ایک روز حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا' ماسٹر سرگودھے جانا ہے' میں آپؒ کے ہمراہ ہولیا' سرگودھا شہر میں فرید روڈ پر واقع قبرستان کی طرف ہم آئے' وہاں ایک گودڑی پوش تشریف فرما تھے۔ میاں صاحبؒ نے جیب سے ساڑھے تین سو روپے نکال کر اس درویش کے سامنے رکھ دیے اور اس سے کہا کہ اب تو شہر چھوڑ۔ اس صاحبِ حال درویش نے حضرت قلندر صاحبؒ کی آنکھوں سے آنکھیں چار کیں اور روپے پکڑتے ہوئے چل دیے۔ ماسٹر تجمل حسین مرحوم نے کہا کہ اللہ جانے کیا اسرار تھا دونوں فقراء کے درمیان۔ آپؒ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی' پھر حضرت قلندرِ زماں نے فرید روڈ پر قبرستان کے ملحقہ ہی خانقاہ قلندریہ کی بنیاد رکھی۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' قلندرِ زماں' ص105)

اسی ضمن میں اسی راوی کا ایک اور واقعہ قابلِ مطالعہ ہے ''ایک نشست میں خاکسار خادم نے آپ سے درخواست کی حضور والا جب آپ گوجرہ تشریف فرما تھے' اس وقت آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ آپ سے ملاقات ہوئی' آپ نے قمیض نہیں پہنی ہوئی تھی' صرف آپ تہمند ہی پہنے ہوئے تھے۔ آہستہ سے قلندر اعظم نے فرمایا: ''صوفی اللہ پاک نے سرگودھا میں بٹھا دیا' ورنہ سبھی لوگ میری مخالفت کر رہے تھے۔ (آپ کا یہ کہنا کہ سبھی لوگ مخالف تھے سے مراد یہ ہے کہ تکوینی امور پر مقرر اولیاء اللہ بھی آپ کو حالت جذب سے نکالنا نہیں چاہتے تھے)''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 175)

Marfat.com

آپ نے سرگودھا میں جذب و کیف میں ڈوبی ہوئی بڑی ہی سادہ مگر بارُعب، پُر وقار زندگی بسر کی۔ اگرچہ میاں صاحبؒ 1960ء کے لگ بھگ سرگودھا میں تشریف لے آئے تھے، اور انھوں نے ظاہری زندگی کے بقیہ ایام اسی خوش نصیب شہر میں بسر کیے، لیکن وہ گشت کے لیے مختلف شہروں میں آتے جاتے رہے۔ 1965ء کی جنگ کے تمام دنوں کے دوران میں وہ فضل الرحمٰن کے ہاں لائل پور میں قیام پذیر رہے اور 1971ء کی جنگ کے دنوں میں بھی اسی شہر میں عبدالرحمان کے گھر تشریف فرما رہے۔ آپؒ بہت سے دوسرے شہروں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے جیسے گوجرہ، کراچی، بھلوال، راولپنڈی، جھنگ، لاہور، پشاور، وغیرہ۔

آپ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد، درود شریف پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ اوراد و معمولات سے فارغ ہو کر کبھی مسجد ہی میں کبھی اپنے کمرے میں اور کبھی چھت پر تھوڑی دیر کیلئے لیٹ جاتے اور استراحت فرماتے۔ (کبھی فجر کے بعد آستانے کی مصروفیات کے باعث آرام نہ بھی کرتے۔) پھر آستانے میں ناشتے کی تیاری کے مراحل میں خود شریک ہو جاتے۔ آپ کے آستانے پر شروع ہی سے تین وقت کا کھانا ہر خاص و عام کیلئے دستیاب ہوتا تھا۔ خاص مہمان ہو یا عام مزدور ایک جگہ بیٹھ کر ایک طرح کا کھانا کھاتے۔ کسی مخصوص مہمان کیلئے امتیازی کھانا کبھی نہ پکا۔ جو پکتا سب کیلئے ہوتا اور بغیر کسی تخصیص کے ایک ہی انداز میں سب تک پہنچتا۔ کوئی خاص مینیو مقرر نہیں تھا۔ آستانے میں جو دستیاب ہوتا، محبت اور شفقت کے ساتھ تقسیم ہو جاتا۔ کبھی سالن روٹی، کبھی حلوہ پوری، کبھی دودھ جلیبی، کبھی رات کی باسی روٹی اور سالن، کبھی رَس (پاپے) اور چائے غرض کبھی کچھ کبھی کچھ نصیب ہوتا لیکن سب میں برابر تقسیم ہوتا۔ کھانا سب تک پہنچ جاتا تو سب بیک وقت بسم اللہ کرتے۔ کھانے والے کی بھوک رہ جاتی تو اور مل جاتا۔ میاں حضور کھانا پکانے، تقسیم کرنے اور پانی پلانے کے انتظامات میں بذاتِ خود شریک ہوتے۔ کبھی میاں حضور آستانے کے مہمانوں کے ساتھ اور کبھی اُن کے بعد ناشتہ کرتے۔ کھانے کے بعد تمام برتن دھو مانجھ کر صاف کر کے توشہ خانے میں رکھ دیے جاتے۔ دوپہر اور رات کے کھانوں کا بھی یونہی بندوبست ہوتا۔ گوشت، سبزی، دال جو پکتا سب میں تقسیم ہوتا۔ سینکڑوں ہزاروں لوگ حاضر ہوتے لیکن جو دستیاب ہوتا سب کو ملتا۔ کبھی کھانا ختم نہ ہوتا۔ میاں حضورؒ کے آستانے سے کوئی خالی پیٹ یا، ناامید نہ جاتا۔ کھانے میں ایسی برکت اور روحانیت ہوتی کہ فائیو سٹار ہوٹلوں کے رسیا بھی آستانے کے صحن یا سدری میں بیٹھ کر سادہ سا کھانا کھاتے اور اُنگلیاں چاٹتے رہ جاتے۔ میاں حضورؒ کے لنگر مبارک سے شکم اور روح دونوں کی ضروریات پوری ہوتیں۔ کھانے والا سیر شکم ہو کر کھانا کھا بھی لیتا اور دنیاوی آلودگیوں سے بچا بھی رہتا۔ زائرین کے کتنے ہی مسائل محض آستانے کا لنگر کھانے سے ہی بفضلہٖ تعالیٰ حل ہو جاتے۔ کسی کا پیٹ درد ختم ہو رہا ہے۔ کسی کا بخار اُتر رہا ہے۔ کسی کی شوگر ٹھیک ہو رہی ہے اور کسی کا سر درد زائل ہو رہا

Marfat.com

ہے۔قُوت (روزی) قوّت اور روحانیت کی یہ تقسیم تینوں وقت جاری رہتی۔

میاں حضورؒ حقّے اور پان سے شغف رکھتے تھے۔حقہ بڑے چاؤ سے تازہ کرایا جاتا' میاں حضورؒ خود بھی حقہ پیتے اور دوسروں میں سے بھی جو پینا چاہتا' پیتا۔کسی کو آپ خود بھی فرمادیتے' ''ابے پی لے''۔کتنے ہی ٹی بی' دمے' نزلہ زکام اور الرجی کے مریض میاں حضورؒ کے حکم پر ان کی چلم کے چند کش لگانے ہی سے باذنِ اللہ شفایاب ہوئے۔آپ نماز' تلاوت کیلئے بطور خاص کُلی کر کے وضو کرتے۔

آپ اولیائے کبار کے معمولات کے مطابق گشت کیا کرتے۔سرگودھا شہر کی گلیاں' بازار آپ کے گشت کے گواہ ہیں۔کبھی آپ بیوہ خواتین' یتیم بچّوں' مفلوک الحال گھرانوں میں تشریف لیجاتے اور اُن کی مالی مدد کرتے' اُن کے مصائب و مسائل سُنتے' ان کا حوصلہ بڑھاتے اور فرماتے۔''اللہ سب ٹھیک کردے گا۔تمھارا کام ہولیا''۔سب دنیا حیران ہے کہ میاں حضور جس بھی شہر' نگری میں جاتے وہاں کی بیواؤں اور یتیموں کے پتے ان تک کیسے پہنچ جاتے؟

آستانے میں آنے والے زائرین' عقیدت مندوں سے ملاقات کرنا' اُن کی گزارشات سُننا اور ان کیلئے دعائیں کرنا اور اللہ کریم کی بارگاہ میں نیازمندی سے ان کے مسائل کے حل کی گزارش و سفارش کرنا' اُن کے معمولات کا اہم حصّہ ہوتا۔یہ قلندری شان تھی کہ کسی کو پاس بٹھالیتے' کسی کو قریب بھی نہ دیتے' کسی کو پاس لٹالیتے' کسی کو گالیاں ملتیں کسی سے کوئی خدمت بھی لے لیتے۔(جیسے مسجد میں جھاڑو دلوانا' برتن صاف کرانا' غسل خانے صاف کرانا' وغیرہ وغیرہ) کبھی کسی کو نئے نوٹوں کی گڈیوں پر دستخط کرنے کا فرمادیتے۔کبھی کسی کو مسجد میں قرآنِ پاک پڑھنے کا حکم دیتے' کبھی کسی کو نفلیں پڑھنے کا کہہ دیتے کبھی کسی کو ویسے ہی ''چلو چلو'' فرما کر واپس لوٹا دیتے۔کبھی کسی کو رات ٹھہرالیتے اور کسی کو جانے کا اذن دے دیتے۔آپ دوسرے شہروں میں اولیائے عظام کے مزاراتِ مقدس پر حاضری کیلئے جاتے تو اُن شہروں کا گشت بھی فرماتے اور وہاں کے بزرگانِ دیں کے مزارات پر حاضری بھی دیتے۔

کبھی نہر میں نہانے تشریف لے جاتے اور دیر تک پانی میں رہتے۔پانی سے آپکا خصوصی شغف تھا۔(خصوصاً تازہ اور ٹھنڈے پانی سے' انتہائی سردیوں میں برف ڈال کر ٹھنڈا پانی نوشِ جاں کرتے۔مسجد کی صفائی اور دھلائی میں خصوصی محنت کرتے۔مسجد دھوتے ہوئے خود پر بھی پانی گراتے جاتے۔آپ بعض عقیدت مندوں کے ہاں تشریف لے جاتے' تو اُن کے برتنوں' وغیرہ کو پانی کے پائپ سے بھر دیتے۔کبھی پیٹیوں' ٹرنکوں اور آٹے کی ڈرمّی تک پانی سے بھر دیتے اور بہت خوش ہوتے۔) زائرین کیلئے آستانے میں مسجد کے وضوخانے' غسلخانے' لیٹرینوں بلکہ ہودی تک کی خود اپنے دستِ شفقت سے صفائی کرتے اور اس میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

Marfat.com

آستانے میں آپؒ نماز، روزے کا خصوصی اہتمام کرتے۔ سفر ہو یا حضر آپؒ کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ سفر میں (گاڑی ہو یا بس) نماز کا وقت ہوتے ہی، وہیں نماز ادا کرنا شروع کر دیتے۔ اگر کار میں سفر درپیش ہوتا تو نماز کے وقت کسی مناسب جگہ کار رکوا کر نماز ادا کرتے۔ کسی ماہِ رمضان کا کوئی روزہ کبھی قضا نہ ہوا۔ عید الفطر کا دن چھوڑ کر اگلے چھ دنوں کے روزے عمر بھر کبھی نہ چھوڑے۔ ہر برس آٹھ شوال کو عید الفطر ہی کی طرح خوشی منائی جاتی۔ حاضرین و زائرین کی ضیافت انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے کی جاتی۔ بڑھاپے میں بھی آپؒ کے ان شرعی معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ آپؒ عموماً فرشِ زمین پر چٹائی بچھا کر سوتے۔ مہمانوں اور خادموں کو چارپائی پر سلاتے اور خود نیچے زمین پر سو جاتے۔ گرمیوں کے موسم میں زمین تپی ہوتی لیکن آپؒ تردد نہ فرماتے۔ سردیوں، گرمیوں ہر موسم میں سدری میں اور کبھی اس کے سامنے صحن میں رات بھر آگ جلتی رہتی۔ اسے قلندری مچ ہی کہا جا سکتا ہے۔ رات اٹھ اٹھ کر نفل پڑھتے۔ کبھی پاس لیٹے ہوئے مہمان کو رات کے کسی پہر جگا کر فرماتے ''مسجد میں نفلاں پڑھ آ۔'' صبح کی نماز اور درود و تلاوت سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لیے سو بھی جاتے۔

قاضی محی الدین ایڈووکیٹ نے لکھا ہے کہ حضور میاں صاحبؒ ہمیشہ ہمہ وقت باوضو رہتے۔

ویب سائیٹ ''نوتاں والی سرکارؒ'' www.notanwalisarkar.com/urdu.html

آپ عموماً فرش پر سو جاتے، گرمیوں میں تپتے فرش پر سونے میں آپ کو کچھ جھجک نہ تھی، آپ کا سونا بہت کم ہوتا، جو تھوڑا بہت سوتے تو وہ بھی جاگنے ہی کی طرح ہوتا کیونکہ آپ وہ تمام باتیں بھی جانتے ہوتے جو اس وقت ہوتیں جب آپ سوئے ہوئے ہوتے۔ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے، نماز کیلئے لوگوں کو اٹھاتے اور نماز باجماعت کے لئے فرماتے۔ فجر ہی نہیں، تمام نمازیں باجماعت آستانہ سے ملحق مسجد پٹھانوں والی میں ادا کرتے، تکبیر تحریمہ میں شرکت کا خصوصی اہتمام کرتے، نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ دُرودِ پاک ہمیشہ میاں حضورؒ کا دائمی وِرد رہا۔

ذرا فارغ ہوتے تو مسجد کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہو جاتے۔ مسجد اور آستانے کی لیٹرینوں کی خود صفائی کرتے۔ پاٹ کو ہاتھوں سے مل مل کر دھوتے۔ اگر کسی کو دیکھتے کہ اس میں اخلاقی کجروی ہے یا اُسے خصوصی طور پر نوازنا چاہتے تو اُسے لیٹرینوں کی صفائی ستھرائی کا حکم دیتے۔ بعض اوقات کسی متکبر کی اصلاح کے لیے بھی اُس سے یہ کام لے لیتے۔ اکثر فرماتے۔ ''اوئے! گھنی صفائی کریؤ بہت گند پڑ رہا۔'' صفائی کرنے والا اسے اپنے مَن کی صفائی سمجھ کر خصوصی محنت کرتا۔ گوجرہ کے حاجی ذوالفقار ملک (نور بیکری والے کے بڑے صاحبزادے) نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک بار وہ سرگودھا آستانے میں حاضر تھے۔ دیکھا کہ میاں حضورؒ مسجد کے استنجا خانوں کی ہودی کی خود صفائی

Marfat.com

کرر ہے ہیں۔ایک لکڑی سے آپ زور لگا رہے ہیں لیکن ہودی کھل نہیں رہی۔ میں (حاجی ذوالفقار) نے عرض کیا کہ میاں حضور اگر آپ مہربانی فرمائیں اور مجھے حکم دیں تو میں اس ہودی کی صفائی کر دوں۔آپؒ نے مسکرا کر دیکھا اور فرمایا ''لے بے کر لے۔'' اجازت ملتے ہی میں نے دونوں بازو ہودی میں ڈال دیے۔اور گندگی نکال نکال کر باہر ڈھیر کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد ہودی کھل گئی اور صفائی مکمل ہوگئی۔میاں حضورؒ یہ سب کچھ بڑے غور سے مسکراتے ہوئے دیکھتے رہے۔جب مَیں فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا ''ہاتھ دھولے اور وضو کرلے۔'' مَیں نے اچھی طرح ہاتھ بازو دھوئے۔وضو کیا اور میاں حضورؒ کے پاس مسجد میں آگیا۔آپ نے فرمایا۔ ''ابے او لیٹ لے۔'' مَیں صف پر لیٹ گیا۔یہ سخت گرمیوں کا مہینہ تھا اور گرمی نیز حبس سے ہر آدمی پریشان تھا۔میاں حضورؒ نے مجھ پر ایک رضائی ڈال دی۔پھر دوسری رضائی ڈال دی پھر تیسری۔اسی طرح مجھے سات رضائیوں میں چھپا دیا اور خود سدری میں تشریف لے گئے۔مجھے یوں لگا کہ جیسے میں ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لطف لے رہا ہوں۔اُس وقت کی کیفیات بیان سے باہر ہیں۔اِتنے میں پیر سید عادل مسعود رضوی شاہ صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور اُنھوں نے ایک ایک کر کے میرے اُوپر سے رضائیاں ہٹانا شروع کر دیں۔میاں حضورؒ نے دور سے فرمایا ابے او عادل! کیوں دخل دیوے۔'' یہ سنتے ہی عادل شاہ صاحب سرکار مست مجذوب نے پھر سے مجھ پر وہ رضائیاں ڈال دیں۔جب نماز کی جماعت کا وقت ہونے لگا تو میاں حضورؒ نے خود اپنے دستِ مبارک سے رضائیاں ہٹا دیں اور فرمایا ''لے بے تو نے لے لیا۔''

رفیق قریشی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دن مَیں (رفیق) آستانہ پر حاضر ہوا تو میاں حضورؒ سیوریج کی ہودی میں دونوں ہاتھ ڈالے اُسے صاف کر رہے تھے۔مَیں آیا تو فرمایا آ گیا بے۔مَیں نے عرض کیا۔جی ہاں مجھ سے فرمایا وضو کرلو۔یہ سُن کر مَیں نے بھی دونوں ہاتھ گندے پانی کی ہودی میں ڈال دیے۔میاں حضورؒ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ ماں کے پیٹ میں تو کچھ ماہ ایسے ہی گندگی میں رہا۔(یعنی میاں حضورؒ نے سمجھایا کہ انسان کو کبھی خود کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے اور اپنی اصلیت نہیں بھولنی چاہیے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) ڈاکٹر غلام علی مسافر، ساہیوال، مملوکہ ڈاکٹر افضال انور)---ص 17)

ایک بار آپ مسجد کے استنجا خانے دھو رہے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے مل مل کر پاٹ کو صاف کر رہے تھے، اسی اثناء میں لاہور سے آپ کے بچپن کے دوست پیر بخش پانی پتی ملنے کے لیے آ گئے، شہنشاہیت ولایت کو اس حالت میں دیکھ کر چپ نہ رہ سکے، بولے ''جھلّے اب تو لیٹرینیں بھی صاف کرے گا، بس رہنے دے۔'' آپ مسکرائے اور فرمایا ''ابے باؤلا (پاگل) ہو رہا، دیکھ میں تو کراچی کے سمندر سے تیرے لئے مچھلیاں پکڑ رہا، یہ کہتے ہوئے آپ نے 8، 8، ......9، 9 کلو وزنی دو تڑپتی ہوئی بڑی مچھلیاں باہر نکال کر زمین پر رکھ دیں جنھیں بعد میں پکا کر سب آستانے

Marfat.com

والوں کو بھی کھلایا گیا۔

میاں رشید قلندر پاکؒ کا بہت بڑا حلقہ تھا' جس میں محکمہ انہار' ریلوے' واپڈا' پولیس' محکمہ انکم ٹیکس' ریونیو' آرمی' جوڈیشل ججز' بینکوں کے علاوہ دیگر خود مختار اداروں کے اعلیٰ اور عام ہزاروں عقیدت مند تھے۔ جو ہمہ وقت میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضری اور سلام کا شرف حاصل کرتے تھے۔ صبح سے شام تک جتنے لوگ آتے تھے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہر کوئی اپنی غرض اور تکلیف کے حل کیلئے چلا آتا تھا۔ کسی کو گالیوں سے نوازتے اور کسی سے انتہائی اپنائیت کا سلوک کرتے۔ گوجرہ کے ماسٹر محمد جمیل انصاری نے بتایا کہ وہ میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہوتے تو اُسے ضرور گالیاں ملتیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گالیاں سُن کر واپس آتا تو میرے بہت سے مسائل حل ہو چکے ہوتے۔ مَیں ان گالیوں کو بھی قلندر صاحبؒ کا اندازِ محبت سمجھتا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ مجھے گالیاں نہ ملتیں تو مَیں اُس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک میرا کام نہ ہو جاتا۔ اگر میاں حضورؒ فرما دیتے کہ چلا جا تو مَیں کہنا مانتے ہوئے آستانے سے باہر آ جاتا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کے بعد دوباری آستانے میں حاضر ہو جاتا۔ پھر آپؒ گالی دے کر فرماتے اب چلا بھی جا۔ مَیں میاں حضورؒ کی اداؤں پر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

کسی کو میاں صاحبؒ محبت سے پاس بٹھا لیتے اور کسی کو قریب بھی نہ آنے دیتے۔ گوجرہ کے سید تنویر شاہ ایک بار سلام کی غرض سے میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ میاں صاحبؒ اُس وقت سدری میں تشریف فرما تھے۔ تنویر شاہ صاحب نے جھک کر السلام علیکم عرض کیا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اُسی سانس میں فرمایا: ''چلو'' اور تنویر شاہ صاحب نے اسے بھی میاں حضورؒ کا حکم مانا اور واپس پلٹ گئے۔

اگر باہر سے کوئی عقیدت مند اپنی کوئی گزارش تحریری طور پر بھیجتا' تو آپ اسے قرآنِ مجید میں رکھوا دیتے۔

میاں صاحبؒ کے ایک خاص مرید اور بہت بڑے عقیدت مند ملک ارشد مرحوم نے اپنی ایک ٹیوٹا کار نمبر FDA127 میاں حضورؒ کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔ اس کی دھلائی آپؒ خود فرماتے تھے اور اس گاڑی پر آپؒ خوشی کے ساتھ اندرونِ شہر اور بیرونی سفر فرمایا کرتے تھے۔ ایک ایک وقت میں دس بارہ آدمیوں کو سرکارؒ اس کار میں بٹھا لیتے اور دور دراز کا سفر کر لیتے۔

کبھی آپ شہر کے دورے پر تشریف لے جاتے' کبھی کبھار دوسرے شہروں میں بھی چلے جاتے۔ گوجرہ' چنیوٹ' فیصل آباد' کراچی' راولپنڈی' پشاور غرض جہاں چاہتے تشریف لے جاتے۔ اکثر آپ کے کچھ عقیدت مند بھی ساتھ ہوتے۔ قاضی محی الدین کے بقول: سرگودھا شہر میں جانب خوشاب' جاتی نہر میں اکثر غسل فرمانے تشریف لے

Marfat.com

جاتے۔اس کے علاوہ لاہور جاتے ہوئے شیخوپورہ شہر سے آٹھ نو میل فاصلے پر بڑی نہر پر رک کر اکثر غسل فرمایا کرتے۔

رات کو بجلی کے قمقمے ہونے کے باوجود لالٹین جلاتے۔قاضی محی الدین کے بقول: سہ دری کے دونوں جانب حجروں اور دیگر کمروں میں لائٹیں روشن کروا کر رکھی جاتی تھیں۔نیز اکثر تصاویر اور اشیا جو ایک حجرہ یا سہ دری میں رکھی ہوتیں ان کی جگہ اِدھر سے اُدھر تبدیل فرماتے رہتے۔آستانے میں موجود بلیوں کی خوراک و مدارات کا خاص خیال رکھتے۔

آپ جمعہ کے دن مسجد کی مزید صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے' میاں حضور ماہ رمضان کے روزے بڑے اہتمام سے بلاناغہ رکھتے' شوال کے چھ روزے بھی اسی ذوق وشوق سے رکھتے' 27 ویں شب رمضان کو جشن نزول قرآن مناتے' اس رات کو آپ بے حد خوش ہوتے۔12 ربیع الاوّل کے دن اپنے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ 'احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی مناتے' نئے کپڑے پہنتے' پر تکلف کھانوں کی تقسیم دن بھر جاری رہتی' اس دن میاں حضور کی خوشی کی انتہا نہ ہوتی۔10 محرم کے دن میاں حضورؒ امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علیؓ کی شہادت کا غم مناتے' میاں حضور محرم کے سارے مہینے میں بے حد غمگین دکھائی دیتے' زیادہ تر خاموشی اختیار کرتے' اگر کوئی ہنستا تو ناپسند کرتے خصوصاً دس محرم کے دن بہت زیادہ سنجیدگی دیکھنے میں آتی۔اہل بیتِ کرام کے ساتھ آپ کی محبت کا رنگ دیدنی ہوتا' اس دن لنگر بھی بہت زیادہ پکتا' سرگودھا میں شیعہ صاحبان' محرم کے جلوس سے فارغ ہو کر میاں حضورؒ کے آستانے پر آتے تو آپ انھیں بڑی محبت سے حسینی لنگر کھانے کو دیتے' وہ بھی قلندری نعرے بلند کرتے ہوئے منتشر ہوتے۔

آستانہ قلندریہ میں میاں حضورؒ کے معمولات کو تین لفظوں میں سمیٹا جا سکتا ہے......''عبادتِ خالق'' محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلما ''خدمتِ خلق''۔آپ نے اپنے عقیدت مندوں سے کبھی چلّے نہیں کرائے' لمبی چوڑی ریاضتوں اور مشقتوں میں نہیں ڈالا' جس کو دیا اپنے پاس سے دیا' آپ عام پیروں مریدوں کی طرح ہاتھ میں ہاتھ لے کر' کلمہ کلام پڑھ کر کسی کو بیعت نہ کرتے' نہ کسی رجسٹر میں مریدین کے کوائف درج کرتے' بس آپ کے پاس آنے والا آپ کی محبت اور عقیدت میں ایسے بندھ جاتا کہ سب کچھ اسی آستانے کو سمجھنے لگتا۔آپ کا تعلق دل سے دل تک کا ہوتا' جس میں ہر لحظہ پختگی بڑھتی رہتی۔جس کو خالی اور بے سہارا دیکھتے' اسے اپنا بنا لیتے۔خود فرمایا کرتے ''اسے جسے میں نے پیدل دیکھا' اُسے اپنی بس میں بٹھالیا۔

◆◆◆

Marfat.com

آستانے میں آپؒ نماز، روزے کا خصوصی اہتمام کرتے۔ سفر ہو یا حضر آپؒ کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ سفر میں (گاڑی ہو یا بس) نماز کا وقت ہوتے ہی، وہیں نماز ادا کرنا شروع کر دیتے۔ اگر کار میں سفر درپیش ہوتا تو نماز کے وقت کسی مناسب جگہ کار رکوا کر نماز ادا کرتے۔ کسی ماہِ رمضان کا کوئی روزہ کبھی قضا نہ ہوا۔ عید الفطر کا دن چھوڑ کر اگلے چھ دنوں کے روزے عمر بھر کبھی نہ چھوڑے۔ ہر برس آٹھ شوال کو عید الفطر ہی کی طرح خوشی منائی جاتی۔ حاضرین و زائرین کی ضیافت انواع واقسام کے لذیذ کھانوں سے کی جاتی۔ بڑھاپے میں بھی آپؒ کے ان شرعی معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ آپؒ عموماً فرشِ زمین پر چٹائی بچھا کر سوتے۔ مہمانوں اور خادموں کو چارپائی پر سلاتے اور خود نیچے زمین پر سو جاتے۔ گرمیوں کے موسم میں زمین تپی ہوتی لیکن آپؒ تردد نہ فرماتے۔ سردیوں، گرمیوں ہر موسم میں سدری میں اور کبھی اس کے سامنے صحن میں رات بھر آگ جلتی رہتی۔ اسے قلندری بھی کہا جا سکتا ہے۔ رات اٹھ اٹھ کر نفل پڑھتے۔ کبھی پاس لیٹے ہوئے مہمان کو رات کے کسی پہر جگا کر فرماتے ''مسجد میں نفلاں پڑھ آ۔'' صبح کی نماز اور درود و تلاوت سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لیے سو بھی جاتے۔

قاضی محی الدین ایڈووکیٹ نے لکھا ہے کہ حضور میاں صاحبؒ ہمیشہ ہمہ وقت باوضو رہتے۔

ویب سائیٹ ''نوٹاں والی سرکارؒ'' www.notanwalisarkar.com/urdu.html

آپ عموماً فرش پر سو جاتے، گرمیوں میں تپتے فرش پر سونے میں آپ کو کچھ جھجک نہ تھی، آپ کا سونا بہت کم ہوتا، جو تھوڑا بہت سوتے تو وہ بھی جاگنے ہی کی طرح ہوتا کیونکہ آپ وہ تمام باتیں بھی جانتے ہوتے جو اس وقت ہوتیں جب آپ سوئے ہوئے ہوتے۔ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے، نماز کیلئے لوگوں کو اٹھاتے اور نماز باجماعت کے لئے فرماتے۔ فجر ہی نہیں، تمام نمازیں باجماعت آستانہ سے ملحق مسجد پٹھانوں والی میں ادا کرتے، تکبیر تحریمہ میں شرکت کا خصوصی اہتمام کرتے، نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ درودِ پاک ہمیشہ میاں حضورؒ کا دائمی وِرد رہا۔

ذرا فارغ ہوتے تو مسجد کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہو جاتے۔ مسجد اور آستانے کی لیٹرینوں کی خود صفائی کرتے۔ پاٹ کو ہاتھوں سے مل مل کر دھوتے۔ اگر کسی کو دیکھتے کہ اس میں اخلاقی کجروی ہے یا اُسے خصوصی طور پر نوازنا چاہتے تو اُسے لیٹرینوں کی صفائی ستھرائی کا حکم دیتے۔ بعض اوقات کسی متکبر کی اصلاح کے لیے بھی اُس سے یہ کام لے لیتے۔ اکثر فرماتے۔ ''اوے! گھنی صفائی کریو، بہت گند پڑ رہا۔'' صفائی کرنے والا اسے اپنے مَن کی صفائی سمجھ کر خصوصی محنت کرتا۔ گوجرہ کے حاجی ذوالفقار ملک (نور بیکری والے کے بڑے صاحبزادے) نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک بار وہ سرگودھا آستانے میں حاضر تھے۔ دیکھا کہ میاں حضورؒ مسجد کے استنجا خانوں کی ہودی کی خود صفائی

Marfat.com

کرر ہے ہیں۔ایک لکڑی سے آپ زور لگا رہے ہیں لیکن ہودی کھل نہیں رہی۔میں (حاجی ذوالفقار) نے عرض کیا کہ میاں حضور اگر آپ مہربانی فرمائیں اور مجھے حکم دیں تو میں اس ہودی کی صفائی کر دوں۔آپؒ نے مسکرا کر دیکھا اور فرمایا ''لے بے کر لے۔'' اجازت ملتے ہی میں نے دونوں بازو ہودی میں ڈال دیے۔اور گندگی نکال نکال کر باہر ڈھیر کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد ہودی کھل گئی اور صفائی مکمل ہوگئی۔میاں حضورؒ یہ سب کچھ بڑے غور سے مسکراتے ہوئے دیکھتے رہے۔جب مَیں فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا ''ہاتھ دھو لے اور وضو کر لے۔'' مَیں نے اچھی طرح ہاتھ بازو دھوئے۔وضو کیا اور میاں حضورؒ کے پاس مسجد میں آ گیا۔آپ نے فرمایا۔''ابے اولیٹ لے۔'' مَیں صف پر لیٹ گیا۔یہ سخت گرمیوں کا مہینہ تھا اور گرمی نیز حبس سے ہر آدمی پریشان تھا۔میاں حضورؒ نے مجھ پر ایک رضائی ڈال دی۔پھر دوسری رضائی ڈال دی پھر تیسری۔اسی طرح مجھے سات رضائیوں میں چھپا دیا اور خود سدری میں تشریف لے گئے۔مجھے یوں لگا کہ جیسے میں ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لطف لے رہا ہوں۔اُس وقت کی کیفیات بیان سے باہر ہیں۔اِتنے میں پیر سید عادل مسعود رضوی شاہ صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور اُنھوں نے ایک ایک کر کے میرے اُوپر سے رضائیاں ہٹانا شروع کر دیں۔میاں حضورؒ نے دور سے فرمایا ابے او عادل! کیوں دخل دیوے۔'' یہ سنتے ہی عادل شاہ صاحب سرکار مست مجذوب نے پھر سے مجھ پر وہ رضائیاں ڈال دیں۔جب نماز کی جماعت کا وقت ہونے لگا تو میاں حضورؒ نے خود اپنے دستِ مبارک سے رضائیاں ہٹا دیں اور فرمایا ''لے بے تو نے لے لیا۔''

رفیق قریشی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دن مَیں (رفیق) آستانہ پر حاضر ہوا تو میاں حضورؒ سیوریج کی ہودی میں دونوں ہاتھ ڈالے اُسے صاف کر رہے تھے۔مَیں آیا تو فرمایا آ گیا بے۔مَیں نے عرض کیا۔جی ہاں مجھ سے فرمایا وضو کر لو۔یہ سُن کر مَیں نے بھی دونوں ہاتھ گندے پانی کی ہودی میں ڈال دیے۔میاں حضورؒ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ ماں کے پیٹ میں تو کچھ ماہ ایسے ہی گندگی میں رہا۔(یعنی میاں حضورؒ نے سمجھایا کہ انسان کو کبھی خود کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے اور اپنی اصلیت نہیں بھولنی چاہیے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) ڈاکٹر غلام علی مسافر' ساہیوال' مملوکہ ڈاکٹر افضال انور)---ص 17)

ایک بار آپ مسجد کے استنجا خانے دھو رہے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے مل مل کر پاٹ کو صاف کر رہے تھے' اسی اثناء میں لاہور سے آپ کے بچپن کے دوست پیر بخش پانی پتی ملنے کے لئے آ گئے' شہنشاہیت ولایت کو اس حالت میں دیکھ کر چپ نہ رہ سکے' بولے ''جھلّے اب تو لیٹرینیں بھی صاف کرے گا' بس رہنے دے۔'' آپ مسکرائے اور فرمایا ''ابے باؤلا (پاگل) ہو رہا' دیکھ میں تو کراچی کے سمندر سے تیرے لئے مچھلیاں پکڑ رہا' یہ کہتے ہوئے آپ نے 8'8 ......9'9 کلو وزنی دو تڑپتی ہوئی بڑی مچھلیاں باہر نکال کر زمین پر رکھ دیں جنھیں بعد میں پکا کر سب آستانے

Marfat.com

والوں کو بھی کھلایا گیا۔

میاں رشید قلندر پاکؒ کا بہت بڑا حلقہ تھا' جس میں محکمہ انہار' ریلوے' واپڈا' پولیس' محکمہ انکم ٹیکس' ریونیو' آرمی' جوڈیشیل ججز' بینکوں کے علاوہ دیگر خود مختار اداروں کے اعلیٰ اور عام ہزاروں عقیدت مند تھے۔ جو ہمہ وقت میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضری اور سلام کا شرف حاصل کرتے تھے۔ صبح سے شام تک جتنے لوگ آتے تھے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہر کوئی اپنی غرض اور تکلیف کے حل کیلئے چلا آتا تھا۔ کسی کو گالیوں سے نوازتے اور کسی سے انتہائی اپنائیت کا سلوک کرتے۔ گوجرہ کے ماسٹر محمد جمیل انصاری نے بتایا کہ وہ میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہوتے تو اُسے ضرور گالیاں ملتیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گالیاں سُن کر واپس آتا تو میرے بہت سے مسائل حل ہو چکے ہوتے۔ مَیں ان گالیوں کو بھی قلندر صاحبؒ کا اندازِ محبت سمجھتا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ مجھے گالیاں نہ ملتیں تو مَیں اُس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک میرا کام نہ ہو جاتا۔ اگر میاں حضورؒ فرما دیتے کہ چلا جا تو مَیں کہنا مانتے ہوئے آستانے سے باہر آ جاتا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کے بعد دوبارہ آستانے میں حاضر ہو جاتا۔ پھر آپؒ گالی دے کر فرماتے ابے چلا بھی جا۔ مَیں میاں حضورؒ کی اداؤں پر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

کسی کو میاں صاحبؒ محبت سے پاس بٹھا لیتے اور کسی کو قریب بھی نہ آنے دیتے۔ گوجرہ کے سید تنویر شاہ ایک بار سلام کی غرض سے میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ میاں صاحبؒ اُس وقت سدری میں تشریف فرما تھے۔ تنویر شاہ صاحب نے جھک کر السلام علیکم عرض کیا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اُسی سانس میں فرمایا: ''چلو'' اور تنویر شاہ صاحب نے اسے بھی میاں حضورؒ کا حکم مانا اور واپس پلٹ گئے۔

اگر باہر سے کوئی عقیدت مند اپنی کوئی گزارش تحریری طور پر بھیجتا' تو آپ اسے قرآنِ مجید میں رکھوا دیتے۔

میاں صاحبؒ کے ایک خاص مرید اور بہت بڑے عقیدت مند ملک ارشد مرحوم نے اپنی ایک ٹیوٹا کار نمبر FDA127 میاں حضورؒ کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔ اس کی دھلائی آپؒ خود فرماتے تھے اور اس گاڑی پر آپؒ خوشی کے ساتھ اندرونِ شہر اور بیرونی سفر فرمایا کرتے تھے۔ ایک ایک وقت میں دس بارہ آدمیوں کو سرکارؒ اس کار میں بٹھا لیتے اور دور دراز کا سفر کر لیتے۔

کبھی آپ شہر کے دورے پر تشریف لے جاتے' کبھی کبھار دوسرے شہروں میں بھی چلے جاتے۔ گوجرہ' چنیوٹ' فیصل آباد' کراچی' راولپنڈی' پشاور غرض جہاں چاہتے تشریف لے جاتے۔ اکثر آپ کے کچھ عقیدت مند بھی ساتھ ہوتے۔ قاضی محی الدین کے بقول: سرگودھا شہر میں جانب خوشاب' جاتی نہر میں اکثر غسل فرمانے تشریف لے

Marfat.com

جاتے۔ اس کے علاوہ لاہور جاتے ہوئے شیخوپورہ شہر سے آٹھ نو میل فاصلے پر بڑی نہر پر رک کر اکثر غسل فرمایا کرتے۔

رات کو بجلی کے قمقمے ہونے کے باوجود لالٹین جلاتے۔ قاضی محی الدین کے بقول: سہ دری کے دونوں جانب حجروں اور دیگر کمروں میں لائٹیں روشن کروا کر رکھی جاتی تھیں۔ نیز اکثر تصاویر اور اشیا جو ایک حجرہ یا سہ دری میں رکھی ہوتیں ان کی جگہ اِدھر سے اُدھر تبدیل فرماتے رہتے۔ آستانے میں موجود بلیوں کی خوراک و مدارات کا خاص خیال رکھتے۔

آپ جمعہ کے دن مسجد کی مزید صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے' میاں حضور ماہ رمضان کے روزے بڑے اہتمام سے بلاناغہ رکھتے' شوال کے چھ روزے بھی اسی ذوق و شوق سے رکھتے' 27 ویں شب رمضان کو جشن نزول قرآن مناتے' اس رات کو آپ بے حد خوش ہوتے۔ 12 ربیع الاوّل کے دن اپنے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی مناتے' نئے کپڑے پہنتے' پر تکلف کھانوں کی تقسیم دن بھر جاری رہتی' اس دن میاں حضور کی خوشی کی انتہا نہ ہوتی۔ 10 محرم کے دن میاں حضورؒ امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علیؓ کی شہادت کا غم مناتے' میاں حضور محرم کے سارے مہینے میں بے حد غمگین دکھائی دیتے' زیادہ تر خاموشی اختیار کرتے' اگر کوئی ہنستا تو ناپسند کرتے خصوصاً دس محرم کے دن بہت زیادہ سنجیدگی دیکھنے میں آتی۔ اہل بیتِ کرام کے ساتھ آپ کی محبت کا رنگ دیدنی ہوتا' اس دن لنگر بھی بہت زیادہ پکتا' سرگودھا میں شیعہ صاحبان' محرم کے جلوس سے فارغ ہو کر میاں حضورؒ کے آستانے پر آتے تو آپ انھیں بڑی محبت سے حسینی لنگر کھانے کو دیتے' وہ بھی قلندری نعرے بلند کرتے ہوئے منتشر ہوتے۔

آستانہ قلندریہ میں میاں حضورؒ کے معمولات کو تین لفظوں میں سمیٹا جا سکتا ہے...... ''عبادتِ خالق'' ''محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ''خدمتِ خلق''۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں سے کبھی چلّے نہیں کرائے' لمبی چوڑی ریاضتوں اور مشقتوں میں نہیں ڈالا' جس کو دیا اپنے پاس سے دیا' آپ عام پیروں مریدوں کی طرح ہاتھ میں ہاتھ لے کر' کلمہ کلام پڑھ کر کسی کو بیعت نہ کرتے' نہ کسی رجسٹر میں مریدین کے کوائف درج کرتے' بس آپ کے پاس آنے والا آپ کی محبت اور عقیدت میں ایسے بندھ جاتا کہ سب کچھ اسی آستانے کو سمجھنے لگتا۔ آپ کا تعلق دل سے دل تک کا ہوتا' جس میں ہر لحظہ پختگی بڑھتی رہتی۔ جس کو خالی اور بے سہارا دیکھتے' اسے اپنا بنا لیتے۔ خود فرمایا کرتے ''اب جسے میں نے پیدل دیکھا' اُسے اپنی بس میں بٹھا لیا۔

◆◆◆

Marfat.com

بھی کر دیو۔ یوں بظاہر میاں حضورؒ نے اپنے آپ کو چھپا کر بڑے حافظ جی شفیق صاحب کو آگے کیا ہوا تھا۔ حافظ صاحب کو اللہ نے' میاں صاحبؒ کی طفیل بے پناہ کشفی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ وہ خوبصورت تو تھے ہی' ان کا لباس بھی بہت صاف ستھرا ہوتا۔ وہ سر پر صافہ باندھے مسجد کے محراب کے پاس بیٹھے رہتے اور بہت سے اجنبی لوگ انھیں ہی میاں صاحبؒ سمجھ لیتے اور ان کی دست بوسی کرتے۔ وہ فرماتے میاں صاحبؒ کا خادم ہوں۔ میاں صاحبؒ نے اپنے اس خادم کو ایک تسبیح دی ہوئی تھی۔ یہ تسبیح کم اور وائرلیس زیادہ تھی۔ اکثر سائل کا سوال سن کر وہ تسبیح کو کانوں کے ساتھ لگاتے' جیسے آج کل لوگ موبائل پر بات سنتے ہیں' پھر وہ سائل کا جواب دیتے جو سو فیصد درست ثابت ہوتا۔ ان کے حوالے سے دو واقعات پیش خدمت ہیں۔

1۔ لاہور سے ہماری ایک پیر بہن' محترمہ مسز عتیق قریشی صاحبہ نے راقم الحروف کے نام اپنے ایک خط محررہ 31-08-1995ء میں حافظ جی شفیقؒ نابینا کا ایک واقعہ یوں تحریر کیا:

1991ء میں میرا بھائی جو آرمی میں میجر تھا' لاہور بارڈر پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ وہ اپنی گاڑی' ایک کیپٹن' ایک صوبیدار اور ڈرائیور سمیت غائب ہو گئے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ انھیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ ہماری پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ میں اسی غم میں ایک ہفتہ کے بعد روتی ہوئی سرگودھا پہنچی اور میاں حضورؒ سے اپنے بھائی کی گم شدگی کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے: ''اللہ فضل کرے گا۔'' حافظ جی شفیق نابینا کو حکم دیا کہ تسبیح کر دے۔ حافظ صاحب نے تسبیح گھمائی اور بتایا:

''یار ہیں' خیریت سے ہیں۔''

پندرہ دن بعد ریڈیو پر خبر چلی کہ کچھ جرمن صحافیوں نے دیکھا کہ انڈیا نے چار پاکستانی گاڑی سمیت پکڑ لیے ہیں۔ پھر انڈیا نے بھی اقرار کر لیا۔ یہ بھی میاں صاحبؒ کی کرامت تھی کہ وہ دو ماہ سختیاں جھیلنے کے بعد زندہ سلامت واپس آ گئے اور قبلہ حافظ جی شفیق نابینا کا کہا سچ ثابت ہو کر رہا۔

2۔ غلام علی ساہیوال نے اپنے ایک خط محررہ 27 ستمبر 2014ء میں لکھا:

1993ء میں' میری والدہ کے معدہ میں شدید درد شروع ہو گیا۔ ڈاکٹروں سپیشلسٹوں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔ میرے ایک دوست چودھری محمد اشرف نے مشورہ دیا کہ سرگودھا میں حضرت میاں عبدالرشید سے جا کر دعا کراؤ۔ میں اپنے بڑے بھائی حاجی غلام محمد کے ساتھ آپ کے آستانہ میں پہنچا۔ وضو کرنے کے بعد ایک آدمی سے آپؒ کے

Marfat.com

بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اندر مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ مسجد میں جا کر دیکھا تو آپ رضائی لپیٹے ہوئے نیم دراز ہیں اور کافی لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا' سرکار ساہیوال سے آئے ہیں۔ والدہ شدید بیمار ہیں۔ ان کے معدے میں بہت درد ہے۔ آپؒ نے فرمایا حافظ جی کے پاس چلا جا۔ ان کے اشارے پر ہم محراب میں بیٹھے ہوئے حافظ شفیق صاحب نابینا کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ میاں صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ والدہ صاحبہ بیمار ہیں۔ انھوں نے اپنی تسبیح کان سے لگائی اور مجھے ایک تعویز دے دیا جو فوٹو سٹیٹ کرایا گیا تھا۔ میرے کچھ اور سوالوں کے جوابات بھی دیے مثلاً میں نے پوچھا کہ کیا میں جلد سعودی عرب جا سکوں گا؟ انھوں نے پھر تسبیح کان سے لگائی اور فرمایا نہیں۔ ایسے ہی تین چار سوالات کے جوابات تسبیح کو کان سے لگانے کے بعد دیے۔ بعد میں ان کا ہر جواب صحیح ثابت ہوا۔

◆◆◆

آستانہ عالیہ میں تین وقت کا وسیع لنگرِ عام

صبح نماز اور اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تو اُن لوگوں کی خدمت کیلئے ناشتہ کی تیاری کرتے جو اس غرض سے آستانہ میں حاضر ہوتے۔ سو پچاس جتنے آدمی ہوتے سب کو چائے اور پاپے (رس) ملتے۔ میاں حضور خود بھی یہی ناشتہ کرتے' کبھی چائے کے ساتھ رات کی بچی ہوئی روٹیاں تقسیم ہوتیں' کبھی سالن روٹی' کبھی دودھ جلیبیاں' کبھی حلوہ غرض جو میسر ہوتا میاں صاحب حاضرین میں تقسیم فرما دیتے۔ تقسیم کے وقت ناشتہ کیلئے آنے والے مزدوروں' مساکین اور آستانے کے زائرین کی عزت نفس کا خاص خیال رکھتے' کسی کو نہ جھڑکتے' اسی محبت سے ناشتہ کراتے جیسے کوئی ماں اپنے بچوں کو کھانا دیتی ہے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر ظہرانے کے انتظامات کا حکم دیتے' آپ کے ہاں کھانا ہنڈیا میں نہیں' بڑے دیگچوں اور دیگوں میں پکتا۔ آنے والوں پر کوئی پابندی نہیں تھی کہ اتنی تعداد ہی کھانا کھا سکتی ہے' جو بھی تقسیم لنگر کے وقت آ جاتا اسے کھانا ملتا۔ کسی کے لیے کوئی پابندی یا تخصیص نہیں تھی۔ کسی مسلک یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا اس لنگر سے پیٹ بھر سکتا تھا۔ فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے بتایا کہ ایک بار آستانے کے لنگر

Marfat.com

میں ایک خاکروب شامل ہو گیا۔ مجھے اس کا مسجد کے صحن میں بیٹھ کر کھانا اچھا نہ لگا۔ میں (بھنگی) نے ایک طرف ہو کر میاں حضورؒ سے عرض کیا کہ سرکارؒ وہ ادھر بیٹھا ہوا شخص عیسائی ہے۔ یہ سنتے ہی آپؒ جلال میں آ گئے اور مجھے ایک موٹی سی گالی دے کر فرمایا: ''ابے کیا وہ تیرے باپ کا کھاوے۔ یہاں جو بھی آئے' اسے ضرور ملے۔ یہ عیسائی بھی اللہ کے بندے ہیں۔''

زائرین کیلئے لنگر چوبیس گھنٹے کھلا رہتا' سبزی' گوشت' دال' جو کچھ پکتا سب کو وہی عطا ہوتا۔ اپنے لئے یا خاص زائرین کیلئے الگ سے اہتمامی کھانا کبھی تیار نہ کرایا' لذائذ دنیا اور نفس پروری کو پسند نہ فرماتے لہٰذا کبھی کبھی لذیذ کھانوں میں زیادہ نمک یا پانی ڈال کر ان کی لذت کم کر دیتے۔ کبھی دودھ جلیبیوں یا کھیر میں مٹی کا تیل شامل کر دیتے تاکہ پیٹ کی آگ تو بجھے لیکن نفس موٹا نہ ہو جائے۔ رات کے کھانے کا بھی یہی حال ہوتا' ایک ایک وقت میں سینکڑوں روٹیاں تقسیم ہوتیں' لنگر میں کبھی کمی نہ آتی۔

خالد مراد لکھتے ہیں:

''جب آپؒ چائے نوش فرماتے تو دائیں ہاتھ میں پرچ پکڑ کر بائیں ہاتھ سے اس میں چائے ڈالتے اور اکثر پرچ میں چائے پیتے' مگر چائے پینے سے پہلے شہادت کی انگلی چائے میں تین مرتبہ ڈال کر اپنی دونوں آنکھوں کے اطراف میں تین تین مرتبہ لگاتے۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 43)

آپ کے لنگر کے کھانے میں شفا کی تاثیر و برکت ہوتی' ہزار ہا لوگ صرف لنگر کھانے سے صحت یاب اور غرض مند' بامراد ہو گئے۔ اگرچہ آپ خود قلیل الغذا تھے لیکن زائرین و حاضرین کو خوب پیٹ بھر کر کھلاتے' خادمین کو (اور بعض زائرین کو بھی) ان کے بچوں کے لئے کھانا عطا کرتے۔ سرگودھا میں میاں حضور کے معمولات میں جمعہ کا دن نسبتاً زیادہ مصروف ہوتا' اس دن لنگر بھی زیادہ تقسیم ہوتا اور زائرین بھی زیادہ ہوتے۔

آپؒ کا لنگر سال کے بارہ مہینے صبح' دوپہر' شام جاری رہتا لیکن رمضان المبارک میں لنگر کا سلسلہ بے حد وسیع ہو جاتا۔ عام دنوں میں اگر ایک وقت تقریباً پانچ سو روٹیاں استعمال ہوتیں تو رمضان شریف میں روٹیوں کی یہی تعداد ہزار بلکہ ڈیڑھ ہزار تک پہنچ جاتی۔

◆◆◆

Marfat.com

میاں حضورؒ کی بلیاں

میاں حضورؒ کے آستانے میں آنے والے جانتے ہیں کہ آج بھی آستانے میں بہت سی بلیاں بھی رہتی ہیں۔ میاں حضورؒ کے ظاہری زمانے میں بھی آستانے میں ہر وقت دس بیس بلیاں ہمیشہ رہتی تھیں، جن کا سلسلہ آج بھی اسی طرح جاری ہے۔ کبھی آستانے میں، کبھی مسجد میں اور کبھی قبرستان میں آرام کرتیں۔ میاں حضورؒ ان کی خوراک اور آرام کا بہت خیال رکھتے۔ انھیں گوشت اور دودھ کی خوراک ملتی۔ اگر کوئی بلی کبھی کسی زائر کی گود میں بھی آ کر بیٹھ جاتی تو وہ اسے اپنی خوش قسمتی گردانتا۔ کوئی انھیں جھڑک نہیں سکتا تھا۔ آستانے میں ان کا پایا جانا اس بات کی دلیل تھا کہ میاں صاحبؒ انسانوں اور جانوروں پر کتنے مہربان ہیں۔ یقیناً یہ عام بلیاں نہیں تھیں، یہ عموماً ہم عمر ہوتیں۔ کبھی تمام چھوٹے سائز کی اور کبھی بڑی جسامت کی آ جاتیں۔ فوج کے کسی چاق و چوبند، تازہ دم دستے کی طرح بدل جاتیں۔ جیسے ان کی ڈیوٹی لگتی ہو۔

میاں حضورؒ بعض اوقات مسائل و مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں سے پیسے لے کر ان بلیوں کے لیے گوشت منگواتے۔ آپؒ آہستگی سے پُس پُس فرماتے اور بلیاں آناً فاناً اکٹھی ہو جاتیں اور گوشت کھانے لگتیں۔ گوشت کھا چکتیں تو میاں حضورؒ پھر پُس پُس فرماتے اور یہ بلیاں اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتیں۔ کچھ مسجد کی طرف، کچھ سہ دری میں اور کچھ قبرستان کی طرف چلی جاتیں۔ یہ جہاں چاہتیں، بیٹھ جاتیں، لیٹ جاتیں یا سو جاتیں۔ نہ کوئی انھیں اُٹھاتا تھا اور نہ ڈسٹرب کرتا تھا۔ آستانہ یا مسجد، جہاں چاہتیں، گھومتی پھرتیں۔ اگر میاں صاحبؒ کی کوئی بلی کسی خادم یا مہمان کی گود میں آ بیٹھتی تو وہ اِسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا۔ الغرض بلیوں کو اس آستانے میں ہر طرح کی آسائش اور ایک قسم کی نمبرداری حاصل تھی۔

اگر کھانا کھاتے ہوئے کوئی بلی کسی مہمان کے ساتھ کھانا کھانے لگتی یا اُس کی پلیٹ میں پاؤں بھی رکھ دیتی تو میاں حضورؒ فرماتے ''ابے! اِسی کے ساتھ کھا تارہ۔ یہ بھی انسان ہووِیں۔'' کئی دفعہ میاں حضورؒ کے سامنے کوئی شخص اپنا کوئی واقعہ بیان کر رہا ہوتا، تو آپؒ کسی بلی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ''ہاں! یہ بلی بھی یونہی بتاوے۔'' اس لحاظ سے آستانے کی بلیاں میاں حضورؒ کے محکمۂ جاسوسی و تفتیش کی سپاہی محسوس ہوتیں۔

اس دنیا میں میاں حضورؒ کی زندگی کی آخری رات سب واقفانِ حال کی طرح یہ بلیاں بھی غم زدہ تھیں۔ دربار

Marfat.com

کے خدام بتاتے ہیں کہ اُس رات کسی بلی نے دودھ پینا تو درکنار اسے چکھا تک نہیں تھا۔ یقیناً یہ خدا کے رازوں میں تھیں۔ بعض واقعات ان بلیوں کے پس پردہ روحانی معاملات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بیمار پڑ جاتی' تو میاں حضورؒ کو بہت تشویش ہوتی' اس کے علاج اور خاطر مدارات میں اضافہ ہو جاتا۔

گوجرہ کے ماسٹر شیخ مبشر صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ آستانے میں کھانا کھایا جا رہا تھا۔ گوشت کا سالن سب کے سامنے دھرا تھا۔ ایک مہمان کی پلیٹ میں ایک بلی نے پنجہ رکھ دیا۔ اِس سے پہلے کہ وہ شخص اپنی کراہت کا اظہار کرتا' میاں صاحبؒ نے فرمایا۔ ''ابے' کھاتے رہو' یہ بھی انسان ہووے'' پھر وہ شخص اور بلی دونوں ایک ہی پلیٹ سے کھاتے رہے۔ آستانہ کے خدام یہ بھی بتاتے ہیں کہ بعض اوقات ایک ہی تھالی میں پڑے ہوئے دودھ کو چوہا اور بلی بیک وقت پی رہے ہوتے۔

اگر میاں حضورؒ کسی شخص کو گرفتارِ رنج و بلا دیکھتے تو فوراً اُسے پیسے نکالنے کا فرماتے۔ اور اُن پیسوں کا گوشت منگوا کر ان بلیوں کو کھلا دیتے۔ یہ گویا صدقے کی ایک شکل ہوتی کیونکہ حدیثِ پاک کے مطابق صدقے سے بلائیں رد ہوتی ہیں۔ کئی دفعہ میاں حضورؒ کے سامنے کوئی شخص اپنا کوئی واقعہ بیان کر رہا ہوتا' تو آپؒ کسی بلی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ''ہاں! یہ بلی بھی یونہی بتاوے۔'' اس لحاظ سے آستانے کی بلیاں میاں حضورؒ کے محکمۂ جاسوسی و تفتیش کی سپاہی محسوس ہوتیں۔

سرگودھا کے عابد علی خان نے اپنا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میاں حضورؒ ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال شدت سے آ رہا تھا کہ میری بھی کہیں شادی ہو جائے اور میری بہن کی بھی شادی کا انتظام ہو

جائے۔ اتنے میں ایک بلّی کہیں سے میاں حضورؒ کے پاس آئی اور آپؒ نے اُسے اُٹھا کر زور سے میری گود میں پھینک دیا۔ مجھے فرمایا۔ ''ابے! یہ بی۔ اے۔ تک پڑھی ہوئی ہے۔ آج کل نوکری تلاش کر رہی ہے۔ ابے تو میموں کو لے کر کیا کرے گا؟'' میری سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن وہ بلّی کافی دیر تک میری گود میں بیٹھی رہی۔ مَیں نے اُس کے اُوپر چادر ڈال دی۔ اُن دنوں مجھے بلڈ پریشر کی بہت تکلیف تھی۔ جب کافی دیر کے بعد بلّی جانے لگی تو آپؒ نے مجھے فرمایا کہ اس بلی پر ہاتھ اچھی طرح پھیر لے۔ مَیں نے اُس بلّی پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد میرا بلڈ پریشر ٹھیک ہو گیا اور الحمدُ للہ آج تک میرا B.P. نارمل ہے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 40)

Marfat.com

فقیر نور محمد، چوک اعظم نے اپنے خط محررہ 24 ستمبر 1995ء میں راقم الحروف کو لکھا:

''ایک بار میں آپؒ کے پاس چند ساتھیوں کے ہمراہ سرگودھا حاضر ہوا۔ صبح اشراق کے وقت آپ چھت پر تشریف لے گئے۔ چھت پر بنے ہوئے ایک کمرے میں ایک مجذوب بزرگ پلنگ پر لیٹے رہتے تھے۔ ہمیں بھی اوپر بلا لیا۔ جب ہم چھت پر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ وہاں کچھ بلیاں بھی موجود ہیں۔ میاں حضورؒ نے ایک بلے کو ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''باباجی کی جھولی میں بیٹھ جا'' وہ بلاّ دوڑ کر میری گود میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بلے کو فرمایا: ''بس اب اٹھ جا'' چنانچہ بلے نے میری گود سے چھلانگ لگائی اور ایک طرف کو چل دیا۔ اس واقعے کو عرصہ گزر گیا لیکن اس دن سے آج تک سب چھوٹے بڑے مرد و زن مجھے ''باباجی'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

اگر کوئی بلی فوت ہو جاتی تو اُسے قبرستان میں باقاعدہ چھوٹی سی قبر کھود کر دفنایا جاتا۔ آپؒ آستانے میں آنے والے حاضرین سے فرماتے کہ جاؤ تم بھی دیکھ آؤ۔ یوں عقیدت مند ان بلیوں کی دفن کی جگہ کی زیارت کے لیے جاتے۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ آستانے کی بلیاں کوئی معمولی چیز نہیں تھیں۔ ولیوں کے کُتے شیروں پر حاوی ہوتے ہیں۔ میاں صاحبؒ کی بلیاں بھی اسی شان کی حامل تھیں۔ اگر کوئی شخص کسی بلے کی شکایت کرتا تو آپؒ بے نیازی سے فرماتے ''ابے! یہ بھی ہمارا بچّہ ہے، خیر ہے۔

فیصل آباد کے سعید خان مرحوم ان لوگوں میں شامل تھے جو میاں حضورؒ کے نوٹ تبدیل کرانے پر مامور تھے۔ اُنھوں نے یہ واقعہ فیصل آباد کی مختلف محفلوں میں کئی بار سنایا کہ ایک دفعہ وہ پرانے نوٹ لے کر سرگودھا سے سٹیٹ بینک فیصل آباد پہنچے، بینک کا عملہ پس و پیش کرنے لگا۔ سعید خاں نے دروازے پر ایک بلاّ دیکھا اور حیران ہوئے کہ یہ تو آستانے کا ہے، اِدھر کیسے آ گیا؟ بہر حال جب نوٹ تبدیل ہو چکے تو وہ بلاّ غائب تھا۔ سعید خاں سرگودھا پہنچے تو میاں حضورؒ نے پوچھا ''ابے! بڑی دیر کر دی؟'' سعید خاں نے عرض کیا کہ سرکار بینک والے پس و پیش کر رہے تھے، آپ نے فرمایا ''ہاں بلاّ بھی یہی کہہ رہے تھے۔''

صوفی اشفاق اللہ واحد نے لکھا ہے:

''آپ مسجد میں مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ ایک طرف سے بلی آ نکلی۔ اپنے سالن میں سے آپ نے بوٹی اٹھائی اور بلی کے سامنے رکھ دی۔ بلی گوشت کو سونگھتے ہی پیچھے ہٹ گئی تو آپ نے فرمایا ''ابے صوفی! بلی کہہ رہی ہے میری داڑھ میں درد ہے، ہڈی نکال دو۔'' احقر نے گوشت سے ہڈی علیحدہ کر دی۔ بلی آگے بڑھی اور رغبت سے گوشت کو پنجے میں پکڑ کر کھانے لگی۔

Marfat.com

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' --' ص 145)

میاں حضورؒ کی شہادت سے ایک دن پہلے کسی بلی نے کچھ نہ کھایا۔ آستانے کے خادمین حیران تھے کہ انھیں کیا ہو گیا ہے۔ ان کے سامنے دودھ بھی رکھا گیا لیکن کسی بلی نے منہ تک نہ لگایا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ برسوں کی مریض ہوں۔ کچھ خادمین نے میاں حضورؒ سے گزارش بھی کی کہ سرکار! آج کسی بلی نے کچھ نہیں کھایا اور کوئی بلی دودھ کے کسی کٹورے کو منہ تک نہیں لگا رہی۔ آپؒ اُداس ہو گئے اور فرمایا ''یہ سب کچھ جانتے ہیں۔'' جب میاں حضورؒ اگلے دن شہید ہو گئے تو آستانے کی بلیوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ بھی دیگر عقیدت مندوں کی طرح سخت پریشان اور غم زدہ تھیں۔

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد' ملک اورنگ زیبؒ اور ڈاکٹر غلام علی مسافر ایک دن آستانے میں خالد خان صاحب کے کمرے میں باتیں کر رہے تھے۔ پاس ہی ایک گدّا (رضائی) بچھا ہوا تھا' جس پر ایک سفید رنگ کا بِلا مزے سے بیٹھا ہوا تھا۔ خالد خان صاحب نے ملک صاحب سے کہا کہ آپ کو یہ گدّا اُٹھا دینا چاہیے تھا۔ دن کتنا چڑھ آیا ہے اور یہ ابھی تک بچھا ہوا ہے۔ ملک صاحب نے جواب دیا کہ واقعی اُٹھا دینا چاہیے تھا لیکن (بِلّے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مَیں نے اِن کے احترام میں اسے نہیں اُٹھایا' نجانے کہاں ڈیوٹی دے رہا ہے؟ گدّا اُٹھاتا تو یہ ڈسٹرب ہو جاتا۔ پھر ملک صاحب نے کہا کہ میاں حضورؒ کے آستانے کی بلیوں کے راز اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ قطبِ مدار کی بلیاں ہیں اور اہلِ نظر جانتے ہیں کہ یہ سب ڈیوٹی دار ہیں۔ گوجرہ کے صوفی امجد علی رشیدی نے بتایا ''ایک بار (07-12-1996 بروز جمعرات) مَیں نے خواب دیکھا کہ مَیں سرکار کے آستانے کی مسجد میں نعت شریف پڑھ رہا ہوں۔ محفل میں حکیم شبیر احمد نور پوری اور پروفیسر اِفضال انور بھی موجود ہیں۔ میاں صاحبؒ کا چہرہ نور سے دمک رہا ہے۔ اتنے میں' مَیں نے دیکھا کہ میاں صاحبؒ کے پاس بلی کا ایک بچہ ہے۔ کسی آدمی نے اُسے گلے سے پکڑ کر یوں اُٹھا لیا کہ اُس کی سانس رُکنے لگی۔ محفل میں موجود تمام لوگ چیخے کہ یہ بلی کا بچہ تو دراصل میاں حضورؒ کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔''

عین ممکن ہے میاں حضورؒ ان بلیوں سے کوئی ڈیوٹی لیتے ہوں۔ ان بلیوں کی اس خوش نصیبی پر تو کسی کو شک نہیں کہ ان کی نسبت میاں حضورؒ کے ساتھ تھی۔ قرآنِ مجید میں اصحافِ کہف کے کُتّے کا ذکر ہے۔ اگر بنی اسرائیل کے نیک جواں مرد ولیوں سے نسبت کی بدولت غار کے منہ کے آگے بیٹھا ہوا کُتّا جنت میں جانے کا حقدار ٹھہر سکتا ہے' تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت کے ولی کامل کی بلیوں کی خوش بختی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

Marfat.com

پان اور حُقّے کا شوق

حُقہ اور پان کا خصوصی شوق تھا۔ کبھی کبھی زائرین کو بھی حقہ پینے کیلئے دیتے' بعض لوگوں کی دیرینہ' پیچیدہ اور تکلیف دہ بیماریوں کا علاج حُقّے کے دو چار کش ہی میں ہو جاتا۔ خالد مراد مرحوم نے پیر عادل قلندر شاہؒ کے بھائی حامد ریاض رضوی کا واقعہ یوں تحریر کیا ہے:

''یہ 1972ء کی بات ہے' میرے گردے میں تکلیف ہوئی' تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ پل بھر چین نہ تھا' جب میں نے اپنی تکلیف کا ذکر (میاں صاحبؒ) سے کیا تو آپ نے فرمایا ''حُقہ پی لے'' سو میں نے حُقہ پیا اور جوں جوں حُقہ پیتا گیا' تکلیف ختم ہوتی گئی اور اب 2001ء ہے' الحمدللہ مجھے دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پراسرار بندے' طبع ثانی' ص 98)

میاں حضورؒ کو حقہ پینے کا بھی شوق تھا۔ متعدد حقے آستانے میں پڑے رہتے۔ تازہ حقہ خود پیتے اور بعض اوقات عقیدت مندوں کو بھی فرماتے ''لے بے پی لے۔''

حُقّے ہی کی طرح پان کے کتھے سے بھی کئی کام لئے جاتے' آخری عمر میں حُقہ کا استعمال نسبتاً کم ہو گیا تھا' بہرحال نماز' تلاوت سے پہلے آپ اچھی طرح کُلّی کرتے۔ سارا دن' اطراف و اکناف ملک سے آنے والوں کے ساتھ مہربانیوں میں گزر جاتا' لوگ اپنی مشکلات' پریشانیاں اور تکالیف بیان کرتے' میاں حضور سے دعا کیلئے عرض کرتے اور آپ ''تیرا کام ہولیا'' فرما کر انھیں تسلی دیتے۔ بفضلہٖ میاں صاحب کے فرمان کے عین مطابق لوگوں کے کام ہو جاتے۔

◆◆◆

پانی سے خصوصی شغف

پانی سے میاں حضورؒ کا خصوصی شغف تھا۔ یہ شغف آپ کو اپنے دو عظیم مرشدوں سے ودیعت ہوا تھا۔ حضرت

Marfat.com

شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ نے پانی میں جو چلّے کاٹے' وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اُنھوں نے چنیوٹ کے قریب دریائے چناب میں بھی چلّہ کاٹا تھا۔ (حضرت کی چلّہ گاہ پر خوبصورت عمارت اور دلکش مسجد آج بھی زائرین کی توجہ کھینچتی ہیں) راقم الحروف کا خیال ہے کہ میاں حضورؒ کی چنیوٹ آمد کے پیچھے مرشدِ گرامی حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی سرکارؒ کی نسبت ہی کارفرما ہے۔ فیصل آباد کے صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ نے راقم کو بتایا کہ ایک دفعہ میاں حضورؒ چنیوٹ میں دریائے چناب کے کنارے پر تشریف لائے۔ میرے علاوہ آپ کے بعض دوسرے عقیدت مند بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ اُسی جگہ پہنچے جہاں حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی چلّہ گاہ بنی ہوئی ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا ''یہاں قلندر صاحبؒ نے چلّہ کاٹا تھا۔ مجھے اس جگہ سے محبت ہے۔'' بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ خود میاں حضورؒ نے بھی اس جگہ بہت عبادت کی ہے۔

اسی طرح حضرت ولایت علی شاہ المعروف سائیں سنولی والی سرکارؒ نے پانی میں جو سخت محنت اور ریاضت کی تھی' اُس سے بھی زمانہ واقف ہے۔

پانی کے ساتھ میاں حضورؒ کا عجیب شغف تھا۔ آپ اکثر پانی کے پائپ کو پکڑ کر نہاتے۔ مسجد دھوتے ہوئے بھی نہاتے رہتے۔ جب سرگودھا میں نئے نئے وارد ہوئے تو سرگودھا کی بڑی نہر میں کبھی رات بھر کھڑے رہتے۔ بعض اوقات کسی عقیدتمند کے گھر تشریف لے جاتے تو فریج سے ٹھنڈی یخ بوتل نکال کر کپڑوں سمیت اپنے اوپر ڈال لیتے۔ دریائے چناب میں چنیوٹ کے مقام پر چلّہ گاہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پر آپ نے بھی چلّہ کاٹا۔ پانی کے ساتھ اس شغف کا اصل سبب حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اور حضرت سائیں سنولی والی سرکارؒ کے پانی میں چلّے کاٹنے کی نسبت ہے۔ ایک بار آپ گوجرہ میں پروفیسر ظفر علی احسنؒ کے گھر تشریف لائے۔ پانی کا پائپ لے کر نہانے لگے۔ نہاتے نہاتے ان کے گھر کے برتنوں کو بھی پانی سے بھرنا شروع کر دیا۔ پھر تمام کپڑے بھگو دیے۔ آٹے کی ڈرمّی تک بھگو دی۔ پیٹی کھلوا کر رضائیوں تک کو بھگو دیا۔ پھر فرمایا ''اے ظفر! سب ٹھیک ہو لیا''

آپ اکثر مسجد کو پانی کے پائپ کے ساتھ دھوتے' اپنے جسم پر بھی پانی ڈالتے جاتے اور مسجد بھی دھوتے رہتے۔ کبھی اپنے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شامل کر لیتے۔ جب پانی کا پائپ آپ کے پاس ہوتا تو آپ جھاڑو والے کی خوب ورزش کرا دیتے۔ وہ جدھر جھاڑو سے پانی کو آگے بھیجتا آپ اُسی وقت دوسری طرف پانی پھینک دیتے۔ وہ اُدھر ہوتا تو آپ کسی اور طرف پانی بہانے لگتے۔ پانی عموماً ڈھلوان کے بجائے اونچی طرف کو آگے بھیجا جاتا۔ یہ کام آپ قلندری موج کے مطابق کرتے لیکن اپنے عقیدت مندوں میں جفاکشی اور سخت محنت کی عادت بھی ڈالتے' سہل پسندی'

Marfat.com

آلکس اور مردہ دلی پسند نہ کرتے۔ مسجد دھوتے ہوئے آپ ننگے پاؤں تو ہوتے ہی، قمیض بھی اتار لیتے' اسی حالت میں بجلی کی تاروں، بورڈوں، بٹنوں حتیٰ کہ مین سوئچ تک کو پانی کی پھوہار سے دھوڈالتے اور کسی کو کچھ نہ ہوتا۔ مسجد کی صفائی کے بعد مسجد کے استنجا خانے صاف کرتے، ہودی تک کی صفائی اپنے دست کرم سے کرڈالتے۔ اگر کسی عقیدت مند میں کوئی نقص یا کمی دیکھتے تو اسے مسجد کی لیٹرینیں صاف کرنے کا حکم دیتے' فرماتے ''اے! بہت گند پڑ رہا' گھنی صفائی کیجیو' یہ دراصل صفائی کرنے والے شخص کے دل کی صفائی ہوتی۔ جب آپ خود صفائی کر رہے ہوتے تو آپ کی سادگی اور عاجزی قابل دید ہوتی، بجلی کی تاریں دھونے کے علاوہ بھی کئی کرامات صادر ہوتی رہتیں۔

صوفی اشفاق اللہ واجد' مجدّدی' سرگودھا میں اپنی ایک حاضری کے احوال یوں تحریر کرتے ہیں کہ وہ جب مسجد میں بیٹھ گئے تو آپؒ نے فرمایا۔

''اے صوفی چلو گھومنے چلیں' سرگودھا شہر سے خوشاب جاتے ہوئے راستے میں بڑی نہر بہتی ہے۔ آپ اس نہر پر تشریف لے گئے۔ نہر کے پُل کے قریب ہی آپ نے تن سے تمام لباس اتار دیا اور برہنہ پانی میں نہانے لگے اور مجھے بھی حکم دیا ''صوفی کپڑے اتارو اور نہاؤ'' میں دل ہی میں کہنے لگا میاں حضور مجددیوں کا غلام ہوں۔ میرے لئے ننگا نہانا بہت مشکل ہے۔ آپ میرے دلی خیال سے مطلع ہوئے اور فرمایا ''اے رومال باندھ لے'' حکم کی تعمیل کی۔ رومال باندھ کر پانی میں نہانے لگا۔ جب تک آپ کا دل چاہا۔ پانی میں نہاتے رہے' پھر آپ نے لباس زیبِ تن کیا اور واپسی کے لئے چلنے لگے۔ پُل سے گزرتے ہوئے یوں لب کشا ہوئے

''صوفی ! پانی پر خضر کا پہرہ ہووے''

فقیر نے جواباً سوال کیا حضور کبھی خضر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا:

''خضر بیچارہ آتا ہی رہتا ہے۔ اس کا کیا ہے۔''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندر زماں' ص 137)

سرگودھا کے حاجی محمد رفیق نے لکھا ہے کہ ایک بار وہ آستانے کے باہر اپنے کاروبار کے لیے میاں حضورؒ سے دعا کا تقاضا کر رہے تھے کہ اتنے میں تین خواتین آ گئیں۔ ان سے مخاطب ہونے سے پہلے میاں صاحبؒ نے مجھے حکم دیا کہ مَیں مسجد میں حافظ جی کے پاس چلا جاؤں۔ مَیں مسجد میں جانے کیلئے مڑا تو میاں صاحبؒ نے ان خواتین کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ اولاد لینے آجاتی ہیں۔ جو خاتون اولاد کی متمنی تھی' میاں صاحبؒ نے اسے پائپ کے ذریعے نہلانا شروع کر دیا۔ جب وہ اچھی طرح بھیگ گئی' تو اسے بھی حافظ جی کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا تا کہ وہ اُن سے تعویذ لے لے۔

Marfat.com

(حاجی محمد رفیق' نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں' ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد 2 شمارہ 8 مئی 2001ع۔۔ص 15)

بہت سی بیماریوں کا علاج یخ ٹھنڈا شربت پلا کر کرتے۔ دیکھا جائے تو پانی اُن کے ہاں اللہ کی رحمت اور اُن کے فیض کی علامت بنتا ہے۔ پانی جو پیاس تو بجھاتا ہی ہے' پاکی وپاکیزگی کا باعث بھی بنتا ہے' میاں حضورؒ کے سلسلے میں فیض ورحمت کا استعارہ بھی ہے۔

◆◆◆

میاں حضورؒ کا چٹ سسٹم

سرگودھا کے رہائشی شریف خان صاحب میاں صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ شریف خاں سرگودھا کے رہائشی تھے۔ وہ A/92 سیٹلائٹ ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے اور ایک پٹرول پمپ پر سیلز مین تھے۔ ان کا پٹرول پمپ نہر کے کنارے میانوالی روڈ پر واقع تھا۔ اُن کے پٹرول پمپ کا نام شریف پٹرولیم تھا۔

آپؒ نے ایک بار اس سیلز مین (شریف) سے پانی مانگا۔ اس نے دودھ پیش کیا' تو آپؒ نے فرمایا: ''لے بے سارا دودھ ہو جائے گا۔'' وہیں سے اسے جاگ لگی۔

میاں حضورؒ کا ان سے عجیب معاملہ تھا۔ میاں صاحبؒ دربار میں آنے والے بعض حاجت مندوں اور زائرین کو خالی پرچی پر کچھ رقم لکھوا دیتے۔ کسی کو سو روپے کی' کسی کو پانچ سو روپے کی' کسی کو ہزار روپے کی' کسی کو دو ہزار روپے کی' اور فرماتے پٹرول پمپ پر چلا جا اور شریف سے رقم لے لے۔ غرض جس بھی مالیت کی چٹ کسی کے پاس ہوتی وہ خوشاب میانوالی روڈ پر واقع شریف پٹرول پمپ پر جاتا' چٹ پیش کرتا اور کیش وصول کر لیتا۔ پٹرول پمپ کے ملازم اس چٹ کو آنر (Honour) کرتے' چٹ سنبھال کر رکھ لیتے اور اس شخص کو چٹ پر لکھے ہوئے کے مطابق نوٹ ادا کر دیتے' یہ گویا میاں صاحبؒ کا منی بینک (Mini Bank) تھا۔

اس سے بعض ذہنوں کو شک ہو سکتا ہے کہ شاید میاں صاحبؒ کا نوٹوں کا سلسلہ انہی شریف صاحب کے باعث تھا۔ نہیں' بلکہ حقیقت یہ تھی کہ شریف صاحب کا سارا کاروبار میاں حضورؒ کے دم قدم سے تھا۔ خالد مراد مرحوم نے لکھا ہے:

Marfat.com

''بھائی فقیر محمد مرحوم (سرگودھا) نے بتایا ''ایک دن میاں حضورؒ آستانے سے اٹھے باہر سڑک پر تشریف لائے اور ایک تانگے میں تشریف فرما ہوئے۔ چند اور افراد بھی ہمراہ تھے۔ مَیں بھی ساتھ ہولیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آپؒ نے تانگے والے کو کہاں چلنے کو کہا۔ خیر ہم لوگ چلتے چلتے شریف صاحب پٹرول پمپ والوں کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ میاں حضورؒ جا کر لان میں بیٹھ گئے اور ملازم سے فرمایا کہ وہ شریف کو باہر بھیجے۔ خیر تھوڑی ہی دیر میں شریف صاحب اندر سے بھاگتے بھاگتے آئے۔ آپؒ نے دریافت فرمایا ''کیوں پریشان ہے؟'' وہ بولے ''سرکارؒ آج پانچ لاکھ روپے کا ایک صاحب سے وعدہ کر رکھا ہے اور رقم کا بندوبست نہیں ہوا۔ گھر میں چھپا بیٹھا ہوں۔'' آپؒ نے یہ سنتے ہی اپنے کندھے پر پڑی دھوتی اتاری اور فرش پر پھیلا دی۔ میرے اندازے کے مطابق اس میں آٹھ یا نو لاکھ روپیہ تھا۔ آپؒ نے شریف صاحب سے فرمایا ''جتنے ضرورت ہیں لے لے۔'' شریف صاحب نے نوٹوں کی گڈیاں اٹھانا شروع کیں۔ جب پانچ لاکھ روپے ہو گئے تو بولے ''حضورؒ یہ اور بھی لے لوں۔'' آپؒ نے دھوتی میں نوٹ لپیٹتے ہوئے فرمایا ''اب چل۔''

(خالد مراد، یہ تیرے پُراسرار بندے، طبع دوم، ص160)

جس طرح میاں صاحب نے نقدی نوٹوں کے لیے ایک پرچی سسٹم بنایا ہوا تھا، اسی طرح گاڑیوں کے پٹرول کے لیے بھی یہی پرچی سسٹم چلتا تھا۔ جسے خاص مقدار کے پٹرول کی پرچی مل جاتی وہ اسے لے کر شریف پٹرولیم والے کے پٹرول پمپ پر چلا جاتا اور کار میں پٹرول ڈلوا لیتا۔ ملک ارشد مرحوم کے پاس ایسی بہت سی پٹرول پرچیاں موجود تھیں۔ میاں حضورؒ اس کار کو اپنی گاڑی قرار دیا کرتے۔ ملک ارشد مرحوم کے صاحبزادے ملک آفتاب کاشف نے میاں حضورؒ کی یہ نشانی آج بھی تبرک کے طور پر اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہے، جس کی زیارت کے لیے میاں صاحبؒ کے عقیدت منداُن کے گھر جاتے رہتے ہیں۔

◆◆◆

سادگی و عاجزی

(اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا)

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ شہنشاہ ولایت تھے' مستجاب الدعوات تھے' مقبول خاصان بارگاہ تھے' آپ کی نظر کرم سے کتنے ذرے رشک نجوم بن گئے لیکن آپ اس سادگی اور عاجزی سے رہتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ آپ سے ملنے کیلئے جو شخص پہلی بار آتا تو اسے آستانے میں آکر پتہ ہی نہ چلتا کہ یہاں مرید کون ہے؟ اور پیر کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا لباس' آپ کی خوراک اور دیگر معمولات حیات اتنے سادہ ہوتے کہ اجنبی کیلئے پہچان مشکل ہو جاتی۔ آپ انتہائی سستا اور سادہ لباس زیب تن فرماتے' عموماً نیلی قمیض' نیلی ٹوپی اور ڈبیوں والی تہہ بند (چادر) استعمال کرتے۔ یہ لباس اس وقت تک پہنے رہتے جب تک وہ خوب اچھی طرح استعمال نہ ہو جاتا۔ آپ کے لباس (خصوصاً قمیض) پر گھی یا پان کے نشانات ہوتے۔ قمیض کی لمبائی بھی بس مناسب ہی ہوتی' بہت لمبا قمیض نہ پہنتے' اسلامی تہواروں پر (جیسے 12 / ربیع الاوّل اور 27 / رمضان المبارک کی شب) عموماً نیا لباس زیب تن فرماتے۔ ان تہواروں پر آپ کی خوشی اور سخاوت کا کوئی اندازہ نہ کر سکتا۔ اس کے بعد آستانے کے ایک کمرے میں اس لباس کو محفوظ کر لیا جاتا' آپؒ کی شہادت کے بعد آپ کے جو تبرکات خوش نصیب عقیدت مندوں میں تقسیم ہوئے' ان میں آپ کی قمیض' چادریں' ٹوپیاں' گھڑیاں وغیرہ شامل تھیں۔

آپ کی خوراک بھی بہت سادہ ہوتی' آستانے پر سب زائرین کیلئے جو پکتا آپ بھی اسی میں سے کھاتے' آپ بہت کم خوراک لیتے' عموماً چند نوالے لیکر دائیں بائیں بیٹھے شخص کی طرف کھانا بڑھا دیتے۔ ساری زندگی کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا' کوئی زیادہ کھلانے پر ضد کرتا' تو فرما دیتے'' ابے! ہمارے حضور پاکؐ پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔'' بے شمار بار ایسا ہوا کہ آستانے پر بہت سی نعمتیں ہیں لیکن آپ اچھے کھانوں سے صرفِ نظر کرتے' لذائذِ دنیوی کی طرف رغبت نہیں رکھتے تھے لہٰذا بعض اوقات کھانے کے بے مزہ اور کرکرا کر ڈالتے۔ ایک دفعہ آستانے میں دودھ جلیبیوں کی کھیر تیار ہو رہی تھی' سب مرید اس انتظار میں تھے کہ دیگ اترے تو وہ مزے اڑائیں' میاں حضور نے مٹی کے تیل کی بوتل پکڑی اور دیگ میں انڈیل دی۔ یہی دودھ جلیبی سب کو پیش کی گئی۔

شہزادہ عبدالجبار نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضور میاں صاحبؒ نے بازار سے مہنگے اور لذیذ آم منگوائے' آستانے پر عقیدت مندوں کا ہجوم تھا' میاں حضورؒ شہزادہ عبدالجبار کے ساتھ آم کاٹ کاٹ کر لوگوں کو دیتے رہے' وہاں موجود ہر شخص کو خوب کھانے کو ملا' جب آخری آم بھی دے دیا گیا تو شہزادہ عبدالجبار کے ذہن میں خیال آیا کہ خود میاں حضور اور میں (عبدالجبار) تو رہ گئے' کیونکہ اب آم کی ایک قاش تک نہ بچی تھی۔ بعد میں سارے چھلکے وضو خانے کی دیوار کی بیرونی جانب پھینکوا دیئے گئے۔ شام کو جب سب لوگ چلے گئے تو میاں حضور نے شہزادہ عبدالجبار کا ہاتھ پکڑا' اور

Marfat.com

آموں کے چھلکوں کے پاس تشریف لا کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر جس چھلکے پر آم کے گودے کا ذرا سا بھی نشان ہوتا' اسے کھانے لگتے' آپ ساتھ ساتھ فرماتے جاتے ''ابے شہزادے! دیکھ کتنا میٹھا ہے؟''...... ''ابے! یہ دیکھ کسی نے کتنا گودا چھوڑ دیا ہے؟'' شہزادہ عبدالجبار کا کہنا ہے کہ میں اور میاں حضورؒ کافی دیر تک ان چھلکوں سے دل بہلاتے رہے' وہ مزید کہتے ہیں کہ میرے نفس کی جتنی دھلائی اور صفائی اس وقت ہوئی' پھر کبھی نہ ہوئی۔

ملک اورنگ زیب مرحوم نے بتایا کہ بہت پہلے' بیت الخلاؤں میں فلش سسٹم رائج نہیں تھا۔ عام گھروں میں سادہ لیٹرینیں ہوتی تھیں۔ چوُلھا نما خانے ہوتے تھے' جن میں عموماً مٹی کی بڑی ٹرے (کنالی) رکھ دی جاتی تھی۔ اسمیں دن بھر فضلہ جمع ہوتا رہتا اور شام کو اسے اُٹھا کر کہیں پھینک دیا جاتا۔ گھروں میں ایسا کام کرنے کیلئے خاکروب مرد یا عورت مقرر ہوتی۔ (اہلِ اُردو انھیں حلال خور کہا کرتے ہیں۔) یہ ڈیوٹی بڑی سخت اور ناگوار ہوتی لیکن نظام بہر حال یونہی چلتا تھا۔ میاں حضورؒ کے آستانے کی لیٹرینیں بھی ایسی ہی تھیں اور میاں صاحبؒ خود یہ گندگی اُٹھایا کرتے تھے۔ ہم' آپکے خادم بہت کُڑھتے کہ آقا ایسے کام کرے اور ہم غلام آرام سے سویا کریں۔ اگر کوئی خادم درخواست کرتا کہ میاں صاحب! یہ خِدمت مجھے کرنے دیجئے' تو آپ جھڑک دیتے اور فرماتے ''چل بے چل! ہٹ' یہ کام ہم خود کریں گے۔'' دراصل میاں حضورؒ ہمیں تھارو بریڈ گھوڑیوں کی طرح پالتے تھے اور تمام کام خود سرانجام دیتے۔

ایک بار مَیں (ملک اورنگ زیب) نے صبح ہی صبح' تہجد سے بھی پہلے' لیٹرینیں صاف کرنے کا پروگرام بنالیا۔ مَیں نے دیکھا کہ سب لوگ آرام سے سو رہے ہیں۔ میاں حضورؒ بھی مصروفِ استراحت ہیں۔ مَیں نے موقع غنیمت جانا' ساری غلاظت سر پر رکھّی اور باہر کہیں دُور جا کر اُسے ٹھکانے لگا آیا۔ پھر لیٹرینوں کی اس خاموشی سے صفائی کی کہ گویا کام ہوا ہی نہیں رہا۔ اس کے بعد مَیں اُس کمرے میں آیا جہاں سو رہا تھا۔ اور چپکے سے دوبارہ لیٹ گیا۔ تہجد کے وقت میاں حضورؒ اُٹھے' لیٹرینوں کی طرف گئے اور اُن کی صفائی دیکھ کر سیدھے میرے کمرے کی طرف تشریف لائے اور ناراضگی سے فرمایا: ''او ملک! یہ تونے کیا کیا؟ ابے او! خبردار جو تم نے آئندہ ایسا کیا۔ تم مہمان ہو۔ یہ کام ہماری ڈیوٹی ہے۔''

اُن دنوں میاں حضورؒ نے کمرہ خاص میں ہمیں (خادموں کو) نرم گدوں پر بٹھایا ہُوا تھا۔ اگر کبھی اِدھر تشریف لانا مقصود ہوتا تو دروازے میں ہی ہماری جوتیوں کے اوپر بیٹھ جاتے۔ اگر کوئی دعا کرانے آتا تو بھی ہم لوگوں سے فرماتے کہ یہ بے چارہ پریشان ہے' اس کیلئے دعا کردیں۔ ایسی حرکات وسکنات اور انتہائی عاجزی وسادگی کے باعث وہ اپنی بزرگی ظاہر نہ ہونے دیتے۔ جب کوئی غریب سا مہمان آجاتا تو اُسے اپنی چارپائی پر سُلاتے اور خود اُس کے پاؤں کے نیچے زمین پر سر رکھ کر سو جاتے۔ ہماری سمجھ میں نہ میاں حضورؒ کی عظمت آتی اور نہ اِس قدر سادگی۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہی جانتا ہے جس نے اتنی عظیم ہستی میں ایسی سادگی و عاجزی رکھ دی تھی۔

میاں حضورؒ کی سادگی خالی نِری سادگی نہیں ہوتی تھی۔ اُن کی سادگی میں بھی پُرکاری کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ اُن کا لباس بظاہر بہت معمولی اور بے حد سادہ ہوتا تھا' گفتگو بھی بہت سادہ ہوتی لیکن اُن کی جلالت اور شانِ ولایت نمایاں رہتی۔ جو لوگ اُنکی عظمتوں کو جانتے وہ اُنھیں مسجد کی صفائی کرتے' لیٹرینیں دھوتے اور زمین پر سویا ہوا دیکھتے تو اُن کے دلوں میں میاں صاحبؒ کی عزت و عظمت کا نقش مزید گہرا ہو جاتا۔

◆◆◆

تزکیۂ نفس اور اصلاح احوال کے انداز

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی نظرِ بصیرت ہمیشہ آنے والے کے دل پر ہوتی۔ کوئی شخص زمین کے کسی بھی خطے پر بیٹھے ہوئے میاں صاحبؒ کے بارے میں ذرا بھی سوچتا تو وہ اُسی وقت میاں صاحبؒ کے روحانی ریڈار میں آجاتا۔ یہ ریڈار صرف ظاہری شکل وصورت ہی نہ دکھاتا بلکہ دل کی پنہائیوں میں چھپی ہوئی باتیں' نیتیں اور مرادیں بھی دکھا دیتا نیز بندے کا پورا شجرۂ نسب بھی کھنگال کر رکھ دیتا۔ اس زبردست روحانی ریڈار کا دائرۂ عمل نہ صرف یہ کہ ماضی اور حال تک محدود نہ ہوتا بلکہ اس میں مستقبل بھی لحۂ موجود کی طرح ہی دکھائی دیتا۔ میاں صاحبؒ ہر شخص کے حسبِ حال برتاؤ کرتے۔ اگرچہ وہ مجذوب قلندر تھے لیکن بہت بڑے سالک بھی تھے۔ وہ شریعت کے ظاہری اور باطنی امور میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی برداشت نہ کرتے۔ کچھ عقیدت مندوں کو ڈانٹ ڈپٹ بھی اسی حوالے سے پڑتی۔ میاں صاحبؒ جسم اور لباس سے زیادہ دل اور روح کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی پر زور دیتے۔ اگر کسی میں کوئی کمی دیکھتے تو اُس کی اصلاح کے لیے ایسے طریقے اختیار کرتے جو صرف اُنھی سے مخصوص ہوتے۔ میاں صاحبؒ کی خود اپنی زندگی اسی تزکیہ نفس کا مینارہ نور ہے۔

ہر طرح کی مالی سہولت ہونے کے باوجود میاں صاحبؒ نے ہمیشہ مشکل امر کو ہی اختیار کیا۔ وہ سادگی پسند تو تھے' لیکن تن آسانی اُنھیں پسند نہیں تھی۔ خود بھی عمر بھر سہل پسندی سے کام نہیں لیا اور نہ کسی خادم اور عقیدت مند کو تن آسانی کی ترغیب دی۔ اگرچہ دینی امور میں میاں حضورؒ نے ہمیشہ آسانیاں تقسیم کیں' عقیدت مندوں کو بڑے بڑے چلّے نہیں بتائے' نہ کنوؤں' قبرستانوں' صحراؤں اور بیابانوں میں جا کر پڑھنے کیلئے وظائف بتائے۔ کبھی کوئی وظیفہ بتایا

Marfat.com

بھی تو بہت آسان اور مقدار میں کم سے کم۔ فرماتے میں نے کسی کو مشکل میں نہیں ڈالا' جسے دیا اپنے پاس سے دیا۔ دینی معاملات میں اتنی آسانیاں بانٹنے والی ہستی نے دنیاوی امور میں نے خود بھی سخت زندگی بسر کی۔ کبھی مہنگا لباس یا جوتا نہیں پہنا۔ کبھی شاہانہ کرّ وفر والی اشیاء استعمال نہیں کیں۔ اکثر ننگے پاؤں چل لیتے۔ آستانہ عالیہ میں اکثر و بیشتر گیلی لکڑیاں استعمال ہوتیں۔ مسجد کا فرش واضح ڈھلوان رکھتا تھا لیکن میاں حضورؒ مسجد دھوتے یا دھلواتے تو پانی کو اونچائی کی طرف ہی سے نکالتے۔ ڈھلوان کی سمت سے نہ نکلواتے۔ وہ ایسی ہی باتوں سے اپنے عقیدت مندوں کو جفاکشی اور مشکل پسندی کی ترغیب دیتے۔ دیکھا جائے تو زندگی کی سنگلاخ اور کٹھن راہوں میں آساں پسندی اور تن پروری کے بجائے یہی سخت جانی کام آتی ہے۔

وہ ایسی کسی نذر کو قبول نہ کرتے جس میں حرام شامل ہوتا۔ رزقِ حرام کو قابلِ نفرت سمجھتے۔ ان کو رزق حرام سے سخت نفرت تھی' پاک' حلال رزق خود ہی ظاہری و باطنی صفائی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی لئے آپ زیادہ سے زیادہ دوسروں کو آستانے کا لنگر کھلاتے' البتہ تزکیۂ نفس کے پیش نظر کبھی کبھار کھانے کے مزے کو بدل ڈالتے۔ ایک مرتبہ دو سو کے قریب مریدین حاضر آستانہ تھے۔ سرکارؒ نے زردہ پلاؤ و قورمے کی کچھ دیگیں پکوائیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد سب پیر بھائی مسجد میں بیٹھ گئے۔ میاں حضورؒ نے اکبر علی شاہ (بہروپیا) سے فرمایا ''ابے بہروپیے! یہ ایک دیگ زردہ' ایک دیگ پلاؤ اور ایک دیگ قورمہ ریڑھی پر ڈال کر اپنی اماں شریفن کو دے آؤ'' باقی تین دیگوں کا لیاقت قریشی سے فرمایا کہ بابو پٹرول پمپ والے کو دے آؤ'' داؤد فاروق نے پوچھا۔ ''سرکار! پیر بھائیوں کیلئے کیا حکم ہے؟'' آپ نے فرمایا ''ابے چٹنی بنالو' چنانچہ ایک چھوٹی پتیلی بھر چٹنی بنائی گئی اور سرکارؒ کے حکم کے مطابق دو' دو روٹیوں پر چٹنی ڈال کر سب پیر بھائیوں کو پیش کی گئی۔

(لیاقت قریشی' تحریر بعنوان ''ولیِ کامل' قلندرِ اعظم'' کمپوزڈ پیپرز' غیر مطبوعہ' مملوکہ افضال احمد انور۔ ص 5)

بعض اوقات آپ کچھ لوگوں کو گالیاں بھی سنا دیتے۔ یہ گالیاں بھی گویا قلندر صاحبؒ کے کوڈ ورڈز ہوتیں۔ جسے گالیاں ملتیں' وہ اپنی حرکات پر شرمسار ہو جاتا۔ کبھی آپ صاف اشارہ بھی کر دیتے کہ ''بھو۔۔۔ والا' یوں کراوے'' کبھی ایسا جملہ ارشاد فرماتے' جس کا مطلب صرف مخاطب ہی سمجھ سکتا۔ کسی کا نفس بہت ہی غلیظ ہو چکا ہوتا تو فرماتے ''مسجد کی لیٹرینیں صاف کر لے' ابے! گھنی صفائی کیجیو' بہت گند پڑا ہے'' یہ سزا سے زیادہ تزکیۂ نفس کا ایک حربہ ہوتا۔ میاں حضورؒ خود عمر بھر یہ خدمت اپنے مبارک ہاتھوں سے سرانجام دیتے رہے۔ آج بھی میاں حضورؒ کے سچے عقیدت مند کسی بھی مسجد کے طہارت خانوں کو گندا دیکھتے ہیں تو اپنے مرشدِ کریم کی اتباع میں اُسے صاف کرنا شروع

Marfat.com

کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کے اپنے دل ہی کی صفائی ہو رہی ہے۔ کبھی میاں حضورؒ کسی کی بھوئیں (پلکیں) کٹوا دیتے، کبھی کسی سے بھیک منگواتے، کبھی کسی کو پانی یا تیل سے تر بتر کر دیتے۔ یہ سب اُن کے اصلاح احوال کے طریقے ہوتے۔ اولیاء اللہ بعض اوقات قدرت کے لکھے کو آخرت کے بجائے دنیا ہی میں شکل دینے کی غرض سے ہلکی قسم کی سزا دیتے اور اُسے بڑے سانحے سے بچانے کیلئے اللہ سے فریاد کرتے ہیں۔ ایسی بظاہر سزاؤں کے پیچھے بہت بڑے راز ہوتے ہیں۔ فیصل آباد کے شیخ عبدالجبار نے بتایا کہ میاں حضورؒ اُسے ایک دفعہ ٹانگوں میں رسی ڈال کر لنگر خانہ سے زمین پر گھسیٹتے ہوئے کھینچ کر لائے۔ مسجد میں بھی گھسیٹتے رہے۔ جب چھوڑا تو فرمایا کہ جا، بیٹا بھی مل گیا، تجھے نوکری بھی لے دی۔ بیٹے کا نام فقیر محمد رکھ دیو! اب وہ حافظِ قرآن ہوگا۔ چنانچہ شیخ صاحب کو اللہ نے بیٹے سے نوازا جس کا نام پیدائشی طور پر ہی فقیر محمد رکھا گیا، جو حافظِ قرآن بھی بنا۔ (راقم الحروف اِفضال احمد انور کو حافظ فقیر محمد سے قرآنِ مجید کی تلاوت سُننے کا موقع ملا ہے۔) اس بیٹے کا نام سکول میں داخل کراتے وقت (اساتذہ کی مخالفت کے باوجود) حافظ فقیر محمد ہی لکھوایا گیا، حالانکہ اُس وقت تک فقیر محمد نے حِفظ نہیں کیا تھا۔

کسی کا نفس زیادہ ہی قابلِ اصلاح ہوتا یا اسے اس کی محنت سے کچھ زیادہ نوازا جانا مقصود ہوتا تو اس سے بھیک بھی منگواتے، اِس ضمن میں صوفی اشفاق اللہ مجددی گوجروی کا یہ ذاتی واقعہ لائق مطالعہ ہے۔

> ''ماہ اگست میں حقیر فقیر گوجرہ سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے دھوبی سے دھلا ہوا سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ سفید پگڑی بھی سر پر باندھ رکھی تھی۔ آپ سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک طرف بیٹھ گیا۔ چند لمحات کے بعد آپ نے بغور نظر مجھے دیکھا اور حکم فرمایا ''صوفی! کوئلے والے گھڑے کو اپنی پگڑی سے صاف کرو'' دل ہی میں التجا کی میاں حضور اس کے ساتھ میں نے نماز ادا کرنی ہے۔ آپ اسی لحمہ میرے خیال سے مطلع ہوئے اور فرمایا:
>
> '' صوفی! کوئلے الٹ کر گھڑے کو بوری سے صاف کرو اور مکئی کے دانے بھرلو ''
>
> میں نے گھڑے کو بوری سے صاف کیا اور گھڑے میں مکئی کے دانوں سے بھرا۔ حضرت قلندر زماں اسی وقت کھڑے ہوئے اور حکم فرمایا
>
> '' صوفی! گھڑے کو سر پر اٹھاؤ ''
>
> آپ کا حکم مانتے ہوئے میں نے گھڑے کو سر پر اٹھالیا۔ آپ کی طرف سے پھر حکم صادر ہوا '' جوتی نکال دو ''

Marfat.com

پھر آپ مجھے ساتھ لے کر ہائی سکول کی عمارت میں داخل ہوئے۔سکول آپ کی خانقاہ کے سامنے واقع ہے۔سکول کے بچے مجھے دیکھ کر ہنسے اور تالیاں بجاتے۔سکول سے نکلتے ہوئے رخ شہر کی طرف کیا اور فرمایا

''صوفی! گھبرانا نہیں' میں نے تم سے آج شہر میں بھیک منگوانی ہے''

آپ خود بھی پاؤں سے ننگے تھے۔شہر کی طرف روانہ ہوئے۔راستہ میں جو بھی دکان آتی۔آپ اس دکان پر کھڑے ہو کر دوکاندار سے یوں مخاطب ہوتے

''بے چارہ صوفی ہے اس کو ایک پیسہ دے دو''

راستہ چلتے ہوئے ایک تحصیلدار صاحب' آپ سے ملے۔اسے بھی آپ نے ساتھ لے لیا اور دکاندار سے اسی طرح سوال کیا

''تحصیلدار بھوکا ہے ایک روپیہ اسے دے دو''

تحصیلدار صاحب تو یہ سنتے ہی بھاگ پڑے اسی اثناء میں مجھے بہت پیاس لگی۔دل ہی میں آپ کے حضور فریاد کی حضور والا! پانی تو پلا دیں۔میرے دلی خیال سے جونہی آپ آگاہ ہوئے' اسی وقت ایک ڈاکٹر کی دکان میں آپ داخل ہوئے اور ڈاکٹر صاحب کو حکم دیا

''کوکا کولا کی تین بوتلیں لاؤ۔ہمارے صوفی کو پیاس لگی ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کوکا کولا کی تین بوتلیں لے آئے وہ تینوں بوتلیں آپ نے مجھ ہی کو پلائیں۔خود پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔تقریباً پانچ چھ گھنٹے اسی طرح شہر میں گھومتے رہے' پھر آپ نے فرمایا''صوفی واپس چلیں'' خاک پا نے جواب دیا حضور جیسے آپ کا دل چاہے۔''

(اشفاق اللہ واجد مجدّ دی' صوفی' قلندر زماں' ص118)

کبھی کسی کا سر' پلکیں اور مونچھیں منڈوا دیتے۔کسی کے جرم کی معافی کا مسئلہ ہوتا یا اسے کچھ خاص حصہ عطا کرنا ہوتا تو مسجد کی لیٹرینیں صاف کراتے۔آپ خود بھی مسجد کی لیٹرینیں بڑے انہماک سے صاف کیا کرتے بلکہ لیٹرین کے باہر کی ہودی تک خود صاف کرتے۔اس ضمن میں چند واقعات درج ذیل ہیں۔

گوجرہ کے ایک ڈسپنسر نے ایک محلے میں کلینک کھولا ہوا تھا' اس نے خود مجھے (افضال انور کو) بتایا کہ دوا دارو تو بہانہ تھا' وہ دراصل شراب کشید کر کے بیچا کرتا تھا' ایک دن مخبری ہو گئی' پولیس نے چھاپہ مارا تو وہ صبح ہی صبح شراب

Marfat.com

بوتلوں میں پیک کر رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر پولیس کو دیکھتے ہی بھاگ اٹھا' پولیس نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ گلیوں' محلوں میں سے ہوتا ہوا پولیس کی پہنچ سے دور نکل گیا۔ وہ کسی طرح کچا گوجرہ آیا اور جو بس جا رہی تھی' اس پر سوار ہو گیا' اس بس نے اسے فیصل آباد پہنچا دیا۔ لاری اڈے میں اترا تو سامنے سرگودھا کیلئے بس جا رہی تھی' یہ گھبرا کر اس میں سوار ہو گیا۔ سرگودھا اترا تو بہت پریشان تھا کہ اب کدھر جائے' اور کہاں سے پناہ حاصل کرے؟ وہ کافی دیر سرگودھا کے لاری اڈا میں کھڑا سوچتا رہا' اچانک اسے یاد آیا کہ ٹاکی محلہ کے بہت سے لوگ سرگودھا کے ایک بزرگ میاں صاحب ''نوٹوں والی سرکارؒ'' کا ذکر کیا کرتے ہیں' سنا ہے وہاں لنگر پانی بھی چلتا ہے اور میاں صاحب مان جائیں تو رات بھی قیام کیا جا سکتا ہے۔ اس نے بھی میاں صاحب سے ملنے کا فیصلہ کر لیا' وہ پوچھتا پاچھتا میاں حضور کے آستانے تک پہنچ گیا' پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ میاں حضورؒ آستانے کی چھت پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس نے بھی اوپر جا کر ملنے کا ارادہ کیا اور سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کیا۔ جب وہ اوپر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ میاں حضور مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں' اس نے دل ہی دل میں لاحول پڑھی اور سوچنے لگا کہ جس پیر کو قبلے تک کا پتہ نہیں وہ میری مدد کیا کرے گا؟ یہ سوچ کر وہ سیڑھیاں نیچے اترنے لگا' ابھی درمیان ہی میں پہنچا ہوگا کہ اسے یوں دکھائی دیا جیسے پولیس والے ہتھکڑی لئے آستانے میں داخل ہو رہے ہیں' وہ گھبرا کر پھر اوپر گیا اور میاں حضورؒ کے پیچھے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر نیچے جاتا ہوں تو جان جاتی ہے اور اگر اوپر رہتا ہوں تو ایمان جاتا ہے' جان کی خیر ہے ایمان بچا لینا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ پھر نیچے اترنے لگا تو عجیب وغریب ڈراؤنی شکلوں والے سپاہی دیکھے جو مونچھوں کو تاؤ دے کر اسی کی طرف بڑھ رہے تھے' وہ پھر گھبرا کر اوپر چلا گیا۔ اب وہ اوپر گیا تو حیران رہ گیا کیونکہ میاں صاحب تو خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور بیت اللہ میں اس جگہ کھڑے تھے' جہاں سے بیت اللہ مشرق کی طرف تھا۔ اس نے پچھلے خیال پر فوراً توبہ کی' اتنے میں میاں حضورؒ نے سلام پھیر دیا اور غصے سے فرمایا ''ابے او!...... فلاں والے...... تیری...... جا وہاں چلا جا' جہاں قبلہ درست ہے۔ ارے شرابیں بیچے اور پولیس سے ڈرے...... بڑا آیا...... آپ نے اسے گردن سے پکڑا اور نیچے لے آئے۔ آپ نے کچھ خادموں سے فرمایا کہ یہ مجرم ہے' پولیس کا بھگوڑا ہووے' ابے اسے قید کر دو۔'' یہ سننا تھا کہ دو تین خادم اسے مسجد میں لے گئے اور اندر بٹھا کر باہر سے دروازے کو تالا لگا دیا۔ اب تو وہ بہت خوفزدہ ہوا کہ! آیا تو پناہ لینے تھا لیکن یہاں تو پھنس گیا۔ جب ظہر کی اذان میں تقریباً ایک گھنٹہ رہ گیا تو اس نے سوچا کہ گرمی بہت بڑھ گئی ہے' چلو پنکھا چلاتے ہیں' وہ پنکھا چلانے کیلئے اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ باہر سے میاں حضورؒ کی آواز آئی ''ابے او!...... تیری...... خبردار! پنکھا مت چلائیو' ارے قید میں پنکھا نہیں چلاتے۔'' وہ پھر بے بسی سے بیٹھ گیا' تقریباً ڈیڑھ بجے میاں حضور نے فرمایا' ابے قیدی کو لے آؤ' اللہ نے

Marfat.com

اس کی قید پوری کر دی۔ پھر آپ نے اسے کھانا کھلایا اور فرمایا ''لے بے! آئندہ نہ کیجیو اوہاں سیدھا گھر جائیو۔'' وہ وہاں سے نکلا تو گوجرہ تک معافی مانگتے ہوئے' سچی توبہ کرتے ہوئے پہنچا۔ اس کا اندر کا خوف نہیں جا رہا تھا' وہ رات ہونے کا انتظار کرتا رہا' جب رات ہوگئی تو وہ چپکے سے گھر تک پہنچا اور گھر والوں کو آہستگی سے بلایا۔ دروازہ کھلنے پر اس نے دیکھا کہ اس کے گھر والے ٹی وی پر مزاحیہ ڈرامہ دیکھ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ اسے دکھ ہوا کہ جن لوگوں کے لئے میں نے ظلم کیا وہ تو بے فکر ہیں۔ خیر جب اس نے پولیس کا پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ تمہارے بھاگنے کے بعد پولیس بوتلیں اٹھا کر لے گئی تھی لیکن ٹھیک ڈیڑھ بجے لیبارٹری سے رپورٹ آئی کہ وہ شراب نہیں' روح افزا شربت ہے اور پولیس والوں نے ان سے معذرت بھی کی ہے' لہٰذا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

میاں حضورؒ کبھی بڑے بڑوں سے بھیک منگوا کر' کبھی ننگے پاؤں پھرا کر' کبھی دیدہ زیب و دلکش لباس والے امیروں اور افسروں کے سر پر تیل کی بوتل اُنڈیل کر' کبھی کسی کو مسجد میں بند (قید) کر کے کبھی کسی سے کسی غریب کی مدد کروا کر اور کبھی کسی کو گالی دیکر دوسرے کے نفس کی اصلاح کرتے۔ پیر علی جان نے بتایا کہ ایک دفعہ آستانے میں پپیتا کاٹا جا رہا تھا۔ اُس کی قاشیں تمام حاضرین میں تقسیم ہو رہی تھیں۔ سب نے پپیتا کھایا لیکن مجھے (علی جان کو) میاں حضورؒ نے صرف چھلکے کھلائے اور خود بھی چند چھلکے ہی کھائے۔ میاں حضورؒ شان و تمکنت والے لوگوں کو نیم کے پتے کھلا دیتے' رات کی سڑی باسی چیزیں بھی کھلا دیتے اور یوں آنے والے کے نفسِ امّارہ کا علاج کرتے۔

میاں حضورؒ نے کسی کو سمجھانا ہوتا تو اکثر و بیشتر تعمیمی صیغہ استعمال کرتے لیکن کبھی جلال غالب ہوتا تو واضح اشارہ بھی کر دیتے۔ یہ اشارہ عموماً کارگر ہوتا اور متعلقہ شخص اپنی اصلاح کر لیتا۔

سمجھانے کا عجیب و غریب انداز سرگودھا کے اُن کے ایک خادم مُرادی نے بتایا کہ وہ ایک بار اپنی گھر والی سے لڑ جھگڑ کر اور دوبارہ کبھی گھر نہ آنے کی دھمکی دے کر آستانے پر آ گئے۔ میاں حضورؒ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ ''ابے مرادی! آگ جلالے' چائے بنالے''......تب آستانے تک گیس نہیں پہنچی تھی۔ مرادی نے لکڑیاں چولہے میں رکھیں اور آگ سلگائی۔ تیز دھواں پیدا ہوا لیکن آگ نہ جلی۔ اُس نے مٹی کا تیل ڈالا' دیا سلائی دکھائی اور پھُکنی سے زور لگانے لگا۔ لیکن صرف دُھواں بڑھا۔ مرادی کا سانس اُلجھنے لگا اور اُس کی آنکھیں دُکھنے لگیں۔ اُس نے پھُکنی سے مزید ہوا دینا شروع کی لیکن لاکھ جتن کے باوجود اُس سے آگ نہ جل سکی۔ یہ دیکھ کر اُس کے پیچھے کھڑے ہوئے میاں صاحبؒ نے اُس کی کمر میں لات ماری اور فرمایا: ''ابے چولہے کی آگ تک تو جلا نہ سکے اور جورو سے کہوے کہ اب گھر نہ لوٹوں......ابے چلا جا' یہ عورتوں کا کام ہووے' چل اب صلح کر کے آئیو۔''

Marfat.com

مرادی کہتا ہے کہ مَیں بہت شرمندہ ہُوا۔ گھر جانے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن میاں صاحبؒ کا حکم تھا' جیسے تیسے گھر پہنچا تو بیوی پہلے ہی سے معافی مانگنے پر تیار بیٹھی تھی۔ بہرحال صلح کر کے بھاگم بھاگ دوبارہ آستانے پر حاضر ہُوا۔ اب مَیں نے پہلی بار ہی ماچس سلگائی تو آگ جلنے لگی اور میاں حضورؒ مسکرا کر دیکھتے رہے۔'' یونہی آپ اپنے خاص انداز سے لوگوں کی اصلاح کیا کرتے۔ کسی کے تزکیۂ نفس کے لیے آپ تدبیر بھی کرتے۔ مثلاً اُس کے ہاتھوں صدقہ دلواتے اور خود اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کرتے۔ وہ عام پیرانِ کرام کی طرح ظاہراً دونوں ہاتھ اُٹھا کر طویل وعریض دعائیں نہ مانگا کرتے بلکہ دل ہی دل میں اللہ کریم کے حضور عاجزانہ گزارشات کرتے۔ ان کے پاس آنے والا پھل پاتا۔ محرومی اس آستانے سے کسی کو نہیں ہوئی۔

◆◆◆

آستانۂ عالیہ یا سالکوں اور مجذوبوں کی یونیورسٹی

سرگودھا میں میاں حضورؒ کا آستانہ اُن کی ظاہری زندگی میں بہت بڑا روحانی مرکز تھا۔ چونکہ میاں حضورؒ صاحبِ ہوش وخرد سالک بھی تھے اور مست الست' مجذوب قلندروں کے شہنشاہ بھی۔ لہٰذا اُن کی بارگاہ گویا سالکوں اور مجذوبوں کی بہت بڑی درسگاہ بلکہ یونیورسٹی تھی۔

میاں حضورؒ کے آستانے کے باہر کوئی نہ کوئی مجذوب بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی ان کی تعداد زیادہ بھی ہو جاتی۔ یہ مجذوب یہاں بیٹھے کیا کرتے تھے' اللہ ہی جانتا ہے۔ پرفیسر حاجی ظفر علی احسن (مدفون بقیع' مدینہ شریف) نے ایک محفل میں اُس واقعے کا تفصیلی ذکر کیا تھا جس میں میاں حضورؒ کے آستانے میں ایک بار چور گھس آئے تھے۔ اگلے دن صبح حاجی صاحب آستانے کے دروازے سے باہر نکلے تو ایک مجذوب کو دیکھا کہ سخت وحشت میں تھا۔ اُس کا رنگ ہلدی ہو رہا تھا اور وہ مسلسل کانپتے ہوئے بُڑ بڑا رہا تھا کہ خود تو میاں صاحب پکڑتے نہیں اور اب سارا قصور میرا نکال رہے ہیں۔ وہ ایک دو دن ایسے ہی کہتا رہا لیکن پھر وفات پا گیا۔ (شاید اس کی ڈیوٹی آستانے کی حفاظت کی تھی۔)

ڈاکٹر غلام علی نے چودھری محمد امین کا ایک بیان یوں نقل کیا ہے: آستانے کی مسجد کے باہر کھانے کے وقت ایک مجذوب آیا کرتا تھا' جو خاموش بیٹھا رہتا تھا اور مسجد کے صحن میں قدم نہیں رکھتا تھا۔ اُسے وہیں روٹی دیتے تھے۔ ایک روز وہ اِسی طرح بیٹھا تھا اور کوئی خادم نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا سرکار! اِسے روٹی میں دے آؤں؟ فرمایا۔'' ابے

Marfat.com

رہنے دے۔ وہ چور ہے' تمھارا سب کچھ چھین لے گا۔ (دراصل وہ غضب کا مجذوب تھا اور اگر کسی کے پاس میاں صاحبؒ کا فیض ہوتا' وہ اُسے سلب کر لیتا تھا۔) کچھ دیر بعد خادم آیا تو آپ نے خادم کے ہاتھوں اُسے کھانا بھجوایا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 2)

ڈاکٹر غلام علی مسافر لکھتے ہیں کہ چودھری محمد سعید جٹ' کونسلر چک نمبر 5L/56 نزد اڈہ قادر آباد' ساہیوال نے بتایا کہ 77-1976ء میں اُن کا نیا ٹریکٹر چوری ہو گیا۔ چونکہ واقفیت بہت تھی لہٰذا بہت تفتیش کرائی۔ مختلف گاؤں کے کھوجی اور پولیس والے ٹریکٹر ڈھونڈتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اُس وقت اوکاڑہ ضلع ساہیوال کی تحصیل تھا۔ ایک پولیس انسپکٹر C.I.A محمد حسین وڑائچ تفتیش کر رہا تھا۔ اُس نے علاقے بھر میں بڑی سختی کرا دی لیکن ٹریکٹر نہ مل سکا۔ ہمیں مالی ضیاع کے علاوہ چوری ہونے کے باعث ساکھ متاثر ہونے کا بھی دکھ تھا۔ ایک دن کسی نے بتایا کہ شہر سرگودھا میں ایک بزرگ ہیں۔ لوگ اُنھیں نوٹوں والی سرکار کہتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو اللہ کے فضل سے تمھارا ٹریکٹر تمھیں مل سکتا ہے۔ تب مَیں اپنے ایک دوست چودھری منظور حسین کے ساتھ سرگودھا پہنچا۔ دربار کے خادموں نے ہمیں مسجد میں بٹھا دیا۔ میاں حضورؒ نے ہمیں دیکھا لیکن ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ تقریباً چار گھنٹوں کے بعد شام کو میاں حضورؒ تشریف لائے اور پوچھا کہ تمھارا کیا مسئلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا ٹریکٹر گم ہو گیا ہے۔ آپ تلاش کر کے دیں۔ آپؒ نے فرمایا: ''اب مَیں کوئی پولیس کا آئی۔جی۔ ہوں' یا رسہ گیر کہ تلاش کر کے دوں۔ مَیں نہیں جانتا۔'' یہ کہہ کر آپؒ سدری میں چلے گئے اور ہم چپ چاپ بیٹھے رہے۔ رات ہم آستانے ہی میں ٹھہر گئے۔ صبح ہوئی تو تقریباً دس بجے میاں صاحبؒ ایک مجذوب کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ سرکار ٹریکٹر دو' لیکر جانا ہے۔ آپؒ نے فرمایا تو اس کا مطلب ہے کہ تُو میری جان نہیں چھوڑتا۔ آپؒ نے مجذوب سے فرمایا کہ اسے ٹریکٹر تلاش کر کے دو۔ اُس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا' ''سرکار آپ نے ہی دینا ہے۔'' پھر سرکار نے مجھے فرمایا فقیر کو ٹریکٹر تلاش کرنے کی فیس دو۔ مَیں نے دل میں سوچا خبر نہیں کتنی فیس ہو گی؟ گھبرا کر مَیں نے عرض کیا سرکار کتنی فیس؟ فرمایا' ''دس روپے فیس دینا پڑے گی۔'' یہ سُن کر میری جان میں جان آئی مَیں نے جھٹ سے دس روپے کا نوٹ نکالا اور اُس مجذوب کو تھما دیا۔ پھر سرکار نے فقیر سے فرمایا: ''اب فیس لے چکا اب ٹریکٹر تلاش کر کے دے۔ وہ مجذوب خاموشی سے بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد میاں حضورؒ انتہائی جلال میں آ گئے اور بآوازِ بلند فرمایا' ''ٹریکٹر مل گیا ہے۔'' پھر آپؒ نے اُس مجذوب کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پوچھا' ''بتا مل گیا ہے نا؟'' اُس مجذوب نے پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے عرض کیا' ''سرکار اگر آپ فرماتے ہیں' مل گیا ہے تو واقعی مل گیا ہے۔

Marfat.com

پھر آپ نے مجھے فرمایا' ''اب اُٹھ بھاگ جا' ساہیوال چلا جا' پولیس سے رابطہ کر اور ٹریکٹر گھر لے آ۔'' مَیں اپنے دوست کے ساتھ واپس ہوا۔ گھر پہنچا تو محمد حسین انسپکٹر C.I.A نے حجرہ شاہ مقیمؒ سے ایک سپاہی کے ہاتھ پیغام بھیجا ہُوا تھا کہ ایک ٹریکٹر مشکوک ملا ہے آ کر پہچانو۔ مَیں کچھ ساتھیوں کے ساتھ اُس کے پاس گیا اور صُورتِ حال دریافت کی۔ انسپکٹر مذکور نے بتایا کہ ہمارے پاس ایک مست سا مجذوب ملنگ آیا تھا وہ کہنے لگا کہ فلاں بھٹہ پر ایک ٹریکٹر مزدوری کرتا ہے۔ یہ چوری کا ٹریکٹر ہے۔ جاؤ اور اسے پکڑلو۔ مَیں (انسپکٹر محمد حسین) نے اُس مجذوب سے کہا' ''بابا جاؤ تمھیں کیا پتہ وہ ٹریکٹر چوری کا ہے بھی یا نہیں۔ تم ویسے ہی کہے جا رہے ہو۔ تمھیں ان باتوں کا کیا علم؟

لیکن وہ مست مجذوب بضد رہا کہ جاؤ چوری کا ٹریکٹر پکڑو۔ چنانچہ مَیں نے دو سپاہی اُس بھٹے پر بھیجے۔ اُنھوں نے وہاں واقعی ایک ٹریکٹر پایا۔ جسے پولیس اپنی سپرداری میں لے گئی اور اُسے کسی دوسرے بھٹے پر کھڑا کر دیا اور تمھیں بلایا۔ جب ہم پولیس کے ساتھ وہاں پہنچے تو ٹریکٹر کو پہچان لیا۔ وہ ہمارا ہی ٹریکٹر تھا۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ نوٹوں والی سرکار زندہ باد کے نعرے لگائے اور ٹریکٹر لے کر خوشی خوشی گھر آ گئے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ---ص 48)

اس واقعے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میاں حضورؒ مستوں' مجذوبوں کے بہت بڑے افسر تھے اور اُن سے کام بھی لیتے تھے۔ اُن کا میاں حضورؒ کی بارگاہ میں ہاتھ جوڑ کر مودبانہ بات کرنا بھی اس کی دلیل ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خدا نے مجذوب بزرگوں کو کیا کیا شانیں عطا کی ہیں۔

مشہور بزرگ حضرت پیر سیّد عادل شاہ صاحب سرکارؒ ' بابا بنگالی عرف جانی (جن کی زبان بھی بنگالی تھی)' درویشِ سرگودھا' مجذوب ہستی حضرت پیر علی جانؒ تو باقاعدہ میاں حضورؒ کی خانقاہ کے فیض یافتہ اور فارغ التحصیل تھے ہی لیکن اگر اُن بے شمار مست ملنگ لوگوں کا تصوّر کیا جائے' جو وقتاً فوقتاً میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دامنِ مراد بھرتے رہے تو میاں صاحب کا آستانہ مجذوبوں اور قلندروں کی یونیورسٹی لگتا ہے۔

خالد مراد صاحب نے اپنا ایک ذاتی واقعہ لکھا ہے کہ مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کے جنوب کیطرف (سونے والے گیٹ کے نزدیک) ایک ہوٹل کے پاس اُن کی دکان تھی' جہاں وہ گھڑیوں کی مرمّت کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ کئی روز سے میں ایک مجذوبہ عورت (ڈاکٹر غلام علی آف ساہیوال کی تحقیق کے مطابق اس مست خاتون کا نام حمیدہ بی بی تھا' جسے مست مجذوب لوگ مائی میداں کہا کرتے تھے۔) کو اس سڑک سے گزرتے دیکھا کرتا۔ اُس کی آنکھیں بہت چمکدار تھیں۔ جب بھی وہ دکان کے پاس سے گزرتی تو دکان کے اندر' سامنے کی دیوار پر لگی میاں

Marfat.com

عبدالرشیدؒ کی تصویر کو ضرور دیکھتی اور کچھ دیر تک احتراماً کھڑی رہتی۔ایک دن مَیں نے اُس مجذوب سے پوچھا ۔''اِن کو جانتی ہو؟'' وہ کہنے لگی یہ تو میرے ابّو ہیں۔(اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجذوبوں پر میاں حضورؒ کی حکومت تھی)

(متاعِ مسافر(غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ---ص 15)

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے آستانۂ عالیہ کے باہر اور اندر مجذوب حضرات بیٹھے رہتے تھے۔جو مجذوب باطنی ڈیوٹی پر مامور ہوتے وہ اکثر و بیشتر باہر ہی رہتے۔اس کی ایک مثال' ہمارے پیر بھائی چنیوٹ کے محبوب علی نادر کے اُس واقعہ سے بھی ملتی ہے جس میں میاں صاحبؒ نے اُنھیں اپنے مرشد حضرت حاجی فیض محمد خانؒ (حضور جی) کے مزارِ مبارک کانجو (سوات) میں بھیجا تھا اور انھیں سوات میں مزار نہیں مل رہا تھا۔وہ پریشان کھڑے تھے کہ اچانک ایک مجذوبہ خاتون نمودار ہوئی اور اُس نے اُن کی حضور جی کے مزار تک رہنمائی کی۔(منابع فیوض کے زیرِ عنوان حضرت حاجی فیض محمد خان کے ذیل میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔آستانے کے اندر رسائی پانے والے مجذوب کچھ اور ہی شان کے حامل ہوتے۔ان میں سے بعض کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

◆◆◆

بنگالی باباؒ (جانی)

میاں حضورؒ کے آستانے پر ایک سیلانی مجذوب خبر نہیں کدھر سے پھرتے پھراتے سرگودھا آن پہنچے۔جب وہ میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں آئے تو بس پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔بہت جلالی اور ترش مزاج درویش تھے۔ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے رہتے۔اس کی زبان بھی بنگلہ تھی' کسی کو سمجھ نہ آتی لیکن میاں حضورؒ کے پاس شاگردوں اور مریدوں کی طرح بیٹھتے۔روحانی قوّت کے علاوہ جسمانی طاقت بھی بہت تھی۔کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو چھڑانا مشکل ہوتا۔

مجھے ایک خادمِ آستانہ نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے مجھے حکم دیا کہ جا (جانی) بنگالی کے کمرے میں سو جا۔مجھے بنگالی کے جلال سے بہت ڈر لگتا تھا' لیکن مَیں میاں حضورؒ کا حکم بھی ٹال نہیں سکتا تھا۔مَیں نے ڈرتے ڈرتے وہاں قدم رکھا تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹک دیا جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی۔مَیں گھبرا کر باہر آ گیا تو میاں حضورؒ نے پوچھا اُدھر سوتے کیوں نہیں۔مَیں نے بنگالی کے ہاتھ جھٹکنے کی شکایت کی آپؒ نے سامنے دیوار میں لگے ہوئے بجلی کے بورڈ کی طرف دیکھا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ بٹن اُوپر کر دے۔مَیں نے وہ بٹن اوپر کر دیا۔جونہی

Marfat.com

مَیں نے بٹن اوپر کیا آپؒ نے فرمایا ''اب وہیں جا اور وہیں سو۔'' اب جب مَیں بنگالی کے کمرے میں گیا تو وہ ایسے زاروقطار رو رہا تھا جیسے اُس کا سب کچھ لُٹ چکا ہو۔ پھر وہ اونچی آواز میں دوہائیاں دینے لگا۔ مجھے اس کی زبان سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن وہ میرے سامنے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کچھ کہے جا رہا تھا۔ مجھے اُس پر بڑا ترس آیا اور مَیں نے کمرے سے نکل کر میاں حضورؒ سے اُس کی معافی کے لیے عرض کیا۔ آپؒ ابھی تک جلال میں تھے۔ جب مَیں نے کہا کہ حضور اُسے معاف کر دیں تو آپؒ نے فرمایا کہ وہی بٹن نیچے کر دو۔ جونہی مَیں نے وہ بٹن نیچے کیا بنگالی کو سکون مل گیا جیسے اس کا سب کچھ چھنا ہوا واپس مل گیا ہو۔ پھر اُس نے مجھ سے دور ہی رہنے میں عافیت سمجھی۔

وفات سے کچھ دن پہلے حضور میاں صاحبؒ کے حکم پر اُنھیں خصوصی غسل دیا گیا۔ اس غسل میں شیخ عبدلجبار شہزادہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ غسل حضور میاں صاحبؒ کی طرف سے ایک واضح اشارہ تھا۔ یہ چند دنوں کے بعد آستانہ ہی میں فوت ہو گئے اور بڑے قبرستان میں' میاں حضورؒ کی قربت میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

محمد رفیق قریشی' سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر' فیصل آباد نے بتایا: ''آستانے پر ایک مجذوب بہار (بنگال) کا رہائشی رہتا تھا۔ لوگ اسے بنگالی بابا کہتے۔ میاں حضورؒ اسے جانی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؒ نے فرمایا: ''جانی ہر رات ایک بجے مدینہ شریف میں نوبت بجاتا ہے۔''

◆◆◆

حضرت پیر سیّد عادل مسعود رضوی قلندر شہیدؒ

آپ علاقہ شیخوپورہ کے رہائشی تھے۔ سادات ِکرام کے عالی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ علاقے کی معروف روحانی شخصیت سید منصور کاظم رضوی شاہ صاحبؒ کے ہاں 1956ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والدین اور اسلاف و اجداد' عظمتِ ولایتِ الٰہیہ کے مظہر تھے۔ عین جوانی میں میاں صاحبؒ کے ہاں سرگودھا حاضری دینے لگے۔ کالج کے طالب علم تھے' تعلیم کو خیر باد کہا اور میاں صاحبؒ کے آستانے ہی کے ہو کر رہ گئے۔ میاں صاحبؒ کے آستانے میں ظاہری اور باطنی درویشوں مجذوبوں اور قلندروں کا جمگھٹا رہتا تھا' مگر ان سب میں پیر عادل شاہ صاحب سرکار منفرد جلالی شان کے حامل تھے۔ اُن کا جلال دیدنی تھا۔ یہاں میاں حضورؒ کی توجہ اور تربیت سے اُن پر جذب و مستی کی کیفیات طاری ہونے لگیں۔ شدہ شدہ وہ عین جوانی میں مست مجذوب ہو گئے۔ ایک وقت اُن پر وہ بھی آیا تھا'

Marfat.com

جب اُنھوں نے آستانے میں ایک موٹا سا ڈنڈا پکڑ لیا۔ بقول حکیم شبیر احمد نور پوری صاحب' ہم سمجھے اب میاں حضورؒ نے ڈنڈا بردار فورس رکھ لی ہے۔

ان کی شانِ جلالت کے باعث نہ کوئی ان کے سامنے بولتا اور نہ وہ کسی کو بولنے دیتے تھے۔ ان کی نگاہ تیز اور زبان سیف ہوتی گئی۔ جو منہ سے نکلتا پورا ہو کر رہتا۔ گوجرہ کے ماسٹر رشید احمد جاوید (بیڑیوں والے) نے بتایا کہ ایک بار وہ میاں حضورؒ سے ملنے سرگودھا' آستانے پر حاضر ہوئے۔ آستانے میں پیر سیّد عادل شاہ صاحب سرکارؒ نے مجھے (رشید احمد کو) دیکھا تو فرمایا: ''ہم نے تجھے شیخوپورہ میں قتل ہونے سے بچا لیا۔'' ان کے فرمان کی بظاہر کچھ سمجھ نہ آئی۔ وقت کٹتا گیا اور یونہی نو برس بیت گئے تو عادل شاہ صاحب کے فرمان کی عملی تصویر سامنے آئی۔ ہُوا یوں کہ ہم گوجرہ کے کچھ دوست ایک شبِ براٗت میں اکٹھے ہو کر ایک گاڑی کرائے پر لیکر دربار حضرت داتا علی ہجویریؒ کیلئے روانہ ہوئے۔ راستے میں تین ڈاکو ویگن میں گھس آئے۔ ایک' ویگن ڈرائیور کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ دوسرا آخری سیٹ پر جا پہنچا اور تیسرا مسافروں کو لوٹنے لگا۔ یہ خواتین سے بدتمیزی بھی کر رہا تھا۔ مَیں (رشید احمد) ویگن کے دروازے کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ یہ سب کچھ میری برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ مَیں سوچنے لگا کہ ایک ڈاکو میری زد میں ہے۔ مجھے اس پر قابو پا لینا چاہیے۔ اتنے میں ڈاکوؤں نے فائرنگ شروع کر دی۔ مَیں نے ڈاکوؤ کو قابو کرنے کا پکّا ارادہ کر لیا اور اُٹھنے ہی والا تھا کہ میرے ساتھ والے ساتھی نے مجھے زبردستی روک دیا اور بٹھا دیا۔ کچھ بعید نہیں تھا کہ فائرنگ کرتے ڈاکوؤ مجھے گولی مار دیتے اور مَیں وہیں قتل ہو جاتا لیکن عادل شاہ صاحب سرکارؒ کی نگاہِ بصیرت نوازؒ نے لوحِ محفوظ پر لکھا پڑھ بھی لیا تھا اور مجھے اس اذیّت سے بچا بھی لیا تھا۔ سچ ہے۔

قلم ربانی ہتھ ولی دے' لکھے جو من بھاوے
ولی نوں رب نے قدرت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

○

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پیر عادل شاہ صاحب سرکارؒ میاں حضورؒ کی مجذوب یونیورسٹی یعنی آستانۂ عالیہ میں جذب و مستی کی تعلیم اور روحانی مدارج و معارج کے پریکٹیکلز کرتے اور چشمِ ساقی سے مئے معرفت پیتے رہے۔ میاں حضورؒ انھیں نگاہوں ہی

Marfat.com

نگاہوں میں باقاعدہ درس بھی دیا کرتے۔ جب اُن کی منزلیں طے ہوگئیں تو آپؒ نے آستانے کے خادموں سے فرمانا شروع کردیا:

''اسے کہو اب کیا رہ گیا ہے؟ اب یہ پاس ہولیا' اب یہاں سے چل دے''

بالآخر مرشد کے حکم پر سرگودھا چھوڑا' اور جھنگ تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے وہ چودھری کالونی میں ٹھہرے۔ پھر اوڈاں والی بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں سے سرگودھا روڈ کے علاقہ مرضی پورہ میں چلے گئے۔ یہاں ایک لنگڑا ترکھان رہتا تھا۔ جس کے گھر کے دروازے کے پاس آپ نے ظاہری زندگی کی آخری سانسیں لیں۔

آغاز میں انھوں نے یہاں لاری اڈہ کے قریب ایک کچے سے خستہ حال کمرے میں رہنا شروع کردیا۔ نزدیک ہی ایک میدان (گراؤنڈ) بھی تھا۔ کمرے سے نکلتے تو اس گراؤنڈ میں آجاتے۔ شدید گرمی کے موسم میں اس گراؤنڈ کی تپتی زمین پر دھوپ میں پڑے رہتے۔ پسینہ آتا' پسینے پر گردوغبار کی تہہ چڑھتی' جسم کے بال بڑھتے چلے گئے۔ جھنگ میں اُن پر جذب وکیف کا وہ عالم بھی آیا جب اُنھوں نے کپڑے تک اتار دیے۔ اُن کی اکثر باتیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ان کے منہ کا کہا فوراً پورا ہوتا تھا لہٰذا ان کے اِردگرد عقیدت مندوں کا ہمیشہ ہجوم رہتا۔ میاں حضورؒ کا کوئی عقیدت مند اُنھیں ملنے جاتا تو انتہائی استغراق کی حالت میں بھی وہ کھڑے ہوجاتے اور صاف فرما دیتے۔ سرگودھا والے آگئے۔ وہ سرگودھا والوں پر مہربان بھی بہت تھے۔

اس حالت میں وہ بہت کم بولتے۔ وہ نزدیک آنے والوں کو گالیاں دیتے اور جوش وجلال میں ہوتے تو مارتے بھی۔ ایک بے اولاد پٹواری' بیٹے کے حصول کی تمنا لیے اکثر ان کے ہاں حاضری دیا کرتا تھا۔ عادل شاہ صاحب سرکارؒ اُسے گالیاں دیکر اُٹھا دیتے۔ ایک بار وہ آیا تو آپ نے لکڑی کا ایک ڈنڈا اس کے سر پر دے مارا' جس سے اُس کے سر کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور آدھے سر کی جلد بھی اکھڑ گئی۔ اُس کا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ پولیس والے اُسے ہسپتال اور عادل شاہ صاحبؒ کو تھانے لے گئے۔ پولیس نے تھانے میں اُن پر کافی تشدّد کیا۔ کچھ پیر بھائیوں کی مداخلت خصوصاً محمد اسلم خاں غوری کی کوششوں سے اُنھیں پولیس تشدّد سے نجات ملی۔ چوک اعظم' لیہ کے محمد طالب نے راقم الحروف کو بتایا کہ اُس تھانے کا ایس۔ ایچ۔ او۔ سرگودھا کا رہائشی اور میاں حضورؒ کا عقیدت مند تھا۔ جب اُسے پتہ چلا کہ عادل شاہ صاحب حضرت میاں صاحبؒ کے تربیت یافتہ مجذوب اور اُن کے بچے ہیں تو بے حد مہربان ہوگیا اور اُس نے آپ کو چھوڑنے کا حکم دے دیا۔

پولیس نے چھوڑا تو اُنھوں نے تھانہ چھوڑنے سے انکار کردیا اور کئی مہینوں تک اُسی تھانے میں پڑے رہے۔

Marfat.com

پولیس کی تمام تر کوششوں کے باوجود تھانے سے باہر جانے پر راضی نہ ہوئے۔ مذکورہ بالا ایس۔ایچ۔او۔ نے آپ کی عظیم وتکریم میں کبھی کمی نہ آنے دی یہی وجہ تھی کہ وہ تھانے میں جہاں چاہتے گھومتے پھرتے اور جہاں چاہتے پڑاؤ ڈال لیتے۔اُن کے ملنے والے بھی یہاں اُن کے پاس آتے تو کسی پولیس والے کو اُنھیں روکنے کی اجازت نہیں تھی۔پیر عادل صاحب تھانے میں تھانے دار کے ٹھاٹھ باٹھ کے حامل تھے۔کئی مہینے گزر گئے تو ایک دن خود ہی تھانے کے باہر آ کر لیٹ گئے۔دسمبر' جنوری کی کڑاکے کی سردی میں سڑک پر لیٹے رہتے تھے۔پھر کسی عقیدت مند نے لاری اڈہ کے نزدیک دو کچے کمرے بنا دیے۔آپ ان میں چلے آئے۔پھر کسی عقیدت مند نے زرِ کثیر صرف کر کے دو پختہ کمرے بنوا دیے۔پانی کے نل کا انتظام کیا اور فرش پر چپس لگوا دی۔جب عمارت تیار ہو گئی تو شاہ صاحب اُٹھے اور پرانے شناختی کارڈ آفس کے سامنے ایک کباڑیے کی دکان کے بینچ پر آ بیٹھے۔یہاں ایک پولیس انسپکٹر تفتیش کرنے آیا اور رعب جھاڑنے لگا۔کبھی سگریٹوں کے ٹوٹے اُٹھا کر کہتا یہاں نشہ بازی ہوتی ہے' کبھی کہتا یہاں جوئے بانڈ نمبروں کا کاروبار ہوتا ہے۔کباڑیے نے کہا بھی کہ رعب نہ ڈال' یہاں نشہ' جوئے کا' کام نہیں ہوتا' حقیقی فقیر' مست قلندر بابا ہے' مگر وہ انسپکٹر نہ مانا اور گرجتا رہا۔شاہ صاحبؒ کچھ دور سڑک پر چہل قدمی کرتے ہوئے یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے رہے۔آخر اُنھوں نے جلال میں آ کر انسپکٹر کو کلائی سے آ پکڑا اور اُسے مارنے لگے۔عقیدت مندوں سے فرمایا' اِسے جوتے لگاؤ۔انسپکٹر کی بے بسی دیدنی تھی۔اب وہ تھا اور اسے پڑنے والی بے شمار جوتیاں۔خوف سے اُس کا پیشاب بھی خطا ہو گیا اور وہ بھیگی ہوئی پتلون کے ساتھ جان چھڑا کر بھاگا اور دیکھتے ہی دیکھتے نو دو گیارہ ہو گیا۔

بھائی ارشاد رشیدی ایڈووکیٹ فیصل آباد ایک بار اُن سے ملنے جھنگ گئے۔ان کے ساتھ ان کے کچھ دوست بھی تھے۔اُنھوں نے بتایا کہ یہ وہ حالت تھی' جب شاہ صاحب نے کپڑے بھی اتار دیے تھے۔سخت ہیبت اور جلال کا عالم تھا۔مَیں (ارشاد رشیدی) نے عرض کیا "شاہ جی! سرگودھا' میاں حضورؒ کے آستانے سے آئے ہیں" آپ نے آنکھیں کھولیں' جواب تو کچھ نہ دیا البتہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرنے لگے۔

اس عاجز راقم الحروف (اِفضال احمد انور) کو بھی جھنگ میں عادل شاہ صاحب سرکارؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ہُوا یوں کہ گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری نے ایک دفعہ علاقہ جھنگ میں اپنی زرعی زمین دکھانے اور وہاں کی سیر کرنے کی دعوت دی۔محض سیر سپاٹے کیلئے کہیں جانے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن میں دو وجوہ کی بنا پر اُن کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گیا۔میرے علم میں تھا کہ قبلہ حکیم صاحب ہر برس زرعی اجناس سے حاصل ہونے والی آمدن کا کچھ حصّہ میاں حضورؒ کے آستانے میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔لہٰذا ایسی زمین پر جانا جس کی کوئی نسبت

Marfat.com

مرشدِ گرامی حضرت میاں صاحبؒ سے ہو' میرے لیے عین سعادت تھا۔ نیز پروگرام بنا تھا کہ زمینوں کے دورے کے بعد شہر جھنگ میں پیر سیّد عادل شاہ صاحب سرکار کی زیارت کے لیے بھی جائیں گے۔ مَیں اُنھیں میاں حضورؒ کا تربیت یافتہ اور نوازا ہُوا سمجھتا ہوں' لہٰذا وہاں جانا میرے لیے اور بھی خوشی کا باعث ہو گیا۔

ہم حکیم صاحب کی زمینوں کی یاترا کے بعد جھنگ شہر میں پہنچے۔ قافلے میں حکیم شبیر احمد نور پوری' اُن کے صاحبزادے رضوان صاحب' سیالکوٹ کے قبلہ طفیل بٹ صاحب (جو گوجرہ کے معروف عالمِ دین حضرت مولانا صوفی غلام حسینؒ کے قریبی عزیز ہیں) اور راقم الحروف (اِفضال احمد انور) شامل تھے۔ اُن دنوں شاہ صاحب دو کمروں پر مشتمل احاطے (جس میں ہینڈ پمپ بھی لگا ہوا تھا' میں فروکش تھے' جس کے باہر کھلا میدان تھا۔ ہم نے حضور شاہ صاحب کی بارگاہ میں نذر پیش کرنے کی نیّت سے قریبی سویٹ شاپ سے مٹھائی کے ڈبّے خرید لیے۔ ہم نے شاہ صاحب کے احترام میں مناسب نہ سمجھا کہ ہم کار میں بیٹھ کر اُن تک جائیں۔ لہٰذا کار گراونڈ سے دُور ایک جگہ کھڑی کر دی اور ہم اپنے اپنے مٹھائی کے ڈبّے ہاتھوں میں پکڑے' بڑے ادب و احترام سے شاہ صاحب کے آستانے کی طرف چل پڑے۔ ہم نے دیکھا کہ شاہ صاحب کے آستانے کے باہر کھلی جگہ پر کچھ ٹوٹی پھوٹی سی صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ شاہ صاحب آستانے کے بیرونی پائیدانوں پر تشریف رکھتے تھے اور چند ایک عقیدت مند پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہمیں دُور ہی سے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور پاس بیٹھے لوگوں سے فرمانے لگے۔ ''سرگودھا کے مہمان آ گئے ہیں۔'' ہم نے اُن کی آواز کو بخوبی سُنا۔ ہم وہاں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا' دست بوسی کی اور مٹھائی کے ڈبے اُن کے آگے رکھ دیے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے سب حاضرین کو مٹھائی دی۔ ہمیں بھی عطا کی۔ ہم چُپ چاپ مؤدّب ہو کر ان کی بارگاہ میں بیٹھ گئے۔ اللہ اکبر' قلندر کے روحانی جلال سے دل لرز رہے تھے۔ مَیں بھی ساتھیوں سمیت سر نیہوڑائے اُن کے سامنے باادب بیٹھا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد آپ نے جلالی آواز میں حکم دیا ''اندر چلو۔'' ہم (مَیں' حکیم صاحب' ان کا بیٹا رضوان اور طفیل بٹ صاحب) اُٹھ کر آستانے میں داخل ہوئے اور کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ یہاں کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ ہم نے نمازِ ظہر ادا نہیں کی تھی اور وقت نکلا چلا جا رہا تھا۔ لہٰذا ہم نے اجازت لیکر واپسی کا پروگرام بنا لیا۔ جونہی ہم آستانے کے کھلے در تک پہنچے' آپ نے زور سے فرمایا' ''نماز پڑھو' او کاکا! نماز پڑھو۔'' ہم پھر واپس ہو گئے۔ ہینڈ پمپ سے وضو کیا۔ دوستوں نے مجھے زبردستی آگے کھڑا کر دیا اور نمازِ ظہر باجماعت ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو شاہ صاحب کو اپنی ہی طرف متوجہ پایا۔ ہم نے اُٹھ کر باہر جانے اور اجازت لینے کا سوچا ہی تھا کہ شاہ صاحب کی گرجدار آواز سُنی۔ او کاکا! بہہ جا' اوئے اتھے ای' بہہ جا'۔۔۔ او بہہ جا'۔۔۔ او بہہ جا۔'' ہم پھر اُلٹے پاؤں پیچھے کو بھاگے اور کمرے کے باہر صف پر بیٹھ

Marfat.com

گئے۔ اب شاہ صاحب کا چہرہ مبارک ہماری طرف تھا اور زبان پر گالیاں تھیں۔ ''کراوئے ایہناں نوں قید' میں لحاظ کری جاناں' اوئے۔۔۔ میں تیریاں نمازاں نموزاں دیکھ لاں گا۔ اوئے تیری۔۔۔'' بس بھر کیا تھا' ہمارے دل کی دھک دھک اور شاہ صاحب کی گالیاں۔ شاہ صاحبؒ کس عالم میں تھے اور کیا فرما رہے تھے' اللہ ہی جانتا ہے۔ حکیم صاحب کو دُور کھڑی کار کی فکر بھی تھی کہ کوئی لے ہی نہ جائے۔ مجھے فرمودۂ اقبال یاد آ رہا تھا۔

ع بچتے ہوئے بنگاہِ قلندر سے گزر جا

واقعی قلندر کے ساتھ چلنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ لوگ تکوینی امور کی انجام دہی میں مصروف ہوتے ہیں۔ اِن کی گالیاں بھی کوڈورڈز ہوتی ہیں۔ ان کے جملے اللہ کا راز ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہیں دنیا و مافیہا کو دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ ان کی حرکات و سکنات لوحِ محفوظ پر موثر ہوتی ہیں اور ان کی بارگاہ میں بے ادبی' اللہ کی سخت ناراضی کا باعث بنتی ہے۔ اُس وقت شاہ صاحب کی قید میں ایسے ہی خیالات دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ طفیل بٹ صاحب کا ایک صاحبزادہ فوج میں بہت اچھی پوسٹ پر تھا' اس کی ترقی ہونے والی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ پیر عادل شاہ صاحب سرکار ان کے بیٹے کیلئے کچھ کر رہے ہیں۔ حکیم صاحب سوچ رہے تھے کہ عادل شاہ صاحب نے ہمیں پاس بٹھا کر نجانے سفر کی کس کس مشکل سے بچانے کا جتن کیا ہے۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ حضور شاہ صاحب نے کپڑوں میں ملبوس میرے جسم کی کراہت دیکھ لی ہے اور اس کریہہ جسم کے اندر ملفوف دل کی سیاہی کو گالیاں دے رہے ہیں۔ ہم ٹھہر ٹھہر کر اجازت لینے کیلئے اُٹھتے لیکن شاہ صاحب پھر تند و تیز لہجے اور گالیوں کی بوچھاڑ میں ''بہہ جا۔۔۔ اوئے کاکا' بہہ جا۔۔۔'' سُنا دیتے اور ہم پھر دبک کر رہ جاتے۔ نمازِ مغرب بھی ہم نے وہیں پڑھی۔ مغرب کے بعد تو کہیں دُور کھڑی کار کے حوالے سے تشویش بہت ہی بڑھ گئی لہٰذا ہم شاہ صاحب کی پُشت کے پیچھے سے آہستہ آہستہ' چھپتے چھپتے باہر نکل کر خاموشی سے دیگر لوگوں میں بیٹھ گئے۔ اچانک شاہ صاحب نے فرمایا۔ ''اوئے لیٹ جا'' ہر ایک شخص جہاں کہیں کھڑا' یا بیٹھا تھا' وہیں لیٹ گیا۔ ہم بھی لیٹ گئے۔ کچھ دیر تک تمام لوگ چُپ چاپ لیٹے رہے۔ پھر ایک آدمی اُٹھا اور اُس نے کہا۔ ''شاہ صاحب' میں جا سکتا ہوں'' آپ نے فرمایا۔ ''او کاکا' چلا جا۔'' بس ہم نے آناً فاناً خود بخود ہی سمجھ لیا کہ ہمیں بھی اجازت مل گئی ہے۔ لہٰذا وہاں سے اُٹھے اور دل ہی دل میں سلام عرض کر کے بھاگنے کی حد تک تیز چلتے ہوئے واپس ہوئے۔ کافی دور آ کر گاڑی کھڑی دیکھی' تو جان میں جان آئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاہ صاحب کھڑے ہو چکے تھے' اُن کا رُخ اب بھی ہماری ہی طرف تھا۔ ہم کار میں بیٹھے اور یہ جا وہ جا' ہو لیے۔ واپسی راستے میں کچھ دیر تک تو سکوت چھایا رہا۔ پھر آج کے واقعے پر خیال آرائی شروع ہوئی۔ محترم طفیل بٹ صاحب کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ میرے لیے تھا' کیونکہ میں اپنے بیٹے کی

Marfat.com

فوج میں پروموشن کی نیت لے کر گیا تھا۔ بعد میں میرا (افضال انور) کا خیال تھا کہ میں بہت گنہگار ہوں' شاہ صاحب دراصل میری دھنائی اور دھلائی فرما رہے تھے۔ حکیم شبیر صاحب فرما رہے تھے کہ شاہ صاحب نے اللہ کی بارگاہ میں رسائی کے باعث ہمیں تکلیفوں سے بچایا ہے۔ پھر وہ ذرا سا مسکرائے اور فرمایا: پیر عادل شاہ صاحب جو کچھ بھی ہیں' ہمارے میاں حضورؒ کے بچے ہیں۔ وہ ہم پیر بھائیوں کے ساتھ اچھا ہی کریں گے' لہٰذا پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ قلندروں' مستوں مجذوبوں اور ایسے تکوینی معاملات پر مامور بزرگوں کے معاملات دنیاوی نظروں اور جائزوں میں نہیں آتے۔ ایک بات واضح ہے کہ وہ جذب کی اس حالت میں بھی ہم سب کو جانتے ہیں بلکہ میاں حضورؒ کی نسبت سے جانتے ہیں۔ وہ کرم فرما رہے تھے کہ ہم سب' کچھ دیر اور اُن کے پاس ٹھہریں۔ اُن کے تکوینی امور اور اُن کی حرکات وسکنات عمومی فہم وادراک سے ماورا ہیں۔ وہ بھلے ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں' ایک بات واضح ہے کہ شاہ صاحب جو کر رہے تھے' جو کہہ رہے تھے' اس میں ہم سب کا بھلا تھا۔

میاں حضورؒ کے بہت سے عقیدت مند پیر عادل شاہ صاحب سے ملنے اُن کے پاس جھنگ جاتے رہے۔

وہ میاں حضورؒ کی روحانی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور میاں حضورؒ کی زندہ کرامت تھے۔ عمر کے آخری ایام میں وہ بیمار ہو گئے اور اُن کی صحت روز بروز بگڑنے لگی۔ خدا جانے کیا بیماری تھی؟ اُن کا جسم نڈھال ہوتا چلا گیا۔ ان کے چہرے اور سارے جسم پر سوجن بڑھتی چلی گئی۔ اُن کے پاخانے بھی نیلے رنگ کے ہو گئے۔ اُن کے ہاں حاضری دینے والے بعض خادموں کا کہنا ہے کہ کسی شقی القلب نے اُنھیں زہر دیا تھا' جس کے باعث وہ شدید بیمار ہو گئے اور چند دنوں بعد شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ اُن کا یومِ وصال ہفتہ 26 مئی 2007ء ہے۔ یوں پیر سیّد عادل شاہ صاحبؒ بھی اپنے پیر و مرشد حضرت میاں صاحبؒ کے پیچھے اُنھی کے رستے پر چلتے ہوئے منزلِ مراد سے ہمکنار ہوئے۔

جھنگ میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور بے پناہ عوام نے اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ ان کا جسدِ خاکی شیخوپورہ لایا گیا یہاں اُن کی نمازِ جنازہ پھر ادا کی گئی اور وہ شیخوپورہ ریلوے اسٹیشن کی مسجد کے بالمقابل قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔ ان کا مزار شیخوپورہ میں مرجع خواص وعوام ہے۔ ایسے ہی بے شمار لوگ میاں حضورؒ کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہو کر بامراد ہوئے اور اپنی منازل پر پہنچے۔ فیصل آباد کے انصر رشیدی بھی انھی خوش نصیبوں میں شامل ہیں۔ جو اُن سے ملنے اکثر جھنگ جایا کرتے تھے۔

پیل پدراڑ (کلر کہار) کے اکرم خان نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم تین چار نوجوان (میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد) رمضان شریف کی ستائیسویں شب سرگودھا آئے اور یہ بابرکت رات میاں حضورؒ کے آستانے پر گزاری۔ صبح

Marfat.com

واپسی کا پروگرام بنا تو سب نے طے کیا کہ کلر کہار جانے سے پہلے میاں صاحبؒ کے چہیتے، پیر عادل شاہ کی زیارت کیلئے جھنگ چلتے ہیں۔ ہم سرگودھا موڑ تک پہنچے۔ یہاں سے جھنگ کیلئے بس میں بیٹھنا تھا۔ ہم کچھ دیر یہاں کھڑے ہو کر بس کا انتظار کرتے رہے۔ آخر ایک بس آئی۔ بس دیکھتے ہی ہم اُس کی طرف لپکے۔ بس پر سوار ہونے ہی والے تھے کہ ایک مست ملنگ مجذوبہ کہیں سے یکلخت سامنے آئی۔ اُس نے چھوٹی سی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر چھوٹے چھوٹے گرد آلود بال تھے۔ اُس کا لباس اور جسم دُھول سے اَٹا ہُوا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ اُس نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''میرا بھی سلام کہنا۔'' میں نے کہا جی، بسم اللہ، ضرور کہہ دوں گا۔ پھر میں (اکرم خان) بس پر سوار ہو گیا۔ اُسی لمحے میں نے مُڑ کر دیکھا تو وہ عورت نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ ہم جھنگ پہنچے، پیر سیّد عادل حسین شاہ صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ آج شاہ صاحب کسی اور ہی عالم میں تھے۔ سب سے ٹھیک ٹھاک باتیں کر رہے تھے، باتیں بھی بہت ہی ہمدردانہ اور محبّت آمیز۔ ہم حیران تھے کہ یہاں تو جلال ہی ہوتا تھا مگر آج نرمی اور جمال کا نظارہ دیکھنے والا ہے۔ شاہ صاحب کو مہربان دیکھ کر سلام عرض کیا۔ دست بوسی کی اور ان کے نزدیک ہو کر بیٹھ گئے۔ مَیں نے عرض کیا۔ ''سرکار! سرگودھا جھنگ کیلئے بس پر سوار ہونے سے پہلے ایک عورت ملی تھی۔ اُس کا سلام امانت کے طور پر اٹھائے ہوئے ہوں۔ سرکار اُس کا سلام قبول فرمائیں۔'' آپ مسکرائے اور فرمایا: ''ہاں بیٹا' وہ سرگودھا کی گورنر ہے۔''

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور ''---ص118)

◆◆◆

حضرت پیر علی جانؒ

پیر علی جانؒ فاضلِ درسِ نظامی، منطق، فلسفہ صرف ونحو، بیان و میراث کے ماہر تھے۔ مفسّرِ قرآن اور شارحِ حدیث تھے۔ علومِ متداولہ سے فارغ ہوئے تو باطنی علوم و اسرار سیکھنے کیلئے میاں حضورؒ کی صحبت میں آن بیٹھے۔ میاں صاحبؒ نے نوازنا شروع کیا تو علمِ ظاہر پر کشفِ باطنی غالب ہوتا چلا گیا۔ ضَرَبَ یَضرِبُ کی گردانوں کی جگہ اُن گالیوں نے لے لی جن کا مطلب اربابِ ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ میاں صاحبؒ کی صحبت سے قلندری نصیب

Marfat.com

ہوئی اور یکسر مست مجذوب ہو گئے ۔ سرگودھا کے بازاروں میں قمیض اتار کر اور کلہاڑا پکڑ کر گشت کرتے تو جہاں کچھ لوگوں کو کھڑے پاتے اُن کے پاس کسی اُونچی جگہ پر کھڑے ہو کر بیان شروع کر دیتے ۔ اہلِ نظر ان کی باتوں پر رو پڑتے' بے بصر ہنستے ۔ آپؒ نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں ایک بانس پر پیپلز پارٹی کا جھنڈا لگایا ہُوا تھا ۔ اِسے بازاروں میں لہراتے رہتے ۔ پھر اُس جھنڈے کے اُوپر ایک چھوٹا سا ٹین کا ہوائی جہاز بنوا کر لگایا ۔ پھر اہلِ سرگودھا نے دیکھا کہ میاں حضورؒ کے یہ ملنگ کونوں چوکوں پارکوں میں کھڑے ہو کر بآواز بلند نعرے لگاتے : ''او جنرل ضیاء الحق! تیرے جہاز کو بھسم کر کے ہوا میں اُڑا دوں گا'' یہ سلسلہ جنرل ضیاء کی شہادت تک جاری رہا ۔ میاں حضورؒ کے عقیدت مند میاں حضورؒ کی نسبت کی وجہ ان کا بہت احترام کرتے ۔ بعض سینئر پیر بھائیوں سے اُلجھ بھی پڑتے ۔

ایک دفعہ گوجرہ میں بھی تشریف لائے اور حکیم شبیر نور پوری کے ہاں قیام کیا ۔ حکیم صاحب اِنھیں گوجرہ کی معروف روحانی شخصیت پیر جی غلام رسول علوی صاحب سرکار کے ڈیرے پر بھی لے گئے ۔ علوی صاحب نے حکیم صاحب سے فرمایا' یہ مجذوب لوگ ہیں ۔ یہ خواہ کسی ویران جگہ کسی درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں' اپنی دنیا میں خوش اور اپنی کیفیت میں سرمست ہوتے ہیں ۔ لیکن یہ کسی گھر یا ڈیرے تک محدود ہو کر نہیں رہ سکتے ۔ ویسے بھی ان کی کیفیات کی برداشت عام آدمی کے بس کی بات نہیں ۔ چنانچہ حکیم صاحب انھیں سرگودھا واپس چھوڑ آئے ۔

راقم کو فیصل آباد کے محمد سعید خاں مرحومؒ نے اپنی زندگی میں پیر علی جان کا ایک واقعہ سُنایا تھا ۔ اُن کے بقول اُنھوں نے یہ بات فقیر محمد عرف فقیریا سے خود سُنی تھی ۔ فقیریا نے بتایا کہ ایک رات مَیں آستانے کے استنجا خانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونے کے لیے مسجد کے وضو خانہ کی ٹونٹیوں پر آیا ۔ مَیں ہاتھ دھو ہی رہا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ آستانے کی مسجد غائب ہو چکی ہے اور اس کی جگہ سبز رنگ کی زمرّد کی مسجد تیار ہو گئی ہے ۔ مَیں (فقیریا) یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ۔ مَیں آہستہ آہستہ اس سبز مسجد کے اندر داخل ہوا ۔ مَیں نے دیکھا کہ علی جان مسجد کے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مسجد بزرگ اجنبی لوگوں سے بھری ہوئی ہے ۔ یہاں دنیا کے بڑے بڑے دشمنانِ اسلام کو زنجیریں باندھ کر لایا جا رہا ہے ۔ ایک بڑا وزیر جو دشمن اسلام تھا' پابجولاں لایا گیا تو پیر علی جان نے اُسے سزائے موت سُنا دی ۔ اُس کے بعد دوسرے مجرم کو بھی سزائے موت دی ۔ جب تیسرے مجرم کو بھی موت کی سزا سُنائی تو پیر علی جان نے فرمایا کہ آج دشمنانِ اسلام کا پورا پوسٹ مارٹم کروں گا ۔ مَیں (فقیر محمد) نے یہ واقعہ جاگتے ہوئے کھُلی آنکھوں سے دیکھا ۔ صبح پیر علی جان نے مجھے سختی سے منع کر دیا کہ کسی کو مت بتانا ۔

راقم الحروف (اِفضال احمد انور) کو ان سے بہت دفعہ ملنے کا موقع ملا ۔ ایک دفعہ حکیم شبیر احمد نور پوری صاحب

Marfat.com

کے ساتھ ان کے چوبارے (نزد بڑا قبرستان) میں بھی حاضری دی۔ اُس دن ایک ٹھیٹھ عالمِ دین کی طرح عربی قواعد پر بات کرتے رہے۔ پتہ چلا کہ وہ اعراب و تلفظ کی ذرا سی غلطی بھی برداشت نہیں کرتے۔ محفل میں ایک آدمی نے تذکار کہا تو آپ نے ٹوک دیا اور فرمایا تِذکار کہو' کیوں تلفظ کا بیڑا غرق کرتے ہو۔ سیف زبان تھے۔ ان کی دعائیں پوری ہوتی تھیں۔ میاں صاحبؒ کے تربیت یافتہ مجذوبوں کے گلدستے کے ایک معطر و حسین پھول کی حیثیت سے ان کی یادیں' لوگوں کے دلوں سے محو نہیں ہونگی۔ یہ چند نام اکثر پیر بھائیوں کو یاد ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ کے آستانے میں ایسے ڈیوٹی دار بکثرت ہوتے جنھیں عام لوگ نہ جانتے نہ پہچانتے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے محترم عبدالمجید صاحب ریلوے کے ریٹائرڈ ملازم اور میاں حضورؒ کے دیرینہ عقیدت مند ہیں۔ اُنھوں نے میاں حضورؒ کی کرامات پر مشتمل ایک خط راقم الحروف کو بھیجا۔ مَیں نے اپنی طرف سے اُسے سنبھال کر رکھ لیا لیکن جب اُن کے بیان کردہ واقعات کو کمپوز کرانے کا وقت آیا تو وہ خط مجھے تلاشِ بسیار کے باوجود مل نہ سکا۔ اُدھر اُن کا فون نمبر مسلسل بند ملتا۔ ہزار کوشش کے باوجود اُن سے میرا رابطہ نہ ہو سکا۔ مجھے اُن کے خط کے گم ہو جانے کا بے حد افسوس ہے۔ اُن کی بیان کردہ روایات میں سے ایک مجھے زبانی یاد رہ گئی' جو یہاں درج کر رہا ہوں۔ اُن کے بقول میرے (عبدالمجید کے) ساتھ ریلوے میں ایک آفیسر تھے۔ وہ بھی میری طرح حضرت میاں صاحبؒ کے عقیدت مند تھے اور اکثر سرگودھا میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنی ٹرین لے کر ایک اسٹیشن پر پہنچے' جہاں اکثر ایک مست مجذوب گھوما پھرا کرتا تھا' لیکن آج اس مست ملنگ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ کپڑوں سے بے نیاز بالکل الف عریاں ریلوے اسٹیشن پر کھڑا ہے۔ جبکہ اسٹیشن پر بچے اور خواتین بھی موجود تھیں۔ یہ اُس منظر کو برداشت نہ کر سکے اور زور سے اُس ملنگ (غالباً جس کا نام بابا مودا تھا) سے کہا کہ کپڑے پہن لے' نہیں تو تیری ولایت نکال کر۔۔۔۔۔ تیری ایسی تیسی کر دوں گا۔'' اُس ملنگ نے چند لمحے اُسے دیکھا پھر ایک چیخ ماری اور ایک طرف کو دوڑ لگا دی۔ کچھ دنوں بعد میرے یہی دوست' ریلوے آفیسر میرے ساتھ سرگودھا میں میاں حضورؒ کے پاس سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ میاں حضورؒ نے اُسے دیکھتے ہی فرمایا: ''اے مست ملنگوں کو اسٹیشن پر گالیاں دیوے۔'' اُس نے عرض کیا سرکار! وہ بچوں اور خواتین کے سامنے بالکل ننگا کھڑا تھا۔ مَیں برداشت نہ کر سکا۔ آپؒ نے فرمایا: ''ہاں وہ بھی ایسے ہی کہے تھا۔''

ایسے ہی بے شمار لوگ میاں حضورؒ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر بامراد ہوئے اور اپنی منازل پر پہنچے۔

میاں حضور کا آستانہ صرف مست مجذوب بزرگوں کی ہی یونیورسٹی نہیں تھا بلکہ یہاں سے بڑے بڑے اہلِ علم

Marfat.com

وفضل لوگ جیسے مشہور ماہرِ اقبالیات مرزا منور‘ اُن کے برادرِ اصغر مرزا مظفر‘ مولانا تاج محمود‘ پروفیسر ظفر علی احسن‘ قاضی محی الدین اور ڈاکٹر صفدر محمود وغیرہ نے بھی استفادہ کیا اور ان جیسی سینکڑوں ہستیاں بھی میاں حضورؒ سے فیضیاب ہوئیں۔ اس خاکسار کو علم وفضل کا کوئی دعویٰ نہیں۔ ایک ادنیٰ سا طالبِ علم ہوں‘ جس کی کچھ حیثیت نہیں لیکن میاں حضورؒ کی جوتیوں کے طفیل ایم فل‘ پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکا ہوں‘ اہلِ دانش وخرد کا معاملہ تو اور ابھی بہت آگے کا ہے۔ ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ میاں حضورؒ کے آستانے پر فقیری ملتی تھی، قلندری ملتی تھی، ولایت ملتی تھی، لیکن صرف یہی نہیں بلکہ دنیاوی تعلیم کی اجازتیں اور سعادتیں بھی ملتی ہیں۔ میاں حضورؒ کے فیض کا یہ سلسلہ ان کی شہادت کے بعد بھی نہ صرف جاری وساری ہے بلکہ ہر روز پہلے سے زیادہ بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

◆◆◆

طریقِ بیعت وارادت

میاں حضورؒ عام پیرانِ کرام کی طرح ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اور کلمہ کلام پڑھ پڑھا کر کسی کو مرید نہیں کرتے تھے‘ نہ اُن کے پاس کوئی رجسٹر یا کاپی تھی‘ جس میں مریدوں کے نام اور پتے لکھے جاتے ہوں۔ اُن کا اپنا قلندری طریقۂ کار تھا۔ جو پاس آتا اُسے پیار کرتے‘ اُس کے دل کا حال کچھ ایسا ہو جاتا کہ وہ کبھی میاں حضورؒ کی ارادت کے حلقے سے باہر نہ نکل سکتا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میاں حضورؒ پانی پلا کر یا کھانا کھلا کر یا پاس لٹا کر یا پان کھلا کر‘ یا حُقّہ تھما کر یا مسجد دُھلوا کر یا صفیں بچھوا کر یا نوٹوں پر دستخط کروا کر...... وغیرہ وغیرہ...... دوسرے کو مرید کرتے تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ تو میاں صاحب کے معمولات تھے۔ دراصل میاں صاحب کے مرید کرنے کا انداز ہی انوکھا اور غیر روایتی تھا۔ نہ ہاتھ ہلتے‘ نہ زبان کھلتی‘ بس نگاہ سے نگاہ اور دل سے دل تک کا معاملہ تھا۔

میاں حضورؒ نہ تو لمبے لمبے چلّے کراتے‘ نہ ہزاروں وظائف بتاتے اور نہ کسی کو کسی قسم کی مشقت میں ڈالتے۔ ضرورت مندوں کو خوب کھلاتے پلاتے اور باتوں ہی باتوں میں اُسے کچھ ایسا بتا دیتے کہ سائل کا کام بن جاتا۔ ایک بار میاں حضورؒ نے اس عاجز (افضال انور) کے اس سوال پر کہ وظائف کیسے کرنے چاہئیں‘ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

" میں نے کسی کو مشقت میں نہیں ڈالا' جس کو دیا اپنے پاس سے دیا"

خالد مراد کے بقول' ایک دفعہ میاں حضورؒ نے ارشاد فرمایا:

" چلّے کرانا تو عورتوں کا کام ہے' مرد کا کام تو بازو پکڑ کر اللہ سے ملا دینا ہے۔"

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 145)

ہمارے ایک بزرگ پیر بھائی ملک اورنگزیب میاں حضورؒ کے ساتھ ایک اسٹیشن پر ٹہل رہے تھے۔ اچانک اُن کے ذہن میں خیال آیا کہ ہم لوگ میاں حضورؒ کے ساتھ محبت بھی رکھتے ہیں۔ خود کو اُن کا مرید بھی سمجھتے ہیں۔ پتہ نہیں در حقیقت ہم مرید ہیں بھی یا نہیں۔ قیامت کے دن ہمارا نام بھی میاں صاحبؒ کے مریدوں کی لسٹ میں ہو گا یا نہیں؟ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ میاں صاحبؒ نے سامنے کے کمرے کے باہر آویزاں تختی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اسٹیشن ماسٹر کے نام کی تختی جس پر اورنگزیب لکھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ملک صاحب کا نام بھی یہی تھا جو اسٹیشن ماسٹر کا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "ابے پڑھیو! یہ بھلا کیا لکھ رکھا؟" اُس نے نام پڑھ دیا (اورنگزیب)' میاں حضورؒ نے فرمایا۔

"لوگ اب بھی سمجھتے ہیں کہ ان کا نام لسٹ میں ہے یا نہیں۔ اِدھر تو نام تختیوں پر بھی لکھے جا چکے ہیں۔"

اس کے بعد اُن کا یقین پختہ ہو گیا۔ مرید کرنا میاں صاحبؒ کے ذاتی انتخاب کا معاملہ تھا۔ کبھی آپ خواب میں آ کر کسی کو ملنے کا حکم دیتے اور خود بلا کر اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرتے۔

روحانی واردات کا مرحلہ اکثر و بیشتر پہلی ملاقات ہی میں طے ہو جاتا۔ میاں حضور چُن لیتے اور آنے والا دل پیش کر دیتا' پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہی رہتا۔ اس طرح کا ایک واقعہ سید کرامت حسین شاہ صاحب نے بھی سنایا۔ ان کے بقول "میری زندگی میں وہ وقت بھی آیا' جب مجھے خواہش ہوئی کہ کوئی میرا بھی کوئی پیر ہو۔ اگرچہ میاں صاحب سے ملاقات رہتی' وہ محبت بھی کرتے لیکن چونکہ باقاعدہ مرید تو انہوں نے نہیں کیا تھا اور نہ ہی اسباق وغیرہ شروع کرائے تھے لہٰذا میرا دل بے چین رہنے لگا اور آرزو ہوئی کہ میرا بھی کوئی باقاعدہ مرشد ہو۔ میں نے اپنی بے چینی کا اظہار اپنی بیگم سے کیا۔ اس نے کہا درود شریف پڑھا کرو' چنانچہ میں نے درود پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ اسی رات قلندر شہید میرے خواب میں آئے اور مجھے فرمایا کہ یہ الفاظ پڑھو۔ میں پڑھنے لگا اور سرکار میاں صاحب کی ٹانگیں دبانے لگا۔ صبح میں بیدار ہوا تو ڈیوٹی پر حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میاں حضور صبح آٹھ بجے ہی لائل پور ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر 1 پر موجود ہیں۔ وہ ایک نل پر وضو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا "بابو! رات کو کیا ہوا تھا' میری ٹانگیں دبا رہا تھا۔" میری بے ساختہ چیخ نکل گئی اور میں نے عرض کیا "حضور میں بہت گنہگار ہوں۔" آپ

Marfat.com

نے میرا بازو پکڑا' اور پلیٹ فارم پر چلنے لگے۔ A.S.M کے دفتر کے سامنے رک گئے' وہاں لکھا ہوا تھا Station Master.Complaint Book With Asstt: میاں حضور نے فرمایا'' دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسٹ ہے۔ اس میں تیرا نام درج ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں بھی میاں حضور کا باقاعدہ رجسٹرڈ مرید ہوں۔''

یہاں ایک اور امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ لازم نہیں تھا کہ میاں حضور صرف اس شخص پر ہی مہربان ہوں جو پہلے کہیں بیعت ہو کر مرید نہ ہو چکا ہو اور پیر و مرشد کی تلاش میں ہو۔ میاں حضور کا سلسلۂ انتخاب وکرم بہت سی ظاہری رسمیات سے ہٹ کر منفرد انداز کا ہوتا تھا۔ جیسے قلندر کے ظواہر و بواطن عام سمجھ سے بالاتر ہیں' ایسے ہی سالک مجذوب قلندر ہستی کا طریقِ بیعت وارادت بھی ورائے گماں ہوتا ہے۔

◆◆◆

وسیع المشربی

حضرت میاں عبدالرشیدؒ سچے درویش تھے۔ وہ ذات پات اور فرقہ بندی کے تعصّبات سے قطعاً پاک بزرگ تھے۔ وہ صرف اور صرف فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ تھے' لہٰذا ان کی بارگاہ میں کالا' گورا' غریب' امیر' چھوٹا' بڑا' ہر ایک برابر قدر و منزلت رکھتا تھا۔ ہر رنگ' نسل اور خطّے کے لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ وہ سب سے پیار کرتے' سب کیلئے دعائیں کرتے۔ بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث' شیعہ حضرات' سب ان کے پاس آتے اور آپ سب کی سنتے' بلکہ ان کے پاس غیر مسلم تک آتے۔ آپ انسانیت کے ناتے ان سے بھی پیار کرتے' ان کی بھی مدد کرتے۔ سفر حضر میں جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہ قریبی مسجد میں نماز ادا کرتے اور اس سلسلے میں دیوبندی' بریلوی کی تمیز روا نہ رکھتے' ان کی نظر اسلام کے آفاقی اصولوں پر تھی اور وہ دین اسلام کو کسی خطے' رنگ' نسل' زبان یا فرقے تک محدود نہیں سمجھتے تھے۔ 10 محرم الحرام کو شیعہ حضرات تعزیہ کے جلوس کے اختتام پر آپ کے پاس آتے' اور آستانے کے باہر'' قلندر پاک زندہ باد'' کے نعرے لگاتے۔ آپؒ فرماتے'' اب بس کرو' تھک جاؤ گے' چلو کھانا کھالو'' اُس دن آپؒ نے لنگر کا بہت ہی وسیع انتظام کیا ہوتا۔ وہ لنگر حسینی کھا کر حضور میاں قلندرؒ کے نعرے لگاتے ہوئے منتشر ہوتے۔ دیوبندی اور اہلحدیث حضرات بھی آپؒ کے پاس اسی عقیدت سے آتے جس عقیدت سے بریلوی حضرات

Marfat.com

آتے ۔ آپ سب کی سنتے' سب کو دعائیں دیتے' سب کے مسئلے حل کرتے اور سب سے پیار کرتے ۔ سچا درویش گروہی' نسلی اور فرقہ وارانہ تعصبات سے پاک ہوتا ہے اور حقیقی فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہرِ کامل ہوتا ہے۔

◆◆◆

عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حُبِّ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین وایمان کی اساس ہے۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ بھی بہت بڑے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ پر کبھی جذب کا غلبہ ہوتا کبھی سالکیت کا رنگ نمایاں ہوتا۔ لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رنگ میں غالب رہتا۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ پاک اطہار سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ جذب کی حالت میں بھی سادات کی تعظیم اپنی جگہ رہتی۔ حضرت امام حسینؓ سے آپ کی محبت اور عقیدت کا عالم ہی اور تھا۔ محرّم کا چاند نظر آتے ہی آپؒ پر ایک خاص سنجیدگی' رقت اور غم کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ 10 محرم کے دن امام حسینؓ کی نیاز بڑی محبت سے دلاتے' نواسہ رسولؐ کی شہادت کے غم میں خاص کرب وغم ان کے چہرے سے عیاں رہتا۔

میاں حضورؒ کے سامنے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کمال درجہ مؤدّب ہوجاتے' اکثر چشمانِ کرم سے آنسو بھی بہنے لگتے' ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک سمٹ کر لیتے اور درود پاک پڑھتے۔

خالد مراد کے بقول' ایک دن حضرت میاںؒ نے ارشاد فرمایا:

> ''اللہ کے ولی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں نم ناک ہوجاتی ہیں۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 63)

نعتِ سرکارِ مدینہ بڑے ادب' اہتمام اور شوق سے سنتے۔ نعت خوانوں سے محبت کرتے اور اُنھیں مالی طور پر بھی نوازتے۔ اپنی مسجد میں محفل کے بعد کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھواتے۔

آپ کو نعت سننے سے خاص رغبت تھی' جب عشق رسولِ مقبولؐ کا غلبہ ہوتا تو آپ کسی سے نعت سننے

Marfat.com

لگتے' مختلف لوگ انھیں نعتیں سناتے لیکن شبنم' فقیریا' ارشاد رشیدی ایڈووکیٹ' سعید احمد خان مرحوم' اور گوجرہ کے نصیر احمد صاحب کے صاحبزادے صوفی محمد امجد (استاد باڈی بلڈرز) کو دربار شریف میں زیادہ نعتیں سنانے کی سعادت ملی۔ نعت سنتے تو حد درجہ انہماک اور ادب کا مظاہرہ ہوتا۔ گردن جھکا کر بڑے عجز سے نعت سنتے' وہ نعت خوانی کے دوران میں ذرا سی بے ادبی' بے توجہی یا نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ نعت کو قرب رسولؐ کا آسان اور فوری ذریعہ بتایا کرتے اور ایسی کسی حرکت کو برداشت نہ کرتے جو نعت کے شایانِ شان نہ ہو۔ جناب خالد مراد نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ میاں صاحبؒ محمد الیاس رنگیلا سے نعت شریف سن رہے تھے۔ ایک صاحب بار بار اٹھ کر رنگیلا صاحب کو نوٹ دیتے رہے' جس سے نعت شریف کا تسلسل ٹوٹتا تھا۔ آپ کچھ دیر تو یہ سب برداشت کرتے رہے' آخر اپنی جگہ سے اٹھے اور بولے ''تماش بینی کرتا ہے'' اور پھر اپنی نوٹوں کی گٹھڑی جس میں تقریباً سات لاکھ روپے تھے' اٹھا کر رنگیلا صاحب کے قدموں میں پھینکی اور فرمانے لگے ''اب دے کیا دیتا ہے؟'' پھر آپ نے رنگیلا صاحب سے کہا' انھیں سنا۔
''ماٹی کے پتلے تجھے کتنا گمان ہے؟''

(خالد مراد' یہ تیرے پر اسرار بندے' طبع اول' لاہور: الشغر پرنٹرز' 1998ء' ص 30)

چودھری محمد امین کے بقول: ایک روز آپ نے کسی کو روٹیاں دیتے ہوئے فرمایا اسے پانچ روٹیاں دے دو۔ پھر فرمایا پانچ اور دے دو۔ پھر فرمایا' چلو بھئی دو اور دے دو۔ میں یہ سب دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ روٹیاں بارہ ہو گئی ہیں۔ سرکار نے فوراً فرمایا ''ہاں بھئی' 12 ربیع الاول بھی اچھا ہووے۔'' (یعنی میاں حضور نے نہ صرف میرے دل کی بات پڑھ لی بلکہ بتا دیا کہ انھوں نے یہ گنتی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے کی ہے۔)

(متاع مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر --- ص 8)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی رقم طراز ہیں۔

''۱۹۹۱ء میں آپ کی دعا اور توجہ کی بدولت حج پر جانے سے پہلے خانقاہ قلندریہ میں خاک بوسی کے لیے سرگودھا حاضر ہوا۔ آپ کی دست بوسی کے بعد مؤدبانہ التماس کی' حضور والا حج کے سفر پر جا رہا ہوں۔ اپنی توجہ اور دعا سے نوازتے رہیئے' تاکہ سفر سلامتی اور عافیت سے گزرے آپ نے فرمایا:

''اے صوفی! روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا بھی سلام عرض کریو''

حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خاک بوسی سے اپنے مقدر کو روشن کیا اور مسجد نبوی میں مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر دست بستہ احباب کا سلام عرض کیا لیکن

Marfat.com

حضرت قلندر صاحبؒ کا بارگاہِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام پیش کرنا بھول گیا۔ رات عالمِ رویا میں آپ تشریف لائے اور فرمایا:

"صوفی ابھی تک تو نے بارگاہِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں میرا سلام پیش نہیں کیا"

نیند سے اسی وقت بیدار ہوا' اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری دی۔ سیدنا رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میاں صاحبؒ کا سلام نہ عرض کرنے کی معافی مانگی پھر حضرت قلندرِ اعظم کا سلام پیش کیا۔"

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 156)

خالد مراد نے اپنے ایک مکتوب بنام راقم الحروف محررہ 23-01-1995 میں بتایا کہ ایک دفعہ میری بیوی نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا کہ میاں صاحبؒ مجھے ایک دریا کے کنارے پر لے گئے اور دربار کے اس پار بنے ہوئے ایک دربار کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں جا اور آپؒ غائب ہو گئے میں نے دیکھا کہ دریا کے پار جانے کے لیے کچھ لوگ دریا میں کود رہے ہیں' کچھ تیر رہے ہیں اور کچھ ڈوب رہے ہیں' جبکہ کچھ واپس آ رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ میاں حضورؒ دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جاتی کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضورؒ! مجھے خوف آتا ہے۔ میاں صاحبؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور دریا کے اس پار دربار شریف کے بالکل سامنے لا کھڑا کیا۔ میں دربار کے اندر چلی گئی تو سامنے ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ اس کے دائیں بائیں دو خواتین کھڑی تھیں۔ کھڑکی کے اندر کوئی صاحب چہل قدمی فرما رہے تھے ان کے پاؤں سفید' چمکدار اور بہت خوبصورت تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کے پاؤں کا بوسہ لیا۔ پاؤں مبارک نہایت نرم اور گداز تھے۔ جب بوسہ لے کر میں پیچھے ہٹی تو ایک خاتون نے مجھ سے پوچھا کہ جانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟ میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ پھر اُس خاتون نے دوسری کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا: "یہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ تھا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرانے کا ایک واقعہ۔ آپ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے لوگ کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ مدتوں چلّا کرتے ہیں۔ مختلف فقیروں کے پاس جاتے ہیں' مگر کامیابی مشکل ہوتی ہے۔ یہاں میاں حضورؒ نے ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کھڑا کیا۔ کسی فقیر کا اس سے اونچا نہ مقام ہے نہ کرامت۔

(ماہنامہ اخبارِ سدید، لاہور کی جلد نمبر 1' شمارہ نمبر 2' 1997ء' ص:23)

خالد مراد نے ایک واقعہ یوں بتایا ہے۔

Marfat.com

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کچہری لگتی ہے اور دنیا بھر کے بڑے بڑے بزرگان دین اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ مجھے بھی خواہش ہوئی کہ کسی دن میاں حضورؒ مہربانی فرمائیں تو بندہ ناچیز کو اس کچہری کا دیدار کروا دیں۔ کافی دن اسی خیال میں گزر رے۔ آخر میاں حضورؒ نے مہربانی فرمائی اور میری خواہش اس طرح پوری فرمائی کہ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ اس میں ایک تخت پوش پڑا ہے۔ اس تخت پوش پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر حضور میاں صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بالکل عقب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور میاں حضورؒ کے بالکل سامنے بیٹھا ہوں کہ میاں حضورؒ نے ایک لڈو میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے آدھا کیا اور ابھی آدھا منہ میں رکھا ہی تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی ایک لڈو میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے جلدی سے وہ لڈو پکڑا اور کھانا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے آپ یہ اندازہ کیجیئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میاں حضورؒ پر اس قدر مہربان تھے کہ اپنے خصوصی کمرے میں اپنے ساتھ بٹھایا۔ میں نے بھی فیض بند ہونے کے خوف سے 22 برس اس واقعہ کو چھپائے رکھا۔ آخر میں میاں حضورؒ کی شان کے بیان میں ظاہر کرنا پڑا۔

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 66)

پروفیسر حاجی ظفر علی احسنؒ نے بتایا کہ ایک بار وہ مدینہ شریف میں مواجہہ شریف کے پاس رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے۔ اُن کی ساری دعائیں صرف دُنیا کے حوالے سے تھیں۔ اتنے میں اُنھیں یوں لگا جیسے کسی نے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہو اور آواز آئی۔ "اے ظفر! ایمان کی سلامتی مانگ لے' اے او' خاتمہ بالخیر مانگ۔ یہ تو کیا دنیا مانگنے چلا جائے؟" یہ میاں حضورؒ کی آواز تھی۔ حاجی ظفر صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ حاجی صاحب نے دوبارہ دعا مانگنا شروع کی۔ جب پاکستان آئے اور سرگودھا حاضری دی تو میاں حضورؒ نے فرمایا "بڑے دربار میں احتیاط کرتے ہیں۔"

فیصل آباد کے معروف شاعر اور دانشور محمد اشرف یوسفی تاجی نے راقم الحروف (اُفضال انور) کو بتایا کہ ان کے ایک پیر بھائی فیصل آباد کے محمد فاروق یوسفی تاجی نے اُنھیں اپنا ایک خواب اور میاں صاحبؒ کی کرامت یوں بتائی۔

ایک مرتبہ مَیں (فاروق) نے خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلینِ پاک کی زیارت کی۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک اُونچا ٹیلا ہے جس پر ایک بہت پاک صاف جگہ پر جوتوں کا بہت خوبصورت جوڑا رکھا ہوا ہے۔ مَیں اس

Marfat.com

جوڑے کو بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا کہ معاً مجھے کہیں سے آواز سنائی دی۔

''یہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعلینِ پاک ہیں۔''

مَیں نے یہ سن کر ادب سے سر جھکایا اور نعلین پاک کا بوسہ لے لیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ صبح اُٹھا تو اگرچہ دل میں بے پناہ خوشی تھی لیکن میرے دل میں یہ وسوسہ بھی موجود تھا کہ خبر نہیں خواب والے جوتے واقعی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تھے بھی یا نہیں؟ اسی ادھیڑ بُن میں کافی دن گزر گئے اور ہر وقت میرے ذہن میں یہی سوال رہتا کہ مَیں نے خواب میں جوتوں کے جس جوڑے کا بوسہ لیا ہے کیا وہ واقعی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تھے؟ مَیں ایک دن اپنے والد کے ساتھ سرگودھا حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ کے آستانے میں حاضر ہوا۔ آپؒ اُس وقت اپنے آستانے کی مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ وہاں کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے میاں صاحبؒ کو سلام عرض کیا اور بغیر کوئی بات چیت کیے' چپ چاپ ایک طرف کو ہو کر بیٹھ گیا۔ میاں حضورؒ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمیوں سے گفتگو فرماتے رہے۔ باتیں کرتے کرتے یکلخت میری طرف منہ مبارک پھیرا' اور فرمایا:

''ابے او! تو نے خواب میں واقعی حضورِ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعلینِ پاک کی زیارت کی۔''

میں میاں صاحب کی اس کرامت پر بہت حیران ہوا' اور الحمدُ للہ میرا سارا وسوسہ بھی جاتا رہا۔ یوں مجھے قلبی طمانیت کی دولت بھی نصیب ہوئی۔

خالد مراد نے اپنے ایک مکتوب بنام راقم الحروف محررہ 23-01-1995 (بعد میں مشمولہ ماہ نامہ اخبارِ سدید) ماہنامہ اخبارِ سدید، لاہور کی جلد نمبر 1' شمارہ نمبر 2' 1997ء' ص: 21)

میاں حضورؒ کے بے شمار واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچہری مبارک میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ فقط ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ جھنگ کے ہمارے پیر بھائی حکیم غلام محمد نے بتایا کہ انھیں ایک بار ایک مشکل سے دوچار ہونا پڑ گیا' انھوں نے مسئلے کے حل کیلئے بہت کوشش کی' جب کچھ نہ ہوا تو ایک بزرگ کے پاس گئے اور دعا کے لئے عرض کیا۔ حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑی مسجد ہے' جس کے منبر پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ ان کے سامنے کچھ باریش لوگ قطار میں کھڑے ہیں اور فرداً فرداً اپنی درخواستیں پیش کر رہے ہیں' اس قطار میں وہ نیک بزرگ بھی دکھائی دیے جن سے دعا کا عرض کیا تھا۔ وہ ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا لئے کھڑے ہیں جس پر حکیم غلام محمد کا مسئلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درخواست کی صورت میں درج تھا۔ اتنے میں میاں حضور کہیں سے آتے ہیں اور بجائے قطار میں کھڑا ہونے کے آگے

Marfat.com

چلتے رہتے ہیں، جب وہ اس بزرگ کے پاس پہنچتے ہیں تو اس کے ہاتھ سے درخواست والا کاغذ اُچک لیتے ہیں اور فرماتے ہیں "اپنے بیٹے کا مسئلہ اپنے آقا کی بارگاہ میں، مَیں خود پیش کروں گا۔ پھر وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل پڑتے ہیں تو حکیم غلام محمد کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ سرگودھا میاں حضور کو ملنے آئے۔ آپ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا "اے حکیم جی! تیری درخواست پیش کردی تھی۔" وہ ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں ولادت باسعادت کی بہت خوشی مناتے۔ 12 ربیع الاوّل کے دن ان کی خوشی اور سخاوت دیدنی ہوتی۔ آستانے پر پُرتکلف لنگر کا کُھلا انتظام ہوتا۔ قرآنِ مجید کی تلاوت اور درود شریف اُن کے معمولات کا لازمی حصہ تھے۔

چودھری محمد امین نے اپنا ایک واقعہ ڈاکٹر غلام علی مسافر کو یوں سنایا: ایک بار میں اپنے ایک دوست کے ساتھ حاضرِ آستانہ ہوا۔ مغرب کے کھانے کے بعد فرمایا 'بھائی چلے جاؤ۔ ہم دونوں دوست کھڑے رہے۔ آپ نے پھر فرمایا چلے جاؤ۔ ہم تعمیلِ ارشاد میں ایک قدم چلے' لیکن پھر ٹھہر گئے۔ دل میں خیال تھا کہ نمازِ عشاء پڑھ کر جائیں گے۔ سرکارؒ مسکرائے اور خود ہی فرمایا کہ اچھا' عشاء پڑھ کر چلے جانا۔ میرا دوست دل ہی دل میں درود شریف پڑھ رہا تھا۔ سرکارؒ نے اُسے فرمایا کہ تھوڑی دیر اور درود شریف پڑھ لے۔ میرا دوست کہنے لگا کہ اب ہر حجت پوری ہوگئی ہے۔ میاں حضورؒ سب جانتے ہیں' لہٰذا اب جو بھی وقت ملے گا یہاں ہی گزارا کریں گے۔ پھر تقریباً ہر روز عصر سے پہلے ادھر سرکارؒ کے ہاں آجایا کرتے تھے۔ آستانے میں عصر کے بعد چائے ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے خادم نے کہا چائے پی لو۔ میں سر جھکائے چپکا بیٹھا رہا' اُسے کوئی جواب نہ دیا اور نہ چائے کے کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دراصل میں دل میں سوچ رہا تھا کہ جب تک میاں حضورؒ خود نہیں کہیں گے' نہیں پیوں گا۔ سرکارؒ نے مجھے خاموش دیکھ کر فرمایا:

"اے پی لے! یہ چائے تھوڑی ہے' یہ تو درود شریف ہے۔"

چائے پیتے ہی دل نے درود شریف پڑھنا شروع کیا جو کئی گھنٹے جاری رہا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ دل کس طرح درود پڑھتا ہے اور اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر۔۔۔ص 2)

آستانۂ عالیہ کے دیرینہ خادم تایا ظفر نے راقم الحروف کو بتایا کہ آپؒ نے اکثر فرمایا: "اے ظفرے! درود شریف سے افضل کوئی وظیفہ نہیں۔ قبلہ رو ہو کر ادب سے پڑھا کرو۔"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ کے آستانے کا عشقِ رسول ﷺ سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ آپ نے اپنے حجرہ میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک (گنبدِ خضرا) کی ایک تصویر لگائی ہوئی تھی'

Marfat.com

اس پر پھولوں کے ہار ڈالتے اور اس جگہ کو معطر رکھتے۔ اس تصویر سے اکثر نور کی شعاعیں نکلتی' لوگوں نے آنکھوں سے دیکھیں۔ اُن کی ذات بابرکات:

"باخدا دیوانہ باش و با محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوشیار"

(بے شک خدا کے ساتھ دیوانہ ہو لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں محتاط اور ہوش مندرہ۔)

کا عملی نمونہ تھی۔ شہر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز کو پیارا جانتے اور اُس کا بہت ادب کرتے۔ آپ کے ایک عقیدت مند کا بیان ہے۔

"میرے ایک عزیز نے مجھے عمرہ سے واپسی پر (مدینہ شریف کی) خاکِ شفا دی۔ میں نے سوچا' میاں حضورؒ کی خدمت میں پیش کروں۔ جب میرا سرگودھا جانا ہوا تو میں نے میاں صاحبؒ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؒ نے بڑے احترام سے لی اور اپنی دونوں آنکھوں میں ڈال لی۔"

(ماہنامہ خیر البلاد' خیر پور' ٹامیوالی' بہاولپور' جنوری' فروری 1998ء جلد نمبر 9' ص 69)

راقم الحروف کسی وقت علم مناظرہ کا بہت شیدائی تھا' بعض دفعہ کسی سے مسلکی اختلاف پر بحث مباحثہ بھی ہو جاتا' اس ضمن میں اسلامی کتب بھی خاصی تعداد میں اکٹھی کر لی تھیں۔ ایک دفعہ میاں حضور کی بارگاہ میں بیٹھا تھا' آپ نے فرمایا "اے پروفیسر! بحثوں میں کیا دھرا' جتنا وقت بحثوں میں ضائع کیا' اگر درودِ پاک پڑھ لیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔" یہ سننے کی دیر تھی کہ مسلکی بحث مباحثے سے دل اچاٹ ہو گیا اور الحمد للہ درودِ پاک پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی' اللہ کریم قبول فرمائے' آمین! میاں حضور خود بڑے ذوق وشوق سے درودِ پاک پڑھا کرتے۔ اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ درود اور نوافل کی تاکید فرماتے۔ مسجد میں گٹھلیوں پر درود شریف پڑھانے کا انتظام بھی کرتے۔

پروفیسر حاجی ظفر علی احسن خالصتہً آپ کی توجہ' برکت اور دعا سے سعودی عرب گئے تھے۔ وہ پہلے ایمبیسی سکول جدہ کے پرنسپل بنے' پھر مدینہ شریف کے العقیق مدرسہ کے پرنسپل رہے۔ ایک دفعہ وہ سعودیہ سے میاں حضورؒ کو ملنے سرگودھا آئے۔ میاں حضورؒ نے حاجی ظفر صاحب کو دیکھ کر دونوں بازو پھیلا دیئے اور رُندھی ہوئی آواز میں فرمایا۔

"اے ظفر! وہاں مدینے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ہماری بھی سفارش کر دیو۔"

یہ منظر ایسا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

ایک دفعہ منڈی بہاؤالدین سے ڈاکٹر عبد العزیز مدنی زائرِ مدینہ اصغر علی نظامی فیصل آبادی کے ساتھ میرے غریب خانے پر آئے۔ باتوں باتوں میں میاں حضورؒ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چل نکلا۔ میں نے

Marfat.com

حاجی ظفر علی احسن کا مندرجہ بالا واقعہ عرض کیا۔ یہ سننا تھا کہ عبدالعزیز مدنی صاحب کی آنکھیں بھر آئیں وہ آقا کریمؐ کی محبت میں کافی دیر تک روتے رہے۔ اگلے دن وہ پھر تشریف لائے۔ آج اُن کی حالت پہلے سے بھی پتلی تھی۔ آنکھیں غمازی کر رہی تھیں کہ رات بھر روتے رہے ہیں۔ جب میں کچھ پوچھتا' وہ پھر رو پڑتے۔ بہت کریدنے پر اتنا ہی بتایا کہ میاں حضورؒ واقعی بہت بڑے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قلندر پاک کے سفارش والے فقرے کا صدقہ رات مجھ پر بھی کرم ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگے۔ پھر کہا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میاں حضورؒ کو جو رسائی' منظوری اور قرب حاصل ہے' وہ سوچوں سے ورا ہے' اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا عجز وادب دل پر بہت اثر ڈالتا ہے۔

(پندرہ روزہ' فریدی نیوز' فیصل آباد' یکم تا 15 مارچ 2006ء ص 4' کالم 6)

میاں حضورؒ کی شہادت سے کچھ دن پہلے گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری حاضرِ آستانہ ہوئے۔ میاں حضورؒ اُس وقت مسجد کے اندر تلاوتِ قرآنِ پاک میں مصروف تھے۔ حکیم صاحب خاموشی سے میاں صاحب کے پیچھے بیٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت سننے لگے۔ میاں صاحبؒ نے اچانک تلاوت بند کر دی۔ پیچھے مڑے بغیر اور حکیم صاحب کو دیکھے بغیر فرمایا۔

''اے حکیم جی! رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچہری میں تھا۔ وہاں علی ہجویریؒ بھی تھے' عبدالقادر جیلانیؒ بھی' بختیار کاکیؒ بھی تھے اور بوعلی قلندرؒ بھی...... پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دیوانے کی بات مان لی۔'' یہ فرما کر زور سے دو مرتبہ ارشاد کیا۔

''اے میں دیوانہ مصطفیٰ ہوں............ اے میں دیوانہ مصطفیٰ ہوں''

میاں حضورؒ کی زندگی پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کا بے پایاں فیض نظر آتا ہے۔ بچپن میں والدہ کے سائے سے محرومی' والدِ ماجد کی عملی کفالت سے دوری' چالیس برس کی عمر میں خصوصی ظہورِ ولایت' سادگی و عاجزی' خدمتِ خلق' تزکیہ نفس' غریب پروری و بندہ نوازی' وغیرہ میاں حضورؒ کی ایسی خصوصیات ہیں جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرتِ پاک کے زیرِ احسان واثر ہیں۔ میاں صاحبؒ گاؤ تکیہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ محفل میں نمایاں ہو کر نہیں بیٹھتے تھے۔ اکل وشرب کے وقت چند نوالے لے کر یا چند گھونٹ پی کر کھانے پینے کی چیز آگے کسی کو دے دینا' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کے مظاہر ہیں۔ میاں حضورؒ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصرِ حاضر کا عظیم سرمایہ ہے۔ بقولِ اقبالؒ

Marfat.com

من چه گوئم از تولّایش که چیست
خشک چوبے در فراقِ او گریست

◆◆◆

رزقِ حلال

میاں حضورؒ رزق حلال کو بہت پسند کرتے' اگر کوئی رزق حرام کا ایک پیسہ بھی پیش کرتا' آپ غصے میں آ جاتے اور سخت ناراضگی ظاہر کرتے۔ آپ اسلام کے پانچ ارکان کلمہ طیبہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ سے پہلے رکن اوّل کے طور پر روٹی یعنی رزق حلال ہی کا ذکر فرماتے۔

جب کچھ لوگ جوئے پرچی کے نمبرز دریافت کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آنے لگے تو آپ نے اُنھیں سختی سے ڈانٹ دیا۔ وہ گالیاں کھا کر کھسک جاتے۔ آپؒ فرماتے یہ پرچی نمبر حرام ہووے۔ حرام کام نہیں کریں۔ ایسے اکثر لوگ اپنے مسائل کا رونا روتے کہ میاں حضور! تھوڑے سے پیسے بھی نہیں۔ 100' 50 ہی ہوں تو بچوں کیلئے آٹا ہی لے جاؤں۔ آپ صرف ایک بار نمبر بتا دیں۔ لگ گیا' تو تو پھر ایسا نہیں کروں گا۔ آپ فرماتے' ابے توبہ کر' اللہ سے ڈر' حرام کام کا کھوے۔'' آپ اُسے فرماتے' ابے وضو کر کے مسجد میں قرآن پڑھ لے۔ ایسے لوگوں کی اصلاح کیلئے آپ قرآن مجید کے نسخوں میں 100' 500 روپے کے نوٹ رکھ دیتے۔ جب کوئی نمبر لینے والا آ کر تنگ کرتا تو آپ اُسے فرماتے' جا وضو کر کے قرآن پڑھ لے' اس سے روزی ملے۔ وہ شخص باوضو ہو کر تھوڑی بہت تلاوت کرتا اور نوٹ خاموشی سے جیب میں ڈال کر کھسک جاتا۔ اس نوٹ سے اُس کی اُس دن کی گھریلو ضرورتیں پوری ہو جاتیں۔ یہ سلسلہ چند ہی دن چلتا پھر میاں صاحبؒ کے فیض کا دروازہ کھلتا اور وہ شخص رزقِ حرام اور پرچی جوئے سے تائب ہو جاتا۔ آپ اکثر فرماتے ''ابے! اپنے ہاتھوں سے حلال رزق کماؤ۔ حرام رزق والے کا یہاں کیا لینا دینا۔''

خالد مراد نے ایک سابق تحصیلدار کا واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

'' مہر محمد رفیق صاحب (شورکوٹ) فرماتے ہیں'' جب میں میاں حضورؒ '' کے پاس آنا جانا شروع ہوا۔ اس وقت میں تحصیلدار تھا اور رشوت کا بازار خوب گرم تھا۔ اس وقت میں بڑا مال کمایا کرتا تھا۔ اسی دوران میاں حضورؒ نے مجھے داڑھی رکھنے حکم صادر فرمایا۔ آپؒ کے حکم کے مطابق میں نے داڑھی رکھ

Marfat.com

لی۔ آپؒ کے حکم سے داڑھی رکھنے کے بعد ربؑ کا خوف۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کا احترام اور شرم وحیاء میں اس قدر اضافہ ہوا' جس کا بیان الفاظ میں ناممکن ہے۔ داڑھی رکھنے کے بعد میں بہت نیک ہوگیا۔ نماز شروع کردی۔ رشوت لینا بالکل بند کردی۔ میاں حضورؒ بھی مجھ سے بہت خوش دکھائی دیتے تھے۔ توبہ کرنے سے پہلے ایک صاحب سے کسی کام کے لیے رشوت کی کچھ رقم طے ہوئی تھی۔ انہوں نے رقم تو دے دی تھی مگر 2 ہزار روپے بقایا تھے۔ ایک دن میرے مطالبے پر بقایا کے 2 ہزار روپے انہوں نے مجھے دے دیے۔ وہ رقم میں نے جیب میں رکھ لی۔ کچھ ہی دیر بعد میاں صاحبؒ تشریف لے آئے۔ فرمایا ''تیری داڑھی سے بدبو آتی ہے' چل داڑھی منڈوا'' سو مجھے حمام پر لے جا کر داڑھی منڈوادی۔ اس کے بعد بازار لے گئے ان دو ہزار کا گھی خریدا۔ اس وقت شاید آٹھ یا دس ٹین آئے تھے۔ ٹین تانگے میں رکھوا کر آستانہ پر لے آئے۔ کچھ دیر بعد گوجرہ سے ماسٹر تجمل صاحب تشریف لے آئے۔ آپؒ نے سارہ گھی ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا ''یہ سارا گھی لے جا' ہم حرام نہیں کھاتے۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 73)

شیخ عبدالجبار شہزادہ کا ایک دوست قیصر نامی ایک دفعہ عبدالجبار کے ہمراہ میاں صاحب سے ملنے سرگودھا آستانے پر حاضر ہوا۔ اُس زمانے میں وہ جواہرات کی خرید وفروخت کا کام کرتا تھا۔ اُس نے کئی جعلی پاسپورٹ بنوائے ہوئے تھے۔ اُن دنوں کمپیوٹر والے پاسپورٹ کا رواج نہ تھا۔ اُس نے میاں صاحب سے عرض کیا کہ مُلک سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''تجھے کون روکے؟'' اُس نے اُنھی جعلی کاغذات پر دنیا کا چکر لگایا۔ جواہرات کا خوب کاروبار کیا اور بہت مال پانی جمع کرلیا۔ پھر وہ پاکستان چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہُوا اور باہر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''نہ بے نہ' ہم نہیں جاتے' ایسا کاروبار نہیں کرا کرتے۔ اب کے مت جائیو۔'' اس پر اُس نے دونمبر پاسپورٹوں پر سفر کرنا بند کردیا۔

(متاع مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر---ص 12)

گوجرہ کے ایک پٹواری کی بیوہ نے یہ واقعہ مجھے (افضال انور کو) خود بتایا: ''میرا شوہر پٹواری تھا' رشوت بہت لیتا تھا' اس نے ناجائز کاموں کے خاصے پیسے جوڑ لئے تھے لیکن اولیاء اللہ کو مانتا تھا۔ حضور میاں صاحب سے اس کی محبت بہت زیادہ تھی' جب بھی سرگودھا آپ کو ملنے جاتا' نذر کیلئے کچھ رقم ساتھ لے جاتا' میاں صاحب اس کی نذر قبول نہ کرتے اور جھڑک کر آستانے سے دوڑا دیتے۔ وہ گھر آ کر روتا' میاں حضور سے ملنے کیلئے تڑپتا اور دل میں

Marfat.com

وعدہ کرتا کہ اب رزقِ حرام کے قریب بھی نہ جاؤں گا مگر جب موقع ملتا وہ رزق حرام پر ہاتھ صاف کر لیتا۔ ایسے ہی دن گزرتے رہے' ایک دن اسے پچاس ہزار کی رشوت ملی' وہ بیس ہزار ساتھ لے کر سرگودھا چلا گیا۔ میاں حضورؒ سے ملا لیکن نذر پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کچھ دیر بعد اس نے بغیر نذر پیش کئے' واپسی کی ٹھانی لیکن میاں حضورؒ نے اجازت نہ دی' فرمایا: ''ابے! پٹواری' آج رات مجھے تیرے سے کام ہووے' یہیں پڑ یورہ۔'' عشاء کے بعد اس نے عرض کیا ''سرکار! اس غلام سے کیا کام لینا ہے؟'' فرمایا ''انتظار کر! بول نہیں' ہم خود بتا دیں گے تو چپ کارہ۔'' وہ انتظار کرتا رہا' سب زائرین آستانے سے چلے گئے' یہ گرمیوں کی سخت' تاریک رات تھی۔ اس رات اتفاق سے گھرے بادل چھائے ہوئے تھے اور کبھی کبھی بجلی چمکتی' گرجتی تھی۔ رات بارہ بجے کے قریب آپ نے آواز دی ''ابے! پٹواری' آ لے یہ لالٹین اٹھا اور میرے ساتھ چل'' اس نے لالٹین اٹھائی' میاں صاحب نے حقے کی چلم بھرنے کا کُھرپا (رمبا) اٹھایا اور فرمایا' میرے پیچھے آ' وہ لالٹین لئے میاں صاحب کے پیچھے چلنے لگا۔ میاں صاحب نے قبرستان والی دیوار کا دروازہ کھولا اور قبرستان میں آ کر آگے بڑھنے لگے۔ وہ چپ چاپ پیچھے چلتا رہا' ایک قبر پر آپ رک گئے اور کُھرپا پٹواری کو پکڑاتے ہوئے فرمایا ''اس قبر کی مٹی کھرپے میں بھر لے'' اس نے کُھرپا قبر کی مٹی میں مارا' وہ کھرپے میں مٹی لے کر اٹھا تو یہ دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی کہ رمبے پر سیاہ خوفناک بچھو ہی بچھو تھے۔ کُھرپا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور سب بچھو دوبارہ اس قبر کی مٹی میں چھپ گئے۔ آپ نے پوچھا ''ابے جانے! یہ کس کی قبر؟'' وہ اتنا خوفزدہ تھا کہ اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا' تب آپ نے خود ہی فرمایا ''ابے یہ ایک پٹواری تھا' گھنی رشوت لیوے تھا۔'' آپ آگے بڑھے' اسے بھی پیچھے آنے کا فرمایا' ذرا اور آگے جا کر اس نے دیکھا کہ ایک تازہ قبر تیار ہے لیکن مردہ اس میں ابھی دفنایا نہیں گیا' آپ نے اس سے لالٹین لے کر قبر میں روشنی کی اور فرمایا ''ابے اس میں لیٹ جا' میں تیرا اور قبر کا سائز دیکھوں!'' جب وہ ڈرتے ڈرتے لیٹ گیا تو آپ نے فرمایا ''مردے کی طریوں لیٹ' ٹانگیں پھیلا دے'' اس نے ٹانگیں پھیلا دیں' عجیب منظر تھا...... قبرستان' تاریک رات' لالٹین کی مدھم روشنی' ابر آلود موسم' بجلی کی چمک اور گرج' تازہ قبر' اس میں لیٹنا...... اتنے میں ایک کالا شیش ناگ نجانے کدھر سے آیا اور پٹواری کے سینے پر چڑھ کر پھن پھیلا کر شوکریں نکالنے لگا۔ خوف سے وہ حرکت کرنے کے بھی قابل نہ رہا' اس نے سوچا' میاں حضور نے میری قبر کا انتظام کر دیا ہے' موت سر پر پہنچ گئی ہے' ابھی سانپ ڈسے گا اور مسئلہ ختم...... اتنے میں میاں صاحب نے واپس مڑتے ہوئے فرمایا ''لے بے' ہم تو چلے' تو رشوت کا بیس ہزار کسی اور کو دے لے۔

ملک اورنگزیب مرحوم نے اپنا ایک ذاتی واقعہ یوں لکھا ہے:

Marfat.com

''صبح 4 بجے ایک گاڑی فیصل آباد سے وزیر آباد جاتی تھی۔ میں بطور STE اس کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا۔ اس گاڑی پر چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں سے لوگ بھاگ دوڑ کر گاڑی پر بیٹھتے ہیں' وہ گارڈ یا STE کو کرایہ پکڑا دیتے ہیں۔ میری مجبوری کہ میں اس قسم کے پیسے نہیں لیتا تھا۔ اندر کے مفتی سے فتویٰ لے لیا کہ' کسی نیک کام میں صرف کر دینا۔ معاً خیال آیا کہ حضرت میاں صاحبؒ سے اجازت لیں گے۔ جب میں شام کو تقریباً چار بجے فیصل آباد پہنچا' تو حضرت میاں صاحبؒ پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ اُترتے ہی میرا ہاتھ پکڑا' اور دباتے ہوئے فرمایا' ''اورنگزیب تجھے کیا ضرورت ہے رشوت کی' نہ نماز میں سُرور نہ روزہ میں برکت۔''

(ملک حکیم اورنگزیب' سرالاسرار' سرگودھا' آستانہ عالیہ قلندریہ' 2001ء ص 12)

خالد مراد نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

'' ایک دن میاں حضورؒ پردہ کرنے کے بعد مارچ 2003ء کو خواب میں تشریف لائے اور فرمایا'' یہ نمبر وغیرہ دینا کالے علم والوں کا کام ہے' ہم حرام نہیں کھاتے۔ تو بانڈ لے لیا کر۔ اللہ اپنی جناب سے دے گا۔'' اس کے بعد بھی بہت سے لوگ ملے' جنہوں نے بڑا اصرار کیا کہ میں نمبر خرید لوں مگر حرام تو حرام ہے۔ کیوں کھاؤں؟''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 70)

درج بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحبؒ رزقِ حلال کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ رزقِ حرام سے اُنھیں کتنی نفرت تھی۔ چونکہ رزقِ حرام سے طائرِ لاہوتی کی پرواز میں کوتاہی آتی ہے' لہٰذا شہبازِ ولایت یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

◆◆◆

آستانہ سالکوں یا مجذوبوں کی یونیورسٹی

میاں حضورؒ کا سلسلہ چونکہ مجذوبی و قلندری تھا' لہٰذا وہ عام پیروں کی طرح نہ تو ظاہری طور پر ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے' نہ چلّے کھنچواتے' نہ طویل و عریض دعائیں اور وظائف و اوراد بتاتے۔ بس آنے والے لوگوں کی

Marfat.com

خدمت کرتے' یہ خدمت دعا سے بھی ہوتی اور مالی مدد سے بھی' وہ اپنے عقیدت مندوں ہی کی نہیں' عام لوگوں کی بھی دل کھول کر مدد کرتے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ''سب سے بہتر عمل اچھی بات کہنا اور کھانا کھلانا ہے'' میاں حضورؒ نے ساری عمر اسی پر عمل کرنے میں بسر کر دی۔ وہ آستانے پر آنے والے زائرین کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی تین وقت کا کھانا پیش کرتے۔ اگرچہ خود کم کھاتے لیکن دوسروں کو خوب کھلاتے۔ اکثر اوقات گھر لے جانے کیلئے بھی کھانا عطا کر دیتے۔ یہی ان کا طریقِ تصوف تھا۔ کسی کو گرفتارِ مصیبت دیکھتے تو اس کی بلاؤں کو دور کرنے کیلئے اس کے ہاتھوں کچھ پیسے لے کر صدقہ خیرات کر دیتے۔ ضرورتمندوں کو لاکھوں روپے تک دے دیتے۔ آستانے کے لنگر سے کھانا کھانے کیلئے قطعاً ضروری نہیں تھا کہ وہ معمول کے مطابق ملنے والا ہو' بلکہ جو بھی آ جاتا' پیٹ بھر کر کھانا کھاتا۔ کسی صبح ناشتے میں رات کی باسی روٹی اور چائے کا کپ ہوتا تو آپ بھی سب کے ساتھ اسی سے ناشتہ کرتے' اپنے لئے یا کسی خاص مہمان کے لئے الگ کھانا کبھی تیار نہ کرایا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ آستانے پر کھیر' حلوہ یا زردہ وغیرہ تیار ہوتا' جب دیگ پک کر تیار ہو جاتی تو آپ حکم فرماتے ''اب! اسے فلاں غریب یا بیوہ کے گھر دے آؤ'' چنانچہ وہ دیگ وہاں پہنچا دی جاتی۔ آغاز میں میاں حضورؒ پر جذب کا بہت غلبہ تھا۔ تب اُنھیں آنکھ بھر کر دیکھنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ گفتگو بھی ایسے فرماتے تھے کہ شاید ہی کسی آدمی کو کماحقہ پتہ چلتا ہو۔ جلال کے عالم کی شان ہی کچھ اور تھی اور بے نیازی عُروج پر تھی۔ میاں حضورؒ اس دور میں بھی جس بھی شہر میں گشت کرتے' وہاں کی بیواؤں' یتیموں اور بے کس و لاچار لوگوں کے گھروں میں از خود جاتے اور اُن کی ضروریات پوری کرتے۔ غریب پروری کا یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔ آپ کے آستانے پر صبح' دوپہر اور رات کو تینوں وقت کھانا تقسیم ہوتا اور سینکڑوں لوگ وہاں سے کھاتے۔ سرگودھا کے اکثر مزدور پیشہ لوگ' بلکہ کچھ نشئی بھی آ جاتے اور کھانا کھاتے' میاں حضورؒ ان کی عزت و توقیر بھی اسی طرح کرتے جس طرح بیرونی شہروں سے کبھی کبھار آنے والوں کی کرتے۔ آپ بڑے غریب پرور تھے' مستحقین کو نوٹ بھی عطا کرتے اور کھانا گھر لے جانے کے لئے بھی دے دیتے۔ میاں حضورؒ خدمتِ خلق کو اصل درویشی قرار دیا کرتے تھے۔

شیخ محبوب اصغر نے ایک خاتون کا واقعہ یوں تحریر کیا ہے۔ ''ایک عورت آپ سے اپنی بیٹی کے جہیز کے سلسلے میں استدعا کر رہی تھی۔ آپ نے پاس ہی بیٹھے ہوئے ایک مرید کو حکم دیا کہ باہر جو سامان لا کر کھڑا ہے' اسے اندر بلا لو۔ آپ کا مرید باہر گیا تو واقعی ایک شخص نے ایک ریڑھی پر فریج' واشنگ مشین' سلائی مشین' اور دیگر سامان لدوایا ہوا تھا۔ وہ شخص اندر آیا' میاں صاحبؒ نے خاتون سے فرمایا تم اپنی بچی کے جہیز کا یہ سامان ساتھ ہی لیتی جاؤ۔

Marfat.com

(روزنامہ ''ضرورت'' سرگودھا جلد 1 شمارہ 177۔ 25 جولائی 1994ء کالم 4' ص 2)

میاں صاحبؒ کے ماننے والے ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے آستانے میں ہر مذہب' ہر مسلک اور ہر برادری کے لوگ حاضری دیتے تھے۔آپ بغیر کسی امتیاز کے سب کی بات سنتے اور اُنھیں اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کے لیے دعا اور گزارش وسفارش کرتے۔اُن کے مسئلے حل ہوتے۔وہ روتے ہوئے آتے اور خوش خوش واپس جاتے۔چودھری محمد امین' اسلام آباد کا ایک بیان غلام علی مسافر نے یوں تحریر کیا ہے۔

ایک بار میرا کسی سے جھگڑا ہو گیا۔اُس دن آستانے پر پہنچا تو بہت گھبرایا ہُوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر آج جھگڑے میں فائر کھل جاتا تو مَیں اِس وقت ڈاکٹری ملاحظوں کے چکرّ میں ہوتا۔اتنے میں میاں حضورؒ میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا۔''اب! تجھے کوئی مار سکتا ہے؟ تم ہماری نگاہ میں ہوتے ہو۔میرے دل کا سارا بوجھ ہلکا ہو گیا

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 5)

میاں حضور اللہ کے فضل سے حاجتمندوں کی ضرورتوں سے آگاہ رہتے اور اُن کی ہر طرح مدد کرتے۔انور علی بریگیڈیر نے بتایا کہ ایک بار ہم میاں حضورؒ کے ساتھ جا رہے تھے۔راستے میں گوشت کی دکان آئی تو میاں حضورؒ ٹھہر گئے۔قصاب سے فرمایا۔''سارا گوشت تول'' اُس نے پوچھا۔''سرکار اتنا گوشت کیا کرنا ہے؟'' آپ نے فرمایا۔''اب خاموش رہ' جو کہا' کر۔'' اُس نے سارا گوشت تولا تو چھ من نکلا۔آپ نے اُس کی قیمت ادا کی اور ایک ریڑھی والے سے فرمایا۔''29 بلاک میں تنبو (شامیانے) لگ رہے۔وہاں شادی ہو رہی۔وہیں دے آ'' مَیں (انور بریگیڈیر) ریڑھی والے کے ساتھ ہو لیا۔وہاں پہنچے اور گوشت پیش کیا تو وہ خدا کے شکر کے بعد میاں حضورؒ کے نعرے لگانے لگے۔اُنھوں نے بتایا کہ باقی سب سامان موجود تھا' پانچ من گوشت کی اشد ضرورت تھی۔قربان جائیں' نوٹوں والی سرکارؒ نے چھ من بھیج دیا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 23)

شیخ عبدالجبار کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ کچھ خواتین اپنے مسائل لیکر آپؒ کے پاس آستانے میں حاضر ہوئیں۔آپ کے حضور عرض معروض کرنے اور کھانا وغیرہ کھا کر جب اُنھوں نے واپسی کا پروگرام بنایا تو عرض کرنے لگیں کہ میاں حضور! آپ کسی دن ہمارے پاس مری میں تشریف لائیں۔آپ چُپ رہے۔وہ وعدہ لینے پر بضد تھیں۔جب اُن کا اصرار

Marfat.com

بڑھا' تو آپؒ نے فرمایا ''ابھی پرسوں تمھارے سیوریج سے روڑا نکال کر آیا۔'' وہ حیران رہ گئیں اور کہنے لگیں کہ واقعی ہمارے گھر کے گٹر کا پائپ کئی دنوں سے بند تھا۔ ہم نے سب جتن کر لیے' لیکن وہ نہ کھلا' جس کے بعد سب گھر والے سخت پریشان تھے لیکن پھر اپنے آپ ہی کھل گیا اور پانی ایسے چلنے لگا جیسے کبھی کوئی رکاوٹ آئی ہی نہیں تھی۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر---ص82)

ایک دفعہ لاہور سے ایک بہت بڑی فنکارہ میاں صاحبؒ کے آستانے پر حاضر ہوئی۔ میاں حضور نے بریگیڈیر انور علی سے فرمایا۔ ''اسے شیشے کے گلاس میں پانی پلاؤ۔'' وہ پانی پی چکی تو آپؒ نے فرمایا۔ ''اب یہ شیشے کی طرح صاف ہوگئی ہے۔'' آپ نے اُس فنکارہ سے فرمایا ایک لاکھ روپیہ دے جا۔ پھر آپؒ نے آستانے کے خادموں سے فرمایا ''لکڑیاں پانچ من لے لیو' دس بوری چینی' پانچ پیٹی آم' چھ بوریاں چاول ---'' وغیرہ اس طرح آپ نے ایک لمبی لسٹ لکھوائی۔ سب کچھ خرید کر بھی 15 ہزار روپے بچ گئے۔ آپؒ نے فرمایا' اِن روپوں کا فریج لے آئیو۔ جب فریج آئی تو آستانے کے سب خادم خوش ہو گئے کہ نئی فریج آئی ہے' اب ٹھنڈے پانی کا مزا آئے گا۔ آپؒ نے ایک ریڑھی منگوائی۔ اُس پر فریج رکھوائی اور سرگودھا کے ایک غریب گھرانے میں بھجوادی۔ اس غریب عورت کی بیٹی کی شادی تھی اور اُسے فریج کی سخت ضرورت تھی۔ وہاں فریج پہنچی تو سب گھر والے خوش ہو گئے اور میاں صاحب کو دعائیں دینے لگے۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور''---ص 23)

◆◆◆

محبت کرنے کا خاص انداز

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تخصّص تھا کہ آپؐ کا ہر صحابی یہ سمجھتا تھا کہ آپ سرکارؐ کو سب سے زیادہ محبت اور شفقت تو مجھی سے ہے' اور جو آپؐ کا تعلق میرے ساتھ ہے' وہ کسی اور کو کہاں حاصل ہے؟ سرکار دو عالمؐ کی اس تخصیص سے جو فیض کا چشمہ پھوٹا' ہمارے میاں حضورؒ بھی اس سے بہت سیراب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا ہر عقیدت مند بغیر کسی شک وشبہ کے یہی سمجھتا تھا اور سمجھتا ہے کہ میاں صاحبؒ کو جو محبت مجھ سے تھی یا میاں صاحبؒ کا جو

Marfat.com

تعلق مجھ سے ہے' وہ صرف مجھی سے ہے' کسی دوسرے کو یہ کہاں نصیب؟ اس نعمتِ خاص کو عطائے خدا اور رحمتِ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کہا جاسکتا ہے۔ کوئی چھوٹا ہو کہ بڑا' غریب ہو کہ امیر' مرد ہو کہ عورت' آپؒ کے متعلق ہر ایک کا یہی خیال ہے۔

◆◆◆

پہلی ملاقات (خصوصی کیفیت)

میاں حضورؒ کا طریقہ تھا کہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کچھ ایسا کرتے کہ آنے والا ہمیشہ کیلئے اُن کا ہو جاتا۔ کبھی آپ اُس کے دل کی بات بتا دیتے۔ کبھی اُس کے کسی لاینحل مسئلے کا حل بتا دیتے۔ کبھی براہِ راست دل کی حالت پر تصرّف فرماتے۔ بس میاں صاحبؒ پہلی ملاقات ہی میں کچھ ایسا کر دیتے کہ آدمی ساری عمر کے لیے انہی کا ہو کر رہ جاتا۔

معروض احمد راجا (بنگالی) لکھتے ہیں کہ ''میاں حضورؒ سے میری پہلی ملاقات 1964ء میں ہوئی۔ لاہور' ریلوے اسٹیشن پر مَیں بحیثیت ٹکٹ کلکٹر ڈیوٹی دے رہے تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ گیٹ کے بالکل ساتھ ہی ایک بزرگ ہلکے نیلے رنگ کا قمیض' نیلی ٹوپی پہنے اور چیک دار تہہ بند باندھے' نوٹوں کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو STE (ایک فیصل آباد کے رفیع صاحب اور دوسرے افتخار صاحب) اور ایک گارڈ' اُن کے پاؤں دبا رہے تھے۔ جب میری نوٹوں پر نظر پڑی تو میرے دل پر شیطان نے حملہ کیا اور مَیں نے سوچا کہ' مَیں بھی اسی طرح بیٹھ جاتا ہوں۔ پاؤں دباؤں گا اور ساتھ ہی نوٹوں کا ایک بنڈل اُٹھا لوں گا۔'' مَیں یہ منصوبہ بنا کر اُن کے پاؤں دبانے لگا۔ مَیں ایک گھنٹہ تک پاؤں دباتا رہا لیکن اللہ کی قدرت کہ مَیں اپنے منصوبے پر عمل نہ کر سکا۔ جب ڈیوٹی کا وقت ختم ہو گیا اور مَیں جانے لگا تو مَیں اپنے منصوبے اور پروگرام کو بھول چکا تھا۔ جب مَیں جانے لگا تو آپ نے آواز دی۔

''اے لڑکے! اِدھر آ'' مَیں قریب آیا تو فرمایا ''وہ تمہارے پروگرام کا کیا بنا؟ یہ بنڈل لے' تیرا منصوبہ فیل نہ ہو۔'' ساتھ ہی وہاں موجود لوگ کہنے لگے کہ ''لے لو' لے لو' لیکن میری کیفیت ہی بدل چکی تھی۔ مَیں نے رونا شروع کر دیا' پاؤں سے لپٹ گیا اور معافی مانگی۔ مَیں نے کہا' ساری عمر آپ سے لوں گا' لیکن منصوبے کا یہ بنڈل مجھے نہ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''اچھا' سرگودھا میرے پاس آیا کرو۔'' اسی سلسلے میں کچھ مزید واقعات پیش خدمت ہیں۔

گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری کا شمار میاں حضورؒ کے مخلص ترین مریدوں میں ہوتا ہے۔ آپ پہلی دفعہ

Marfat.com

زیارت کے لئے پروفیسر حاجی ظفر علی احسن صاحب کے ساتھ سرگودھا شریف میں آستانہ پر حاضر ہوئے‘ تو میاں حضورؒ سدری شریف میں جلوہ فرما تھے‘ حکیم صاحب کو ایک نظر دیکھا‘ تو فرمایا ”چور‘ ڈاکو آ گئے۔ لو بھئی عبدالرحمن کا بیٹا آ گیا‘ اِبے! عبدالرحمن وقت کا بڑا ولی تھا۔“

حکیم صاحب کے والد حکیم عبدالرحمان نور پوری کی ساری زندگی زہد و ورع اور خدماتِ خلق میں گزری تھی‘ پہلی ہی ملاقات میں حکیم صاحب کے والد کا نام اور مقام بتا کر میاں حضورؒ نے حکیم شبیر احمد صاحب کو ہمیشہ کے لئے حلقہ نسبت میں لے لیا۔

(روزنامہ سٹیٹ ایکسپریس‘ فیصل آباد‘ جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 102‘ 7 مئی 2001ء‘ ص 3 کالم نمبر 5)

گوجرہ کے ملک وقار محمود ولد امتیاز محمود ضیاء نے بتایا کہ مَیں 1988ء میں اپنے دوست سجاد وڑائچ کے ساتھ پہلی دفعہ حاضری کیلئے آستانہ پر آیا۔ لوگوں سے میاں صاحب کا پوچھا‘ پتہ چلا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ ہم مسجد میں جا کر اُن کے اُٹھنے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میاں حضورؒ اُٹھے اور مسجد کے صحن کی طرف چل دیئے‘ ہم بھی پیچھے پیچھے چل دیئے‘ صحن میں پہنچ کر میاں حضورؒ وقار محمود سے پوچھنے لگے۔ اِبے کہاں سے آئے؟ عرض کیا‘ گوجرہ سے جی۔ فرمایا: کیا نام اے؟ عرض کیا‘ وقار ہے جی۔ فرمایا: اِبے کس کا بیٹا؟ عرض کیا‘ ملک امتیاز کا جی۔ فرمایا: اِبے وہ خوشاب والا!

ملک وقار کے والد گرامی ملک امتیاز ضیاء خوشاب میں رہتے تھے اور جوہر آباد کے ایک بینک میں ملازم تھے ملک امتیاز صاحب کبھی سرگودھا شریف حاضر نہ ہوئے تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں میاں حضورؒ نے ملک وقار کو سمجھا دیا کہ وہ ان کے والد‘ ان کی سروس بلکہ رہائش کی جگہ کو بھی جانتے ہیں۔

(روزنامہ سٹیٹ ایکسپریس‘ فیصل آباد‘ جلد نمبر 6 شمارہ 102‘ 7 مئی 2001ء‘ ص 3 کالم نمبر 5)

پروفیسر محمد اقبال خان منج مرحوم نے مجھے بتایا تھا کہ مَیں اپنے بہنوئی جو کہ جوہر آباد ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تھے‘ کے ساتھ اکثر میاں حضورؒ کے متعلق باتیں کرتا رہتا تھا کہ میاں حضورؒ دل کی بات بتا دیتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا ایسا مردِ قلندر ہمیں بھی دکھاؤ۔ چنانچہ ایک دن مَیں اپنے بہنوئی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اُن کی کار میں سرگودھا شریف آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ آستانہ کے گیٹ کے قریب دھوپ تھی۔ ہم نے سائے کی تلاش شروع کر دی تا کہ کسی مناسب جگہ پر کار کو پارک کر دیں۔ سایہ ذرا پیچھے تھا‘ چنانچہ ہم نے کار تھوڑی دور پیچھے لے جا کر ایک سائے والی جگہ میں کھڑی کر دی۔ ہم پیدل چل کر میاں حضورؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ مسجد میں لیٹے تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاؤں مبارک دبا رہا تھا۔ آپ نے پروفیسر اقبال صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا ”اِبے او گوجرہ والے پروفیسر‘ کار سائے ہی میں کھڑی کی ہے نا؟“

Marfat.com

(روزنامہ سٹیٹ ایکسپریس، فیصل آباد، جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 102، 7 مئی 2001ء ص 4 کالم نمبر 5)

شیخ عبدالجبار نے بتایا کہ میرے بزرگ پانی پت کے محلہ افغاناں کے رہنے والے تھے۔ میاں حضورؒ کا گھر میرے بزرگوں کی رہائش کے قریب ہی تھا۔ عبدالرحمن عرف مُنا میرے بزرگ تھے۔ وہ میاں حضورؒ کے ہم عمر اور اُن کے بچپن کے ساتھی تھے۔ مَیں ان کا لے پالک بیٹا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ سانگلہ ہل میں چلے آئے اور اسٹیشن پر سموسوں وغیرہ کا کاروبار شروع کیا۔

میری پہلی ملاقات حضور باباجی سے 1971ع میں ہوئی، اس وقت مَیں ایک رکشہ ڈرائیور تھا۔ میاں حضور میرے رکشہ میں بیٹھ گئے اور مجھے اسٹیشن کی طرف چلنے کو کہا۔ چلتے چلتے عبداللہ پور فیصل آباد پہنچ گئے۔ مین بازار عبداللہ پور سے گزرتے ہوئے ایک کپڑے رنگنے کے کارخانے میں پہنچے جس کا نام کے۔آر پرنٹ تھا۔ جس کے مالک شیخ یعقوب صاحب تھے۔ وہ وہیں موجود تھے اور شدید بخار میں مبتلا تھے۔ میاں حضور نے ان سے کہہ کر برف اور چینی منگوائی اور ایک خربوزہ کاٹ کر اس پر چینی اور برف ڈال دی اور خربوزے کی دو پھانکیں اس کے منہ میں اپنے ہاتھ سے ڈالیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ باباجی نے فرمایا پانچ روپے رکشے والے کو دے دو اور پانچ روپے مسجد میں بھجوا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میاں حضور نے واپسی کا حکم دیا واپس واپڈا ہاؤس پہنچے۔ میاں حضور رکشہ سے اتر کر اندر چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔ اندر صوفی فضل الرحمن صاحب کھڑے تھے۔ میاں حضورؒ نے ان سے فرمایا کہ اسے پہچانو یہ منے کا بیٹا ہے۔ مَیں حیران تھا کہ باباحضور نے مجھے کبھی منے صاحب کے ساتھ نہیں دیکھا تھا، اور مجھے حکم دیا کہ جاؤ۔ مَیں چلا گیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور روز بروز ان کی کرامات آشکار ہوتی گئیں اور مَیں ان کا گرویدہ ہوتا گیا۔

(شیخ عبدالجبار شہزادہ، اپنے مرشد سے پہلی ملاقات (مضمون مشمولہ) ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا، جلد 1 شمارہ 8 مئی 2000ع۔۔۔ص 55)

◆◆◆

بعض عاداتِ کریمہ

میاں حضورؒ باہوش مجذوب اور قلندران و اقطابِ عصر کے امام و شہنشاہ تھے۔ انھیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے اسوۂ حسنہ سے وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔ ہمیشہ ان کے چہرے پر تقدس مآب سنجیدگی چھائی رہتی۔ وہ قہقہہ لگا کر کبھی نہیں ہنسے۔ وہ گاؤ تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ بے انتہا سادگی اور عاجزی ان کا طرہ امتیاز تھا۔

دینی و دنیاوی خزانے رکھنے کے باوجود اور نوٹوں والی سرکار کہلانے کے باوصف انھوں نے نوٹ اپنی ذات پر کبھی خرچ نہیں کیے۔ شاہانہ لباس کبھی زیب تن نہیں کیا۔ فاخرانہ جوتے کبھی نہیں پہنے۔ غریب عقیدت مندوں کو چارپائیوں پر سلا کر خود زمین پر لیٹ جاتے۔ ہمیشہ پھٹے پرانے لحاف استعمال کرتے۔ جس بھی شہر میں جاتے وہاں کی بیواؤں' یتیموں اور بے سہاروں کی ضرور مدد کرتے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بتا دیتا کہ فلاں جگہ حاجت مند ہے اور میاں حضورؒ وہاں پہنچ کر اس کی مدد کرتے۔ آپؒ کی ساری زندگی ایسی ہی پیاری' پیاری عادات سے عبارت ہے۔ آپؒ کی کچھ عادات ایسی بھی تھیں جن کا ظاہری مطلب عام آدمی سمجھنے سے قاصر ہے۔ آپؒ کی کچھ عاداتِ کریمہ درج ذیل ہیں۔ مثلاً:

1- آپؒ کے آستانے یا مسجد میں لنگر تقسیم ہو رہا ہوتا تو آپؒ پسند نہ کرتے کہ کوئی سالن کی رکابی ہاتھوں میں اوپر اٹھا کر نوالہ اس میں ڈبوئے بلکہ وہ رکابی کو زمین پر ہی پڑا رہنے دیتے۔

2- جب بھی چائے یا کھانا ان کے سامنے پیش ہوتا وہ چند نوالے لے کر یا چائے کے چند گھونٹ پی کر باقی کھانا اور چائے کسی پاس بیٹھے ہوئے شخص کو عطا کر دیتے۔ آپؒ نے زندگی بھر کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

3- چائے پیتے تو چائے کی پرچ ایک ہاتھ میں پکڑتے اور دوسرے ہاتھ سے کپ اپنے لبوں سے لگاتے۔ یہ بھی آپؒ کی منفرد عادت تھی کہ چائے پینے سے پہلے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت کی پہلی پور چائے میں ڈبوتے اور دونوں آنکھوں کے پپوٹوں پر پھیرتے۔ یہ عمل تین مرتبہ دہراتے۔

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''میاں حضورؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپؒ جب بھی چائے نوش فرماتے تو دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی چائے میں ڈبو کر اپنی ہر آنکھ کے کونے پر لگا لیتے۔ ایک دفعہ میں (عبدالرحمان) نے عرض کیا سرکارؒ یہ آپؒ چائے آنکھوں سے کیوں لگاتے ہیں؟ آپؒ خاموش رہے۔ پانچ چھ دنوں بعد آپؒ نے وضو کی ٹونٹیوں کے پاس بیٹھے ہوئے از خود فرمایا: ''اے بھنگی! وہ جو میں چائے آنکھوں سے لگاؤں تو یوں ہے کہ ختمِ پاک پڑھنے کے بعد اوپر سے نور آئے' میں اسے انگلی سے آنکھوں پر لگا لیتا ہوں۔''

4- نہانے سے خاص شغف تھا۔ گرمی ہو یا سردی وہ خوب نہاتے۔ مسجد دھوتے ہوئے بھی اپنے اوپر پانی گراتے رہتے۔ سخت سردیوں میں سرگودھا کی نہر میں دیر تک نہاتے۔

5- بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ ان سے اپنے کپڑے دھلواتے تو فرماتے کہ نہ ان کو نچوڑنا' اور نہ دھوپ میں سکھانا۔ (مثلاً شیخ عبدالجبار شہزادہ) اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے کہ ان سے اپنا ملبوس دھلواتے تو حکم دیتے

Marfat.com

کہ اسے دھو کر نچوڑنا پھر چھٹک کر دھوپ میں ڈال دو۔ (جیسے بریگیڈیر انور) اس میں کیا حکمت تھی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

6۔ آپؒ کی عاداتِ مبارکہ میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مسجد میں جب باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لاتے تو، یا صف کے انتہائی دائیں جانب یا انتہائی بائیں جانب کھڑے ہوتے۔ اس میں کیا راز پنہاں تھا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ویسے میاں صاحبؒ کے ایک سینئر عقیدت مند نے اپنی دانست میں اس راز سے یوں پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

"بیشتر امام کے پیچھے آخری صف میں بائیں طرف کونے میں اپنی علیحدہ جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرتے۔ اس طرح معلوم ہوتا کہ گویا آپ نادیدہ مخلوق کی خود امامت کروا رہے ہیں۔"

ویب سائیٹ www.notanwalisarkar.com/urdu.html

7۔ آپؒ اکثر اشخاص اور اپنے ملنے والوں کا ایک نام خود رکھ دیتے۔ انھیں ہمیشہ اسی نام سے بلاتے۔ اشخاص کے علاوہ انھوں نے مختلف چیزوں کے نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ (اس کی تفصیل نام رکھنا کے زیرِ عنوان دیکھی جاسکتی ہے۔)

8۔ آپؒ اکثر چیزوں کو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر رکھتے رہتے۔ یوں چیزوں کی جگہ بدلتے رہتے۔ اس میں یقیناً حکمت ہوتی تھی۔ وہ نوٹوں کو بھی ہمیشہ گردش میں رکھتے۔ پرانے نوٹوں کو سٹیٹ بینک فیصل آباد بھیج دیتے اور وہاں سے انھیں نئے نوٹوں میں تبدیل کراتے۔ نئے نوٹوں پر لوگوں سے دستخط کراتے اور انھیں نیشنل بینک سرگودھا میں جمع کرا کر پرانے نوٹ وصول کرتے۔ ان پرانے نوٹوں پر لوگوں سے دستخط کراتے اور انھیں پھر اسٹیٹ بینک فیصل آباد سے نئے نوٹوں میں تبدیل کراتے۔ نوٹوں کی یہ گردش چلتی ہی رہتی۔

کچھ چیزوں کو وہ ایک جگہ رکھ دیتے تو کسی کو چھیڑنے یا ہاتھ لگانے نہ دیتے۔ مثلاً انھوں نے آستانے کی مسجد کے میناروں پر لوٹے الٹا کر رکھے ہوئے تھے۔ انھیں کسی کو سیدھا کرنے یا ہلانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد جب نئی مسجد کی تعمیر کا مرحلہ آیا اور پرانی مسجد شہید کرنے کا وقت ہوا تو جوں ہی ان لوٹوں کو میناروں سے ہٹایا گیا تو یہ بالکل وہی تاریخ اور وقت تھا جب امریکہ میں 11/9 کا واقعہ پیش آیا۔ تب لوگوں کو میاں حضورؒ کی یہ بات یاد آئی کہ جب یہ لوٹے اپنی جگہ سے ہلیں گے، قیامت آئے گی۔

◆◆◆

Marfat.com

قلندری موج۔۔۔۔۔نرالے رنگ

میاں حضورؒ نہ عام انداز کے پیر تھے' نہ عام انداز کے مجذوب قلندر۔ وہ منفرد تھے' انوکھے تھے۔ وہ اپنی مثال آپ تھے۔۔۔۔۔ بہت بھولے بھالے مگر بہت ہوشیار۔۔۔۔۔ بہت سادہ مگر بہت پُر پیچ۔۔۔۔۔ بہت سیدھے مگر بہت خمدار۔۔۔۔۔ بہت مجذوب مگر بڑے سالِک۔۔۔۔۔ وہ کیا تھے؟ اللہ ہی جانتا ہے۔ اُن کے معاملے' اُن کی سوچیں' اُن کے اقوال' اُن کے کام سمجھ میں آنے کے باوجود ورائے فہم وادراک تھے۔ اُن کی باتوں پر ایک آدمی مُسکرا رہا ہوتا تو دوسرا لرزہ براندام ہوتا۔ ایک بات یقینی ہے وہ عام نہیں تھے' قطعاً نہیں تھے۔ وہ خاص تھے بلکہ خاص الخاص تھے۔ ایک بار خود ارشاد فرمایا:

''مجھے پیدا کر کے خود خدا نے فرمایا' کیا چیز پیدا کر دی ہے۔''

اجتماعِ ضدّین محال ہے لیکن اللہ اگر ایک ہستی میں یکجا کر دے' تو کون انکار کر سکتا ہے؟ ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا ''یہ تیرے میاں صاحبؒ کیا تھے؟'' میں نے آرام سے جواب دیا۔ ''یہ میرے میاں صاحب کیا نہیں تھے؟'' بقولِ شاعر

حسن والے خدا نہیں ہوتے
ورنہ یہ لوگ کیا نہیں ہوتے؟

یہاں چند ایسے واقعات زیبِ قرطاس کیئے جاتے ہیں' جن سے میاں حضورؒ کی قلندری موج کے کچھ نرالے رنگ اور انوکھے پہلو سامنے آسکتے ہیں:

☆ آستانہ کے خادم صوفی راجا ہدایت اللہ المعروف گاوُدی نے بتایا کہ ایک دفعہ میاں صاحبؒ نے اپنی جیبوں سے تمام پیسے اکٹھے کیے۔ انھیں گِنا اور تہہ لگائی تو فرمایا کہ 700/= روپے ہیں۔ اتنے میں آستانے کے دروازے پر ایک تانگہ رُکا۔ اُس میں سے ایک موٹا تازہ' ہٹا کٹا' سرخ آنکھوں والا' سیاہ رنگ شخص نیچے اُترا اور میاں حضورؒ کی طرف بڑھنے لگا۔ میاں صاحبؒ نے اُسے دیکھتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ ڈاکو ہے' لُوٹنے آیا ہے۔ پکڑو' پکڑو۔ آستانے میں پکڑو' پکڑو' مارو مارو' کا شور مچ گیا۔ میاں صاحب خود بھی چولہے کی جلتی ہوئی لکڑی لے کر اُس کی طرف تیزی سے بڑھے۔ مَیں راجا ہدایت اللہ بڑے غور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر مجمع میں صرف مَیں نے دیکھا کہ جونہی

Marfat.com

میاں صاحبؒ اُس کے نزدیک پہنچے' آپ نے جلتی ہوئی لکڑی ایک ہاتھ سے اُس کی طرف بڑھائی اور بجلی کی سی تیزی سے دوسرے ہاتھ سے وہ =/700 روپے کی رقم اُس کے ہاتھ میں خود تھمادی اور فرمایا: " نکل لے" اُس نے بھی اُسی تیزی سے رقم سنبھالی' پیچھے پلٹا اور بھاگ کر تانگے میں جا بیٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دُور چلا گیا۔ مَیں میاں صاحب کی اِن اداؤں پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا جبکہ باقی آستانے والے افسوس کرتے رہ گئے۔ میاں صاحب بھی کمال متانت اور سنجیدگی سے فرماتے رہے" ہاں جی' چور تھا' وہ سارے پیسے لے بھاگا۔ یہ ڈاکو لوگ ایسے ہی کراں۔"

مَیں دل ہی دل میں قلندر صاحب کے موج میلے پر ہنس رہا تھا۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' ---ص 118)

☆ راجا ہدایت اللہ گاوُدی نے بتایا کہ ایک دفعہ آستانے میں تقریباً تین لاکھ روپے ایک دھوتی میں باندھ کر میاں صاحبؒ نے لنگر خانے کے مشرق کی طرف لگی الماری میں رکھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی میاں صاحبؒ کے پاس آیا۔ آپ نے اشارے سے اُسے قریب بلایا اور میرے دیکھتے' الماری کی چابی نکالی' اُسے کھولا اور وہ تہہ بند جس میں تین لاکھ روپیہ بندھا ہُوا تھا' چپکے سے اُس آدمی کو پکڑا دی۔ جب اُس نے روپوں والی گٹھڑی پکڑ لی تو آپ نے چپکے سے فرمایا۔ "اَبے' اُدھر' قبرستان کی طرف بھاگ لے۔ وہ رقم کی گٹھڑی لے کر تیزی سے بھاگ گیا۔ جونہی وہ قبرستان کی طرف دوڑا' میاں صاحب نے شور مچادیا' " اَبے چور' ڈاکو جارہا۔ اسے پکڑیو پکڑیو۔ جانے نہ پائے۔" آستانے کے سب خادمین اُسے پکڑنے کے لیے دوڑے لیکن وہ رفو چکر ہو چکا تھا۔ سب کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔ کافی دن لوگ میاں صاحب سے اتنی بھاری رقم کے چوری ہوجانے پر اظہارِ غم وافسوس کرنے کیلئے آتے رہے۔ آپ بھی بڑی سنجیدگی سے فرماتے رہے: " اِدھر سے پیسے لیئے' اُدھر سے بھاگ لیا' سارے پیسے لے گیا۔ اَبے کوئی بڑا ڈاکو تھا۔" میرے لیے یہ سب ہضم کرنا مشکل ہورہا تھا۔ ایک دن میں نے موقع پا کر عرض کیا' حضور اُس دن دھوتی میں رقم باندھ کر آپ نے ہی تو اُس کو خود تھمائی تھی اور کہا تھا کہ قبرستان کی طرف بھاگ لے۔ سرکار یہ سب کیا ہے؟ آپ نے موٹی سی گالی دی اور فرمایا۔ " اَبے چُپ رہ' ---والے' وہ سخت ضرورت مند تھا' اُس نے بیٹی کی شادی کرنا تھی' اُس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ اَبے گونگا ہوجا' نہیں تو تیری--- کرادوں گا۔" اور مَیں واقعی چُپ ہوگیا۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' ---ص 117)

☆ آستانہ عالیہ سرگودھا کے ایک خادم محمد الیاس نے بتایا کہ ایک بار لاہور سے ایک شخص میاں حضورؒ کو ملنے پہلی بار سرگودھا آیا۔ اُس نے اِس سے پہلے میاں صاحبؒ کی تعریفیں تو بہت سُنی تھیں لیکن ابھی تک اُسے میاں صاحب کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہُوا تھا۔ وہ پوچھتا پاچھتا آستانے تک پہنچ گیا تو اُس نے دیکھا کہ آستانے کے باہر

Marfat.com

لیٹرینوں کی ہودی کو ایک بوڑھا شخص اپنے ہاتھوں سے دھو دھو کر صاف کر رہا ہے۔ اُس زائر نے اُس بوڑھے سے پوچھا کہ بابا جی نوٹوں والی سرکار کہاں ہیں؟ اُس بوڑھے نے بے نیازی سے کہا۔ ''یہیں ہیں' اِدھر اُدھر دیکھ لو۔'' وہ شخص سرکار کی تلاش میں آستانے میں داخل ہوا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر اُسے کوئی ایسا صاحبِ دستار و عبا نظر نہ آیا' جسے وہ اپنی دانست میں' بابا جی نوٹوں والی سرکار سمجھ کر اُن کی دست بوسی کرتا۔ وہ پھر واپس اُسی بوڑھے شخص کے پاس آیا اور بتایا کہ وہ تو نہیں ملے۔ جواب ملا' مسجد میں دیکھ لو۔ جب وہ شخص مسجد کے دروازے پر آیا' تو اُسے مسجد کے اندر' دریائے راوی بہتا ہوا نظر آیا۔ اُس نے دیکھا کہ وہی بوڑھا شخص پانی میں کھڑے ہو کر مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔ جب وہ دروازے سے پیچھے ہٹا' تو دریا نے پھر سے مسجد کی شکل اختیار کر لی۔ وہ سمجھ گیا کہ جو شخص بظاہر لیٹرینوں کی ہودی کی صفائی کر رہا ہے' دراصل دریائے راوی سے مچھلیاں پکڑنے میں مصروف ہے۔ وہ راز سمجھ گیا' پلٹا اور دوڑ کر میاں صاحبؒ کے قدموں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا' سرکار! آپ ہی نوٹوں والی سرکار ہیں۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص114)

گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری نے اپنا ایک واقعہ یوں قلم بند کیا ہے:

آستانے پر خواتین اور بچے بھی میاں حضورؒ کو سلام عرض کرنے کے لیے حاضری دیا کرتے تھے۔ اگر کسی ایسے موقع پر مَیں موجود ہوتا' تو مجھے حکم دیتے اے حکیم جی! ان بوبوؤں کی نبضیں دیکھ۔ میں ایسا ہی کرتا پھر فرماتے کہ میری نبض بھی دیکھ۔ میں ان کی نبض دیکھتا۔ پھر فرماتے کہ لا' اب میں تیری نبض دیکھتا ہوں۔ وہ میری کلائی پکڑتے' نبض پر انگلیاں رکھتے اور فرماتے کہ اے او! زبان نکال۔'' پھر وہ زبان کو بالکل حکیموں کی طرح دیکھتے۔ پھر فرماتے نبض ایسے دیکھا کر اور کچھ وظیفہ بھی عطا فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کر۔

(شذراتِ حکیم شبیر' حکیم شبیر احمد نور پوری (قلمی کاپی' غیر مطبوعہ' مملوکہ ڈاکٹر اِفضال احمد انور)' ص:17)

کراچی کے عبدالوحد خان' ہمارے میاں حضورؒ کے پیر بھائی ہیں۔ ان کا انٹرویو میں نے ان کے گھر واقع' D-3 بلاک نمبر 9 کلفٹن' کراچی میں لیا تھا۔ اس انٹرویو میں انھوں نے اپنا ایک واقعہ یوں سنایا تھا۔

1957ع میں آپؒ کو ملنے گوجرہ گیا۔ میاں صاحبؒ خان فضل الرحمان (بینک والے) کے ہاں قیام پذیر تھے۔ میں وہاں پہنچا تو مکمل انگریزی لباس میں ویل سوٹڈ بوٹڈ افسر کے حلیے میں تھا۔ آپؒ نے مجھے ایک پرانی سی ٹوپی دی اور حکم فرمایا کہ اسے پہن لے۔ میں نے پہن لی پھر فرمایا پاؤں سے جوتے جرابیں نکال دے۔ میں نے نکال دیے۔ اب انھوں نے مجھے ساتھ لیا اور گوجرہ کے بازار کا رخ کر لیا۔ غلّہ منڈی کی مسجد کو بائیں ہاتھ رکھتے ہوئے

Marfat.com

ہم آگے بڑھے۔ صمدانی مارکیٹ کی دکانوں سے گزر کر آگے چلے تو دو رویہ ریڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ چھابڑیاں لگائے بھی پھل وغیرہ بیچ رہے تھے۔ یہاں ایک ریڑھی پر کھجوریں تھیں۔ مجھے میاں حضورؒ نے فرمایا: ''اے میاں واحد! اس ریڑھی والے کے پیچھے سے ہو کر اُدھر آنکھ بچا کر مٹھی بھر کھجوریں اٹھا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جونہی میں نے ہاتھ کھجوروں میں ڈالا۔ کھجور والے کا ہاتھ اُٹھ گیا لیکن میرے لباس اور چہرے مہرے کو دیکھ کر وہ زیادتی سے تو باز رہا البتہ اس نے میری کلائی پکڑ لی۔ ادھر سامنے کھڑے میاں صاحبؒ فرما رہے تھے: ''لو جی' دیکھو کیسا امیرانہ لباس پہن رکھا اور کیا کر رہا؟ اب چوری کرنا بری بات ہووے۔ گوجرہ والے میاں صاحبؒ کو جانتے تھے۔ ریڑھی والا خود ہاتھ باندھے مودبانہ کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا: ''بے چارہ مسافر ہے اسے تھوڑی کھجوریں دے دے۔'' اس نے کف بھر کھجوریں مجھے دینے کے لیے اُٹھائیں تو مجھے فرمایا: ''اے' جھولی میں لے لے۔'' لیکن میرے پاس جھولی کہاں؟ کوٹ شرٹ میں جھولی کیسے بنے؟ آپؒ نے میرے کوٹ کے ایک طرف کے پلّو کو اٹھایا اور فرمایا: ''اے اس طرح۔'' اور میں نے اسی طرح پلّو بنا کر وہ کھجوریں لے لیں۔ میں پاؤں سے ننگا ویسے انتہائی فاخرانہ پتلون 'شرٹ' کوٹ' ٹائی میں ملبوس لیکن سر پر پھٹی پرانی ٹوپی' ننگے پاؤں' چوری کرنے کی بے عزتی' بھرے بازار میں دُرگت کا احساس.... میں قعرِ ندامت میں گڑا جا رہا تھا۔ اچانک ذہن میں خیال آیا کہ قلندرؒ کے ساتھ چلنا' بہت مشکل ہے۔ یہاں تھری پیس نہیں سادگی اور عاجزی چلتی ہے۔ مرشد نے سبق دے دیا تھا اور میں نے نہ صرف سبق لے لیے بلکہ آئندہ کے لیے اس پر عمل کرنے کا پختہ عزم بھی کر لیا۔ میں نے ریڑھی والے کو جیب سے پیسے نکال کر گنے بغیر دے دیے۔ وہ بھی خوش ہو گیا۔ حضرت قلندر صاحبؒ کے معاملے ایسے ہی تھے۔

◆◆◆

نام رکھنا

میاں حضورؒ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ بعض لوگوں کا اپنی طرف سے کچھ نام رکھ دیتے' پھر ہمیشہ اسے اسی نام سے پکارتے۔ گوجرہ کے مشہور وکیل اختر علی گورسی کو 'موتی'' کہہ کر پکارتے۔ فیصل آباد کے عبدالرحمان کو 'بھنگی' کا نام دیا ہوا تھا۔ لاہور کے وکیل لیاقت قریشی کے والدِ گرامی اکبر علی شاہ کو 'بہروپیا'' اور لیاقت قریشی کو 'بہروپیے کا'' (یعنی بہروپئے کا بیٹا)' معروض احمد راجا کو 'بنگالی'' کہہ کر بلاتے' وغیرہ۔ جدہ میں مقیم ہمارے پیر بھائی تسنیم خاں کو اس وقت

Marfat.com

DCO کہہ کر بلاتے، جب کسی کو خبر نہیں تھی کہ کبھی یہ نام بڑا عہدہ بھی بنے گا۔ آستانہ کے خادم محمد شفیع کا نام ''جیون''...... عبدالجبار کا نام ''شہزادہ'' اور امام مسجد حافظ عبدالظاہر کا نام ''حافظ ظہیر'' بھی میاں صاحبؒ ہی کا رکھا ہوا ہے۔

میاں حضورؒ نے اشخاص کے علاوہ چیزوں کے نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ آپ ہمیشہ ان چیزوں کا ذکر انھی ناموں سے کرتے۔ مثلاً پینڈے والے گلاس کو (اور کبھی کبھی لالٹین کو بھی) جرمنی فرماتے۔ اسبغول کے چھلکے کو ہمیشہ ''بھوسی'' کا نام دیتے۔ چینی کو بجری اور چینی میں گھی ملا دیتے تو اسے ''بُورا'' کہتے۔ کچھ نام آپ نے پانی پت کے عام رواج میں رکھے تھے جیسے دروازے کو واڑ کہنا، لڑکے کو ''چھورا'' ماں/ بہن کو بوبو...... کہنا وغیرہ۔ کبھی آپ کسی کے مرجانے کو پتہ کٹ گیا کہتے۔ الغرض آپ کی لفظیات آپ ہی کا خاصہ تھیں۔

◆◆◆

رمزیہ اُسلوبِ گفتگو

حقائق پر گہری نظر رکھنے والے واقفانِ حال سے مخفی نہیں کہ عام لوگوں میں نکاتِ خواص بیان نہیں کیے جاتے۔ اگر کسی مردِ قلندر کو عوام میں کچھ ایسا بیان کرنا ضروری ولابدی ہوجائے تو وہ رمز و کنایہ کے پردوں میں بات کرتا ہے۔ حقائق کے کھلم کھلا بیانات کو اس لیے پسند نہیں کیا جاتا کہ نہ وہ عوام کی ذہنی سطح کے ہوتے ہیں، نہ وہ عوام کیلئے ہوتے ہیں، اور نہ عوام ایسے گہر پاروں میں کوئی دلچسپی لیتے ہیں ایسے میں خواص کی بات عوام میں فاش تر انداز میں کہنا حقائق کی بے قدری کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ (عارفِ کھڑی شریف) نے کیا خوب فرمایا تھا:

خاصاں دی گل عاماں اگّے ، نئیں مناسب کرنی
دُدھ دی کھیر پکا محمدؒ، کُتیاں اگے دھرنی

اس لیئے اہلِ حقائق بات کو رمزیہ انداز میں پیش کرتے ہیں، اور اس بیان میں بھی اہتمام بہرحال موجود ہوتا ہے کہ جسکو کہا جارہا ہے (اصل میں جسے سنانا مقصود ہے) وہ تو بات کو من وعن سمجھ لے غیر متعلقہ شخص/اشخاص کو ذرا سی بھنک بھی نہ پڑ سکے۔ اس کیلئے وہ اپنے انداز کے گوناگوں طریقے اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً اپنی بات کسی اور کے حوالے سے بیان کردی:

Marfat.com

خوش تر آں باشد کہ سرِّ دلبراں

گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

یا الفاظ کو من پسند معانی دے دیے' یا محض اشارے کنایے' تشبیہ' استعارے' مجاز مرسل اور ایسے ہی حربوں سے کام لے لیا' یوں اپنی بات دوسرے کے دل میں ڈال دی۔ میاں صاحبؒ یہ اہتمام بھی کرتے کہ جسے بتایا جانا مقصود ہوتا صرف اسے ہی پتہ چلتا دوسرا کوئی کچھ نہ سمجھ سکتا۔

آپ بہت زیادہ نہیں بولتے تھے لیکن جب بولتے تو اس میں دلکشی اور رعب کا ملا جلا عنصر شامل ہوتا۔ جب آپ پر جذب کا غلبہ ہوتا تو بعض اوقات آپ کی بات عام آدمی کی سمجھ میں نہ آتی' غصے میں کبھی گالی بھی دے لیتے لیکن کسی بے خطا کو کبھی گالی نہیں دی' آپ کی گالیاں بھی سننے والے کیلئے اصلاح کا پیغام رکھتی تھیں۔ آپ عموماً رمزیہ گفتگو فرماتے' محفل میں ہر طرح کے لوگ ہوتے' لیکن آپ جس آدمی کو جو سمجھانا چاہتے' صرف وہ اس مطلب کو پا لیتا اور دوسرے کچھ سمجھ نہ پاتے۔

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ حسبِ ضرورت یہی رمزیہ اندازِ گفتگو اپناتے تھے۔ ان کے اشارات ورموز (غلبۂ جذب کے باوجود) بے معنی ولایعنی نہیں ہوتے تھے۔ کچھ تو ایسے بھی ہوتے تھے جو بعض دیگر اولیائے کبار کے زیرِ تصرّف بھی رہے۔ بعض مثالیں بطورِ نمونہ پیشِ خدمت ہیں۔

گوجرہ کے نامور خاندانی طبیب حکیم شبیر احمد نور پوری (جنھیں میاں حضور ہمیشہ ''حکیم جی'' کہہ کر بلایا کرتے تھے) نے 28 جون 1996ء کو ایک محفل میں بتایا۔

''مجھے شروع سے مرشدِ کامل کی تلاش تھی جو ڈھونڈنے سے نہیں مل رہا تھا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ جو شخص مسلسل تین جمعراتیں دربار حضرت سلطان باہوؒ پر حاضری دی اور مرشدِ کامل کے ملنے کی دعا مانگے تو اُسے مرشدِ کامل مل جاتا ہے۔ مجھے یہ نسخہ آسان لگا اور میں نے حضرت سلطان العارفینؒ کے مزارِ پر انوار پر حاضری دینا شروع کر دی۔ تیسری جمعرات تھی کہ مجھے گوجرہ کے مشہور سماجی کارکن جناب کامریڈ کے صاحبزادے (ایم۔سی۔ ہائی سکول گوجرہ کے معروف استاذ محترم ماسٹر منیر صاحب کے برادرِ اصغر) باباجی اشفاق اللہ مجددی ملے۔ انہوں نے سرگودھا کے مردِ درویش' قلندرِ وقت اور ولی کامل حضرت میاں عبدالرشیدؒ کی باتوں کا ذکر کیا اور مجھے زور دیا کہ میں اُن کے ساتھ سرگودھا اُن کی زیارت کیلئے چلوں۔ ان باتوں کا مجھ پر گہرا اثر ہوا' اور اس بزرگ کی زیارت کا شوق دامنِ دل کھینچنے لگا۔ میں باباجی اشفاق اور کچھ دوسرے احباب کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضری کے لیے کمربستہ ہو

Marfat.com

گیا' چنانچہ ہم دربارِ سلطان باہوؒ ہی سے سرگودھا شریف کیلئے روانہ ہو گئے۔ سرگودھا پہنچ کر قلندری آستانے پر حاضر ہوئے۔ ابھی ہم مسجد کے دروازے ہی میں تھے' کہ ایک پیکرِ جلال و جمال بزرگ اُوپر والے کمرے سے نیچے تشریف لاتے دکھائی دیے، بابا اشفاق اللہ مجددی نے بتایا کہ یہی حضور میاں صاحبؒ ہیں۔ آپ نے ہمیں دیکھتے ہی پہلے سے موجود حاضرین سے باآوازِ بلند فرمایا۔ ''لوُ اَبے چورو! ڈاکو آ گئے' پھر ہمیں فرمایا۔ ''ابے آجاؤ' آجاؤ'' ہم وہاں رات رہے' اور اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے ولی اللہ کو دیکھا کہ کبھی آپ مہمانوں کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں، کبھی حُقّہ بھرتے اور دوسروں کو پیش کرتے ہیں۔ انتہائی سادہ لباس انتہائی سادہ رہن سہن۔ ان کی ہستی دل میں گھر کر گئی اور دل ان کی کشش محسوس کرنے لگا لیکن، چور اور ڈاکو کے الفاظ سمجھ میں نہیں آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ تصوّف میں چور رحمتیں لوٹنے والے کو اور حد سے زیادہ فیض اُٹھانے والے کو ڈاکو بھی کہ لیتے ہیں۔

پروفیسر حاجی ظفر علی احسن مرحوم نے پروفیسر غلام رسول قریشی صاحب کے گھر (نئی غلہ منڈی گوجرہ) میں ایک محفل میں یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک بار وہ میاں حضور کے پاس سرگودھا ان کی مسجد میں حاضر تھے' کافی لوگ بیٹھے تھے' کچھ میاں حضورؒ سے باتیں کر رہے تھے' میں چپ چاپ میاں صاحب کو دیکھتا جاتا' اتنے میں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ولی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک پیدائشی' دوسرے کسبی (جو کثرتِ عبادت سے یہ مقام حاصل کرتے ہیں) خبر نہیں' ہمارے میاں حضور مادر زاد ولی ہیں یا وظائف و اوراد کی کثرت اور چلّے کھینچنے سے ولایت کے درجے پر پہنچے ہیں؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے یکلخت مجھے دیکھا اور آواز دے کر فرمایا ''ابے ظفر! یہ اسپرو میرے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی۔'' مجھے تو اپنے سوال کا جواب مل گیا لیکن کسی دوسرے کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ یونہی آپ ہمیشہ رمزیہ گفتگو فرماتے جو برمحل' جامع اور وسیع المعانی ہوتی۔

آپ عموماً سنجیدہ رہتے' غصے کی حالت میں بھی آپ کی سنجیدگی برقرار رہتی' آپ خواتین کو 'بوبو' (بہن) کہہ کر بلاتے۔ آپ کی گفتگو دل پر اثر کرتی۔ اللہ نے آپ کو یہ صلاحیت دی تھی کہ کسی کی کوئی بات ان سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی تھی' چنانچہ آپ اپنے مخاطب کے دل کی بات جان لیتے اور اسی کے مطابق گفتگو فرماتے۔

محبوب علی نادر نے بتایا کہ 26/ اکتوبر 1958ء کے دن آپ چنیوٹ میں شریف چائے والے کے ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اِن کے مرید عبدالغفور (ہمارے بہت بزرگ پیر بھائی اور جناب محبوب علی نادر کے والدِ ماجد) نیز کچھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا۔

''ابے نیولا نکل آیا' سب سانپوں کو کھا جائے گا۔''

Marfat.com

پھر اکتوبر 1958ء ہی میں ایوب خاں کا مارشل لاء لگ گیا۔

پیر سید رضا محمد شاہ نے بتایا کہ ان کے والدِ گرامی پیر سید محمد شاہؒ کے میاں صاحبؒ سے تعلقات بہت زیادہ تھے۔ والدِ گرامی قبلہ شاہ صاحبؒ (جو جامع مسجد پولیس لائنز سرگودھا کے خطیب تھے۔) کے وصال سے قریباً ایک ہفتہ قبل قلندر شہید نے فرمایا: ''سفید مینار پر چمکنے والا بلب بجھ گیا ہے۔'' اور ٹھیک ایک ہفتہ بعد والدِ گرامی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(رضا محمد سید' کا مضمون مشمولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 8' مئی 2000ء ص 16)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی نے بھی ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

''آپ خانقاہ کے برآمدے میں تشریف فرما ہیں۔ اپنے سر مبارک پر اوپر نیچے سات ٹوپیاں پہن رکھی ہیں ٹوپیوں کے اوپر پگڑی بھی باندھ رکھی ہے۔ میرے قلندر نے فرمایا'' صوفی میں دنیا کا کنگ ایڈورڈ ہشتم ہوں'' احقر نے جواب دیا بے شک۔ آپ قلندرانہ روش اور ملامتی انداز اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس انداز سے بات کرتے جسے سمجھانا مقصود ہوتا' وہی آپ کی بات کو سمجھتا۔ ان جملوں سے مراد یہ ہے اللہ رحیم و کریم نے باطنی اقتدار و اختیار اس قدر مجھے دیا ہوا ہے جس کی ظاہری مثال حکومت انگلیشیہ کی دے سکتا ہوں ورنہ وہاں تو مثال بھی بے معنی چیز ہے۔ (انگلستان کی تاریخ میں کنگ ایڈورڈ ہشتم کا دورِ حکمرانی اپنے پورے جوبن پر تھا اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔)''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' قلندرِ زماں' ص 154)

میاں حضورؒ نے ولایت و فقر کے عظیم ترین مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی اس عاجزی اور سادگی سے زندگی بسر کی کہ کسی کو پتہ چلنے نہ دیا۔ میاں حضورؒ نے گالیوں' نوٹوں اور عاجزی و سادگی کے پردوں میں خود کو چھپائے رکھا۔ ملک اورنگ زیب کے بقول' آپؒ نے خود ارشاد فرمایا:

''ہم نے کانٹوں والی باڑ لگا رکھی ہے' ہر کوئی اندر نہیں آسکتا۔''

میاں حضورؒ ہمیشہ رمزیہ گفتگو فرماتے تھے' اس فقرے میں مستعمل لفظ'' کانٹوں والی باڑ'' کی معنویت اظہر من الشمس ہے۔

ایسے ہی میاں حضورؒ اکثر و بیشتر رمزیہ گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

◆◆◆

Marfat.com

ارشادات وتعلیمات نیز وظائف واوراد

آپ عام علماء اور پیرانِ کرام کی طرح وعظ ونصیحت یا تقاریر نہیں کرتے تھے۔ روزمرہ گفتگو میں ہی ایسے اشارے کر دیتے جو علم وفضل کے چشمے ثابت ہوتے۔ آپ نے غرور‘ تکبر اور ریاکاری کو ہمیشہ ناپسند کیا۔ غریبوں اور عاجزوں کو سینے سے لگایا‘ دکھی عوام کی مدد کی‘ مسائل میں الجھے ہوئے لوگوں کو حوصلہ دیا‘ ان کا ہر فقرہ خصوصی رمز کا حامل ہوتا جسے صرف وہی شخص سمجھ سکتا‘ جسے آپ سمجھانا چاہتے۔ ساری عمر لنگر کا وسیع انتظام کیا‘ آپ کے آستانے سے صرف عقیدت منداور مریدین ہی کھانا نہ کھاتے بلکہ عام غریب اور مزدور لوگ بھی لنگر کے وقت مسجد میں آ کر بیٹھ جاتے۔ میاں حضورؒ ایک ایک آدمی کا خیال رکھتے‘ سب کو کھانا کھلاتے‘ کسی کی دل آزاری نہ ہوتی‘ جو کھانا‘ جیسا بھی ہوتا وہی سب میں تقسیم ہوتا‘ خود بھی وہی تناول کرتے۔ امیروں اور غریبوں یا خصوصی مہمانوں یا عمومی مہمانوں کی تمیز کا کوئی خیال اس آستانہ میں کبھی نہ دیکھا گیا۔ اگر مرغا پکا ہے تو سب مرغا ہی کھا رہے ہیں اور اگر چائے کے کپ کے ساتھ رات کی باسی روٹی کا ناشتہ ہے تو سب یہی ناشتہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ میاں صاحبؒ باقاعدہ وعظ یا تقریر نہیں کیا کرتے تھے‘ لیکن اُن کا ہر عمل‘ ہر رویہ بولتا تھا جس سے اہلِ دانش وبینش سبق خود کشید کر سکتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا ہر لمحہ درس تھا‘ ارشاد تھا‘ تعلیم تھی‘ نصیحت تھی۔ راقم کو ان کے جن باقاعدہ ارشادات کا پتہ چلا‘ درج ذیل ہیں۔

گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری کا بیان ہے کہ آخری ملاقات میں آپ نے دوسروں کو کھانا کھلانے کی بہت ترغیب دی۔ آپ نے فرمایا:

"اے لنگر چلائیو! اے لنگر چلائیو! اے لنگر چلائیو"

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی کے بقول

ایک دن آپ یوں لب کشاء ہوئے:

"اے صوفی! انسانیت کی خدمت ہی سب سے بڑی درویشی ہے۔"

(اشفاق اللہ واجد مجددی‘ صوفی‘ قلندرِ زماں‘ ص 113)

محمد رفیق قریشی‘ سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر‘ فیصل آباد نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے فرمایا: "فقیری سولی ہے۔ جبکہ درود شریف نوری چادر ہے۔" (مراد یہ ہے کہ فقیری نہ تلاش کرو‘ درود شریف پڑھتے رہا کرو۔)

Marfat.com

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میاں حضورؒ کے آستانے پر "نہالو' کھالو' لیٹ لو یا زیادہ سے زیادہ نفل پڑھ لو" ہی ہوتا تھا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں سے چلّے تو کراتے ہی نہیں تھے۔ اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ کھانا کھلانا اور اچھی بات کہنا تو سنتِ رسولِ مقبولؐ ہے اور میاں حضورؒ نے عمر بھر اس پر عمل کیا۔ ایک بار آپ نے فرمایا۔ "میں نے کبھی کسی کو مشقت میں نہ ڈالا' جس کو دیا اپنے پاس سے دیا' میں نے چلّے نہیں کرائے' میں نے ہمیشہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض لٹایا۔"

ایک بار ارشاد فرمایا:

"مجھے ہاتھ لگالو' اب! مجھے چھولو' جس نے مجھے ہاتھ لگالیا یا چھولیا' وہ اگلے جہان میں میرے پاس رہے گا۔"

(راوی معروض احمد راجا۔ مکتوب بنام افضال احمد انور' محررہ 11-9-95 ص 2)

حاجی رفیق قریشی نے بتایا کہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میاں حضورؒ اپنی مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مسجد کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا

"بیت اللہ بھی یہی ہے اور مسجدِ نبوی بھی یہی ہے۔"

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 32)

پروفیسر حاجی ظفر علی احسن مرحوم نے 3 جنوری 1995ء کو گوجرہ کے حکیم شبیر نور پوری کے گھر منعقدہ محفل میں سامعین کو بتایا کہ ایک بار حضرت میاں صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

"میری مسجد اور آستانہ حتیٰ کہ یہاں کے استنجا خانوں تک کی ہر جگہ پر فیض کی ندیاں بہتی ہیں۔ لوگ کیا جانیں۔"

میاں حضورؒ کے پیر بھائی' کراچی کے عبدالواحد خان کو میاں حضورؒ نے ایک مرتبہ خط تحریر کیا۔ یہ خط صرف یک سطری فقرے پر محیط تھا۔ "میاں واحد! بندہ بندگی سے ہے۔"

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی' گوجروی لکھتے ہیں: ایک دن آپ یوں لب کشاء ہوئے:

"اے صوفی! انسانیت کی خدمت ہی سب سے بڑی درویشی ہے۔"

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 113)

رفیق قریشی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میاں صاحبؒ نے فرمایا:

"خدا نے مجھے پیدا کر کے کہا کہ کتنی بڑی چیز پیدا کر دی ہے۔"

Marfat.com

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر ۔۔۔ ص15)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی' گوجروی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ مجلس قلندر برپا تھی۔ اچانک جذبۂ حق آپ پر نازل ہوا' تو آپ نے فرمایا:

''صوفی! نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بڑے بڑے قطب کھڑے رہیں۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دیوانے کی بات مان جائیں''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندر زماں' ص139)

پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی گوجروی نے بتایا کہ ایک بار آپ نے فرمایا:

''اب! میں وزیر ہوں' مجھے اوپر سے بھیجا گیا ہے۔''

میاں حضورؒ ایک دفعہ رو پڑے' روتے روتے ہچکی بندھ گئی پھر فرمایا ''میرے پاس جو بھی آیا' دنیا لینے آیا' جو اصل میرے پاس ہے اسے لینے تو کوئی نہیں آیا۔''

ایک مرتبہ فرمایا: ''میں نے جس کو پیدل دیکھا' اسے اپنی بس میں سوار کر لیا۔''

مجھے کراچی میں میاں صاحبؒ کے پیر بھائی محترم عبدالواحد خان صاحب نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''میاں واحد سُن' جو اس آستانے سے منسلک ہے' خدا نے اُسے بخش دیا''

خالد مراد کے بقول' ایک دن حضرت میاںؒ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے ولی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 63)

ڈاکٹر غلام علی مسافر نے کچھ پیر بھائیوں کے بقول میاں حضورؒ کے کچھ ارشادات یوں نقل کیے ہیں:

۱۔ رحیم یار خاں کے ڈاکٹر عابد صاحب نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے ارشاد فرمایا۔

''تمھیں میری قدر حشر کے روز قیامت میں ہوگی۔''

۲۔ بریگیڈیر واحد بخش خاں نے بتایا کہ ایک بار آپ نے فرمایا ''واحد بخش! مَیں نے اللہ سے اپنے مریدوں کی بخشش کروالی ہے۔''

۳۔ واحد بخش ہی کے بقول ایک بار آپ نے فرمایا۔ ''اور کچھ نہ صحیح' مگر میرے آستانے پر جو بھی آئے' میں اس کی بخشش ضرور اللہ پاک سے کرالوں گا''

Marfat.com

۴۔ لیاقت قریشی صاحب کے بقول ایک بار میاں صاحب نے فرمایا۔ "یہاں تو وہی کامیاب ہو جو قرآن پڑھے"

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر ---ص 9)

رفیق قریشی صاحب نے بتایا کہ ایک بار میاں صاحبؒ نے فرمایا:

"مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبدالرشید تیرے دامن پر کوئی داغ نہیں ہے"

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر ---ص 33)

رفیق قریشی ہی کے بقول ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا:

"یہ جو سوڈے کی بوتل ہووے (کولڈ ڈرنکس بوتلیں) اس میں گیس شامل ہوتی ہے۔ جیسے یہ باہر اُبلتی ہے ایسے ہی اندر (معدہ میں جا کر) اُبلتی ہے۔ یہ اچھی نہیں ہووے۔ نقصان دیوے۔ یہ تو رسمیں ہیں لوگوں نے بنالی ہیں۔"

(ایضاً ص 33)

میاں حضورؒ نے عمر بھر سادگی اور عاجزی کو شعار بنائے رکھا اور اس کی زائرین کو تلقین بھی کرتے۔ خدمتِ خلق گویا میاں صاحب کی زندگی کا مقصدِ اولیٰ تھا۔ وہ بلّیوں تک کا خیال رکھتے۔ حضور نبی اکرمؐ کی سنّتِ مطہرہ میں اُن کا فقر بھی اختیاری تھا۔ بظاہر خالی ہاتھ لیکن درحقیقت ان گنت خزانوں کے وارث ہو کر بھی اس درجہ سادگی کو اپنانا آپ کی اصل کرامت تھا۔ میاں حضورؒ فقرِ غیور کے علمبردار تھے۔ خود نوٹوں والی سرکارؒ تھے۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ کسی کے نفس کی اصلاح یا کسی سے اس کی مصیبت ٹالنے کیلئے صدقہ دلوانے کی غرض سے کسی کسی کو چند روپے دینے کا حکم دے دیتے اور یہ اُس شخص کی خوش نصیبی ہوتی ورنہ اُنھیں کس چیز کی کمی تھی؟ بارہا ایسا ہوا کہ امیر کبیر نذر لئے کھڑے ہیں میاں حضورؒ نے قبول نہ کی۔ دیکھا تک نہیں۔ وہ ہمیشہ دیتے تھے۔ دوسروں کو "دے" کہنا پسند نہیں کرتے تھے ہمیشہ لفظ "لے" کا استعمال کرتے، جیسے پانی بھر لے، برتن دھو لے، حقہ بھر لے، بستر بچھا لے وغیرہ وغیرہ۔

راؤ ریاض احمد سینئر انجینئر (لاہور) نے اپنا ایک واقعہ راقم، افضال انور کو آستانہ عالیہ کی سدری میں سنایا تھا):

"ایک مرتبہ میاں حضورؒ نے مجھے (راؤ ریاض احمد) سے فرمایا "راؤ جی! ادھر آؤ، ہمارے پاس آؤ۔ ہمارے در پر حاضری دو، ہماری چوکھٹ پر حاضری دو۔ (پھر ران پر ہاتھ مار کر زور سے فرمایا) یہاں سے ملے گا، جو کچھ ملے گا۔"

راؤ ریاض احمد کہتے ہیں، میں اس وقت رو پڑا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید اب میاں حضورؒ اس دنیاوی زندگی میں

Marfat.com

زیادہ عرصہ تشریف فرما نہ رہیں اور ہمیں میاں حضورؒ نے مستقبل کی رہنمائی دے دی کہ جہاں مرضی چلے جاؤ ملے گا یہیں سے ۔ چوکھٹ سے مراد یہ تھی کہ اس دنیا سے میرے چلے جانے کے بعد بھی میری قبر پر آنے والے کو سب کچھ یہیں سے ملے گا۔

آستانۂ عالیہ کے دیرینہ خادم تایا ظفر نے راقم الحروف کو بتایا کہ آپؒ نے اکثر فرمایا: ''اب ظفرے! درود شریف سے افضل کوئی وظیفہ نہیں۔ قبلہ رو ہو کر ادب سے پڑھا کرو۔''

آپؒ عموماً بن مانگے عطا کرتے' گوجرہ کے چودھری محمد صادق وڑائچ آخری عمر میں سرگودھا میاں حضورؒ کے پاس پہنچے۔ عرض کیا کہ دو شادیاں کی ہیں' اولاد کو ترس رہا ہوں۔ آپؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا ''اب قبر میں لاتیں ......کوئی بیٹا نہیں'' (چودھری صاحب بعد میں فوت ہو گئے لیکن ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی) میاں حنیف توکلی گوجرہ والے' سرکارؒ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا ''حضور! مجھے بھی حاجی ظفر کی طرح مدینہ منورہ پہنچا دیں'' فرمایا ''اب کسی کی ریس نہیں کرتے''۔

ایک بار آپؒ نے اپنے مرید خاص علی اکبر شاہ (جو محترم لیاقت قریشی ایڈووکیٹ کے والدِ مکرم تھے) سے فرمایا:

''اب بہروپئے! ادھر آئیو' جی حضور' ''اب بہروپیے! بن مانگے ملیں موتی' مانگے ملے نہ بھیک''

خالد مراد کے بقول' ایک دفعہ میاں حضورؒ نے ارشاد فرمایا:

'' چلّے کرانا تو عورتوں کا کام ہے' مرد کا کام تو بازو پکڑ کر اللہ سے ملا دینا ہے۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 145)

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ایک دفعہ آپؒ دفتر واپڈا کے ملازم خان فضل الرحمان کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں بھی حاضرِ خدمت ہوا' اور عرض کیا کہ سرکارؒ کوئی وظیفہ بتا دیں۔ فرمایا: ''تو' تو بھنگی ہے' ایسے ہی دے دوں گا (بغیر مشقت کے اور بغیر کچھ پڑھنے کے)۔ دوبارہ ضد کی تو فرمایا: ''اب او بھنگی! تین بار اللہ ہُو پڑھ لیا کر باقی میں خود کر لوں گا۔''

جھنگ کے حکیم غلام محمدؒ نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک دفعہ میں آپؒ کے پاس حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا ''جا بے! اجابت کر لے۔'' میں نے عرض کیا اجابت نہیں آئی۔ آپؒ چپ رہے۔ گھر واپس آ کر داتا صاحبؒ کی کشف المحجوب پڑھ رہا تھا کہ مجھے پتہ چلا کہ قبض پیر کی طرف سے روحانی فیض کے بند ہونے کا نام ہے۔ اور اسی فیض کے

Marfat.com

جاری ہونے کو تصوف کی اصطلاح میں اجابت کہا جاتا ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر اب سرگودھا گیا تو میاں صاحبؒ کو داتا حضورؒ کی یہ بات سناؤں گا۔ کچھ دنوں بعد جب میں حاضر خدمت ہوا اور کچھ بولنے لگا تو آپؒ نے سختی سے فرمایا: ''اب چپ رہ۔'' کچھ دیر آپؒ خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا: ''اب! ہمارے ہاں قبض نہیں ہوتی۔'' ایک بار میاں حضورؒ نے فرمایا: ''میں وقت کا سرجن ہوں اس وقت پوری دنیا میں میرے پائے کا کوئی سرجن نہیں ہے۔''

شیخ عبدالجبار کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میاں حضورؒ نے فرمایا:

'' جو میری بات مان لیتا ہے' میں اُسے عرش کی سیر کرا دیتا ہوں۔''

ڈاکٹر غلام علی مسافر نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے فرمایا: ''جو کوئی ہر وقت وضو سے رہے' فرشتے اُس کے دوست بن جاتے ہیں۔''

یہاں میاں حضورؒ کے اَن گنت ارشادات میں سے یہ محض چند جواہر پارے پیش کیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کا ہر قول بیش بہا ہے۔

◆◆◆

القاباتِ عظیمہ

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید مرکزِ قلب ونظر تھے۔ ان کی شانیں کماحقہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اہل علم و معرفت ان کیلئے کچھ خصوصی القاب واسماء استعمال کرتے تھے۔ ان میں تین قیومِ دوراں' قطبِ مدار اور قلندرِ اعظم زیادہ معروف ہیں۔ عوام انھیں زیادہ تر ''نوٹاں والی سرکار'' کے عرف سے یاد کرتے ہیں' بہر حال اُن کے القاب اور عرف نوع نوع کے ہیں۔ ایک لقب کے حوالے سے سرگودھا کے حاجی محمد رفیق قریشی (سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر فیصل آباد) نے بتایا کہ شروع کے دنوں میں آستانے میں آنے والے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ میاں حضورؒ مغرب کی طرف منہ کر کے دوزانو بیٹھے ہیں۔ ایک ولی اُن کے دائیں اور ایک ان کے بائیں بیٹھا ہے۔ خواب دیکھنے والا بھی ان کے پیچھے بیٹھا ہے۔ ایک ولی نے اس خواب دیکھنے والے عقیدت مند سے پوچھا۔۔۔ ''اے شخص! تجھے معلوم ہے کہ سراج لسالکین کون ہے؟ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ دوسرے ولی نے میاں حضورؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ ہیں۔''

Marfat.com

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر۔۔۔ص 32)

یہاں ان کے لئے استعمال ہونے والے بعض عمومی ناموں کے حوالے سے کچھ وضاحت بھی پیش خدمت ہے۔

ا۔ دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں حضورؒ 'آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکے اور سچے محب تھے۔ ان کے پاس تمام فیض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا تھا۔ میاں صاحبؒ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسی کتاب میں الگ سے بھی لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنا دہرانا کافی ہے کہ گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری کو میاں صاحبؒ نے خود فرمایا تھا۔ کہ مَیں دیوانۂ مصطفیٰ ہوں۔ ان کے بقول: میاں حضورؒ کی شہادت سے کچھ دن پہلے گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری حاضرِ آستانہ ہوئے۔ میاں حضورؒ اُس وقت مسجد کے اندر تلاوتِ قرآنِ پاک میں مصروف تھے۔ حکیم صاحب خاموشی سے میاں صاحب کے پیچھے بیٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت سننے لگے۔ میاں صاحبؒ نے اچانک تلاوت بند کر دی۔ پیچھے مڑے بغیر اور حکیم صاحب کو دیکھے بغیر فرمایا۔ ''اے حکیم جی! رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچہری میں تھا۔ وہاں علی ہجویریؒ بھی تھے' عبدالقادر جیلانیؒ بھی' بختیار کاکیؒ بھی تھے اور بوعلی قلندرؒ بھی...... پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دیوانے کی بات مان لی۔'' یہ فرما کر زور سے دو مرتبہ ارشاد کیا۔ ''اے میں دیوانۂ مصطفیٰ ہوں.......... اے میں دیوانۂ مصطفیٰ ہوں''

ب۔ قلندرِ اعظم:

میاں حضورؒ صرف قلندر نہیں بلکہ قلندرِ اعظم ہیں' لہٰذا ضروری ہے کہ اس لفظ کی معنویت پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

سید قاسم محمود رقم طراز ہیں:

''فارسی الاصل لفظ ہے' جو اصل میں کلندر تھا' بمعنی ''کندۂ ناتراشیدہ'' عرب وعجم کے اختلاطِ السنہ کے باعث قلندر مشہور ہو گیا۔ بعض اس کو معرّب کہتے ہیں مگر پہلا خیال صحیح ہے۔ مراد' فقیر' درویش' اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کا نام بھی ہے۔''

(قاسم محمود سید' اسلامی انسائیکلوپیڈیا' کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن 1982ء' ص 1258' کالم II)

لغات میں قلندر کا مطلب ہے خیمے کا آنکڑا۔ اصطلاح میں ایسے فقیر کو کہتے ہیں جو دین ودنیا سے آزاد ہو' لیکن

Marfat.com

اسلامی تصوف میں اس کے معانی بہت وسیع ہیں۔ قلندر دراصل وہ درویش ہے جو دُنیادار نہیں۔ یہاں کچھ لغات کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔ مولوی سیّد احمد دہلوی نے لکھا ہے:

''وہ بے ڈول کڑی کا ٹکڑا جو آسانی سے کواڑ نہ کھل جانے کی لیے پٹوں کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ غیر مہذب آدمی۔ دین و دنیا سے آزاد آدمی' ریچھ اور بندر نچانے والا' خیمہ کا آنکڑا یعنی قلابہ۔ اِصطلاح میں قلندر وہ شخص ہے جو دو جہاں سے پاک اور آزاد ہے۔۔۔ وہ نفوس واشکالِ عادتی بلکہ آمالِ بے سعادتی سے بالکل لاتعلق ہو جائے اور روح کے مرتبہ تک ترقی کر کے تکلیفات رسمی کی قیود و تکلیفاتِ رسمی کی گرفتاری سے چھٹکارا پائے۔ اپنے دامنِ وجود کو تمام دنیا سے سمیٹ لے اور دستِ خواہش کو تمام دنیا سے کھینچے' یہاں تک کہ بدل و جاں سب سے قطع تعلق کر کے جلال و جمالِ حق کا طالب اور اُس کی درگاہ کا واصل ہو جائے۔۔۔ قلندر نہایت آزاد اور مجرد عن الخلائق ہوتا ہے۔''

(فرہنگِ آصفیہ' جلد سوم' لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' 1986ء' ص 367)

مولوی نورالحسن نیّر نے بھی ایسا ہی تحریر کیا ہے:

''وہ شخص جو روحانی ترقی یہاں تک کر گیا ہو کہ اپنے وجود اور دنیا کے تمام تعلقات سے بے خبر ہو کر ہمہ تن خدا کی ذات کی طرف متوجہ ہو۔''

(نوراللغات' لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز' 1989ء' ص 683)

''مسلمانوں میں فقیروں کا ایک فرقہ جو سر اور داڑھی منڈواتا ہے اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جا بجا پھرتا رہتا ہے۔''

(وارث سرہندی' علمی اردو لغت' لاہور' علمی کتاب خانہ' 1979ء' ص 1084)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نزدیک:

فقرا میں دین و دنیا سے آزادی

(فرمان فتح پوری' رافع اللغات'' لاہور: الفیصل تاجرانِ کتب' 2005ء' ص 530)

جبکہ نسیم امروہوی کے نزدیک:

وہ شخص جو اس قدر روحانی ترقی کر گیا ہو کہ اپنے وجود اور تعلقات سے بے خبر ہو کر خدا کی یاد میں مشغول رہے۔

(نسیم امروہوی' فرہنگِ اقبال' فارسی 1989ء' ص 644)

Marfat.com

مندرجہ بالا تعاریف سے واضح ہے کہ قلندر دنیا کے بکھیڑوں میں نہیں پڑتا بلکہ اُس کا ہر تعلق خدا سے ہوتا ہے یا خدا کے حوالے سے ہوتا ہے۔ اِسلامی تصوّف میں یہ ایک اصطلاح ہے' جس کی تعریف میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

حضرت سیّد حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ کا فرمانِ پاک ہے" قلندر وہ ہے جو مَیں اور تُو کی قید سے فارغ ہو۔"

(محمد یٰسین قصوری' تذکرہ خانوادہ حضرت ایشانؒ لاہور: ادارہ تعلیماتِ نقشبدیہ 2011ء' ص276)

سرگودھا کے مشہور مست مجذوب درویش حضرت پیر علی جانؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"مردِ قلندر وہ ہے جس کی کوئی سانس ذکرِ الٰہی سے خالی نہ ہو۔"

رسالہ غوثیہ میں مذکور ہے کہ سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک قلندر ہے' بعض کا مقولہ ہے کہ قلندر اور صوفی ہم معنی الفاظ ہیں۔۔۔۔ خواجہ عبیداللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ موانعات سے مجرّد ہو کر اپنے کو گم کر دینے کا نام قلندری ہے، شاہ نعمت اللہ ولیؒ رسالہ قلندریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفی منتہی جب اپنے مقصد پر جا پہنچتا ہے قلندر ہو جاتا ہے۔" (حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی' سرِّ دلبراں' کراچی ص19)

مشتاق احمد عظیمی لفظ قلندر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ وہ ہوتے ہیں جن پر عالم حال روشن ہوتا ہے۔ یہ لوگ (Time And Space) یعنی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اور سارے ذی روح ان کے ماتحت کر دیے جاتے ہیں۔ کائنات کا زرہ ان کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ یہ لوگ مجذوب بھی ہوتے اور سالک بھی جیسے کہ بوعلی شاہ قلندرؒ کے بارے میں بعض جگہ مرید بھی آیا ہے کہ وہ صرف ضروری عبادات کرتے ہیں اور باقی وقت وہ صف ذکر فکر میں گزارتے ہیں۔

(مشتاق احمد عظیمی' راہِ سلوک' لاہور: اردو بازار 2006ء' ص 504)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی نے بھی اس لفظ پر دادِ تحقیق دی ہے۔ اُن کی کتاب "پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں" سے چند اقتباسات کا مطالعہ مفیدِ مطلب ہو سکتا ہے:

"قلندر دراصل صوفیائے کرام کی وضع کی ہوئی اصطلاح ہے۔ طریقت کے ان سالکوں کو قلندر کہا جاتا ہے جن کا ظاہری عمل عام لوگوں کی نظر میں اتنا زیادہ نظر نہ آئے' لیکن درحقیقت ان کا قلبی عمل بہت زیادہ ہوتا ہے' جو عام لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ وہ غیرِ حق کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں دیتے۔ اپنے ارادوں' خواہشوں اور تمناؤں کو ترک کر کے راضی بہ رضا رہتے ہیں اور اسی میں دلی سکون حاصل کرتے ہیں۔ غرضیکہ تمام توجہ کا مرکز اور محور دل کے روحانی جذبات کو بنانا قلندر کی خصوصیت ہے۔ اسی لحاظ سے

Marfat.com

قلندری طریقہ کے دو جزو بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک زہد' دوسرا محبت ۔ مقصد یہ ہے کہ صرف ایک کا ہو جانا چاہیے' دوسروں کو ترک کرنا چاہیے۔ اور ان سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔''

(عبدالمجید سندھی ڈاکٹر' پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' سنگِ میل پبلی کیشنز' لاہور 1994' ص 321)

''حضرت خواجہ عبید اللہؒ نے فرمایا:

''خود کو مناعات سے مجرّد کرنا' یعنی نفس کے خلاف چلنا اور جیسے حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اس طرح کرنا' قلندری طریقہ ہے۔'' (عبدالمجید سندھی ڈاکٹر' پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' سنگِ میل پبلی کیشنز' لاہور 1994' ص 321) تحقیقاتِ صوفیہ میں آیا ہے: ''قلندر اس کو کہا جاتا ہے جو تارک الدنیا' مجرّد ہو' اور نفسانی لذتوں سے دور ہو۔'' (منقولہ' ایضاً ص نمبر 321) کشف اللغات میں آیا ہے:'' قلندر اس کو کہا جاتا ہے جو دونوں جہانوں سے آزاد اور صرف معبود میں محو ہو۔'' (منقولہ ایضاً ص 321)

''غرضیکہ معرفتِ نفس' راضی بہ رضا رہنا' اپنے جذبات' خواہشات اور ارادوں کو ترک کرنا' استغنا' عالی ہمتی' مسلسل جہد' قلندری طریقہ کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ اسی کیفیت کا نام مستی ہے اور مستی ہی قلندری طریقہ کی پہچان ہے۔'' (بیان ڈاکٹر عبدالمجید' ایضاً' ص 321) ''مستی عشق کی اعلیٰ و ارفع منزل ہے' جوش' جذبہ' محویت اور استغراق اس کی خصوصیات ہیں''

(عبدالمجید سندھی ڈاکٹر' پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' سنگِ میل پبلی کیشنز' لاہور 1994' ص 321)

(مولانا شریعت وطریقت' لاہور: دارہ اسلامیات' 1981ء ص 342)

مخدوم غلام جیلانی نے پنجابی میں لکھا ہے:

''قلندر سریانی زبان وچہ اللہ تعالیٰ دیاں ناواں وچوں اک ناں وے۔ بعض کیندے نیں' صوفی تے قلندر دا اک ای معنی اے' بعض آکھدے نیں کہ قلندر اوہ ہوندا اے' جیڑا حالات' مقامات تے کراماتاں چوں گزر جاوے خواجہ حافظ ہوراں نے اپنے دیوان وچ قلندر دے بارے لکھیا اے۔

''وقت آن شیریں قلندر خوش کہ دراطوار سیر ذکرِ تسبیح و ملک در حلقۂ زنار داشت''

(غلام جیلانی' مخدوم' مضمون تصوّف' مشمولہ ''لعلاں دی پنڈ'' از اقبال صلاح الدین' لاہور: عزیز بکڈپو' ص 294)

استاذ الاساتذہ قبلہ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب نے اس لفظ کی معنویت کو اقبالیات کے حوالے سے دریافت کیا ہے۔'' وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''جو دنیا کو رہنے کے قابل جگہ بنانا چاہتا ہے۔ جس کے ذاتی مفادات نہیں ہیں۔ وہ سب کچھ عالم انسانیت کے مفاد کے لئے کرتا ہے۔ ایک لحاظ سے قلندر ''مردِ مومن'' ہی کے لئے ایک اور اصطلاح ہے۔ ایک ایسا شخص جو ہمہ وقت جدوجہد کرتا ہے۔ مشکلات اور رکاوٹوں سے بے پروا اپنے مقصد کے حصول کے لئے آگے بڑھتا رہتا ہے۔''

(محمد زکریا' خواجہ ڈاکٹر ''تفہیم بالِ جبریل'' لاہور: بزمِ اقبال 2002ء' ص83)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہے کہ قلندر وہ نہیں جسے نہ اپنا ہوش ہے نہ کسی اور کا بلکہ قلندر ایک بہت ہی ذمہ دارانہ روحانی وصوفیانہ عہدہ ہے جس میں لذائذِ دنیاوی سے منہ موڑ کر نفس امارہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی توجہات کا مرکز رضائے الٰہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ استغراق ومحویت کے باوجود مفادِ انسانیت کیلئے مصروفِ عمل رہنا قلندر کی پہچان ہے۔ حضرت میاں عبدالرشیدؒ اِن تعاریف کے ہر پہلو کے علمبردار ہیں۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی سرکار کے روحانی فیض سے انھیں وہ سب کچھ عطا ہوا' جو قلندرِ اعظم کیلئے ہونا چاہیے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قلندریت کو اور چار چاند لگائے' چونکہ وہ دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' لہٰذا انھیں محبوبیت کی عظمت عطا ہوئی جس میں ربّ کریم کسی بات کو رد نہیں کرتا۔ خود حضور میاں صاحبؒ نے بے شمار مرتبہ اپنے لئے قلندر کا لفظ استعمال کیا۔ وہ خود کو دیوانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے۔

ج۔ قیّومِ دوراں:

قیوم اللہ تعالیٰ کا ایک بہت پیارا صفاتی نام ہے اس کا مطلب ہے وہ ہستی جو خود قائم ہو اور باقی سب کو بھی قائم رکھے۔ اصطلاحاتِ ولایت وتصوف میں اولیاء کا ایک گروہ قیوم کہلاتا ہے۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ تم اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ اسی لیے اللہ کی مخلوق میں جس شخص میں اللہ کی جتنی زیادہ صفات جلوہ گر ہوں گی وہ' اتنا ہی معزز ومکرم ہوتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم ہے لیکن اُس نے رؤف ورحیم کے صفاتی اسماء اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی قرآنِ مجید میں استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی بعض خصوصیات کا پرتو اُس کے مخصوص ومقبول بندوں میں بھی نظر آتا ہے۔ قیومِ دوراں وہ منصب ہے جس کا حامل اپنے دائرۂ اختیار کے تمام معاملات سنبھالے اور قائم کیے ہوئے ہوتا ہے۔ اسی لیے اُسے قیومِ دوراں کہتے ہیں۔ مولانا اللہ یار خان نے لفظ قیوم کی یوں وضاحت کی ہے۔

وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو' وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اسی سے ہے' گو انعام

Marfat.com

تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں' مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں۔

(اللہ یار خانؒ مولانا' دلائل السلوک' دار العرفان' منارہ ضلع چکوال ص 78)

ہمارے پیرو مرشد حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ قیومِ دوراں کے منصب کے حامل تھے۔ ہمارے بزرگ پیر بھائی حضرت حکیم ملک محمد اورنگ زیب اپنی زندگی میں مختلف مجالس میں میاں حضورؒ کے منصبِ قیومِ دوراں کی وضاحت کرتے رہے ہیں۔

د۔ قُطبِ مدار:

تصوف کی زبان میں قطبِ مدار ایک خاص اصطلاح اور سلطنتِ ولایت کا بہت ہی عظیم عہدہ ہے۔ اردو لغت' کراچی میں قطب الاقطاب کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ ''وہ اولیاء جو عالم میں محلّ نگاہِ حق ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں ان میں کا ایک موجود رہتا ہے اور دنیا کے کاروبار کی نگرانی و نگہبانی کرتا ہے۔''

(اردو لغت۔ جلد 14' عمود 1' ص نمبر 282)

قطب بہت سے ہو سکتے ہیں۔ لیکن قطبِ مدار ایک ہی ہوتا ہے اور ان سب اقطاب کا سربراہ ہوتا ہے۔ مشتاق احمد عظیمی نے لفظ قطب کی وضاحت یوں کی ہے۔ ''لغت میں چکی کی کیل کو کہتے ہیں جس پر تمام چکی چلتی ہے۔ بعض حضرات قطب اور غوث کو ایک ہی عہدہ تصور کرتے ہیں۔ بعض مفکروں نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ عہدہ دیا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر قطب جہاں میں نہ ہوں تو انتظام عالم تباہ برباد ہو کر رہ جائے۔

(مشتاق احمد عظیمی' راہِ سلوک' لاہور: اردو بازار 2006ء' ص 503)

سیّد پروفیسر احمد سعید ہمدانی کے نزدیک قُطب کے منصب پر فائز اولیاء اللہ عموماً سات ہوتے ہیں اور جب غوث کا انتقال ہوتا ہے تو انھی میں سے جذب قوی اور تصرّف کامل رکھنے والے سریع الاحوال قطب کو غوث متعین کیا جاتا ہے۔۔۔۔ حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ قطب کو ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی خبر رہتی ہے۔ وہ اس طرح کام کرتے ہیں کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں اور کسی اور جگہ سینکڑوں میل کے فاصلے پر اپنے روحانی پیکر کو کسی شکل میں متمثل کر کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

(احمد سعید ہمدانی' پروفیسر' حقیقتِ ابدال و رجالِ غیب' جھنگ: غلام دستگیر اکادمی' 1993ء' ص 65)

ہر زمانے میں صرف ایک ایسا قطب ہوتا ہے جو سب سے بڑا قطب ہوتا ہے۔ اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ قطبِ کبریٰ' قطبِ الارشاد' قطبِ مدار' قطبِ جہاں اور جہانگیر عالم۔ عالمِ علوی اور عالمِ سفلی میں اسی کا

Marfat.com

تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اسی کے فیض و برکت سے قائم ہوتا ہے۔ اگر قطبِ عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ قطبِ عالم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام و فیض حاصل کرتا ہے اور ان فیوض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نور خاصۂ مصطفوی ﷺ کی برکت ہر سمت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے ماتحت اقطاب کے تقرر، تنزل اور ترقی کے اختیار کا مالک ہوتا ہے۔ ولی کو معزول کرنا، ولایت کو سلب کرنا، ولی کو مقرر کرنا، اس کے درجات میں ترقی دینا اسی کے فرائض میں ہے۔ وہ ولایت شمس پر فائز ہوتا ہے لیکن اس کے ماتحت اقطاب کو ولایت قمر میں جگہ ملتی ہے۔ قطبِ عالم اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن کی تجلی کا مظہر ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ مظہر خاص تجلی الولایت ہیں۔ قطب عالم سالک بھی ہوتا ہے اور اس کا مقام ترقی پذیر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام محبوبیت ہے۔ رجال اللہ میں اس قطب عالم کا نا، ''عبداللہ'' بھی ہے۔

(اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، رجال الغیب لاہور: مکتبہ نبویہ، 2007ع، ص 43)

شاہ سیّد محمد ذوقی رقم طراز ہیں: ''ہر زمانہ میں تمام دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے، جسے قطب عالم یا قطب کبری یا قطب ارشاد یا قطبِ مدار یا قطب الاقطاب یا قطبِ جہاں یا جہانگیرِ عالم کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ عالمِ سفلی و علوی میں اس کا تصرّف ہوتا ہے اور سارا عالم اُسی کے فیضِ برکت سے قائم رہتا ہے۔ اگر قطبِ عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے۔ قطبِ عالم حق تعالیٰ سے براہِ راست اور بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نورِ خاصۂ مصطفوی ﷺ کی برکت سے ہر سمت میں دیکھتا ہے، خواہ آنکھیں اُس کی کھلی ہوں یا بند۔ ماتحت اقطاب کے تقرّر و تنزل و ترقی کا اختیار رکھتا ہے۔ ولی کو معزول مقرّر کرنے کا مجاز ہے۔ خود ولدیت شمس رکھتا ہے برعکس قطبِ ابدال کے جس کی ولدیت قمری ہوتی ہے۔ قطبِ عالم مظہر تجلّی اسمِ رحمان ہے اور آنحضرت ﷺ مظہر خاص تجلّی الوہیّت ہیں۔ قطب عالم سالک ہوتا ہے اور اُس کی ترقی جاری رہتی ہے۔ ترقی کرتے کرتے وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے، جسے محبوبیت بھی کہتے ہیں۔۔۔۔ اقطاب کے بھی بے شمار انواع ہیں، جو سب قُطبِ عالم کے ماتحت ہوئے ہیں۔''

(شاہ سیّد محمد ذوقی، سرِّ دلبراں، کراچی ص 173)

شاہ سیّد محمد ذوقی مزید لکھتے ہیں کہ قطبِ مدار عرش سے ثریٰ تک متصرف ہوتا ہے۔ قطبِ مدار علی الدوام تجلّیِ صفات میں رہتا ہے۔۔۔۔ مقاماتِ اولیاء اللہ خارج از حدّ و حصر ہیں، مگر اہل فردانیت ان جملہ مقامات سے برتر ہیں۔

Marfat.com

تنزّل کی تو ایک حد ہوتی ہے مگر عروج و ترقی کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ افراد جب مزید ترقی کر کے فردانیت میں کامل ہو جاتے ہیں تو محبوبیت کا مرتبہ پاتے ہیں۔۔۔۔"

(محمد ذوقی' حضرت شاہ سیّد' سرِّ دلبراں' کراچی ص نمبر 174۔۔177 تک منتخابات ہیں)

قطب العالم:

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب العالم و قطب اکبر و قطب الارشاد و قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں۔ اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں۔ وزیر یمین کا نام عبدالملک وزیر یار کا نام عبدالرّب ہوتا ہے اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطبِ اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کو قطبِ ولایت کہتے ہیں۔ یہ عدد تو اقطابِ معیّنہ کا ہے اور غیر معیّن ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے بعض نے کہا کہ قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں وہ اور ہوتا ہے اور وہ مکّہ میں رہتا ہے۔ بعض نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔

(محمد مسیح' مولانا شاہ شریعت و تصوف' ملتان: ادراہ تالیفاتِ اشرفیہ' 1996ع ص 294)

مشتاق احمد عظیمی لکھتے ہیں کہ یہ (قطبِ مدار) وہ ہوتا ہے جس سے خلق اللہ یعنی مخلوق کو ہر طرح کا نفع پہنچتا ہے اور ہر نفع خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ سارا عالم اس کے فیض و برکت سے قائم رہتا ہے۔ وہ (قطبِ مدار کا عہدہ رکھنے والے) اللہ سے براہ راست فیض حاصل کرتے ہیں اور کسی بڑے شہر میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔ بڑی لمبی عمر پاتے ہیں۔ ولی کو معزول یا مقرر کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ اس کا باطنی نام عبداللہ ہوتا ہے۔

(مشتاق احمد عظیمی' راہِ سلوک' لاہور: اردو بازار 2006ع' ص 503)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ "قطب مدار وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور بذاب خود کامل ہو۔ مدار کے معنی ہیں گردش یعنی ساری مخلوق اس کی گرویدہ ہوتی ہے اور مشکلوں میں اس سے مدد چاہتے ہیں اس کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔"

(مشتاق احمد عظیمی' راہِ سلوک' لاہور: اردو بازار 2006ع' ص 504)

د۔ نوٹوں والی سرکارؒ:

آپ کا عرفِ عام "نوٹاں والی سرکارؒ" سن کر بعض لوگوں کے ماتھے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور وہ سوچنے لگتے ہیں کہ روحانی بزرگ کا نوٹوں سے کیا کام؟ یہ کام تو دنیا والوں کا ہے۔ اس کے جواب کے لئے میں نے اپنے بزرگ پیر بھائیوں سے بہت استفسار کیا' ہر شخص نے اپنی دانست کے مطابق جواب دیا' اس بحث کا ملخص یہ ہے کہ خود میاں

Marfat.com

حضورؒ کو یہ عرف پسند تھا۔ راقم الحروف کے نزدیک اس عرف کی خاصی وجوہ مختلف پیر بھائیوں نے بتائی ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1۔ شروع میں میاں حضورؒ جہاں کہیں تشریف لے جاتے، نئے نئے نوٹوں کی ایک بہت بڑی اور بہت وزنی گٹھڑی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتی جو آپ کے کسی عقیدت مند نے سر پر اُٹھائی ہوئی ہوتی۔ میاں حضورؒ کسی تانگے میں، ریلوے کی بوگی میں، کسی کار یا بس میں سفر کرتے تو یہ خطیر رقم ہمیشہ گٹھڑی کی صورت میں آپ کے ساتھ ہوتی۔ آپ " کراچی، راولپنڈی، لاہور یا گوجرہ وغیرہ الغرض کہیں بھی تشریف لے جاتے یہ رقم ساتھ رہتی۔ آستانے کے لوگ اسے خزانہ کہا کرتے۔ میاں حضورؒ کسی بس سٹاپ، ریلوے پلیٹ فارم یا کسی اور جگہ بیٹھتے تو لوگ لاکھوں روپے کا یہ خزانہ اُنکے پاس رکھا ہوا دیکھتے۔ کبھی میاں حضورؒ اس خزانے یعنی گٹھڑی پر بیٹھ بھی جاتے اور کبھی اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کمر بھی سیدھی کر لیتے۔ کسی آدمی کی مجال نہیں تھی کہ وہ اس خزانے سے ایک روپیہ بھی میاں صاحب کی اجازت کے بغیر اُچک سکتا۔ ایسا لگتا ہے کہ میاں حضورؒ کے ہاں اس خزانے کی حفاظت خاص خدائی بندوبست تھا۔ درویش کے پاس اس بے انتہا دولت اور غیر مختتم بے خوفی کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے آپ کو نوٹوں والی سرکار کہنا شروع کر دیا۔

2۔ رفیق قریشی مرحوم نے ایک بار بتایا تھا: ایک بار آپ ٹرین پر کراچی جا رہے تھے۔ آپ تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ آپ نے سب مسافروں کے سامنے ڈبے کے بالکل درمیان میں نوٹ ڈھیر کر دیے اور ان پر مسافروں سے دستخط کرانے لگے۔ کراچی پہنچ کر اسٹیشن کے تھرڈ کلاس پلیٹ فارم پر اُترے اور تین لاکھ روپے کے نوٹ زمین پر ڈھیر کر دیے اور لوگوں سے اُن پر دستخط کرانے لگے یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ تھرڈ کلاس ڈبے اور پلیٹ فارم پر بڑے بڑے چور، لٹیرے، ٹھگ اور جیب کترے ہوتے ہیں، لیکن کسی کو جرأت نہ تھی کہ وہ کوئی حرکت کر سکتا، حالاں کہ نہ پنجی بندھی ہوتی تھی نہ رقم ہوتی تھی نہ رقم کسی صندوق میں بند ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ کوئی محافظ گن مین تک ساتھ نہیں ہوتا تھا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر، ص 17)

3۔ کسی کو کبھی آپ کوئی ایسی بات فرما دیتے جس پر عمل کرنے سے وہ ڈھیروں نوٹ کمانے لگتا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک وہ فرمان پر عمل کرتا رہتا۔ اس ضمن میں سرگودھا کے رکشہ ڈرائیور سکندر خان نے راقم الحروف کو 5 فروری 2006ء کی صبح کو بتایا کہ: ''میں 1986ء سے سرگودھا میں رکشہ چلا رہا

Marfat.com

ہوں' ایک دفعہ دو بزرگوں نے میرا رکشہ ہائیر کرایا' ان کے آپس کے رویے سے وہ پیر و مرید لگتے تھے۔ جب وہ رقم طے کر کے بیٹھ گئے اور میں انجن اسٹارٹ کرنے لگا تو ان میں سے ایک بزرگ نے مجھے کہا "تجھے خبر ہے تیرے رکشے میں کون ہستی بیٹھی ہے؟" میں نے معذرت کی کہ مجھے نہیں معلوم' کچھ دیر بعد دوسرے بزرگ نے پہلے والے سے فرمایا "ابے او چپ ہو جا' یہ بے چارہ کیا جانے!" پھر وہ مجھے فرمانے لگے "لے بے ڈرائیور! ٹینکی کھول کر پٹرول کو کبھی نہ دیکھنا' بس رکشہ چلاتے رہنا۔ نہ کبھی رکشہ خراب ہوگا' نہ کبھی اس کا پٹرول ختم ہوگا۔ خوب رکشہ چلائیو اور گھنے روپے کمائیو۔" میں ان دونوں بزرگوں سے بہت متاثر ہوا' خصوصاً دوسرے بزرگ کی عقیدت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ جب وہ کوٹ فرید روڈ کے ہائی سکول کے سامنے اپنی منزل پر اترے تو قبرستان کی مسجد کی طرف بڑھ گئے۔ میں نے پاس سے گزرتے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا "بھائی یہ بزرگ کون ہیں؟" اس نے حیرت سے کہا "تو نہیں جانتا یہ دائیں طرف والے نوٹوں والی سرکارؒ ہیں' بڑے پہنچے ہوئے ولی ہیں' تو بڑا خوش قسمت ہے' جو وہ تیرے رکشے میں بیٹھے' دوسرا ان کا کوئی مرید ہے۔"
میں دن میں کم از کم ایک بار پٹرول ضرور ڈلواتا تھا' اس دن پٹرول ڈلوانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی' اگلے دن بھی رکشہ فر فر چلتا رہا۔ میں سوچتا' یہ اس نوٹوں والے بزرگ کی کرامت ہے' اسی طرح بغیر پٹرول ڈلوائے میں رات دن رکشہ چلاتا رہا اور خاصے نوٹ بھی کماتا رہا۔ ایک ہفتہ گزرنے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ ٹینکی کھول کر دیکھ لوں کہ کتنا پٹرول باقی ہے' پھر خیال آیا کہ اس بزرگ نے دیکھنے سے منع کیا تھا۔ میں باز آ گیا لیکن اگلے دن شیطان نے مجھے پھر اکسایا۔ میں مخمصے میں رہا' یہاں تک کہ میں نے ٹینکی کھول کر دیکھ ہی لی' میں نے دیکھا کہ نوٹاں والی سرکارؒ کے بیٹھنے سے پہلے میں نے پمپ سے جتنا پٹرول ڈلوایا تھا' بالکل اتنا ہی موجود تھا۔ افسوس کہ چند گھنٹوں بعد یہ پٹرول ختم ہو گیا' مجھے اپنی نادانی پر بہت دکھ ہوا کہ میں نے اسے کھول کر کیوں دیکھا؟ پھر مَیں نے سوچا وہ قبرستان والی مسجد میں گئے تھے' ان سے معافی مانگ لوں گا اور ٹینکی پھر سے بھر جانے کیلئے عرض کروں گا۔ اس دن میں کسی وجہ سے جا نہ سکا۔ یونہی کافی دن گزر گئے۔ کچھ عرصہ بیت گیا تو اچانک مجھے کسی نے بتایا کہ آج صبح نوٹاں والی سرکارؒ کو کسی نے شہید کر دیا ہے۔ کچھ نہ پوچھیں میرا کیا حال ہوا' کاش میں ٹینکی کھول کر نہ دیکھتا۔"

(افضال احمد انور' حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پندرہ روزہ "فریدی نیوز" فیصل آباد' یکم تا 15 مارچ 2006ء' ص 4 کالم 2)

Marfat.com

4۔ جن لوگوں نے آپ کے پاس نئے نوٹ دیکھے اور دیکھتے ہی رہے' انھوں نے آپ کو''نوٹاں والی سرکارؒ'' کہنا شروع کر دیا۔

5۔ سرگودھا کے معروف ماہر تعلیم پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول نے اس عرف کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ میاں حضور جب چاہتے اور جتنے چاہتے اپنی مرضی سے اتنے ہی نوٹ ''پیش'' کر سکتے تھے۔ ان کے بقول:

"He was(Known as'Notan Wali Sarkar for he could produce any number of currency notes at will".

University of"HISTORY OF SARGODHA",M Abdul Rasul)
(P-299,Sargodha,2006

6۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ خالی جیب میں ہاتھ ڈالتے تو نئے چمکتے ہوئے نوٹ باہر نکالتے' دیکھنے والا حیران رہ جاتا اور آپ کو''نوٹوں والی سرکارؒ'' کہنے لگتا۔

7۔ کبھی آپ زمین پر جائے نماز (مصلیٰ) بچھا کر نماز پڑھتے' نماز پڑھ کر مصلیٰ اٹھاتے تو نیچے نئے نوٹ بچھے ہوتے۔

8۔ مسجد میں جس الماری میں قرآن پاک رکھے ہوتے' وہاں میاں حضور نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھ دیتے' جب کوئی دوسرا شخص ہاتھ مارتا تو اسے سوائے قرآن مجید کے کچھ نہ ملتا لیکن اسی وقت اگر میاں صاحب ہاتھ لگاتے تو نئے نئے نوٹوں کی سینکڑوں گڈیاں فرش پر گر جاتیں۔ اس ضمن میں گوجرہ کے اشفاق اللہ مجددی کا کہنا ہے۔

''قرآن پاک کی تلاوت فرماتے ہوئے قرآن کے صفحوں میں سے نئے نئے نوٹ نکالتے رہتے تھے مسجد کی صفوں پر ہاتھ مارتے ہوئے صف اٹھاتے تو بالکل نئے نوٹ ہاتھ میں پکڑتے۔ اس رزق کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ کی رضا کے لئے تقسیم کرتے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ عوام الناس میں آپ کا لقب قلندر نوٹوں والی سرکار مشہور ہوا۔''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندر زماں' ص112)

9۔ کبھی آپ بڑی سنجیدگی سے نوٹ پھیلا کر جھولی میں رکھ لیتے' کبھی سینے اور کبھی ماتھے سے بھی چپکا لیتے۔ دونوں ہاتھوں میں ہزاروں روپے کے نوٹ پھیلائے ہوتے۔ (آپ کی بہت سی تصاویر میں بھی آپ کی جھولی' ہاتھوں اور سینے پر نوٹ دیکھے جا سکتے ہیں) نوٹوں کے ساتھ اس شغف کو دیکھنے والے آپ کو''نوٹوں والی سرکارؒ'' کہنے لگے۔

Marfat.com

10۔ کبھی آپ حالت جذب میں نماز پڑھتے ہوئے بھی نوٹ گننے لگتے۔ حالتِ جذب میں بھی کرنسی نوٹوں سے یہ تعلق دیکھ کر کچھ لوگ آپ کو نوٹوں والی سرکار کہنے لگے۔ ایک ایسا ہی واقعہ گوجرہ کے معروف استاذِ علم وادب پیر جی غلام رسول علوی صاحب نے بھی بیان کیا' وہ فرماتے ہیں۔

''ایک بار میاں حضور باجماعت نماز پڑھ رہے تھے' آپ کے ساتھ ایک مولوی صاحب کھڑے تھے۔ جس نے حضور میاں صاحب' کا نام تو سنا تھا لیکن اس نے پہلے آپ کو دیکھا کبھی نہیں تھا۔ جب آپ سجدے میں جاتے تو آپ کی جیب سے ہزاروں روپے کے نوٹ نیچے گر جاتے' آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں سے نوٹ سنبھالتے' انھیں تہہ لگاتے اور باقاعدہ گن کر جیب میں ڈالتے' پھر اونچی آواز سے فرماتے' اب پورے ہیں' اور پھر حسب سابق جماعت کا حصہ بن جاتے۔ اس مولوی صاحب نے دیکھا کہ ہر سجدہ کے بعد آپ نے یونہی کیا' جب سلام پھیرا گیا تو اس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے بحث شروع کر دی' جو یوں تھی:

''بزرگو! آپ کی نماز نہیں ہوئی' دوبارہ پڑھ لیں۔''

''بھائی صاحب! میری نماز کیوں نہیں ہوئی؟ وہ تو ہو بھی لی۔''

''نہیں ہوئی' میں نے کہا نا؟ دوبارہ پڑھو''

''بھائی صاحب! کیوں نہیں ہوئی؟''

''آپ نے نماز پڑھی ہی کب ہے؟ آپ تو بس نوٹ گنتے رہے' آپ کی ساری توجہ صرف اپنے نوٹوں پر رہی' نوٹوں پر ہی توجہ رہنے کے سبب آپ کی نماز نہیں ہوئی۔''

(مسکراتے ہوئے) ''اچھا! بھائی صاحب' میری توجہ تو نوٹوں پر نہیں تھی' اگر آپ سچ کہتے ہیں اور آپ توجہ سے دیکھتے رہے ہیں کہ میری توجہ صرف نوٹوں پر تھی' تو پھر نماز آپ کی بھی نہیں ہوئی' آؤ' دونوں ہی نماز دوبارہ پڑھتے ہیں۔'' وہ مولوی صاحب لاجواب ہو گئے' کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''مولوی صاحب! یہ تو ''نوٹوں والی سرکارؒ'' ہیں' میاں صاحب سرگودھا والے' تب مولوی صاحب نے جھٹ معافی مانگنا شروع کر دی۔''

11۔ بعض اوقات کسی کو نوٹ دینا مقصود ہوتے اور بظاہر نوٹ موجود نہ ہوتے تو غیبی طور پر کہیں نہ کہیں سے نوٹ آموجود ہوتے۔ آپ وہ نوٹ ضرورت مندوں کو دے دیتے۔

Marfat.com

ایک ایسا ہی واقعہ فیصل آباد کے شیخ عبدالجبار عرف شہزادہ نے بتایا کہ ایک بار مَیں حضرت میں صاحبؒ کے پاس آستانے میں کھڑا تھا۔ اچانک ایک سو روپے کا نیا نوٹ کہیں سے اُڑتا ہوا آیا اور میاں صاحبؒ کے بالکل آگے زمین پر گر پڑا۔ مَیں (عبدالجبار) نے اُس نوٹ کے گرنے کی ہلکی سی آواز بھی سُنی۔ مَیں نے دیکھا کہ میاں حضورؒ نے جھک کر وہ نوٹ اُٹھالیا۔ پھر مجھے دیکھا اور فرمایا ''اللہ میاں نے بھیج دیا ہے' کسی کو دینا ہے شہزادے۔'' تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ضرورت مند آدمی' آپؒ کے پاس آیا اور روتے ہوئے ایک سو روپے کا عرض کرنے لگا۔ آپؒ نے وہ سو روپیہ کا نوٹ اُسے دے دیا اور وہ دعائیں دیتا ہُوا واپس چلا گیا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص83)

12۔ میاں حضورؒ کے نزدیک کرنسی نوٹ صرف خود کو دنیا سے چھپائے رکھنے کا ایک پردہ اور ذریعہ تھے۔ خالد مراد مرحوم تحریر کرتے ہیں:

''ہر فقیر اپنے آپ کو دنیا سے پوشیدہ رکھنے کیلئے کسی نہ کسی ایسی چیز کا غلاف اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہے جس سے وہ فسادِ خلق سے بھی محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق بھی نہ ٹوٹے۔ جیسے میاں حضور نے اپنے اوپر نوٹوں کا پردہ تان رکھا تھا کہ نیا آنے والا سمجھے کہ یہ کوئی ولایت وغیرہ کا نہیں بلکہ نوٹوں کا چکر ہے۔ آپ نے نوٹوں کا چکر اس لئے چلایا کہ یہ نوٹوں کا دور ہے اور ہر شخص نوٹوں ہی کے چکر میں گھن چکر بنا ہوا ہے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پراسرار بندے' طبع ثانی' لاہور: شوکت نور پرنٹرز' 2010ء' ص28)

13۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ نئے نوٹ کو آپ بہت پسند فرماتے تھے' چنانچہ اگر کوئی عقیدت مند آپ کی خدمت میں بالکل نیا نوٹ پیش کرتا تو آپ خوشی کا اظہار کرتے۔ یہ عاجز (افضال احمد انور) نئے نوٹ کے دونوں طرف گتہ رکھ کر جیب میں رکھتا تھا تاکہ اُن میں شکن تک نہ پڑے۔ جب یہ نوٹ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ مسکراتے ہوئے قبول فرمالیتے۔ یہ نذرانہ قبول کرنا' آپ کی مہربانی کا ثبوت ہوتا' بہت سے لوگ تو اپنی نذر لئے حسرت ہی میں رہتے کہ کاش میاں صاحب ان کی نذر بھی قبول کرلیں۔ آپ ہر شخص کی نذر قبول نہیں کرتے تھے۔ آستانے کے سب لوگ گواہ ہیں کہ بے شمار بار آپ کے حضور کوئی امیر کبیر شخص بھاری رقم کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا' آپ ہاتھ لگانا تو درکنار' اس کی طرف دیکھنا تک گوارا نہ کرتے' گالیاں دے کر اسے منع کردیتے اور فرماتے ''ابے! مجبوروں کا خون نچوڑ لاوے؟'' کبھی فرماتے ''حرام لاوے...... شرم نہیں آوے' دفع ہوجا۔''

Marfat.com

14۔ خود اللہ کریم نے آپ پر غیبی خزانوں کے دروازے کھولے ہوئے تھے۔ ظاہری وسائل نہ ہونے کے باوجود آپ کے آستانے پر لاکھوں روپے ہمہ وقت پائے جاتے جو اس بات کی دلیل تھی کہ انھیں کتنے بیش بہا خزانے عطا کیے گئے ہیں۔ ایک بار فرمایا ''یہاں کی نہیں آنے کی...... یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خزانے ہیں...... اب وہ کمی نہ آنے دیں۔'' یہی وجہ تھی کہ نوٹ میاں حضور کا کبھی مسئلہ نہیں بنے۔ جتنے نوٹ وہ چاہتے ان کے پاس موجود ہوتے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ نے آپ پر غیبی خزانوں کے دروازے کھولے ہوئے تھے۔

15۔ شروع میں آپ کا معمول تھا کہ آپ سے اگر کوئی حاجت مند سوال کرتا تو آپ اسے ایک چٹ پر کچھ رقم لکھ دیتے اور فرماتے شریف (پٹرول پمپ والے) کے پاس چلا جا' وہ خوشاب میانوالی روڈ پر واقع شریف پٹرولیم پر جا کر آپ کی چٹ پیش کرتا' وہ اس چٹ کو آنر (Honour) کرتے' چٹ سنبھال کر رکھ لیتے اور اس شخص کو چٹ پر لکھے ہوئے کے مطابق نوٹ ادا کر دیتے' یہ گویا میاں صاحبؒ کا منی بینک (Mini Bank) تھا۔ اس وجہ سے بھی آپ کو ''نوٹوں والی سرکارؒ'' کہا جانے لگا۔

16۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ میاں حضورؒ نوٹوں کو ہر وقت گردش میں رکھتے تھے' کبھی ادھر کبھی اُدھر' کبھی ان پر دستخط کرائے جا رہے ہیں کبھی بڑی چھوٹی کرنسی یا نئی پرانی کرنسی میں بدلوائے جا رہے ہیں۔ ہمارے مرشدِ کریمؒ کے محترم پیرومرشد حاجی خان فیض محمدؒ نے اپنے ایک مرید عبدالواحد خان' کراچی والے (جو میاں حضورؒ کے پیر بھائی بھی ہیں۔) سے فرمایا تھا:

> ''ہمارے بعد ایک آدمی ہے۔ وہ بڑا ہی عجیب آدمی ہے۔ وہ ایک کا مال دوسرے' اور دوسرے کا تیسرے میں ڈالتا رہتا ہے۔'' آپ لاکھوں روپے کے نئے نئے نوٹ ایک گٹھڑی میں باندھے رکھتے' کسی کسی سے ان پر دستخط بھی کراتے' فرماتے ''لے بے! تو بھی دستخط کر لے'' وہ شخص دستخط کر دیتا' اس طرح دیگر بہت سے لوگوں سے بھی دستخط کراتے۔ پھر یہ نئے نوٹ نیشنل بینک سرگودھا میں تبدیلی کیلئے بھیج دیئے جاتے۔ وہاں سے پرانے نوٹ لے کر آپ کے عقیدت مند آستانے پر آتے تو آپ ان پرانے نوٹوں کو فیصل آباد کے سٹیٹ بینک میں بھیج دیتے۔ وہاں سے ان نوٹوں کے بدلے نئے نوٹ لئے جاتے اور آستانے میں پیش کر دیئے جاتے۔ ان نئے نوٹوں پر دستخطوں کا سلسلہ شروع ہوتا اور بالآخر یہ نوٹ نیشنل بینک سرگودھا میں بھیج کر پرانے نوٹ منگوائے جاتے' نوٹوں کی یہ گردش

Marfat.com

(سرکل Circle=) جاری رہتی۔ احباب کا خیال ہے یہ ایک تکوینی معاملہ تھا اور میاں صاحب کسی روحانی انداز سے کرنسی معاملات کو ہینڈل کرتے تھے' اکثر لوگ آپ کو ''نوٹوں والی سرکارؒ'' اسی حوالے سے قرار دیتے ہیں۔

17۔ کبھی آپ سرِ عام اپنے نوٹوں کو تولنے کے لیے کسی کے ترازو پر رکھ دیتے' دیکھنے والے آپ کو نوٹوں والی سرکار کہتے۔ لاہور سے بہن جی مسز عتیق قریشی نے میاں حضورؒ کا ایک واقعہ راقم الحروف کے نام یوں تحریر کیا ہے۔ ایک دفعہ ہم سرگودھا گئے ہوئے تھے' سرکارؒ ایک قصاب کی دکان پر گئے اور اپنی نوٹوں سے بھری ہوئی گٹھری اس کے ترازو میں تولی۔ چار لاکھ کا وزن دو کلو نکلا۔ سرکارؒ ہمیشہ بغیر کسی خوف خطرے کے نوٹوں کو اپنے ساتھ لیے پھرتے تھے۔

اختر علی گورسی ایڈووکیٹ نے اپنے ایک مکتوب محررہ 23-اپریل 2011ء میں لکھا کہ ایک دفعہ مَیں گوجرہ کی سیاسی وسماجی شخصیت اسلام صاحب کے ساتھ حاضرِ آستانہ ہُوا۔ میاں حضور نے ہمیں تلاوت اور نفلوں کا حکم دیا۔ نفلوں سے فارغ ہو کر انؒ کے پاس بیٹھے تو پلک جھپکنے میں ہزار ہزار روپے والے لاکھوں کے کرنسی نوٹ ہمارے سامنے رکھ دیے اور فرمایا وکیل صاحب اور بابو جی (اسلام صاحب) ان کو پاس کر دیں (یعنی ان نوٹوں پر دستخط کر دیں۔) جب ہم نے دستخط کر دیے تو فرمایا ''بغیر پاس کروائے سٹیٹ بینک والے یہ نوٹ جمع نہیں کرتے۔'' اس ضمن میں بعض دلچسپ واقعات بھی قابلِ غور ہیں:

i) نوٹ تبدیل کرانے کیلئے کوئی ایک شخص مامور نہیں تھا' آپ جس کی چاہتے ڈیوٹی لگا دیتے۔ زیادہ تر سعید احمد خاں' داؤد فاروق' اختر الصمد' رفیق قریشی' ملک ارشد صاحبان کی ڈیوٹی لگتی۔ سعید احمد خاں مرحوم نے ایک بار راقم الحروف کو بتایا کہ ''ایک بار میں تقریباً بارہ لاکھ روپے لے کر سرگودھا سے چلا' عام بس میں بیٹھا' نوٹوں کی گٹھڑی میں نے گود میں رکھی ہوئی تھی۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں کوئی مجھ سے اتنی بڑی رقم چھین ہی نہ لے' بہرحال جیسے تیسے سٹیٹ بینک فیصل آباد میں پہنچا' جب متعلقہ کاؤنٹر پر پہنچا۔ مَیں نے کہا کہ پرانے نوٹ دے کر نئے بدلوانے ہیں تو وہ شخص سٹپٹاتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا' اس نے زور زور سے آوازیں دے کر اپنے کئی ساتھی بلوالئے اور کہا کہ وہ شخص پھر آ گیا ہے' گلے سڑے نوٹ لے کر۔ یہ ضرور کوئی چکر ہے' کیوں نہ اس کی اطلاع پولیس کو دیں؟ میں نے کہا' بھائی میرے! مجھے کچھ پتہ نہیں' سرگودھا میں میرے مرشد رہتے ہیں' حضرت میاں عبدالرشید' وہ مست مجذوب قلندر ہیں' انہی کے یہ نوٹ ہیں۔ مجھے تو حکم ہے' میں آ گیا ہوں اور جب تک حکم ملتا رہے گا' آتا رہوں گا' آگے آپ جانیں آپ کا کام۔ شور

Marfat.com

شرا یہ سن کر بینک کے مینجر جناب اصغر صاحب بھی آ گئے' انھوں نے پوچھا' کیا معاملہ ہے؟ میں نے انھیں بھی میاں صاحب کے متعلق بتایا' تو اس نے مجھے گلے لگا لیا' بڑے احترام سے چائے پلائی اور بتانے لگے کہ سندھ میں ایک بہت بڑے روحانی بزرگ سے ان (مینجر اصغر صاحب) کا رابطہ ہے۔ ایک بار جب وہ فیصل آباد تشریف لائے تھے' میں بھی سلام کیلئے حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا ''تمہارے بینک میں کوئی بزرگ سرگودھا سے نوٹ بدلوانے آتے ہیں؟ میں نے کہا' وہ تو شاید ایک دو بار ہی آئے ہیں' اکثر ان کے عقیدت مند یہ ڈیوٹی دیتے ہیں' یہ سن کر انھوں نے فرمایا ''دیکھو! یہ خدائی راز ہے' میاں حضور تو اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں اور معاملے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ تمہارے بینک والے کہیں کبھی انھیں انکار نہ کر دیں' پھر انھوں نے کان میں کہا'' خداوند کریم نے تو تمہاری ڈیوٹی ہی اس بینک میں محض اس لئے لگائی ہے کہ یہاں میاں صاحبؒ کے نوٹوں کے تبادلے میں کبھی کوئی رخنہ نہ آئے۔ نوٹوں کی تبدیلی کا یہ عمل مہینہ میں کبھی پانچ' چھ دفعہ ہوتا کبھی' دس' پندرہ بار' ایسا بھی ہوا کہ کبھی سارا مہینہ (ہر روز) یہ عمل جاری رہتا۔ اور آپ کے عقیدت مند ڈیوٹی لگنے پر نوٹوں کی تبدیلی کی یہ خدمت سرانجام دیتے۔

ii) حضرت میاں صاحبؒ نوٹوں کے معاملے میں بہت کھرے اور ہوشیار تھے۔ کسی میں مجال نہیں تھی کہ اُن کی اجازت کے بغیر اُن کا ایک نوٹ بھی لے سکتا۔ کبھی کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ اگر میں یہ خطیر رقم لے کر بھاگ جاؤں تو میاں صاحبؒ مجھے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ اگرچہ یہ خیال ایک لمحے کیلئے ہوتا لیکن جب وہ میاں حضورؒ کے پاس آتا تو آپ برملا فرما دیتے ''ابے تو نے کہاں بھاگ جانا تھا' کیا زمین سے نکل جاتا؟'' یہ ایک نہیں' کئی لوگوں کے ساتھ ہوا۔

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے ایک واقعہ یوں بتایا ہے۔

خانقاہ قلندریہ میں حاضر تھا۔ میرے میاں نے فرمایا:

''صوفی بینک سے بڑے نوٹ لے آؤ اور گٹھڑی روپوں کی میری طرف بڑھا دی'' تقریباً گٹھڑی میں چھ سات لاکھ روپیہ ہوگا۔ تانگے میں اکیلا ہی بیٹھا نیشنل بینک کی مین برانچ گیا۔ منیجر سے ملا۔ ان سے نوٹ تبدیل کرنے کا کہا۔ منیجر صاحب نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ جواب دیا حضرت میاں صاحب نے بھیجا ہے۔ منیجر صاحب نے نوٹ فوراً تبدیل کر دیئے۔ نوٹ گٹھڑی میں باندھے اور تانگے میں بیٹھ کر خانقاہ قلندریہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں یہ وسوسہ دل میں پیدا ہوا' اگر نوٹ لے کر میں چلا جاؤں تو حضرت میاں صاحبؒ کہاں ڈھونڈ سکتے ہیں! خانقاہ میں واپس پہنچ کر روپوں کی گٹھڑی آپ

Marfat.com

کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''اے صوفی تو روئے زمین سے کہاں جا سکتا ہے؟''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 163)

18۔ نوٹوں کو منی آرڈر کرنے کا بھی اُن کا اپنا ہی طریقہ تھا۔ سرگودھا کے محمد جاوید ولد معراج دین کباڑیہ نے راقم الحروف (اِفضال انور) کو بتایا کہ سرگودھا' لاری اڈا کے قریب شفیق کباڑیہ کی دکان تھی۔ اُس نے ایک بار دیکھا کہ بڑے قبرستان کے نزدیک لیڈی پارک کے باہر چوک میں پوسٹ آفس والوں نے جو لیٹر بکس رکھوایا ہوا ہے' وہاں حضرت میاں عبدالرشیدؒ اس حال میں تشریف لائے کہ ان کی جھولی نئے نئے نوٹوں کی گڈیوں (بنڈلوں) سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں بچاس والے نوٹ بھی تھے سو والے بھی اور پانچ سو روپے والے بھی۔ میاں صاحبؒ نے سب لوگوں کے سامنے اپنی جھولی میں سے نوٹوں کا ایک ایک بنڈل نکال کر اُس لیٹر بکس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ جب تقریباً آدھے نوٹ ڈالے جا چکے تو دیکھنے والوں میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ میاں صاحب یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اے دیکھتا نہیں' مَیں روپے منی آرڈر کر رہا ہوں۔ ایک حاجت مند آدمی کو ان کی گھنی ضرورت ہووے۔'' حاضرین میاں صاحبؒ کی اس ادا پر مسکرانے لگے۔ جب آپ نے نوٹوں کے تمام بنڈل لیٹر بکس میں ڈال دیے تو آرام سے آگے چلنا شروع کر دیا۔ یقیناً وہ لاکھوں روپے ہوں گے۔ قلندر صاحب کے جاتے ہی لوگ لیٹر بکس پر ٹوٹ پڑے۔ اُس کا دروازہ توڑ ڈالا لیکن اندر تو صرف لوگوں کے خطوط تھے۔ ایک روپے کا نوٹ بھی وہاں نہیں تھا۔ وہ حیران اور پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ میاں صاحبؒ کا منی آرڈر اُس ضرورت مند تک پہنچ گیا ہے۔

جھنگ کے حافظ احسان احمد نے 13-07-2011 کو بتایا کہ میاں حضورؒ جہاں بھی تشریف لے جاتے اس علاقے کے یتیموں' بیواؤں اور بے سہارا غریب لوگوں کا بہت خیال رکھتے۔ ایک دفعہ میاں حضورؒ کی ایک محفل میں' میں بھی موجود تھا۔ آپؒ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ میری دھوتی دھو کر لا۔ وہ دھولایا۔ گیلی' گیلی دھوتی آئی تو آپؒ نے چار تہہ کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ وہاں ایک ایڈووکیٹ بدر منیر نامی بھی موجود تھا۔ آپؒ نے اپنی تہہ کی ہوئی دھوتی کا ایک پلہ اٹھایا تو اس کے نیچے پانچ پانچ سو روپے کے نئے نئے نوٹوں کے کئی بنڈل تھے۔ آپؒ نے اس وکیل سے فرمایا کہ ہندوستان میں ایک بیوہ بھوکی بیٹھی ہے۔ اسے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔ تو یہ رقم اسے منی آرڈر کر دے۔ اس کے پاس نہ کاغذ نہ قلم نہ منی آرڈر فارم' نہ ڈاکخانہ قریب اور جسے رقم بھیجنی ہے نہ اس کا نام پتہ معلوم۔ وہ پریشانی اور

Marfat.com

حیرانی سے میاں صاحبؒ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپؒ نے فرمایا: ''ابے! جلدی کر یہ پیسے منی آرڈر کر دے۔'' اس نے عرض کیا ''حضورؒ! یہاں قریب کوئی ڈاکخانہ نہیں۔ میں کیسے منی آرڈر کروں؟'' یہ سنتے ہی آپؒ جلال میں آ گئے اور فرمایا: ''ابے! تو باتیں بہت بناوے۔'' یہ فرما کر آپؒ نے اپنی تہہ بند اٹھائی اور اسے ہوا میں لہرا کر جھٹک دیا۔ وہاں کوئی نوٹ نہیں تھا۔ خدا جانے غیب سے تہہ بند میں آنے والے نوٹ آناً فاناً کہاں غائب ہو گئے؟ آپؒ نے فرمایا: ''لے بے! پہنچ لیے اس بیوہ کے پاس۔'' ایسے ہی واقعات دیکھنے والے لوگوں نے آپؒ کو نوٹوں والی سرکارؒ کہنا شروع کر دیا۔

19۔ میاں حضورؒ کا روحانی کیلکولیٹر دکھائی نہ دیتا لیکن ہمیشہ درست کام کرتا' اتنا درست اور فوری کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ سٹیٹ بینک کے بعض پرانے ملازمین نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم شام کو کیش گن کر کاؤنٹر پر رکھ رہے تھے' ایک بزرگ نورانی چہرہ تشریف لائے' نیلی قمیض اور ڈبیوں والی چادر میں ملبوس' نیلی ہی ٹوپی' بہت سادہ مگر بڑا جلال تھا ان میں۔ وہ دھڑتے سے آئے' اپنی گٹھڑی سے میلے کچیلے نوٹ نکال کر ہمارے سامنے رکھے اور ہم سے بات کیے بغیر نئے نوٹوں کی گڈیاں اٹھا کر اپنی گٹھڑی میں ڈالنے لگے۔ ہم چاہتے ہوئے بھی انھیں روک نہ سکے' یوں لگا جیسے کسی نے ہمیں جکڑ دیا ہو اور ہماری زبانیں گنگ ہو گئی ہوں۔ وہ بزرگ اپنی مرضی کے نوٹ گٹھڑی میں باندھ کر اسی جاہ وجلال کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ہم نے جلدی جلدی ان کے نوٹ گنے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جتنے نوٹ وہ لے کر گئے اتنے ہی کاؤنٹر پر رکھ گئے ہیں۔ ہماری جان میں جان آئی کہ خدا کا شکر ہے جو بیلنس میں ایک روپے کا بھی فرق نہیں آیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہی ''نوٹوں والی سرکارؒ'' ہیں۔

20۔ مولانا صوفی محمد اسحاق گوجروی (خطیب بٹالہ کالونی فیصل آباد) نے یہ واقعہ بھی بارہا سنایا ہے کہ ''میں 1962ء میں ایک دن بذریعہ شاہین ایکسپریس گوجرہ سے فیصل آباد جمعہ کی نماز پڑھانے آ رہا تھا' جب فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر اترا تو دوسرے ڈبے سے حضرت میاں صاحبؒ بھی باہر تشریف لے آئے' وہ سیدھے تار گھر والے کمرے میں گئے' جہاں ایک بکنگ کلرک کیش گن رہا تھا۔ اُس کی میز پر ایک روپے' پانچ روپے' دس روپے اور سو روپے کے نوٹوں کی گڈیاں الگ الگ رکھی ہوئی تھیں۔ میاں حضورؒ نے اُسے فرمایا ''لا بے ایک ایک والے نوٹ پکڑا۔ اُس نے اٹھا کر سارے نوٹ دے دیے۔ پھر فرمایا پانچ' پانچ روپے والے بھی دے لے۔ پھر حکم دیا دس' دس والے بھی دے لے۔ وہ خاموشی سے کیش پکڑا تا رہا اور آپؒ اپنی قمیض کی جھولی میں وہ نوٹ ڈالتے رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا سو' سو والے بھی پکڑا۔ اس کے بعد میاں حضورؒ

Marfat.com

اسٹیشن سے باہر نکلے اور ایک تانگے میں بیٹھ کر کہیں چلے گئے۔ مَیں بہت حیران ہو رہا تھا کہ اب بیچارے بکنگ کلرک کا کیا بنے گا۔ وہ سرکاری رقم کہاں سے پوری کرے گا۔ یہ سوچ کر مَیں رہ نہ سکا اور تار گھر والے کمرے میں دوبارہ گیا۔ میں نے اس کلرک سے پوچھا کہ بھائی صاحب' ایک بزرگ آپ کے نوٹ لے گئے ہیں اور آپ نے خاموشی سے اُنھیں خود دے دیئے ہیں۔ اب آپ یہ کیش کیسے پورا کریں گے؟ وہ' اور کمرے میں موجود دوسرے کلرک ہنسنے لگے۔ وہ کلرک کہنے لگا کہ مولوی صاحب! آپ جائیں' فکر مند نہ ہوں۔ یہ ''نوٹوں والی سرکارؒ '' ہیں اور یہ ان کا آئے دن کا معمول ہے۔ جب ہم شام کو اپنا کیش گنتے ہیں تو ایک روپیہ بھی کم نہیں ہوتا۔ میاں حضورؒ تو اپنے ہی نوٹ لے جاتے ہیں۔ سرکاری کیش کبھی کم نہیں ہُوا۔ جمعے کی نماز سے فارغ ہو کر شام کو جب میں دوبارہ گوجرہ جانے لگا تو ایک دفعہ پھر اسٹیشن کے اسی کمرے میں گیا۔ یہاں اب کوئی دوسرا کلرک بابو بیٹھا ہوا تھا' میں نے صبح والا واقعہ اسے بیان کیا اور کیش کے متعلق اپنی تشویش ظاہر کی۔ وہ کلرک بھی ہنسا اور کہنے لگا یہ میاں حضورؒ کا کھیل ہے ورنہ آج تک اسٹیشن کا کیش ایک پیسہ بھی کم نہیں ہُوا۔ پھر اس نے رازدارانہ لہجے میں کہا '' دراصل میاں صاحب واقعی ''نوٹاں والی سرکارؒ ہیں'' سب نوٹ انہی کے ہیں' وہ بادشاہ ہیں' ان کی مہربانی وہ یہاں خود تشریف لاتے ہیں' اور ہمیں زیارت کرا دیتے ہیں' ورنہ نوٹ تو ان کے پاس چل کر بھی جا سکتے ہیں۔ اُن کے معاملات میری یا آپ کی سمجھ میں آنے والے نہیں' رب کریم نے انھیں نوٹوں والا بنایا ہے' بس ہمیں اس سے زیادہ نہیں سوچنا چاہیئے۔

21- بعض پیر بھائی نوٹوں کی اس ریل پیل اور انتہائی فراوانی کو بعض بزرگوں کا فیضانِ خاص قرار دیتے۔ خالد مراد نے حفیظ اللہ چیمہ (سابق وفاقی وزیر ریلوے) کا بیان رقم کیا ہے:

''ایک مرتبہ میاں حضورؒ نے اس (عرف یعنی نوٹوں والی سرکارؒ) کے بارے میں ایک بیان جاری کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ''یہ خضر علیہ السلام کا فیضان ہے' غریبوں مسکینوں کا حق ہے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پراسرار بندے' طبع ثانی' ص 157)

22- یہ حقیقت ہے کہ نوٹوں والی سرکار کا تکوینی نظام مخصوص تھا لیکن اُنھیں نوٹوں سے دنیا داروں جیسی رغبت نہیں تھی۔ یہ اسی بے نیازی کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں روپے کی گٹھڑیاں اُن کے آستانے کے حجروں میں اِدھر اُدھر پڑی رہتیں۔ قاضی محی الدین' ایڈووکیٹ مرحوم نے لکھا ہے:

نوٹاں والی سرکار یوں مشہور ہوئے کہ اکثر عقیدت مند جو رقم بطورِ نذرانہ پیش کرتے وہ جمع ہو کر زرِ کثیر

Marfat.com

لاکھوں میں بن جاتا۔ اس کو بینک بھجوا کر ہر ہفتہ نئے نوٹوں میں تبدیل کرایا جاتا اور پھر ان نئے نوٹوں کی گڈیوں کے اوپر خاص خاص لوگوں سے دستخط کروائے جاتے۔ بعض وقت قریب بیٹھے تمام لوگوں سے بھی دستخط کروا لیے جاتے۔ اس راز کا علم انھیں ہی تھا' لیکن یہ ضرور ہے کہ اتنی کثیر رقم ان کے پاس ہونے کے باوجود اسے کبھی اپنی ذات پر خرچ نہ کیا بلکہ مسجد' لنگر یا کسی مالی امداد پر صرف ہوتی دستخط کے بعد عام دھوتی میں وہ نوٹوں کی گڈیاں باندھ کر حجرہ کے کونوں میں ڈال دیتے۔ شاید اتنی کثیر رقم کی جھلک دکھلا کر بھتیجے کی نگاہوں میں لالچ پیدا ہوا اور کچھ رقم جو رات سوتے ہوئے مسجد میں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے سرہانے رکھی تھی اس کو لوٹنے کے لیے پستول کی گولی مار کر شہید کر دیا اس طرح نوٹوں کو اپنی شہادت کا ذریعہ بنا لیا۔

ویب سائیٹ ''نوٹاں والی سرکارؒ'' www.notanwalisarkar.com/urdu.html

23۔ نوٹوں والی سرکارؒ کبھی تو آستانے سے رُخصت ہوتے' اپنے کسی عقیدت مند سے خود فرماتے کہ اللہ کے لیے کچھ پیسے دیتا جا۔ اور کبھی کسی کی لاکھوں روپے کی نذر قبول نہ کرتے۔ آپؒ کے اس استغناء کو دیکھتے ہوئے بھی کچھ لوگوں نے آپ کو نوٹوں والی سرکار کہنا شروع کر دیا۔ ایک بار چند امیر لوگ کاریں آئے اور انھوں نے میاں صاحبؒ کے قدموں میں نوٹوں کا ڈھیر لگا دیا۔ سب لوگ اتنی بڑی رقم کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انھوں نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا سرکار اسے قبول فرما لیں۔ آپؒ نے انھیں ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا: ''ابے! اٹھاؤ اس کو' یہ دنیا مردار ہے۔'' وہ منتیں کرتے رہے لیکن آپؒ نے وہ رقم قبول نہ کی چنانچہ وہ اسے اٹھا کر باہر نکل گئے۔

24۔ میاں حضورؒ کا نوٹوں کا معاملہ ایک خدائی فیصلہ اور تکوینی امر تھا۔ اس کی حکمتیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ دنیادار ان معاملات کی گہرائیوں تک رسائی نہیں پا سکتے۔ میاں حضورؒ کے نوٹوں کے حوالے سے اُس وقت کی خفیہ پولیس اور ایجنسیوں نے اپنے طور پر تفتیش کی۔ بہت سر مارا' لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں' اور تھک ہار کر چُپ ہو بیٹھ رہیں۔

سرگودھا کے پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''میری طرح ہزاروں احباب انھیں جاننے سمجھنے کی کوشش میں رہے لیکن کوئی بھی راز نہ پا سکا کہ میاں عبدالرشید کیا تھے؟ خفیہ ایجنسیوں نے 1965ع اور 1971ع کی جنگ میں ان کے بارے میں جاننے کی بہت کوشش کی لیکن میاں صاحبؒ کی قلبی ایجنسی کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہ جان

Marfat.com

سکا۔"

(ہارون الرشید تبسم' قبلہ میاں عبدالرشید' مضمون مشمولہ ماہنامہ نظام جمہوریت سرگودھا مئی 2000ع ---ص:25)

اسی ضمن میں لیاقت علی قریشی ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک دفعہ ملٹری کی ایک خفیہ ایجنسی کے کچھ لوگ سادہ کپڑوں میں میاں حضورؒ کے معاملات کا تفتیشی جائزہ لینے آئے۔ وہ آستانے میں پہلی بار آئے تھے۔ اُنھوں نے دروازے میں داخل ہوتے ہی مجھے (لیاقت کو) پوچھا کہ میاں صاحبؒ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ہم نے اُن سے علیحدگی میں کچھ تفتیش کرنی ہے۔ میں نے بتایا کہ یہاں سب کچھ اوپن ایئر (Open Air) ہے۔ میاں صاحب کسی سے علیحدگی میں بات نہیں کرتے۔ میں سے آنکھ کے اشارہ سے بتایا کہ۔ میاں حضور وہ کھڑے ہیں۔ اِس وقت میاں صاحبؒ کو اُن کے ایک چہیتے مرید (جسے وہ بہروپیا کہا کرتے تھے) نے اُنھیں بازوؤں میں لیا ہُوا تھا اور وہ اُن کے بوسے لیے جا رہا تھا۔ آپ اُسے گالیاں دے رہے تھے۔ ابے ماں کے۔۔۔ چھوڑ' تیری ایسی تیسی کر دوں گا۔ پھر آپ نے دروازے میں کھڑے آدمیوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "وہ دیکھ آرمی والے آئے ہوئے ہیں' تیری تفتیش کر لیں گے۔" اُدھر آرمی والوں نے کہا' یہ واقعی ولی اللہ ہیں۔ ان کے معاملات خدائی ہیں اور ہماری تفتیش سے بالاتر ہیں۔ وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر ---ص29)

25۔ میاں حضورؒ بعض اوقات اپنا دامن مبارک جھاڑتے تو کرنسی نوٹ زمین پر گرنے لگتے۔ ایک ایسا ہی واقعہ انور علی بریگیڈیر نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک DSP آستانے کے دروازے پر ڈنڈا اہلاتا ہُوا' غرور سے پھر رہا تھا۔ مَیں (انور علی) نے اُسے کہا یہ شہنشاہ کا آستانہ ہے' یہاں عاجز ہو' اُس نے زور سے کہا کہ مَیں تو تمھارے میاں صاحب کو گرفتار کرنے آیا ہوں' کیونکہ وہ نوٹ چھاپتا ہے۔ اُس وقت میاں حضورؒ مسجد کی لیٹرینوں کی صفائی کر رہے تھے۔ آپ نے DSP کی گستاخانہ آواز سُنی تو لیٹرینوں سے باہر نکلے اور اُسے گالی دے کر فرمایا۔ تیرے دو بچّے مار دوں گا۔ تو مجھے کیا گرفتار کر سکتا ہے؟ بہر حال وہ کچھ تکرار کے بعد' اونچی بولتا' باتیں بناتا اور دھمکیاں دیتا ہوا' چلا گیا۔ اگلے دن اُسے ہوم سیکریڑی کا فون آیا کہ اُسے نوکری سے برخاست DISMISS کر دیا گیا ہے۔ تب اُسے ہوش آیا اور وہ میاں صاحب کے ایک سچے عقیدت مند اسلم غوری DSP کو لیکر آیا۔ میاں صاحب نے اُس گستاخ کی خوب بے عزتی کی لیکن وہ معافی مانگتا رہا۔ جب اُس کی منّت سماجت بہت بڑھ

Marfat.com

گئی تو میاں حضورؒ نے فرمایا" چل بے! دیگ پکالے۔" اب وہ آستانے میں پکتی ہوئی دیگ کے پاس بیٹھ گیا۔ پہلے اُس کی آنکھوں میں دُھواں بھرا' جب خوب پانی نکل گیا تو میاں صاحبؒ نے فرمایا" چل بے' پیاز کاٹ لے۔" وہ آٹومیٹک مشین کیطرح پیاز کاٹنے لگا۔ جب اُس کی آنکھوں سے پانی بہنے کی رہی سہی کسر بھی نکل گئی' تب کہیں اُسے معافی ملی۔ جب وہ واپس جانے لگا تو میاں صاحب اُس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور اپنی قمیض مبارک کے خالی دامن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھاڑا۔ اس کے ساتھ ہی نئے نئے نوٹ اُن کے دامن سے جھڑ جھڑ کر نیچے گرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر نوٹوں کا ڈھیر لگ گیا۔ آپؒ نے فرمایا" ابے او پُلسیے! دیکھ لیا' ایسے چُھپتے ہیں یہاں نوٹ"۔ وہ معافی مانگتا اور منتیں کرتا ہُوا آستانے سے نکل گیا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر۔۔۔ص 23)

26۔ میاں حضورؒ تمام تر سخاوتوں کے باوصف حساب کتاب کے کھرے تو تھے ہی' اُدھار دی ہوئی رقم یاد رکھتے اور متعلقہ شخص سے رقم واپس لیتے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ ان کا ایک روپیہ بھی مار لیتا' اگر کوئی ان کے پیسے اٹھا بھی لیتا تو آپ بہانے بہانے سے اسے یاد دلا دیتے اور روپے نکلوا کر چھوڑتے۔ اگر کسی نے کسی کو میاں حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ روپے دیئے اور وہ بھول گیا' تو بھی میاں حضور کسی نہ کسی طریقے سے اسے یاد دلا دیتے۔ کوئی چالاکی وغیرہ ان کے حضور چل ہی نہیں سکتی تھی' اس ضمن میں راقم الحروف کا ذاتی واقعہ ہے کہ ایک بار میں نے میاں حضورؒ سے ملنے کا ارادہ کیا' بس میں بیٹھا تو گوجرے کا ایک دوست" بھولا" جس کی فیصل آباد میں دکان تھی' اڈے پر مل گیا۔ اس نے پوچھا' کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا" حضرت میاں صاحب کو سلام کرنے' اس نے آہ بھری اور دکھ سے کہا" اچھا تم جاؤ' کبھی اللہ ہمیں بھی لے جائے گا۔" دراصل ان دنوں اس کے مالی حالات بہتر نہیں تھے اور اسے کرایہ وغیرہ کا مسئلہ درپیش تھا' میں نے کہا کہ تم میرے ساتھ آ جاؤ' مختصراً وہ میرے ساتھ فلائنگ کوچ میں بیٹھ گیا۔ میں نے میاں حضور کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے سو سو کے پانچ نوٹ الگ جیب میں رکھے ہوئے تھے۔ جب سفر شروع ہوا تو میرے ذہن میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ" بھولے" کے کرائے کا دو سو روپیہ میاں حضورؒ کی رقم سے کٹ گیا' اب میں انھیں تین سو روپیہ پیش کروں گا۔ جب میں آستانے میں پہنچا' میں نے تین سو روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا' آپ نے قبول فرما کر جیب میں رکھ لیا اور میرا کان مروڑتے ہوئے فرمایا" ابے او پروفیسر! نکال میرا دو سو روپیہ' تجھے شرم نہیں آتی' کسی کے کرائے کے پیسے میرے کھاتے میں ڈالے۔" اب جو گھبراہٹ میں' میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو

Marfat.com

سو سو کے چار نوٹ نکل آئے‘ میں نے خاموشی سے سارے پیش کر دیئے‘ آپ نے جیب میں رکھتے ہوئے‘ بڑے حافظ جی شفیق صاحب سے فرمایا’’ حافظ جی! یہ سمجھیں‘ چالاکی کر جائیں گے‘ اب میں چالاکی نہ کرنے دوں‘ دیکھو اب دو سو جرمانہ بھی دینا پڑا۔‘‘

27۔ اگرچہ ایسے اَن گنت واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعی ’’نوٹوں والی سرکارؒ‘‘ تھے لیکن یہ پیش نظر رہے کہ نوٹوں کو آپ نے کبھی اپنے آرام و آسائش پر خرچ نہیں کیا۔ سادہ لباس‘ سادہ غذا‘ سادہ رہن سہن‘ فرش زمین پر سونا‘ ننگے پاؤں شہر میں گھوم لینا‘ یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ آپ نے نوٹوں کو اپنی ذات پر کبھی خرچ نہیں کیا بلکہ نوٹوں کو مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف رکھا۔ حضرت عبیداللہ احرارؒ بہت بڑے ولی ہوئے ہیں‘ وہ اپنے وقت کے امیر ترین آدمی تھے‘ ان کے گھوڑوں کی رکابیں تک سونے کی تھیں لیکن وہ بھی ساری دولت کو خدمت خلق کے لئے وقف رکھتے تھے۔ ایک شاعر نے انھیں دیکھ کر جب اپنے دل میں سوچا کہ:

ع ’’نہ مرد آنکس کہ دنیا دوست دارد‘‘

(وہ (کامل) مرد نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھے۔) تو حضرت عبیداللہ احرارؒ نے زور سے فرمایا:

ع ’’اگر دارد برائے دوست دارد‘‘

(اگر (دنیا کو) دوست رکھے بھی تو دوست (اللہ تعالیٰ) کے لیے رکھے)

یہی حال میاں حضور کے نوٹوں کا تھا۔ وہ نوٹوں والی سرکارؒ تھے لیکن نوٹ اللہ کی مخلوق کیلئے وقف تھے۔ ان کی ذاتی جاگیر‘ جائیداد‘ بینک بیلنس کچھ نہ تھا۔ حاجی عبدالسلام بھوراؒ نے مجھے اپنے انٹرویو میں بتایا تھا کہ جب میاں حضورؒ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے والد مولوی عبدالمجید نے اُنھیں کمیلے (مذبح‘ ذبح خانہ) بھیجنا شروع کیا‘ تو اُن دنوں بھی میاں صاحبؒ اگرچہ سکول میں پڑھتے تھے لیکن آپ کو روپے پیسے سے کچھ غرض نہیں ہوتی تھی۔ مزدوری میں جو ملتا‘ لا کر باپ کی ہتھیلی پر رکھ دیتے۔ باپ ذاتی خرچ کیلئے کچھ دیتا بھی تو آپ باہر آ کر کسی دیوار کی درز یا کسی جھاڑی میں چھپا دیتے اور پھر وہاں سے کبھی نہ نکالتے۔

عبدالمجید صاحب کلرک (گورنمنٹ کالج گوجرہ) نے بتایا کہ یہی طریقہ اُن کا گوجرہ میں بھی تھا اور ایسا ہی بیان محترم محبوب علی نادر صاحب نے بھی دیا کہ چنیوٹ میں بھی میاں صاحبؒ کا یہی اُصول تھا۔ یہاں آپ نے ایک قصاب کے ہاں بھی مزدوری کی تھی لیکن مزدوری کے پیسے ہمیشہ کسی جھاڑی یا پھولوں کے گملے یا دیوار کے سوراخ میں رکھ لیتے اور پھر کبھی وہاں سے نکالنے نہ جاتے۔ جس کسی کو پتہ چلتا‘ وہ نکال لیتا۔ یہ امر اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے

Marfat.com

کہ آپ پیدائشی طور پر غنی طبع تھے اور دنیاوی نوٹوں سے اُنھیں کوئی ذاتی غرض نہیں تھی۔ وہ نوٹوں والی سرکار بھی ذاتی نوٹ پسندی کیلئے نہیں بنے بلکہ حاجتمندوں اور غرباء کو نوٹوں سے نوازتے رہنے کی وجہ سے بنے۔

28- یہ طے ہے کہ میاں حضورؒ نے اگر کسی کے گلّے سے نوٹ لیے بھی تو ہمیشہ اپنے ہی نوٹ لیے اور گلّے میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ اگر کوئی اس حقیقت کو پا نہ سکا اور اس نے میاں حضورؒ کا ہاتھ روکنے کی کوشش کی تو اسے بے پناہ سزا کا سامنا کرنا پڑا۔ 1957ء کا ایک ایسا ہی واقعہ محبوب علی نادر نے بھی مجھے خط میں تحریر کیا جس کے مطابق' میاں حضورؒ کی برادری کے ایک شخص بشیر احمد بہت مفلوک الحال تھے۔ اُن کا کوئی کاروبار نہیں تھا۔ چنیوٹ کے ریل بازار میں ''غریب ہوٹل'' تھا جس میں میاں حضورؒ اکثر کھانا کھاتے اور چائے پیا کرتے تھے۔ غریب ہوٹل کے قریب ہی ثناء اللہ کریانے والے کی دکان تھی۔ یہاں پر بابا بھورا بھی ہوتے تھے۔ ایک دن میاں حضورؒ غریب ہوٹل سے نکلے تو ثناء اللہ سے پان کھانے کے لئے رُک گئے۔ اسی اثناء میں بشیر احمد بھی آ گئے۔ ان کی مالی حالت کی خستگی کے پیش نظر بابا بھورا نے میاں حضورؒ سے عرض کیا کہ اس کے لئے کوئی دعا کر دو۔ اللہ اس کو کاروبار دے۔ میاں حضورؒ نے فرمایا ''چل لا پان کی ایک کترن۔ جب اُس نے پان کا ٹکڑا پیش کیا تو میاں حضورؒ نے پسی ہوئی سُرخ مرچ کی چٹکی پان میں بھر کر اپنے ہاتھ سے پان بشیر احمد کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا۔ ''لے بے کھا لے' تو لاہور کا بادشاہ ہو گیا'' چند دن بعد ہی بشیر نے ہڈیوں کے کباڑ کا کاروبار شروع کیا۔ انھیں بیرونی ممالک سے دھڑا دھڑ ٹھیکے ملنے لگے اور وہ ہڈی سپلائی کے بہت بڑے ٹھیکیدار بن گئے۔ اُن کا نام ''سیٹھ ہڈی والا'' مشہور ہو گیا۔ بشیر احمد کا تعلق میاں حضورؒ کی برادری ہی سے تھا۔ برادری والے اُسے بشیر ہڈی والا کہنے لگے۔

لاہور میں آسٹریلیا بلڈنگ کے پاس اُس کے دفاتر کھل گئے اور وہ لاہور کے امیر لوگوں میں شمار ہونے لگے۔

واضح رہے کہ یہی بشیر صاحب آستانہ کے لانگری تایا ظفر کے حقیقی بھائی تھے اور حافظ جی عبدالستار عرف تارا انہی بشیر ہڈی والا کے صاحبزادے تھے۔ حافظ عبدالستار نے ہی اس کہانی کا دوسرا حصّہ سنایا۔ ان کے بقول ''ہم بہت امیر ہو گئے۔ میاں حضورؒ کبھی کبھار ہمارے آفس آتے اور گلّے کے پاس گدّی پر تشریف رکھتے۔ آپ گلّے کا منہ کھولتے اور حسبِ منشاء وہاں سے نوٹ لیکر اپنی جھولی میں ڈال لیتے۔ میرے والد بشیر احمد تو خوشی سے جھوم جاتے لیکن میرا ایک بھائی (جو عموماً گدّی پر بیٹھتا تھا) بُرا مناتا۔ وہ ہمیشہ باپ کو کہتا کہ یہ مست ملنگ ہمارے نوٹ لے جاتا ہے' اسے روکو! بشیر صاحب اُسے کہتے یہ نوٹ انہی کے ہیں۔ جب ہمیں کمی نہیں

Marfat.com

آتی، تو کیوں تردّد کرتے ہو؟

ایک دن میاں حضور تشریف لائے، گدّی پر بیٹھے اور گلّہ کھول کر روپے اپنی جھولی میں ڈال لئے۔ بھائی اسے برداشت نہ کر سکا اور اُس نے اپنے ہاتھ سے میاں حضورؒ کا بازو جھنجھوڑ کر بے ادبی کر دی۔ میاں حضورؒ نے غصّے سے بشیر کی طرف دیکھا، وہ بہت شرمسار تھے، وہ میاں حضورؒ سے نگاہیں چار نہ کر سکے اور خجالت سے سر جھکا لیا لیکن انھیں توفیق ہی نہ ہو سکی کہ وہ بیٹے کو سزا دیتے۔ میاں حضورؒ نے وہ نوٹ جھولی جھاڑ کر وہیں زمین پر پھینک دیئے، آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ''لے مولا! میں چلا''...... پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے بشیر ہڈی والا کا کاروبار تباہ ہو گیا، وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے اور مرتے دم تک آسودہ خاطر نہ ہو سکے۔ علامہ اقبال نے سچ کہا تھا ۔

نیشتر در قلبِ درویشاں مزن

خویش را در آتشِ سوزاں مزن

29۔ مظفر خان (تلہ گنگ) نے لکھا: ''میاں حضور، نوٹاں والی سرکارؒ ہیں، نوٹ آپؒ کی شان سے کمتر ہیں، یہ تو مادہ پرستی کے خلاف، سرکار کا جہاد تھا۔''

(مکتوب بنام افضال احمد انور محررہ 1995/9/18 ص 1)

30۔ فیصل آباد کے مولانا مجاہد الحسینی نے ایک دفعہ آپ کو اسٹیشن والی مسجد میں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ کے سجدے کی جگہ پانچ سو روپے کا نوٹ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے وہ نوٹ نہ اٹھایا اور سجدے میں آپ کا ماتھا اس نوٹ سے مس بھی ہوتا رہا۔ وہ بڑے حیران بلکہ پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہے؟ پھر خود انہوں نے تجزیہ کیا کہ یہ تو قلندر پاک آج کے مادی دور کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ لوگوں نے پیسوں یعنی دولت کو اپنا قبلہ وکعبہ بنا رکھا ہے۔

(اخبار ''شجاعت'' سرگودھا' میاں عبدالرشید قلندر نمبر' 1986ء ص 4)

31۔ اگرچہ نوٹوں کو اپنے پاس رکھنا' نئے نوٹ پسند کرنا' پُرانے نوٹوں کو فیصل آباد کے اسٹیٹ بینک سے نئے نوٹوں میں تبدیل کرانا' ان نئے نوٹوں پر جس سے چاہنا اُس سے دستخط کرانا' پھر ان دستخط شدہ نئے نوٹوں کو سرگودھا کے بینک میں تبدیل کرا کے پُرانے نوٹ لینا۔۔۔ وغیرہ میاں صاحبؒ کے معمولات کا لازمہ تھے' لیکن آپ اس راستے کی آزمائشوں اور مشکلات کو بخوبی جانتے تھے۔ میاں صاحب پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی دنیادار نوٹوں کے ان تکوینی امور پر گہری توجہ دے یا ان میں دخل دے۔ ایک ایسا ہی واقعہ چودھری محمد امین

32۔ صاحب نے ڈاکٹر غلام علی مسافر کو بتایا۔ ایک روز میاں سرکارؒ جیب سے نئے نئے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر

Marfat.com

صف پر رکھ رہے تھے۔ میری (چودھری امین کی) تمام توجہ ان نوٹوں پر تھی۔ پہلے ایک ہزار کے نوٹوں والی گڈی نکالی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ ایک لاکھ روپے ہیں۔ پھر آپؒ نے 500 والی گڈی نکالی۔ مَیں نے دل میں کہا ایک لاکھ پچاس ہزار ہو گئے۔ پھر سَو سَو روپے والی گڈی نکالی۔ مَیں نے حساب لگایا کہ اب ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہو گئے۔ اِتنے میں آستانے کا خادم چائے لے آیا اور میری طرف کپ بڑھاتے ہوئے کہا ''چائے پی لیں۔'' مگر میری تمام توجہ صرف نوٹ گننے میں تھی لہٰذا مَیں نے اُس کی سُنی ان سُنی کر دی۔ سرکارؒ نے فرمایا:

''بَنیا بَنا حساب کر رہا' اب! چائے پی لے۔''

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ---ص 6)

گلی' گلی گھوم پھر کر سلائی مشینیں ٹھیک کرنے کا کام کرنے والے بابر علی ولد علی شیر' کوثر آباد' فیصل آباد نے بتایا کہ:

ایک دفعہ میں آستانے میں حاضر تھا آپؒ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ جاؤ باہر قبرستان سے درختوں کے پتے اور کچرا وغیرہ اکٹھا کر کے لے آؤ۔ وہ ایک بڑی سے گٹھڑی باندھ کر لے آیا۔ جب اس نے گھٹڑی نیچے رکھی تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ میاں حضورؒ نے اسے بھی چائے پلائی۔ چائے سے فارغ ہوئے تو آپؒ نے اس گٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''اب اس میں کیا ہے؟'' لانے والے نے عرض کیا کہ سرکار آپؒ نے فرمایا تھا کہ درختوں کے نیچے سے پتے اور کچرا' اکٹھا کر لاؤ۔ میں وہ لے آیا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا: ''اسے کھولو' کھولا گیا تو سب حاضرین نے دیکھا کہ سوسو اور پچاس پچاس کے بالکل نئے نوٹوں کی گڈیاں تہہ در تہہ بندھی ہوئی تھیں۔'' ہم سب حیران رہ گئے۔ آپؒ نے غصے سے فرمایا ''اب او! مجھے اتنا گندہ کچرا بھی نہیں چاہیے: جاؤ اسے باہر' ادھر ہی پھینک آؤ۔ جب اس نے وہ گھٹڑی اٹھائی تو میں بھی چند آدمیوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا اس نے باہر نکل کر قبرستان کے اندر درختوں کے نیچے اسے پھینک دیا۔ جب اس نے گٹھڑی کھولی اور ان پتوں کو زور سے پھینکا تو ہم سب یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ وہ نوٹ دوبارہ کچرا اور پتے بن چکے تھے۔

آپ جس چیز کو چاہتے' اسے ہی نیا نوٹ بنا لیتے' جیسے کوئلے' سبزی' پھل وغیرہ۔

(اس کی تفصیل کیلئے دیکھئے باب ''ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے'')

32۔ مندرجہ بالا وجوہ میں سے ہر ایک میں صداقت ضرور موجود ہے لیکن اصل راز اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ عام

Marfat.com

اِنسانوں کے لیے یہ یقینی طور پر ایک پُراسرار معاملہ ہے۔ اولیاء اللہ کے ہاں ایسے معاملات تکوینی امور سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ گوجرہ کے پینٹر رفیق کا بیان کردہ ایک واقعہ اِس کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

میاں صاحبؒ نے مجھے (رفیق پینٹر) اور گوجرہ کے رہائشی بشیر پردیسی مرحوم STE ریلوے کو حکم دیا کہ یہ نوٹ تڑوا کر لاؤ۔ ہزار ہزار والے نوٹوں کے پیکٹوں کی ڈھیری لگا دی۔ رقم لاکھوں میں بنتی ہوگی۔

بشیر پردیسی صاحب (STE ریلوے) نے اگلی صبح لاہور ٹرین کے ساتھ ڈیوٹی پر جانا تھا اور اسی روز شام واپسی تھی۔ میں پردیسی صاحب کے ساتھ ہولیا۔ اسٹیٹ بنک لاہور سے چھوٹے کرنسی نوٹوں کی ریز گاری بآسانی مل گئی۔ اڑھائی من کی بوری ہوگی۔ گاڑی میں بحفاظت لے کر گوجرہ پہنچ گئے۔ میاں صاحبؒ ہمیں کواپریٹو بنک گوجرہ کے باہر مل گئے۔ ملتے ہی پوچھا کہ لے آئے ہو؟

ہم نے بوری وہیں زمین پر رکھ دی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے وہ امانت میاں صاحبؒ کے سپرد کر دی اور اپنی ڈیوٹی سرانجام دیدی۔ وہیں کھڑے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ چند ہی لمحوں میں مشرقی سمت سے قاعداعظم بازار سے سیاہ رنگ کی ایک کار آ کر میاں صاحبؒ کے پاس آکر رکی، جس میں ایک سیاہ رنگ کا لمبا تڑنگا یعنی بہت قد آور شخص باہر نکلا، اس نے کسی سے کوئی بات کیے بغیر، وہ نوٹوں کی بوری اٹھائی، اپنی گاڑی کی ڈگی میں رکھی اور خاموشی سے رفو ہوگیا۔ نہ وہ کسی سے کچھ بولا اور نہ کسی نے اس سے کوئی بات کی۔ میاں حضور بھی خاموشی سے بینک کے اندر چلے گئے۔ آج تک ہم اس کا راز نہیں سمجھ سکے۔

33۔ راقم الحروف کو ایک روایت ایسی بھی پہنچی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عُرف ''نوٹوں والی سرکارؒ'' خود میاں حضورؒ کو پسند تھا۔ اس سلسلے میں ہمارے ایک بزرگ پیر بھائی ملک اورنگ زیبؒ (مدفون تھانہ بھون) نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔ بندہ نے ایک دفعہ آستانہ کی مسجد میں حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے حضرت میاں محمد بخش صاحب کے سیف الملوک کے اس شعر

پیر مرا ہے دمڑی والا' پیراے شاہ قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا 'دوہاں جہاناں اندر

کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مرشدِ کریم حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے اس طرح باآوازِ بلند پڑھا:

پیر مرا ہے زلفوں والا' میاں رشید قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا 'دوہاں جہاناں اندر

میاں حضورؒ نے سُنا تو فوراً فرمایا کہ اس طرح کہو ''نوٹوں والا۔'' مَیں نے تبدیلی کے ساتھ یہ شعر یوں پڑھا:

Marfat.com

پیر مرا ہے نوٹاں والا پیر رشید قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا ' دوہاں جہاناں اندر

پھر یہ معمول بن گیا کئی دفعہ خود فرما کر مجھ سے سنا اور پسند فرمایا۔

(محمد اورنگزیب حکیم' حدیثِ نعمت (مضمون) مشغولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1 ' شمارہ نمبر 8 ' مئی 2000ء ' ص -- 11 تا 14)

ملک اورنگزیبؒ کی اس گواہی سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عرف خود میاں حضورؒ کو نہ صرف قبول تھا بلکہ پسند بھی تھا۔ مندرجہ بالا وجوہ کے علاوہ بھی کچھ وجوہ ہو سکتی ہیں' بہر حال یہ تو طے ہے کہ ان میں سے ہر سبب میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہے۔ (وَاللہ اعلم بالصواب)

اس امر میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں' ملک بھر کے عوام و خواص میں آپؒ ''نوٹوں والی سرکارؒ'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ پنجابی بولنے والے عقیدت مند 'نوٹوں والی سرکارؒ'' کہتے ہیں۔

◆◆◆

شہادت سے پہلے

یہ دنیا جائے فانی ہے۔ یہاں ہر نفس نے بالآخر موت کا مزا چکھنا ہے۔ مرنا تو سب نے ہے لیکن اللہ کے پیاروں کی موت بھی پیاری ہوتی ہے۔ میاں حضورؒ بھی شہادت کے درجے سے نوازے گئے' جو بڑے مرتبے اور سعادت کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ میاں حضورؒ تو ہر آدمی کے دِل کو پڑھ لیتے تھے اُن کی دعا سے دنیا کی مشکلات حل ہوتی تھیں۔ جب اُن کی نگاہ سے تقدیر تک بدل جایا کرتی تھی' تو وہ اپنے قاتل کو کیوں نہ پہچان سکے؟ اس کے وار سے خود کو کیوں نہ بچا سکے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل معاملہ اللہ کی رضا کو ماننا ہے۔ تمام اولیائے کرام اور انبیائے عظام نے بھی ذائقہ الموت صرف اپنے اللہ کی رضا کے تحت چکھا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کے فقرِ اختیاری کی طرح ان کے دیگر فیصلے بھی باذن اللہ اختیاری ہوتے ہیں۔ میاں حضورؒ نے روحانیت کی تمام اعلیٰ منازل طے کر لی تھیں اور ولایت کے عظیم درجوں پر فائز تھے' بس شہادت کے اعلیٰ رُتبے کا ملنا باقی تھا' اسی لئے اُنھوں نے اپنے ربِّ ذوالجلال کی مشیّت کے سامنے سرِ

Marfat.com

تسلیم خم کر دیا' ورنہ یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنی شہادت کے واقعے کو شروع ہی سے جانتے تھے۔ وہ نہ صرف قاتل کو پہچانتے تھے بلکہ بارہا اشاروں ہی اشاروں میں دوسروں کو بھی نشاندہی کرا چکے تھے۔ میاں صاحبؒ مادرزاد ولی تھے اور شروع ہی سے باذن اللہ جانتے تھے کہ وہ شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز کیے جائیں گے۔ اس ضمن میں مختلف عقیدت مندوں کو مختلف مشاہدے اور تجربے ہوئے۔ بعض واقعات قابلِ ذکر بھی ہیں اور قابلِ غور بھی۔

یہ واقعہ میاں حضورؒ کے بچپن کے دوست' پانی پت کے سابق رہائشی پیر بخش صاحب نے بیان کیا۔ پانی پت سے پانچ' چھے میل دور سونی پت کا قصبہ ہے' یہاں سے ایک خوانچہ فروش منیاری کا سامان خصوصاً کوکے تیلیاں (ناک کا زیور) بیچنے پانی پت آیا کرتا تھا۔ وہ گلی گلی آواز لگا کر اپنا سامان بیچا کرتا تھا' ایک دفعہ وہ صبح ہی صبح' سونی پت سے آتے ہوئے پانی پت کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ پانی پت کے چودھریوں کے خاندان (میاں صاحبؒ کا خاندان چودھریوں کا خاندان کہلاتا تھا) کا لڑکا عبدالرشید قتل ہوا پڑا ہے۔ کسی ظالم نے اسے یوں قتل کیا تھا کہ سر کہیں تھا' بازو کاٹ کر کہیں پھینک دیے گئے تھے اور ٹانگیں کہیں پڑی تھیں۔ ہر طرف خون ہی خون تھا' اردگرد گھنے درخت تھے۔ وہ یہ خوفناک منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور میاں حضورؒ کے والد کے گھر کی طرف بھاگا' جب وہ گھر کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہی مقتول لڑکا عبدالرشید اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا مسکرا رہا ہے اور اس کے بولنے سے پہلے ہی کہنے لگا ''چل بے چل' اپنا کام کر' قتلوں کی خبریں نہیں دیتے۔ ابے تو نے خواب دیکھا ہے یا میرا بڑھاپا!!''۔ وہ یہ سن کر بہت پریشان ہوا کہ مقتول تو صحیح سلامت ہے' تو پھر وہ مقتول کون تھا؟ وہ دوبارہ سونی پت کی طرف بھاگا اور جائے وقوعہ پر پہنچا تو وہاں کوئی نعش تھی نہ خون' وہ یہ دیکھ کر اور بھی حیران رہ گیا۔ (اس واقعہ میں میاں حضورؒ نے ''میرا بڑھاپا دیکھا'' فرما کر بچپن ہی میں اپنی شہادت کی خبر بھی دے دی تھی۔)

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ایک دفعہ سرکارؒ فیصل آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا سوتیلا بھائی عبدالغفار بھی تھا۔ اور عبدالغفار کا بیٹا عبدالخالق عرف خالد بھی تھا۔ (بعد میں اسی خالد نے 1994ء میں میاں حضورؒ کو شہید کیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ تقریباً سات آٹھ سال کا بچہ تھا۔ میاں حضورؒ نے اس کی طرف اشارہ کر کے مجھے فرمایا: ''ابے بھنگی! یہ مجھے قتل کرے گا' یہ اپنے دور کا شمر ہوگا۔''

انھی عبدالرحمان عرف بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ایک دفعہ میں (عبدالرحمان) نے میاں حضورؒ سے اپنے بھائیوں کی شکایت کی اور عرض کیا کہ سرکار! بھائی مجھے نہیں مانتے۔ آپؒ نے فرمایا: '' میرے بھائی کب مانتے ہیں۔ ابے او بھنگی! یہ بات مکے سے چلی ورنہ ہمارے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کیوں جاتے۔''

Marfat.com

شہادت سے کئی برس پہلے آپؒ نے اپنے ایک خاص عقیدت مند رفیق قریشی کو اپنی قبر کی جگہ (لھوڑے کے پاس) کی نشاندہی بھی کر دی تھی۔

میاں حضورؒ اکثر فرمایا کرتے ''اے میں شاہ فیصل ہوں'' (اس میں یہ راز ہوتا کہ شاہ فیصل کی طرح مجھے بھی میرا بھتیجا شہید کرے گا۔)

خالد مراد کے بقول:

'' ایک مرتبہ میں راقم الحروف (خالد مراد) خالد خان صاحب کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ وہاں رفیق قریشی صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اتنے میں آپؒ تشریف لے آئے اور دروازے کی دونوں چوکھاٹیں پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریشی صاحب سے مخاطب ہوئے: اوبے قریشی کہاں بیٹھا ہے؟ یہاں تو میاں جی کی قبر ہے۔'' یہ بات آپؒ نے اپنی شہادت سے کئی برس قبل فرمائی۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 81 5)

خالد مراد تحریر کرتے ہیں:

'' جمشید علی صاحب (راولپنڈی) فرماتے ہیں ''میاں حضورؒ کی خدمت میں میری حاضری بچپن سے ہے۔ میری پیدائش پر بھی میرا نام میاں حضورؒ نے ہی رکھا تھا۔ ایک دن میں حاضرِ خدمت ہوا' تو میرے دل میں آیا کہ میاں حضورؒ پردہ کر جائیں تو آپؒ کا مزار مبارک کہاں بنایا جائے۔ آپؒ کو میرے دل کی بات کا کشف ہو گیا۔ آپؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور لکڑیوں والی جگہ پر لے گئے اور فرمایا'' میرا مزار یہاں بنے گا۔'' خیر چند سال بعد آپؒ کو شہید کر دیا گیا اور آخر یہیں پر آپؒ کا مزارِ مقدس تعمیر کیا گیا۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 103)

یہ یقینی امر ہے کہ میاں حضورؒ کو بفضلہ اپنی شہادت کا پہلے سے علم تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے شہادت سے پانچ چھ سال پہلے ہی اپنا مستقل قیام مسجد میں کر لیا تھا۔ آپؒ نے اپنی شہادت کے کچھ دن پہلے اس جگہ کی نشاندہی فرما دی تھی' جہاں آپؒ کی قبر مبارک بنے گی۔ شہادت سے ایک دن پہلے آپؒ نے مزار مبارک کی جگہ بھی خود صاف کروا دی تھی۔

شہادت سے پہلے یوں لگتا تھا جیسے سرکارؒ اب دنیا سے کنارہ کش ہو رہے ہوں اور ساری چیزوں کو بھی سمیٹ رہے ہوں۔ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ایک خاص سنجیدگی اُن پر طاری رہتی۔ اُنھوں نے آستانے میں استعمال کی

Marfat.com

چیزیں (جیسے لالٹین، بستر، تھرموس وغیرہ تعداد میں کم کرنا شروع کر دیئے تھے۔

عرصہ پہلے آپ نے حاجی ظفر علی احسن کو ایک اشارہ دیا تھا کہ ''مجھے سرگودھا سے جانا ہے' قلندر صاحب بلاویں۔ جب میں پہنچوں گا' پانی پت میں رقعہ پڑ جائے گا۔ کہ جھلاّ آ گیا' جھلاّ آ گیا۔

(شمس صاحب فیصل آبادی کے گھر پیپلز کالونی میں پیر بھائیوں سے خطاب) اس فقرے میں رقعہ پڑ جائے گا' کا مطلب ہے کہ گھر گھر چرچا ہو جائے گا۔ یہ خاص پانی پتی اُسلوب ہے۔

سرکار میاں صاحبؒ اپنی جوانی اور بڑھاپے کے آغاز میں بے حد جلالی تھے۔ تب اُن کی باتیں بھی بعض اوقات سمجھ نہیں آتی تھیں۔ وہ عقیدت مندوں کا امتحان بھی بہت زیادہ لیتے تھے۔ وہ سختی کا ایسا وقت تھا کہ اُس کا تصوّر وہی کر سکتے ہیں' جنھوں نے میاں حضورؒ کی وہ کیفیت دیکھی ہے۔ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ان پر جمال اور سنجیدگی کی کیفیت غالب تھی۔ اب اُن کی سخاوت عروج پر تھی۔ ہر آنے والے پر صرف کرم ہی کرم ہوتا تھا۔ بعض کو آپ نے فرما بھی دیا کہ جی بھر کے کھالو' پھر تمھیں کس نے پوچھنا ہے؟ یا اتنی روٹیاں گھر لے جاؤ' پھر کون لے جانے دے گا وغیرہ۔

آستانہ عالیہ کے دیرینہ خادم محمد شفیع جیون نے راقم الحروف کو 24-10-2014 کی شب ٹیلی فون پر یہ واقع لکھوایا کہ یہ یکم جولائی 1994ع کی بات ہے۔ میاں حضورؒ کے حجرے میں مصلّوں کی تہہ لگی ہوئی تھی۔ میاں حضورؒ عصر سے مغرب تک مصلّے بچھاتے اور اٹھاتے رہے۔ میں بڑے غور سے ان کی یہ ادا دیکھ رہا تھا۔ آپؒ نے میری طرف دیکھا تو اونچی آواز سے حافظ جی شفیق سے فرمایا: ''حافظ شفیق! جب اس حجرے سے شہباز قلندر نکل جائے گا' تب یہ جیون سر پکڑ کر روئے گا۔ مجھے اس فقرے کی سمجھ نہ آئی لیکن 22 دنوں بعد جب آپؒ 23 جولائی 1994ع کو شہید ہوئے تو اسی دن سیہون شریف کے گنبد کا کلس نیچے آ رہا' جس سے وہاں سات آدمی شہید ہو گئے۔ تب مجھے میاں حضورؒ کے اس فقرے کی سمجھ آئی۔

فیصل آباد کے شیخ عبدالجبار عرف شہزادہ نے راقم کو بتایا کہ ایک بار میں آستانے میں حاضرِ خدمت تھا' میاں حضورؒ کی شہادت کے مہینے میں صفر کا چاند نظر آیا تو میاں حضورؒ آستانے کی سدری سے مسجد میں تشریف لائے۔ میں بھی وہاں آ گیا۔ آپؒ نے مجھے فرمایا ''اے شہزادے! صفر میں تو بڑے بڑے سفر کر گئے۔ دعا کیجیو میرا سفر خیریت سے گزرے۔''

شیخ عبدالجبار عرف شہزادہ کے علاوہ بھی بہت سے پیر بھائیوں نے راقم کو بتایا کہ میاں حضورؒ نے صاف

Marfat.com

صاف فرما دیا تھا:

''اب! اصفر میں بڑے بڑے سفر کر گئے۔'' لیکن اس وقت کسی کو اس کا مطلب سمجھ نہ آیا۔

حاجی سید کرامت حسین شاہ (ریٹائرڈ گروپ انسپکٹر ریلوے) نے لکھا ہے کہ آپ کی شہادت سے دس دن پہلے میری تین بیٹیاں اور ایک داماد قدم بوسی کے لئے سرگودھا میاں حضورؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے' حضور نے مجھ سے زیادہ اور ان کی والدہ سے زیادہ شفقت دی' یہاں تک کہ بچوں کے منہ میں آپ نے ہاتھ سے نوالے ڈالے ...... بچوں سے کہا' تمہارا والد کرامت کیوں نہیں آیا' بچوں نے کہا' حضور اگر آپ بلاتے تو آ جاتے۔ میاں حضورؒ نے فرمایا' اچھا جلد ہی اپنے باپ دادا کے لئے روتا ہوا آئے گا۔ ...... ٹھیک دس یوم بعد میاں حضورؒ نے شہادت پائی۔

(حالات میاں عبدالرشیدؒ از سید کرامت حسین شاہ غیر مطبوعہ مملوکہ ڈاکٹر افضال احمد انور' ص 14)

شہادت سے چند دن پہلے گوجرہ کے حکیم شبیر نور پوری حاضرِ آستانہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''اب حکیم جی! چار بسیں آئی ہیں۔ اب میں جس مرضی بس میں سوار ہو جاؤں۔''

اس عاجز افضال احمد انور کا کہنا ہے کہ میاں حضورؒ کے کمرے میں چار مصلّے بچھے رہتے تھے۔ حکیم شبیر نور پوری کی روایت کی چار بسوں اور آپؒ کے کمرے میں بچھے چار جائے نماز بے معنی نہیں بچھے ہوتے تھے۔ اہلِ حقیقت و معرفت کے نزدیک چار کا عدد جو اہمیت رکھتا ہے' وہ ظاہر ہے۔ طریقت کے چار سلاسل کا نام ہر کوئی جانتا ہے۔ کُھل کر کہا جا سکتا ہے کہ آپؒ پر چاروں سلاسل کے اولیائے کرام مہربان تھے۔ میاں حضورؒ کی ذات چاروں سلاسل کے فیوض و برکات کی حامل اور مظہر تھی۔

آستانہ کے اکثر خدّام اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ شہادت سے چند دن پیشتر قاتل عبدالخالق عرف خالد آپ کے پاس آیا۔ اُس نے رقم کا تقاضا کیا۔ آپ نے اُسے 500 روپیہ عطا کیا اور حکم دیا کہ وہ چلا جائے۔ آپ نے موجود لوگوں سے فرمایا۔ ''اسے نکال دو ورنہ یہ مجھے قتل کر دے گا۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم ص 188)

خالد مراد نے ہی اپنے ایک مکتوب بنام راقم الحروف محررہ 23-01-1995 میں بتایا کہ آپؒ کی شہادت سے ایک ہفتہ قبل جمعرات کے دن میں حاضرِ آستانہ ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد میں مسجد سے نکل کر آستانے میں آ گیا اور صحن میں سیڑھیوں کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد میاں حضورؒ بھی وہیں تشریف لے آئے اور میرے قریب فرش پر بیٹھ گئے۔ آپؒ نے مجھے میری خواہش پر ایک وظیفے کی اجازت دی اور دو وظائف مجھے اپنی طرف سے عطا

Marfat.com

فرمائے۔ اگلے روز جمعہ کے دن بعد از نمازِ عصر آپؒ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ آپؒ نے اجازت دے دی۔ میں نے ایک نیا کاروبار شروع کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؒ نے فرمایا: ''جو جی چاہے کرلیا کر۔'' یہ الفاظ آپ نے اس طرح مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں فرمائے تھے۔ جب میں نے جاتے ہوئے ہاتھوں کا بوسہ لیا تو فرمایا: ''اللہ نگہبان۔'' یہ الفاظ بھی آپ نے مجھے پہلے کبھی نہیں فرمائے تھے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مجھ سے ظاہری زندگی کی آخری ملاقات کر رہے تھے۔

(ماہنامہ اخبارِ سدید، لاہور کی جلد نمبر 1 'شمارہ نمبر 2' 1997ء 23)

محترمہ مسز عتیق قریشی صاحبہ میاں حضورؒ کی شہادت سے صرف چار دن پہلے کا واقعہ لکھتی ہیں۔ یہ آپؒ سے ان کی آخری ملاقات تھی۔

''19 / جولائی 1994ء کو آخری ملاقات ہوئی' میاں حضورؒ معمول سے ہٹ کر خاموش اور اداس نظر آئے' ہم نے آموں کی نذر پیش کی' آپ نے ایک طرف رکھ دیئے اور فرمایا ''ابھی کچے ہیں'' ہمیں آپ کی بے رغبتی پر بڑی حیرت ہوئی۔''

(مکتوب مسز عتیق قریشی' محررہ 31 / اگست 1995ء بنام افضال احمد انور' ص 8)

شیخ محبوب اصغر نے بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (یاد رہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو میاں حضورؒ کی شہادت 23 جولائی 1994ع کے ایک دن بعد سرگودھا کے ایک اخبار روزنامہ ضرورت میں شائع ہوا تھا۔ اولین شائع شدہ مضمون کے حوالے سے (بعض غیر مستند باتوں کے باوجود) اس کی اہمیت مسلّمہ رہے گی۔) وہ آپ کے قاتل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''شنید کے مطابق پیر صاحب کا یہی بھتیجا آپ کے قتل سے تین چار روز قبل پیر صاحب کے پاس آتا رہا' اور آپ اُسے دیکھ کر مریدوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اسے بھگا دو۔ اسے کہو کہ یہاں سے چلا جائے۔ یہ مجھ کو قتل کر دے گا۔ آپؒ کے حجرہ اور مسجد کے احاطہ میں ایک شخص کو شاہ شاہ کہہ کر بلاتے ہیں اُن کو سانپوں والی سرکار بھی کہتے ہیں۔ قتل سے دو روز قبل شنید کے مطابق پیر صاحب نے سانپوں والی سرکار سے فرمایا کہ میری قبر تو یہاں ہوگی تم بھی میرے قریب قبر بنانا اور واقعی پیر صاحب کی قبر اب بالکل اُسی جگہ پر ہے۔''

(روزنامہ ''ضرورت'' سرگودھا جلد 1 شمارہ 177-25 جولائی 1994ء کالم 4' ص 2)

Marfat.com

خالد مراد نے خرم بھٹی ولد اعجاز احمد بھٹی صاحب کی روایت بیان کی ہے کہ وہ شہادت سے تین دن پہلے اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ آستانہ میں میاں حضور کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سب کی موجودگی میں میاں حضورؒ نے حافظ جی شفیق صاحب (نابینا) سے فرمایا ''13/صفر کو دفتروں میں چھٹی ہوگی۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 188)

شہادت سے ایک روز قبل آپؒ نے وہاں سے تمام غیر ضروری چیزیں ہٹوادی تھیں اور وہ جگہ بالکل صاف کروادی تھی اور ایک چارپائی ڈال کر کچھ دیر آرام بھی فرمایا۔ پھر بڑے حافظ جی کا ہاتھ پکڑ کر لائے اور فرمایا ''میری قبر یہاں ہوگی۔'' لہٰذا آپؒ کی وصیت کے مطابق آپؒ کا مزار شریف اسی جگہ پر بنایا گیا۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 195)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

'' شہادت سے ایک روز پہلے گوجرہ سے منصور چوہان صاحب خانقاہ قلندر میں زیارت کیلیے وقت شام حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد منصور صاحب نے گوجرہ واپسی کیلیے اجازت چاہی تو قلندر اعظم نے فرمایا '' رات رہ جاؤ نہ جانے دوبارہ ملاقات ہو کہ نہ ہو ''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندر زماں' ص 205)

آستانہ کے ایک خادم غلام شبیر عرف کپڑے والا نے بتایا کہ میاں حضورؒ نے اپنی شہادت سے ایک دن پہلے جمعہ کے دن صبح ٹھیک ساڑھے دس بجے مجھے فرمایا: ''دیگچہ مانجھ دھولے۔ میں دیگچہ لے کر ٹونٹیوں کے پاس آیا اور اسے دھونے لگا۔ آپؒ میرے بالکل سامنے والی ٹوٹی کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: ''ابے کپڑے والے! یہاں سرگودھا میں ایک قلندر ہوا کرے تھا' اب وہ قصائی تھا لوگوں نے مار مرادیا اسے۔'' اگلے روز ہفتہ کے دن جب میں نے آپؒ کی شہادت کا اعلان سنا تو مجھے یاد آیا کہ مجھے تو حضورؒ نے کل ہی بتادیا تھا۔

گوجرہ کے صوفی امجد علی رشیدی نے مجھے ایک تحریر کے ذریعے بتایا کہ شہادت سے ایک دن پہلے' جمعہ کی اذان کے نزدیک' میاں حضورؒ کے پاس اُن کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہیں ایک سائل بھی حاضر ہوا۔ میاں حضورؒ نے تایا ظفر سے فرمایا: ''ابے اسے گیارہ روٹیاں دے دو۔'' ایک لمحے کے بعد فرمایا: ''دو اس کے حصے کی بھی دے دو۔'' اُس نے کہا کہ مجھے اتنی روٹیاں نہیں لینی۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا ''ابے او! لے لے' پھر تجھے کون دے گا؟'' (یہاں تیرو روٹیوں کی تعداد 13 صفر کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے' جو میاں صاحبؒ کی شہادت کی تاریخ بھی ہے) اس وقت میاں

Marfat.com

حضورؒ کے چہرہ مبارک اور جسم پر کچھ پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔فیصل آباد کے داؤد فاروق بھی وہیں موجود تھے۔اُن کے ہاتھ میں ویزلین کی ایک شیشی تھی۔اور وہ اپنی انگلی سے میاں حضورؒ کے ماتھے کے قریب کی ایک پھنسی پر ویزلین لگا رہے تھے۔آپؒ نے فرمایا ابے اسے نہ چھیڑ یہ موت ہے۔'' میاں حضورؒ نے مجھے حکم دیا کہ ارے امجد! مسجد میں حافظ جی شفیق کے پاس جائیو اور اُن سے پوچھیو کہ حضرت علیؓ کہاں شہید ہوئے تھے؟'' مَیں نے مسجد میں جا کر حافظ جی سے پوچھا' اُنھوں نے جواب دیا کہ بزرگوں سے سُنا ہے کہ مسجد میں آپؓ کے شہادت ہوئی تھی۔ مَیں نے واپس آ کر یہی فقرہ میاں حضورؒ کے گوش گزار کر دیا۔تو آپؒ نے اچھا کہا۔اور اچھا کو کھینچ کر بہت لمبا کیا۔آپ نے فرمایا ارے امجد !اب ایسا کرو کہ مسجد کو غسل دو۔میرے ساتھ آستانے میں موجود ہر شخص کو آپ نے فرمایا کہ مسجد کے غسل میں شامل ہو جاؤ۔میاں حضورؒ نے کسی کو جھاڑو پکڑا دیا اور کسی کو وائپر اور خود پانی کا پائپ پکڑ لیا۔آج مسجد کے غسل کا انداز ہی نرالا تھا۔ پہلے مسجد کو غسل دیتے وقت تمام صفیں سمیٹ لی جاتی تھیں۔آج آپؒ نے کوئی صف یا دری سمیٹنے نہیں دی۔ دیواروں' دروازوں' کھڑکیوں' بجلی کے پنکھوں' بجلی کے بورڈ میں لگے بٹنوں غرض مسجد میں لگی ہر چیز کو دھو ڈالا۔اس جمعہ تمام نمازیوں نے بھیگی اور گیلی صفوں پر نماز ادا کی۔جمعہ کی نماز کے بعد میاں حضورؒ نے فرمایا کہ امجد چلا جا۔ تجھے خبر نہیں مَیں شاہ فیصل ہوں (مجھے اس فقرے کی اُس وقت کچھ سمجھ نہ آئی۔بعد میں پتہ چلا کہ شاہ فیصل بھی اپنے بھتیجے کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔) آستانے میں موجود کچھ خادموں نے مجھے بتایا کہ عصر کی نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے میاں حضورؒ نے فرمایا'' ابے یہاں ایک قصائی قلندر رہا کرے تھا۔لوگوں نے اُسے بھی مار مرا دیا۔'' کسی کو اس فقرے کی سمجھ نہ آئی۔رات ہوئی تو نیا بستر منگوا کر بچھوایا۔خدّام کو گھر جانے سے پہلے معمول سے زیادہ روٹیاں عطا کیں اور اُن کی حیرت پر فرمایا۔رکھ لو' پھر تمھیں کس نے پوچھنا ہے؟ اسی طرح شہادت سے چند دن پہلے ایک بزرگ حاضرِ خدمت ہوئے اُسے بھی روٹیاں عطا کیں اور یہی فرمایا۔'' ابے لے لے' پھر تجھے کون پوچھے گا؟''

حافظ ظہیر نے بتایا کہ شہادت سے ایک دن پہلے جمعہ کا دن تھا میں گھر سے دن کے گیارہ بجے آیا۔ مجھے دیکھ کر آپؒ نے فرمایا:'' ابے ظہیر! صفر بہت سخت مہینہ ہے' آج میں سب کچھ ڈھا دیتا لیکن نہیں ڈھایا۔'' جس جگہ میاں حضورؒ کی قبر تیار ہوئی شہادت سے دو دن پہلے یہاں لگے ہوئے کنیر اور دوسرے پھولدار پودے آپؒ نے اکھڑوا دیے اور خود اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کو برابر کر کے وہاں کی صفائی کرا دی۔

مرادی (ٹیلر ماسٹر) سرگودھا کے رہائشی اور سرکار میاں صاحبؒ کے دیرینہ خادم ہیں۔انہیں یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ میاں حضورؒ کے ساتھ ان کی آخری رات میں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب رات گیارہ'

Marfat.com

بارہ بجے مجھے جانے کی اجازت ملی تو آپؒ نے فرمایا "مرادی صبح شہر میں اندھیرا ہوگا" اور صبح آپ شہید کر دیئے گئے۔

(ماہنامہ "خیر البلاد" مدیر میاں محمد الیاس قیصر خیر پور ٹامیوالی ماہ جنوری/فروری 1998ء ص 71)

آپ کے خادمِ خاص محمد شفیع جیون اور مرادی کو یہ سعادت ملی کہ وہ آپ کی زندگی کی آخری رات میں سب سے زیادہ آپ کے پاس بیٹھے۔ خالد مراد مرحوم نے میاں حضورؒ کی ظاہری زندگی کی آخری رات کی کچھ تفصیل محمد شفیع جیون کی زبانی یوں درج کی ہے: "میاں حضورؒ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد میں لیٹ گئے۔ تقریباً سوا دس بجے آپؒ نے مجھے آواز دی۔ دریافت کیا "چائے بن گئی؟" میں نے عرض کیا "حضورؒ چائے تو سب نے پی لی۔ پھر میں آپؒ کے لئے چائے لینے آستانے پر آیا۔ اتنی دیر میں آپؒ نے مسجد میں رکھی ہوئی ایک نئی رضائی تہہ کر کے اپنے سر کے نیچے رکھ لی۔ اس سے پہلے آپؒ نے ساری زندگی کبھی کوئی رضائی استعمال نہیں کی تھی۔ میں چائے لے کر حاضر ہوا۔ "حضورؒ چائے پی لیں۔" آپؒ نے غصہ سے فرمایا "ابے پھینک دے چائے یار!" آپؒ کا یہ انداز میرے لئے حیران کن تھا کیونکہ اس سے پہلے آپؒ نے کبھی اس طرح ارشاد نہ کیا تھا' بلکہ رات کو آرام سے پہلے چائے پینا آپؒ کی پرانی عادت تھی۔ مَیں چائے کا کپ واپس آستانے پر لے آیا۔ وہاں مجھے ہاشم (خالد کا کزن) ملا۔ وہ بولا۔ "جیون چائے کوئی نہیں؟" مَیں نے وہ کپ ہاشم کو تھمایا اور خود میاں صاحبؒ کی طرف مسجد میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے آواز دی "جیون" مَیں حاضر ہوا۔ "جی حضورؒ!" آپؒ نے دریافت فرمایا "کیا ٹائم ہو گیا؟" مَیں نے عرض کی "حضورؒ ساڑھے دس ہو گئے۔" پھر فرمایا "مسجد کے صحن میں جو لیٹے ہیں ان سے کہیو' جسے جانا ہے جاؤ۔ اور جسے یہاں سونا ہے ان سے کہیو اندر آ کے لیٹ جاویں۔ آفت آنے والی ہے۔" مَیں نے مسجد کے صحن میں جا کر اسی طرح اعلان کر دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو چلے گئے اور باقی مسجد کے اندر آ کر لیٹ گئے۔ پھر سوال ہوا "کیا ٹائم ہوا؟" مَیں بولا "دس بج کر 35 منٹ ہو گئے۔" فرمایا "محسن کے کمرے سے چارپائی خالی کر کے تمام رضائیاں اٹھالا" مَیں اور قلی گرد دونوں اس کام میں لگ گئے اور تمام رضائیاں مسجد میں لے آئے۔ پھر آپؒ کے حکم کے مطابق تمام رضائیوں کے سرہانے بنا کر رکھ دیئے پھر دریافت ہوا "کیا ٹائم ہوا؟" ...... "حضورؒ دس بج کر چالیس منٹ ہوئے۔" حکم صادر ہوا "اچھا سب رضائیاں اکٹھی کر کے کونے میں ڈال دو۔" ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوچھا "کیا ٹائم ہو گیا؟" جواب دیا "حضورؒ دس بج کر پینتالیس منٹ ہو گئے" پھر پوچھا "دیکھ وہاں کون ہے؟" مَیں نے عرض کیا "سب سو گئے صرف مرادی اور اللہ دتہ جاگ رہے ہیں۔" پھر روٹیوں کے بارے میں دریافت کیا۔ مَیں نے بتایا "حضورؒ سو روٹیوں کا ایک بنڈل بچا رکھا ہے" حکم ہوا "اچھا تیس دِتّے کو دے' تیس مرادی کو' تیس تُو لے لے۔" حضورؒ مَیں نے تیس کیا کرنی ہیں؟"

Marfat.com

فرمایا ''پھر تجھے کون دے گا تو چالیس لے لے اور دِتے کو چلتا کر۔'' اللہ دِتہ نے اپنے حصہ کی روٹیاں سنبھالیں۔ سلام عرض کیا اور چلا گیا۔ قریب ہی کھڑے مرادی سے فرمایا ''پانی لے آ۔'' مرادی صاحب پانی لینے گئے تو ساتھ ہی مجھے حکم ہُوا ''تو ساتھ جا چینی ڈال کے برف ڈال کے اور خوب ٹھنڈا کر کے لا۔'' مَیں بھی مرادی صاحب کے پیچھے ہو لیا۔ حکم کے مطابق شربت بنا کر حاضر ہوا' اور حضورؒ کی خدمت میں مؤدبانہ پیش کیا۔ آپؒ نے دو گھونٹ نوش فرما کر گلاس مرادی صاحب کی طرف بڑھا دیا' پھر مجھے عنایت کیا اور دریافت کیا ''کیا ٹائم ہوا؟'' مَیں نے گردن گھما کر مسجد کی گھڑی پر نظر ڈال کر عرض کیا ''حضور گیارہ بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔'' آپؒ نے مرادی کی طرف اشارہ کیا ''اس کو کہہ دے چل دے۔'' مَیں نے مرادی سے کہا کہ وہ اپنی روٹیاں لے کر چلے' مرادی صاحب نے اپنے حصہ کی روٹیاں اٹھائیں' قدم بوسی کی اور مسجد کے دروازے پر میرے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضورؒ نے مجھے بھی اجازت عنایت فرمائی ''تو بھی گھر کو چل دے صبح شہر میں قتل ہو جائے گا۔ آفت آنے والی ہے' چل دے'' میں آپؒ کی یہ بات سن کر پریشان ہو گیا اور گم سم وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔ مَیں اپنی روٹیاں اٹھا کر باہر آیا تو باہر مرادی صاحب میرے انتظار میں کھڑے تھے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' لاہور' 2010ء ص 191-190)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی تحریر کرتے ہیں۔

'' ۱۳/ صفر ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۳/ جولائی ۱۹۹۴ء کو بعد نمازِ فجر حضرت قلندرِ اعظمؒ نے جلال سے لوگوں کو یہ فرماتے ہوئے مسجد سے نکال دیا: ''آج قیامت برپا ہو گی اور قتل بھی ہو گا۔'' تمام زائرین قلندر صاحب کی جلالی گونج کو سنتے ہوئے مسجد سے برآمد کی طرف آ گئے۔

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 206)

2003ء ڈاکٹر غلام علی سرگودھا آستانے میں' فیصل آباد کے ایک ٹیچر صوفی محمد انور سے ملے جو کمپری ہینسو ہائی سکول' فیصل آباد میں سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ اور اُن دنوں اِنچارج پرنسپل تھے۔ اُنھوں نے ایک واقعہ سُنایا۔

مَیں ایک بار میاں حضورؒ سے ملنے سرگودھا' آستانے میں حاضر ہُوا۔ رات کا کھانا مَیں نے وہیں کھایا' پھر اجازت لی اور حضرت بابا فرید الدّین شکرؒ کے آستانے پر حاضری کیلئے بس میں بیٹھ گیا۔ پہلے فیصل آباد پہنچا' پھر اوکاڑہ گیا اور وہاں سے حضرت بابا صاحبؒ کے مزار مبارک پر پاکپتن شریف میں حاضر ہُوا۔ وہاں سے فارغ ہو کر ساہیوال ایک دوست کو ملنے کیلئے ویگن پر بیٹھا۔ مجھے فرنٹ سیٹ ملی تھی۔ ویگن

Marfat.com

بالکل نئی اور بہت تیز تھی۔ یقیناً 120 کلومیٹر کی رفتار سے گویا اُڑی جا رہی تھی۔ میرا دھیان باہر ہُوا۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ' بے حد نورانی چہرہ ' سبز کپڑوں میں ملبوس ویگن سے بھی تیز رفتاری کے ساتھ عصا لیے ' ہوا میں کہیں جا رہے ہیں۔ میرے ذہن میں القاء ہُوا کہ یہ حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر سرکارؒ ہیں اور سرگودھا نوٹوں والی سرکارؒ کی طرف جا رہے ہیں۔ شاید وہاں کوئی میٹنگ ہو۔ یوں ساری رات سفر میں گزر گئی اور صبح ہوئی ' دِن چڑھا تو کچھ دیر بعد اطلاع ملی کہ میاں صاحبؒ شہید ہو گئے ہیں۔

(غلام علی مسافر ' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور '' ---ص 26

راقم الحروف کا یقین ہے کہ میاں صاحبؒ کی شہادت کا اُنھیں تو علم تھا ہی اُن کی بلیوں کو بھی تھا۔ ڈاکٹر افتخار شاہد نیز میاں اظہر نے چشم دید واقعہ اس طرح بیان کیا۔

'' میاں حضورؒ آستانے کی بلیوں کیلئے ہمیشہ دودھ کا اہتمام فرماتے۔ آپ کی ظاہری زندگی کی آخری رات بھی ہمیشہ کی طرح بلیوں کے آگے دودھ رکھا گیا لیکن اس رات کسی بلی نے دودھ کو چھوا تک نہیں۔ ''

(روایت ڈاکٹر افتخار شاہد نیز میاں اظہر گوجروی ' بتاریخ 30 / جون 1996ء)

ان تمام شواہد سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اپنی شہادت ' جائے شہادت ' وقتِ شہادت ' جائے مزار اور قاتل وغیرہ ہر شے کا علم تھا۔ اللہ کی طرف سے انھیں یہ اختیار بھی حاصل تھا کہ اگر وہ قتل نہ ہونا چاہیں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ سوتیلے بھتیجے یا کسی بھی شخص میں یہ ہمت کہاں تھی کہ وہ اللہ کے اس محبوب ولی کو گزند پہنچا سکے لیکن آپ نے شہادت کے مرتبے اور اللہ کی رضا کو انتخاب کیا۔ '' ذکر اُس پری وش کا '' میں حافظ ظہیر یہ گواہی دے چکے ہیں کہ شہادت سے ایک دن پہلے آپ نے فرمایا: '' اب ظہیر! صفر بہت سخت مہینہ ہے ' آج میں سب کچھ ڈھا دیتا لیکن نہیں ڈھایا۔ '' اصل یہ ہے کہ شہادت کا رُتبہ انھیں بُلا رہا تھا اور اُنھوں نے مالکِ حقیقی کی رضا کے آگے سرِ نیاز جھکا دیا تھا۔

کُشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب ' جانِ دیگر ست

(شیخ احمد جام)

◆◆◆

Marfat.com

شہادت

اس فانی اور ظاہری زندگی کے آخری دن آپؒ علی الصبح اٹھے۔ غسل کیا۔ یہ ظاہری زندگی میں میاں حضورؒ کا آخری غسل تھا۔ ٹونٹیوں پر وضو کیا' اور فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد فرض جماعت کا انتظار کرنے لگے۔ ظاہری زندگی کی یہ آخری نمازِ فجر آپؒ نے مسجد پٹھاناں والی میں با جماعت ادا کی۔ اس دن فجر کی نماز کی جماعت کرانے کا شرف میاں حضورؒ کے ایک بہت چہیتے عقیدت مند محمد رفیق قریشی صاحب کو حاصل ہوا۔ انھوں نے راقم الحروف کے نام ایک تحریر میں لکھا:

"جس دن میاں حضورؒ شہید ہوئے اس دن کی نماز فجر کی جماعت میں نے کرائی۔ یوں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میاں حضورؒ نے میرے پیچھے اپنی ظاہری زندگی کی آخری فرض نماز ادا کی۔"

قرآنِ مجید میں بیان کردہ قانونِ ربّانی کے تحت ہر نفس کو ہر حال میں موت کا ذائقہ چکھنا اور اللہ کی طرف لوٹ جانا ہے۔ انبیائے کرام' رسولانِ محتشم اور ابرارِ خلائق نے بھی امرِ ربّی آ جانے پر سرِ تسلیم خم کیا۔ میاں صاحبؒ تو تھے ہی پیکرِ تسلیم و رضا۔

حالات وشواہد سے ظاہر ہے کہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کو اس دنیا سے اپنے تشریف لے جانے کا پہلے ہی سے بخوبی علم تھا۔ آپؒ کو شہادت کا عظیم رتبہ ملنا تھا اور آپؒ اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کے لیے تیار تھے' لٰہذا پوری زندگی کی طرح اس مرحلے پر بھی اللہ کی رضا پر راضی تھے۔ آپؒ کو قتل کرنے کی شقاوت آپ کے ایک سوتیلے بھائی عبدالغفار ولد مولوی عبدالمجید کے ناخلف بیٹے عبدالخالق عرف خالد کے حصے میں آئی۔ یہ بدنصیب چنیوٹ سے کبھی کبھار سرگودھا میں آپؒ کے پاس آتا اور اپنے لیے پیسوں کا مطالبہ کرتا۔ آپؒ اکثر اسے پیسے دے بھی دیتے۔ وہ پیسے لے کر واپس چلا جاتا' کبھی چند دنوں کے لیے آستانہ میں قیام بھی کر لیتا۔ اس دفعہ بھی یہ بد مزاج' جھگڑالو اور احسان ناشناس سوتیلا بھتیجا دو تین دنوں سے سرگودھا آیا ہوا تھا' اور بھاری رقم کا تقاضا کر رہا تھا۔ آپؒ نے رقم دینے سے انکار کر دیا تھا' جس سے وہ غصے میں آ گیا اور بپھرا ہوا پھرنے لگا۔ خالد مراد نے میاں حضورؒ کے قاتل کے حوالے سے یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں: "خالد کچھ دن قبل چنیوٹ سے آیا ہوا تھا۔ اور متواتر میاں صاحبؒ سے پچاس ہزار روپیہ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل وہ تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے چوری کر کے لے گیا اور

Marfat.com

اس رقم سے اس نے اور اس کے اہل خانہ نے خوب عیش اڑائے۔ بعد میں اس کے باپ نے میاں حضورؒ سے اس کو معافی دلوادی۔ اس کے بعد بھی وہ اکثر آتا اور کچھ دن رہ کر چلا جاتا۔ خالد اپنی بری عادات کی وجہ سے خاصا پہنچانا جاتا تھا۔ بدتمیزی اور بداخلاقی میں وہ بڑے چھوٹے کی تمیز نہ رکھتا۔ وقوعہ سے ایک روز پہلے میاں صاحبؒ نے اسے پانچ سو روپے دیے اور فرمایا: ''چلا جا۔''

(خالد مراد' حالات زندگی میاں عبدالرشیدؒ (مضمون مشمولہ) ماہنامہ خیر البلاد' خیر پور ٹامیوالی' جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 12......ص:67)

بدنصیب خالد کے ذہن میں شیطانی چرخہ چل رہا تھا اور وہ میاں حضورؒ کو قتل کر کے نوٹوں والی سرکارؒ کی تمام دولت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنانے لگا۔ لالچ' حرص اور بے ادبی و بے لحاظی نے اسے حق بینی سے دور کر دیا تھا۔ شہادت کے دن' نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد میاں حضورؒ حسبِ معمول قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے لگے۔ آپ تلاوت کر رہے تھے کہ بدبخت قاتل عبدالخالق عرف خالد مسجد میں داخل ہوا' اور اس نے میاں حضورؒ سے رقم کا تقاضا کیا' آپ نے انکار کیا اور فرمایا: ''ابے! تجھے کل ہی پیسے دیے۔ آج نہیں ملنے کے۔ یہاں سے چلا جا۔'' یہ سنتے ہی وہ اشتعال میں آگیا اور مسجد سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میاں حضورؒ مسجد کی انتہائی دائیں جانب کی دوسری صف کے آخر میں بچھے ہوئے نئے گدیلے پر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ درندہ صفت سوتیلا بھتیجا دوبارہ مسجد میں داخل ہوا' اس نے میاں حضورؒ کو لیٹے ہوئے پایا' جبکہ اتفاقاً اس وقت مسجد میں کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہیں تھا۔ موقع غنیمت جان کر اس نے 32 بور کے ریوالور سے میاں حضورؒ کے بائیں کان کے پیچھے نشانہ لے کر فائر کیا۔ میاں حضورؒ گولی لگنے کے بعد موقع پر ہی اپنے خالقِ حقیقی کے پاس چلے گئے۔ یوں حضرت میاں عبدالرشیدؒ 13 صفر المظفر 1415ھ بمطابق 23 رجولائی 1994ء بروز ہفتہ دن چڑھے اپنے سوتیلے بھتیجے عبدالخالق عرف خالد کے ہاتھوں شہادت عظمیٰ پر فائز ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

پاسِ ادب بہ بیں کہ بکویت شہید عشق

باہیچ تپید کہ خاک اززمیں نہ خاست

(اپنے کوچے کے شہید عشق کا پاسِ ادب تو دیکھ کہ وہ اس انداز سے تڑپا کہ زمین سے گرد تک نہ اُڑنے دی)

فائر کی آواز سنتے ہی امام مسجد' حافظ ظہیر خاں (جو اس وقت سدری میں تھے) اسلم آرے والا (جو اس وقت مسجد کے غسل خانے سے نہا کر باہر نکل رہا تھا) اور خالد خان مسجد کی طرف دوڑے تو قاتل ریوالور لہراتا اور سنگین نتائج

Marfat.com

کی دھمکیاں دیتا' آستانے سے قبرستان کی طرف کھلنے والے دروازے سے باہر قبروں کی طرف نکل گیا اور فرار ہو گیا۔ حافظ ظہیر احمد کا کہنا ہے کہ فائر کی آواز سن کر میں جب مسجد میں پہنچا تو میں نے گھڑی دیکھی اس وقت صبح کے 8:00 بجے تھے۔ آپؒ کی شہادت کی خبر لمحوں میں سرگودھا شہر بھر میں پھیل گئی۔ یہ خبر تھوڑی ہی دیر میں ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پاکستان کے دیگر شہروں میں بھی پہنچ گئی اور ملک بھر کو سوگوار کر گئی۔ میاں حضورؒ حقیقی درویش تھے۔ فرقہ بندی سے ان کا کوئی ناتا نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر مسلک کے لوگ میاں حضورؒ کے آستانے کی طرف جوق در جوق پہنچنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرگودھا مہمانوں سے بھر گیا۔ شام تک انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سرگودھا شہر میں دکھائی دے رہا تھا۔ ہر شہر اور ہر مسلک کے مسلمان اس باہوش مجذوب کے آخری دیدار اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے حاضر تھے۔ آپؒ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کا رو رو کر عجیب حال تھا۔ وہ سب غم سے نڈھال اور بے حال تھے۔ گوجرہ کے صوفی امجد رشیدی نے میاں حضورؒ کی شہادت کی صبح اپنی اور شفیع جیون صاحب کی حالتِ زار کا یوں ذکر کیا ہے۔ میاں صاحبؒ کی شہادت کے دن کی سوگوار صبح کو مَیں' بھائی محمد شفیع جیون کے ساتھ سبزی منڈی میں سبزی کی پھڑی لگا کر بیٹھا تھا کہ آستانے کا ایک خادم لڑکا' جسے میاں حضورؒ دابہ کے نام سے پکارا کرتے تھے ہمارے پاس آیا اور اُس نے بتایا کہ میاں صاحبؒ کو کسی نے شہید کر دیا۔ جیون نے اُسے سختی سے ڈانٹا کہ ایسی بات نہیں کرتے۔ پھر دابہ زاروقطار رونے لگا اور کہا کہ مَیں سچ کہتا ہوں کہ میاں حضورؒ کو کسی نے گولی ماردی۔ اب ہماری پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہم نے پھڑی سمیٹے بغیر آستانے کی طرف دوڑ لگا دی۔ جب ہم آستانے میں پہنچے تو میاں حضورؒ کا جسم مبارک مسجد میں ایک گدے پر تھا اُس وقت حافظ جی ظہیر' اسلم آرے والا' تایا جی ظفر اور خالد خان صاحب وہاں موجود تھے۔ اگرچہ میاں حضورؒ کے بائیں کان سے خون کی ایک لکیر بہتی ہوئی چہرے تک آئی ہوئی تھی لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ آپؒ شہید ہو گئے ہیں۔ ہمیں کچھ نہیں سمجھ آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ ہمارا دل پھٹا جا رہا تھا اور ہم بے بسی سے روئے جا رہے تھے۔

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے شہادت کے وقت کا یوں تعین کیا ہے:

''قاتل صبح تقریباً ساڑھے سات بجے مسجد میں داخل ہوا۔ قلندر اعظم دائیں رخسار کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں اور پروازِ عشق کے منتظر ہیں۔ بدبخت قاتل خالد نامی شخص جو کہ آپ کا بھتیجا بھی تھا' نے آپ کی گردن مبارک کے بائیں جانب کان کے نیچے فائر کیا۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 206)

Marfat.com

خالد مراد نے بھی شہادت کا یہی وقت تحریر کیا ہے۔

''نماز فجر کے بعد آپؒ نے کچھ دیر تلاوت کلام فرمائی۔ پھر آرام کی غرض سے مسجد میں لیٹ گئے۔
تقریباً ساڑھے سات پر بدبخت عبدالخالق عرف خالد مسجد میں داخل ہوا اور 32 بور کے ریوالور سے
آپؒ کے بائیں کان کی پشت پر فائر کر کے آپؒ کو شہید کر دیا۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 193)

خالد مراد نے ہی اپنی ایک اور تحریر میں شہادت کا وقت یوں تحریر کیا ہے۔

''یہ افسوس ناک واقعہ ۷۔۳۰ منٹ اور ۷۔۴۵ کے درمیان ہوا۔''

اس خاکسار (افضال انور) نے حافظ عبدالظاہر عرف ظہیر خاں (چھوٹے حافظ جی) سے پوچھا کہ میاں حضورؒ کی شہادت کا درست وقت کیا تھا؟ (وہ نہ صرف موقع پر آستانے میں موجود تھے' بلکہ اُنھوں نے فائر کی آواز سنتے ہی گھڑی بھی دیکھی تھی۔) انھوں نے بتایا کہ صبح کے آٹھ بجے تھے اور یہی وقت میں (حافظ ظہیر) نے ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ (F.I.R) میں بھی لکھوایا تھا۔ (اس قتل عمد کی تفصیل آگے تحریر ہوگی)۔

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد اُن کا وہ خون آلود قمیض جس میں آپؒ نے شہادت پائی بقول گوجرہ کے وکیل ملک محمد شریف صاحب' اُنھیں آستانے سے مل گیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد میاں صاحب کا وہ قمیض جو آپنے شہادت کے وقت پہن رکھا تھا' مجھے مل گیا۔ اس پر خون بھی لگا ہوا تھا۔ مَیں وہ قمیض سینے سے لگائے بذریعہ ٹرین سرگودھا سے گوجرہ آیا لیکن راستے میں عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی مجھے باہر سے مسلسل پتھر مار رہا ہے۔ پتھر میرے دائیں بائیں گرتے رہے (یہ صرف مجھے محسوس ہوتا۔ پاس بیٹھے دیگر لوگوں کو پتھر نہ دکھائی دیتے نہ ان کے گرنے کی وہ آواز سُنتے۔) گوجرہ آنے تک خوف سے میرا بُرا حال ہو گیا۔ گھر میں بھی عجیب وحشت مجھ پر طاری رہنے لگی۔ میری کیفیات بدلنے لگیں۔ لگتا تھا کہیں مَیں مست مجذوب ہی نہ ہو جاؤں کہ ایک رات میاں حضورؒ خواب میں تشریف لائے مجھے دلاسہ دیا اور فرمایا۔ ''اب' میرا قمیض اچھی طرح دھولے۔'' میں نے صبح صابن مل مل کر قمیض دھو لیا' تو میری وحشت بھری ساری کیفیت ختم ہو گئی اور مَیں دوبارہ عام زندگی کی طرف لوٹ آیا۔

میاں حضور شہید ہو کر زندہ سے زندہ تر ہو گئے جبکہ قاتل دنیا و آخرت کی سزا کا مستوجب ٹھہرا۔

◆◆◆

Marfat.com

پوسٹ مارٹم

آپ کے جسد اطہر کو پوسٹ مارٹم کیلیے لے جایا گیا' میاں حضور کا پوسٹ مارٹم' ڈاکٹر طارق محمود میڈیکل آفیسر ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا نے کیا۔ ان کی رپورٹ کے مطابق میاں صاحب کو دائیں کان سے cm5.10 کے فاصلے پر سر کے پیچھے سے نشانہ بنایا گیا' جس سے cm5.cm x 10.2 سوراخ ہوا' جو ڈاکٹر کے خیال میں اسلحے کے فائر سے ہوا جس سے دماغ کا ''وائٹل سنٹر'' زخمی ہوا' جو آپ کے ارتحال پر منتج ہوا۔

میاں حضورؒ کے ایک خادم 'عظمت علی الیکٹریشن' پھالیہ نے راقم الحروف کے نام اپنے مکتوب محررہ 13-07-1997 میں لکھا۔

''میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد آپؒ کے جسدِ اقدس کو پوسٹ مارٹم کے لیے سول ہسپتال سرگودھا میں لے جایا گیا۔ وہاں اس وقت ایمرجینسی میں حکیم ناصر اور میرے دوست ڈاکٹر ظہور کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ظہور نے بتایا کہ میاں حضورؒ کا جسم مبارک ریشم کی طرح نرم اور ملائم تھا۔ میں نے ان کے جسم کو ہاتھ لگایا تو جسمِ اطہر نے خود کروٹ لی جس پر کمرے میں موجود لوگ حیران رہ گئے اور کلمہ پڑھنے لگے۔ جب ان کے بازو کو ہاتھ لگایا گیا تو ان کا بازو حرکت کرنے لگا۔ میاں صاحبؒ کا چہرہ مبارک پُررونق' پُرنور اور ہشاش بشاش تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ مسکرا رہے ہوں۔''

سچ کہا تھا علامہ اقبالؒ نے:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید' تبسّم بر لبِ اوست

(میں تجھے مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں' وہ یہ کہ جب اُسے موت آتی ہے' اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ ہوتی ہے۔)

◆◆◆

Marfat.com

شہادت سے لحد تک

شہادت کے بعد میاں حضورؒ کا جسدِ اطہر قتل عمد کے حوالے سے پولیس کی کارروائی مکمل ہونے تک مسجد میں بچھے گدے پر موجود رہا۔ جب پولیس نے اپنی کارروائی مکمل کر لی تو وہ جسدِ اقدس کو ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال لے گئی۔ آپکے جسمِ پاک کو طبی ملاحظہ بعد از حیات (Postmortem) کیلئے ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا میں پہنچایا گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے آپکا بعد از شہادت طبی ملاحظہ کیا اور پوسٹ مارٹم رپوٹ تیار کی۔ آپکا پوسٹ مارٹم دن ایک بجے ہوا۔ قانون اور طب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد آپکا جسمِ اقدس تقریباً چار بجے دن واپس آستانے میں لایا گیا۔

یہاں موجود آپؒ کے عقیدت مندوں نے فیصلہ کیا کہ چونکہ آپنے عمر بھر سدری میں ہی زیادہ قیام کیا ہے' لہٰذا یہیں آپ کو غسل دیا جائے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں آپ کو غسل دینے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ اس حوالے سے یہ قابلِ ذکر امر ہے کہ وہاں پر موجود ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اُسے اس عظیم سعادت سے کچھ حصہ مل جائے' لیکن عملاً یہ مشکل تھا۔ جن خوش نصیبوں کو اس کارِ برکت و سعادت سے کچھ حصہ ملا' وہ بہت زیادہ تھے۔ امام مسجد حافظ جی محمد شفیق نابیناؒ عرف بڑے حافظ جی سے پانی ڈلوا کر غسل مُبارک کی بسم اللہ کی گئی۔ پھر با قاعدہ غسل دینے کا شرف حکیم ملک اورنگ زیب' حکیم شبیر احمد نور پوری' حافظ ظہیر' صوفی امجد علی رشیدی تن ساز' خالد مراد' ماسٹر رشید جاوید بیٹریوں والے' محبوب علی نادر' محمد شفیع جیون' عبدالخالق مرادی' عابد خان' انور علی بریگیڈیر' ملک غلام جیلانی ٹوانہ (ڈی ایس پی سرگودھا) اور حاجی رفیق قریشی کو یقینی طور پر حاصل ہوا' لیکن یہ حتمی فہرست نہیں یقیناً اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی پانی ڈالنے کی سعادت ملی تھی۔

صوفی امجد علی رشیدی نے راقم الحروف (ڈاکٹر اِفضال انور) کو اپنے ایک خط محررہ 13-09-2010 میں تحریر کیا:

> ''یہ بات نا قابلِ فراموش ہے کہ جونہی آپکو غسل دیا جانے لگا' عجیب طرح کی خوشبو پھیلنے لگی۔ چنیوٹ کے محبوب علی نادر نے خصوصی طور پر اُس وقت اُس خوشبو کو محسوس کیا اور میری طرف دیکھ کر پوچھا ''کچھ محسوس کر رہے ہو؟'' مَیں نے کہا جی ہاں بہت پیاری خوشبو محسوس کر رہا ہوں اور ایسی خوشبو پہلے کبھی محسوس نہیں کی شیخ محبوب علی نادر کہنے لگے' امجد یہ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد شریف کی علامت ہے مَیں

Marfat.com

نے کہا بیشک کیونکہ اُس وقت یک دم بہت ہی خاموشی سی چھا گئی تھی۔ جب غسل مبارک شروع ہوا تھا تو سب نے یہ منظر دیکھا کہ آپ کا جسم مبارک بالکل نرم اور ملائم اور ریشم کی طرح تھا۔ جدھر آپ کا چہرہ مبارک کرتے اُسی طرف مڑ جاتا اور جدھر ہاتھ پاؤں موڑتے اُسی طرف مڑ جاتے۔ ایک اور منظر یہ دیکھا کہ میاں حضورؒ کی جس دن شہادت ہوئی' اُس دن بہت گرمی تھی' لیکن جب آپؒ کو غسل مبارک دیا جا چکا اور آپؒ کا جسمِ اطہر دیدار کے لیے باہر لایا گیا' تو اچانک بہت ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ قریبی درخت بھی ادب کے ساتھ خم ہو گئے۔"

غسل کے بعد آپکا جسمِ مبارک پہلے سدری کے پاس آستانے کے صحن میں رکھا گیا۔ لوگ دیدار کر رہے تھے اور رو رہے تھے۔ مَیں (اِفضال انور) نے دیکھا کہ داؤد فاروق نے میاں حضورؒ کے پاؤں مبارک کے ساتھ اپنا سینہ لگایا ہوا ہے۔ وہ وہاں سے ہلنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ کچھ عقیدت مند میاں حضورؒ کے پاؤں مبارک کو ہاتھ لگا کر چوم رہے تھے۔ اللہ نے مجھے بھی یہ عزّت دی کہ مَیں نے میاں حضورؒ کا اس وقت ماتھا مبارک چوما۔ جب رش بہت بڑھ گیا تو آپ کی چارپائی آستانے کے باہر سڑک پر رکھ دی گئی۔ وہاں لوگوں کی اکثریت نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ آپکی چارپائی کے ساتھ لمبائی کے رُخ دونوں طرف تیس تیس فُٹ لمبے بانس باندھ دیے گئے۔ یوں کندھا دینے کی سعادت بہت سے لوگوں کے حصّے میں آئے۔ اس وقت سرگودھا شہر کے ہر راستے سے لوگ میاں حضورؒ کے آستانے کی طرف ہی آ رہے تھے۔ پولیس کو ٹریفک کا خصوصی متبادل انتظام کرنا پڑا تھا۔ آپؒ کے جنازے میں ہر فرقے اور ہر مسلک کے لوگوں نے شرکت کی۔ ہر شخص روتے ہوئے یہی محسوس کر رہا تھا جیسے اُس کی سب سے قیمتی چیز چھن گئی ہو۔

آپؒ کی نمازِ جنازہ آپکے آستانے کے بالمقابل ہائی سکول کی کھلی گراؤنڈ میں پڑھائی گئی۔ صرف سرگودھا ہی نہیں ہر شہر سے لوگوں نے گروہ در گروہ نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ کی امامت آستانے کی مسجد کے امام اور آپؒ کے بہت بڑے رازدار و وفادار حافظ جی شفیق نابیناؔ عرف بڑے حافظ جی نے کرائی۔ مسجد اور خالد خان صاحب کے کمرے کی درمیانی جگہ پر آپؒ کی قبر مبارک لہسوڑے کے درخت کے قریب تیار کی گئی تھی۔ یہ جگہ خود میاں حضورؒ کے ارشادات کے عین مطابق منتخب کی گئی تھی۔ دفن سے پہلے آپؒ کے جسدِ اطہر کو تابوت میں رکھا گیا اور پھر آپکو سپردِ خدا کر دیا گیا۔ تابوت کے چاروں طرف پختہ اینٹوں کی دیوار بنائی گئی۔ یہاں بھی ہر پیر بھائی چاہتا تھا کہ اُسے بھی ایک دو اینٹیں لگانے کا شرف حاصل ہو جائے۔ الحمدُ للہ اس عاجز اِفضال احمد انور کو بھی میاں حضورؒ کی قبرِ

Marfat.com

مبارک کی چند اینٹوں کی چنائی کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کا عرس مبارک ہر سال صفر المظفر کی 12 '13 اور 14 تاریخوں کو بڑی دھوم دھام سے کوٹ فرید روڈ سرگودھا میں منایا جاتا ہے۔

◆◆◆

روداد تابوت مبارک

یہاں آپ کی قبر مبارک کے لیے تیار کیے گئے' تابوت کی داستان بھی قابلِ ذکر ہے۔اس تابوت کی کہانی 'فیصل آباد کے شیخ عبدالجبار عرف شہزادہ نے راقم الحروف (ڈاکٹر افضال احمد انور) کو یوں بتائی:

''میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد' جب اُن کے قُل شریف کے ختم پاک کی محفل ہوئی تو مَیں (عبدالجبار) زائرین میں چاول تقسیم کر رہا تھا۔اتنے میں کچھ عورتیں آئیں اور اُنھوں نے پیغام دیا کہ فیصل آباد کے محلّہ غلام محمد آباد کی مائی مٹّو نے پیغام دیا ہے کہ سعید خان' داؤد فاروق اور شیخ عبدالجبار قُل شریف کے ختم سے فارغ ہو کر میرے پاس آئیں۔

یاد رہے کہ مائی مٹّو صاحبہ ایک اللہ لوک خاتون تھیں۔یہ اکثر بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیا کرتی تھیں اور میاں حضورؒ کو سلام کرنے بھی آیا کرتی تھیں۔ختم شریف سے فارغ ہو کر جب ہم فیصل آباد آئے تو اکٹھے مائی مٹّو صاحبہ کے پاس غلام محمد آباد حاضر ہوئے۔اُس وقت وہ فریسکو سویٹ شاپ (نزد چاندنی چوک) کے عقب میں رہا کرتی تھیں۔ان کا شوہر پاکستان ایئر فورس میں ملازم تھا۔ہم تینوں پیر بھائی اُس مست ملنگ خاتون کے پاس حاضر ہوئے تو اُس نے فرمایا: ''جس صبح میاں حضورؒ کی شہادت ہوئی۔اس صبح سے پہلے گزری ہوئی رات میں حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ میرے غریب خانہ میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا ''دیکھو مٹّو! صبح تابوت لے کے پہنچ جائیو۔یہ تو مجھے ویسے ہی دفنا دیں گے۔'' صبح میں اُٹھی تو بہت گھبرائی ہوئی تھی۔رات کے خواب کے حوالے سے مختلف خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔مَیں' میاں صاحبؒ کے بارے میں بہت پریشان اور غمزدہ تھی لیکن مجھے کچھ پتہ نہیں تھا اور نہ کوئی کچھ بتانے والا ہی پاس تھا۔مَیں نے سرگودھا پہنچ کر معلومات لینے کا فیصلہ کیا۔جب مَیں سرگودھا پہنچی تو مجھے بتایا گیا کہ آج صبح ہی کسی شقی القلب نے میاں حضورؒ کو شہید کر دیا ہے۔مجھے رات والا خواب' خواب سے زیادہ پیغام

Marfat.com

لگا۔ میں نے میاں حضورؒ کیلئے تابوت خرید نے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ سرگودھا میں تابوت کہاں سے ملتے ہیں۔ مَیں اسلم آرے والے کے پاس گئی اور اسے ساری بات سنائی۔ اُس نے مجھے اُس جگہ کا پتہ بتایا جہاں سے مجھے تابوت مل سکتا تھا۔ مَیں وہاں پہنچی تو وہاں ایک ہی تابوت تیار پڑا تھا۔ وہ تابوت بھی کسی اور کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ مَیں نے ضد کی کہ تابوت مجھے بیچ دیا جائے۔ دکاندار نہیں مان رہا تھا' بہر حال مَیں نے زیادہ رقم دے کر اسے خرید لیا اور آستانہ تک پہنچا دیا۔ تدفین سے پہلے میاں حضورؒ کا جسدِ اطہر اسی تابوت میں رکھا گیا۔''

ا اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم سعادت مائی مٹو کو عطا کی' کچھ عرصہ بعد مائی مٹو محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین!

◆◆◆

تدفین

خالد مراد نے تدفین کی معلومات بہم پہنچائی ہیں:

''تین افراد نے آپؒ کو تابوت میں اتارا۔ آپؒ کے سر مبارک کی طرف میاں اعظم صاحب (سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخشؒ) درمیان میں ناچیز خالد مراد اور پاؤں مبارک کی طرف ڈاکٹر اظہر علی قریشی تھے۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 195)

◆◆◆

عمرِ مبارک

خالد مراد نے ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' کی طبع دوم کے صفحہ 216 میں آپ کی عمر مبارک 72 سال لکھی ہے' لیکن آپ کی عمر مبارک کسی حساب سے 72 برس نہیں بنتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حساب کیا جائے تو یہ صورتِ حال نظر

Marfat.com

آتی ہے۔

ہجری کیلنڈر کے مطابق آپ کی دُنیاوی عمر مبارک 79 برس بنتی ہے۔

۱۳۳۶ھ تا ۱۴۱۵ھ = ۷۹ سال

اور عیسوی کیلنڈر کے مطابق 77 برس بنتی ہے

۱۹۱۷ء تا ۱۹۹۴ء = ۷۷ سال

◆◆◆

مزارِ مبارک

''اس وقت آپؒ کا مزار مبارک جس جگہ بنایا گیا ہے وہ خالد خان صاحب کے کمرے اور مسجد کے درمیان کا حصہ تھا جس کے کچھ حصہ پر تو اینٹوں کا فرش تھا اور کچھ جگہ خالی تھی۔ خالی جگہ پر آپؒ نے مختلف پھولوں اور پھلوں کے پودے لگا رکھے تھے جن کے بارے میں آپؒ فرماتے تھے ''یہ بہت بڑا باغ بنے گا اور خوب پھل اور پھول دے گا۔'' اب اسی جگہ سے روحانی فیوض و برکات کے پھلوں اور پھولوں سے خلق خدا فیض پا رہی ہے۔ اس جگہ پر کچھ اینٹیں اور لکڑیاں بھی موجود تھیں۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے میاں حضورؒ جانتے تھے کہ بڑے حافظ جی (حافظ شفیق) اُن کی شہادت کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔

◆◆◆

قتلِ عمد کے حوالے سے بعض اہم معلومات

آپ کے قتل کی ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ (F.I.R) 'پوسٹ مارٹم رپورٹ' سیشن جج سرگودھا کی عدالت کے فیصلے اور قاتل کی سزا بڑھانے کی اپیل کے فیصلے کی دستاویزات سے حاصل ہونے والی بعض اہم معلومات درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

1- عبدالخالق عرف خالد ولد عبدالغفار قوم شیخ قریشی نے 23/جولائی 1994ع کو ٹھیک صبح 8:00 بجے اپنی شلوار کے نیفے (ڈب) سے 30 بور کا ریوالور نکالا اور میاں عبدالرشید المعروف نوٹاں والی سرکار" سرگودھا کو مسجد پٹھانوں والی میں سر کے پیچھے فائر مار کر شہید کر دیا۔

2- آپ کے قتل کی ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ (F.I.R) حافظ عبدالظاہر عرف ظہیر خاں ولد شاہنواز خاں، قوم پٹھان، سکنہ 18/B، استقلال کالونی، سرگودھا، امام پٹھانوں والی مسجد نے 23/جولائی 1994ع ہی کو صبح 8:30 بجے پولیس اسٹیشن اربن ایریا سرگودھا میں محمد خاں انسپکٹر کے پاس درج کرادی۔

3- میاں حضور کا پوسٹ مارٹم، ڈاکٹر طارق محمود میڈیکل آفیسر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال، سرگودھا نے کیا۔ ان کی رپورٹ کے مطابق میاں صاحبؒ کو کھوپڑی کے پیچھے، بائیں کان سے 5.10 سینٹی میٹر کے فاصلے پر سر کے عقبی حصے سے نشانہ بنایا گیا، جس سے 10.2 x cm5.cm کا سوراخ بن گیا، جو ڈاکٹر کے خیال میں اسلحے کے فائر سے ہوا، جس سے دماغ کا "مرکزی حیاتیاتی حصہ" (vital centre) زخمی ہوا، جو آپ کے سانحۂ ارتحال پر منتج ہوا۔

4- میاں حضورؒ کے قتل عمد کے مقدمے میں حافظ ظہیر ہی مدعی بنے۔

5- مجرم جائے حادثہ سے فائرنگ کرتا اور آستانے پر موجود لوگوں کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا فرار ہو گیا۔

6- پولیس نے اس مفرور قاتل کو 21-08-1994ع کو گرفتار کر لیا۔ اور جیل بھجوا دیا۔

7- قاتل کا والد چونکہ میاں حضورؒ کا سوتیلا بھائی تھا، لہٰذا اس نے اپنا قصاص و دیت کا حق اپنے حقیقی بیٹے کے لیے معاف کر دیا، جس کے باعث قاتل کو PPC کی دفعہ 302 کا مبیّنہ مجرم ہونے کے باوصف محض دفعہ PPC 311 کے تحت سزا سنائی گئی۔

8- پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق آپؒ کی شہادت فائر لگنے کے محض چند ثانیے بعد ہی واقع ہو گئی تھی۔

9- آپؒ کی شہادت اور پوسٹ مارٹم میں تقریباً پانچ گھنٹوں کا وقفہ واقع ہوا۔

10- مجرم کو محض 10 برس کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ یہ سزا عبدالقیوم راجا، ایڈیشنل سیشن جج سرگودھا نے 12 مئی 1996ع کو سنائی۔

11- اس سزا میں اضافے کیلئے حافظ ظہیر نے لاہور ہائیکورٹ میں 1996ع کے نمبر 506 کی اپیل جسٹس

Marfat.com

ریاض کیانی کی عدالت میں دائر کی' جس کی سماعت بھی 20-07-1999ء کو ہوئی ۔ فیصلے میں مجرم کی سزا میں کوئی اضافہ نہ ہوسکا۔

◆◆◆

وقتِ شہادت کا تعیّن

حضرت میاں صاحب نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی' پھر تلاوت قرآن مجید کی' درود پاک پڑھا اور کچھ دیر کے بعد آپ بستر بچھوا کر اس پر دائیں کروٹ اس طرح لیٹ گئے کہ دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیا۔ ٹانگیں ذرا سی سمیٹ لیں (لیٹنے کی یہ ہیئت ایسی ہے کہ جسم اسم "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کی شبیہہ بن جاتا ہے) اور آرام کرنے لگے۔ شواہد سے ظاہر ہے کہ قاتل عبدالخالق عرف خالد نے صبح 8:00 بجے کے قریب گولی چلائی جس سے آپ شہید ہوئے۔

آپ کا عرس مبارک چونکہ قمری مہینے صفر المظفر میں منایا جاتا ہے لہٰذا انگریزی حوالے سے شہادت کا مہینہ بدلتا رہتا ہے۔ موسموں کے تغیر وتبدل کے پیشِ نظر' ہر برس شہادت کے وقت کی نشاندہی یوں کی جاسکتی ہے۔ آپ کی شہادت 23/جولائی 1994ء کو ہوئی' اس دن سرگودھا میں فجر کی اذان صبح 3:39 بجے ہوئی اور اگر بدبخت قاتل نے صبح 8:00 بجے (ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ (F.I.R) کے مطابق) گولی چلائی ہو تو ہر برس (عیسوی کیلنڈر کا کوئی بھی مہینہ اور کوئی بھی موسم ہو) عرس کے دن فجر کی اذان کا وقت معلوم کیا جائے اور اس میں 4 گھنٹے 21 منٹ جمع کر کے شہادت کا اصل وقت دریافت کیا جاسکتا ہے۔

یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ سرگودھا میں جون/ جولائی میں فجر کی اذان ساڑھے تین بجے ہوتی ہے تو دسمبر جنوری میں تقریباً ساڑھے پانچ بجے۔ بعض پیر بھائی ہر برس آپ کی شہادت کے وقت مزار مبارک پر مؤدبانہ مراقب ہوتے ہیں۔ ان کی سہولت کیلئے شہادت کے وقت کے تعین کا اصول لکھ دیا گیا ہے۔ انہیں سرگودھا میں نماز فجر کی جماعت کے وقت میں 4 گھنٹے جمع کر کے جو وقت بنے۔ اس کے 6 منٹ بعد مراقبہ شروع کرنا چاہئے۔ یہ مراقبہ کل پندرہ منٹ تک کیا جائے یعنی فجر کی جماعت کے وقت میں 4 گھنٹے 21 منٹ جمع کر کے جو وقت طے ہو۔

◆◆◆

Marfat.com

قلندر شہیدؒ کی حیات بعد از شہادت

قرآنِ مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، تم اسے مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں اس کی سمجھ (شعور) نہیں۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ شہید کبھی نہیں مرتا۔ وہ اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ اور ہم زندوں سے بڑھ کر زندہ ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید ہی کی ایک اور آیت کے مطابق شہید کو مردہ کہنا تو درکنار اسے مردہ سمجھنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ اپنے رب کے ہاں انھیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ میاں حضورؒ اللہ کے خاص ولی اور شہید ہیں۔ ان کی زندگی ان کی شہادت کے بعد بھی ویسے ہی جاری و ساری ہے۔ پروفیسر حاجی ظفر علی احسن (مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ) نے میاں حضورؒ کے چہلم پر تقریر کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا:

"میاں حضورؒ نے مجھے پہلے ہی اپنی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ میں شہادت کے بعد قبر سے باہر نکل آؤں گا، کیونکہ میری موت بھی حیات ہے۔"

پھالیہ کے عظمت علی خاں ولد حشمت علی خاں (المعروف صاحب) نے راقم الحروف کے نام اپنے مکتوب محررہ 13-07-1996ء میں تحریر کیا:

"میاں حضور کی شہادت ہوئی تو ان کے جسدِ خاکی کو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں لے جایا گیا۔ وہاں حکیم ناصر اور میرے دوست ڈاکٹر ظہور کی ایمرجینسی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ انھوں نے بتایا میاں حضورؒ کا جسم ریشم کی طرح نرم و ملائم تھا۔ میں (ڈاکٹر ظہور) نے آپؒ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگایا تو جسم نے خود بخود کروٹ لی۔ بازو کو ہاتھ لگایا تو بازو نے خود حرکت کی، جسے دیکھ کر وہاں موجود تمام لوگ حیران رہ گئے، اور انھوں نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔

ساہیوال کے ڈاکٹر غلام علی مسافر نے اپنے ایک خط محررہ 13-10-2014 میں اپنے ایک دوست چودھری محمد سعید جٹ (L-5/56، اڈا قادر آباد ضلع ساہیوال) کا ایک واقعہ راقم کو تحریر کیا۔ یہ چودھری محمد سعید ہی کی زبانی سُنیے:

"ایک دفعہ مجھے کمر درد کی شکایت ہوگئی بہت علاج معالجہ کرایا لیکن آرام نہ آیا۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل اور ایک

Marfat.com

اذیت بن گیا۔ اس عسیر العلاج مرض کیلئے مَیں نے میاں صاحبؒ کی خدمت اقدس میں کئی بار حاضر ہونے کی کوشش کی لیکن کوئی نہ کوئی رُکاوٹ پیدا ہو جاتی اور مَیں حاضری کی سعادت سے محروم رہ جاتا۔ یہ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے۔ مجھے درد کی ہر وقت پریشانی رہنے لگی۔ پھر کچھ عرصہ بعد پروگرام کامیاب ہوا۔ (اس سے پہلے میاں صاحبؒ کی حیاتِ ظاہری میں ٹریکٹر کی گمشدگی اور تلاش کے واقعہ میں اُن کی زیارت کر چکا تھا۔) پروگرام اسطرح طے ہوا کہ چونکہ میری ہمشیرہ محترمہ جھال خانوآنہ، فیصل آباد کے علاقہ میں رہتی ہیں۔ ہم نے ان کے پاس جانا تھا اور آرام کرنے کے بعد میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا جانا تھا۔ پھر لاہور علاج کیلئے جانا تھا۔ میرے ساتھ میرے ماموں زاد بھائی شریکِ سفر تھے۔ ساہیوال سے ویگن میں خانوآنہ جھال سے پہلے مجھے نیند آ گئی اور ہم تیمور اڈا پہنچ گئے۔ جب ہم ویگن سے اترے تو ایک نوجوان سُوٹڈ بُوٹڈ عمر 25' 26 سال میرے پاس آیا اس کے پاس کار تھی۔ اس نے کہا کہ آئیں کار میں بیٹھیں۔ مجھے یہ سب بہت عجیب لگا۔ مَیں نے سوچا کہ کہیں کوئی فراڈ ہی نہ ہو جائے، چنانچہ مَیں انکار کر دیا۔ اُس نے بار بار کہنا شروع کر دیا کہ آئیں میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ مَیں نے بھی ہر بار انکار کیا۔ بحث کے بعد اس نے کہا کہ بھائی جی آپ نے سرگودھا نہیں جانا؟ مَیں نے مذاقاً کہا کہ جانا تو ہے مگر آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ اجنبی ہیں، مَیں آپ کے ساتھ کیوں بیٹھوں۔ آخر کار اس نے کہا کہ آپ نے حضرت نوٹوں والی سرکار جانا ہے اور میاں صاحبؒ نے کل میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ مَیں آپ کو فیصل آباد سے لے آؤں۔ آپ کا حلیہ بھی دکھا دیا گیا تھا۔ اِسطرح لاجواب ہو کر ہم اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ اس نے کار بہت تیز ڈرائیو کی۔ بہت ہی تیز، لالیاں جا کر اس نے گاڑی کھڑی کی اور تین گلاس شربت کے بنوائے۔ ایک مجھے دیا ایک میرے ماموں زاد کو اور ایک خود پیا۔ پھر اس نے ایک گلاس اور بنوایا اور مجھے پلایا اور کہا کہ آپ مہمان ہیں۔ اس کے بعد اس نے پھر کار چلانا شروع کر دی۔ تیز رفتاری کے باعث ہم جلد ہی سرگودھا پہنچ گئے اور ڈرائیور نے حضرت نوٹوں والی سرکارؒ کے دربارِ عالیہ کے گیٹ کے پاس کار روک دی۔ ہم اندر چلے گئے بعد میں ڈرائیور صاحب بھی اندر آ گئے (چونکہ ٹریکٹر کی گمشدگی اور تلاش کے سلسلہ میں جب ہم میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس وقت آستانہ عالیہ کا نقشہ اور تھا۔ لیکن میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد نقشہ بدلا ہوا تھا۔ ڈرائیور صاحب ہمارے ساتھ تھے اور ہماری رہنمائی کرتے تھے کہ مزار مبارک اِدھر نیچے ہے۔ پھر انھوں نے میاں صاحبؒ کے نوادرات کی زیارت کرائی اور نوادرات کا کمرہ دکھایا اور ہم

Marfat.com

نے آستانۂ عالیہ پر رات بسر کی۔ میری کمر درد ختم ہوگئی اور اس کے بعد تقریباً 16 ‘17 سال ہو چکے ہیں‘ درد کبھی نہیں ہوا۔ میاں حضورؒ کے مزار اقدس پر الوداعی سلام اور سب لوگوں سے مل کر جب ہم باہر نکلے تو وہی ڈرائیور صاحب تیار کھڑے تھے۔ بولے چلیں کار میں بیٹھیں ہم نے پوچھا کہاں جانا ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے لاہور نہیں جانا؟ ہم نے کہا جانا ہے اور کار میں بیٹھ گئے۔ تیز رفتار ڈرائیونگ کی وجہ سے ہم چند گھنٹے میں ہی لاہور کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ راستہ بھر اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں نے اس کار والے ڈرائیور سے کہا کہ جناب آپ نے ہم پر اتنی مہربانی فرمائی ہے۔ اپنا تعارف ہی کرا دیتے ‘نام ہی بتا دیتے‘ لیکن انھوں نے کہا کہ تعارف کی ضرورت نہیں ہے ۔ پھر ملیں گے تو بتائیں گے۔ میاں حضورؒ نے آپ کے ساتھ میری ڈیوٹی لگائی تھی جو مَیں نے ادا کر دی ہے۔ ہماری منزل پر اس نے ہمیں اتار دیا اور خود وہ پُراسرار ڈرائیور کچھ بتائے بغیر ایک طرف کو چلا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

خالد مراد نے اپنا ایک واقعہ راقم کو لکھا جو بعد میں ایک رسالے میں بھی چھپا۔

میاں صاحبؒ ظاہری زندگی میں میرے غریب خانے پر کبھی تشریف نہیں لائے لیکن میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد میری بیوی نے کھلی آنکھوں سے میاں حضورؒ کو اپنے گھر کے برآمدے میں پانچ یا چھ فٹ کے فاصلے سے دیکھا ہے۔ اسی طرح ہمارے ایک پیر بھائی نے شاہ عالمی چوک میں جاگتی آنکھوں سے میاں حضورؒ کو دن کے وقت دیکھا ہے۔

(ماہنامہ اخبارِ سدید، لاہور کی جلد نمبر 1 ‘شمارہ نمبر 2‘ 1997ء 23)

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد عبدالخالق عرف مرادی نے حج کی سعادت حاصل کی اور واپسی پر مجھے بتایا کہ مَیں ایک دن خانہ کعبہ میں بیٹھا ہوا نماز کی جماعت کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک میرے بائیں کندھے کے پاس سے آواز آئی: ’’اے تو مرید کس کا؟‘‘ مَیں نے کہا ’’قلندرِ پاک کا‘‘ مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو خود میاں حضورؒ میرے نزدیک کھڑے تھے۔ مجھے عجیب سی خوشی ہوئی‘ مَیں اُن کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ پھر جو دوبارہ دیکھا تو میاں صاحبؒ غائب ہو چکے تھے۔

غلام حیدر ولد ڈاکٹر غلام علی‘ ساہیوال نے بتایا کہ مَیں ایک بار اپنے چچازاد بھائی غلام رسول (جو میاں صاحبؒ کا دل سے قائل نہیں تھا نیز ایک عرصے کے بعد سلام کے لیے آیا تھا۔) اور دو دوسرے دوست حاضری کی غرض سے

Marfat.com

میاں حضورؒ کے مزارِ مبارک پر آئے۔ جب ہم مزار شریف کے اندر داخل ہوئے تو سلام کر کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر خاموشی سے فاتحہ کی غرض سے دل میں قرآنِ مجید کی سورتیں پڑھنے لگے۔ غلام رسول، مزار کے زیادہ قریب بیٹھا تھا۔ ہم اُس کے دائیں بائیں اس سے تھوڑا پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں غلام رسول نے بتایا: ''فاتحہ پڑھتے ہوئے' جب میری آنکھیں بند تھیں' مَیں نے دیکھا کہ میاں صاحبؒ اپنے مزارِ مبارک سے نکل رہے ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ میاں صاحبؒ کے جسمِ اقدس سے نورانی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ اور مزارِ اقدس والا کمرہ نُور سے بھر گیا ہے۔ میاں صاحبؒ میرے قریب تشریف لائے اور غصے سے فرمانے لگے' چلے جاؤ اور اِدھر نہ آیا کرو۔ میاں صاحبؒ بہت غصّے میں تھے۔ مَیں نے ان کے پیروں کو پکڑا' اور رونے لگا۔ مَیں زور زور سے رو رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں معافی مانگتا ہوں۔ اب مَیں نہیں جاؤں گا اب آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ کافی دیر بعد انھوں نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ جاؤ پریشان نہ ہوا کرو اور میرے سالانہ عُرس پر ضرور آیا کرو۔ یہ کہہ کر وہ مغرب کی طرف سے واپس مزار شریف میں داخل ہو گئے۔ غلام رسول نے بتایا کہ یہ خواب نہیں بلکہ جیتے جاگتے کا واقعہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ کی ظاہری حیات کا ہر لمحہ کرامت تھا۔ ان کی شہادت کے بعد کی زندگی بھی ہر لمحہ کرامت دکھا رہی ہے۔ ان کا فیض ہر لمحہ فزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ کرے ان کے فیوض' ان کی برکات' ان کے انوار اور ان کی توجہات کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ آمین!

❖❖❖

میاں صاحبؒ کا مقام و مرتبہ

کتاب کے قارئین' یہ عنوان پڑھتے ہی ضرور چونکے ہونگے کہ بھلا حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کا مقام و مرتبہ کون بتا سکتا ہے؟ جب اُنھوں نے خود اپنے آپ کو بے شمار پردوں میں ملفوف کر رکھا تھا' تو اُن کی حقیقی عظمت کی کماحقہ نشاندہی کون کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے یا اُس کے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ یا جسے اللہ تعالیٰ اس امر سے آگاہ کر دے۔ اس راقم الحروف (افضال احمد انور) کی کیا اوقات! کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کر سکے۔ بولنا تو دُور کی بات ہے مَیں تو محض کوئی اشارہ کرنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ مَیں بے حد گنہ گار روسیہ کار دُر ماندہ و

Marfat.com

ناکارہ اور لاشئے سے بھی کہیں کمتر درجے کی کوئی چیز اور میاں حضورؒ نابغۂ حیات، زینتِ عظمت، شانِ علوِّ رفعت نیز سرخیلِ اربابِ ولایت ہیں۔ یقیناً اس موضوع پر کچھ لکھنا نہ میرا منصب ہے اور نہ میری اوقات۔

عامتہ الناس کے لیے عموماً اور اپنے پیر بھائیوں کے لیے خصوصاً کچھ واقعات ضرور تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ ان واقعات کا تعلق حضرت میاں صاحبؒ سے ہے۔ اربابِ نظر و معرفت اور احبابِ عقیدت ان واقعات کی روشنی میں اگر کچھ اندازہ خود ہی لگانا چاہیں، تو میری خوشی کا باعث ہوگا۔

خالد مراد سے میاں حضور کے حوالے سے بات چیت ہوتی تو وہ اکثر کہا کرتے کہ ہم اندھے ہیں، اس لیے آستانے کے اندر تک آجاتے ہیں۔ آنکھیں ہوتیں تو کبھی اندر آنے کی جرأت نہ کرتے۔ جس کو نورِ بصیرت مل گیا، وہ میاں حضورؒ کے مقام و جلال کے باعث کبھی یہاں دیکھا نہیں گیا۔ اس لحاظ سے ہمارا اندھا ہونا بھی ہمارے حق میں نعمت ہے کہ ہم بغیر روک ٹوک یہاں آجاتے ہیں اور سکون و فیض سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

میں ایک دفعہ، حافظ جی عبدالستار (جسے سرکارؒ ہمیشہ تارا کہہ کر بلاتے) سے ملنے جہلم گیا، وہ مجھے دریائے جہلم کے کنارے لے آئے اور اسی جگہ کا ایک پرانا واقعہ سنایا۔

''یہ کوئی 1980ء کے لگ بھگ کی بات ہے، میں ایک دن دریا کے کنارے یہیں ٹہل رہا تھا کہ ایک مست مجذوب ملا، اس نے مجھے کہا ''بابو! کھانا دلا دے''

مجھے شکل و صورت سے وہ پہنچا ہوا درویش لگا، میں نے کہا، جی حاضر، میں اسے ایک مائی تندور والی کے چھپّر پر لے گیا، جہاں سے اسے روٹی سالن دلا دیا، لقمہ توڑنے سے پہلے اس نے مجھ سے پوچھا ''بابو! تیرا کوئی پیر بھی ہے؟'' میں نے کہا ''میرے پیر صاحب ہیں۔'' اس نے کہا ''ان کا نام بتا؟'' میں نے کہا، اُن کا نام میاں عبدالرشیدؒ ہے، لوگ اُنھیں نوٹوں والی سرکارؒ کہتے ہیں اور وہ سرگودھا میں رہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا، لقمہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور ایک طرف کو بھاگ پڑا۔ مجھے یہ سب کچھ بڑا عجیب سا لگا، مجھ دُکھ ہوا کہ میرا کھانا چھوڑ کر یہ فقیر کہاں بھاگ رہا ہے؟ میں بھی اس کے پیچھے بھاگا، وہ تیز ہو گیا، میں بھی تیز ہوا۔ بال آخر میں نے اسے جا لیا اور پیچھے سے دبوچ لیا، تو وہ زمین پر گر گیا، میں نے کہا، کھانا کیوں چھوڑتا ہے؟ اس نے کہا ''خدا کیلئے جانے دے، مجھے جانے دے، دوبارہ ادھر نہیں آؤں گا۔'' مگر میں نے اسے نہیں چھوڑا، میں نے کہا اپنے بھاگنے کا سبب بتا، ورنہ تجھے یہیں مار دوں گا۔ کچھ پس و پیش کے بعد اس نے کہا ''میں چالیس برسوں سے جنگلوں، صحراؤں، دریاؤں میں ریاضتیں کر رہا ہوں، چلّے کاٹ رہا ہوں۔ میری منزل حضرت

Marfat.com

میاں عبدالرشید قلندر کی زیارت ہے لیکن ابھی تک مجھے سرگودھا شریف میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملی' تُو کتنا بڑا ولی ہے کہ ان سے مل بھی آیا ہے اور ان کا مرید بھی ہو گیا ہے۔ مجھے تو تجھ سے بھی ڈر لگ رہا ہے۔''

اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت میاں حضور کی شان اور عظمت کا کیا عالم ہے۔ سیّد کرامت حسین شاہ نے بتایا:

''ایک بار ہم کچھ ریلوے ملازمین (جو میاں حضورؒ کے عقیدت مند تھے) دن بھر یہی باتیں کرتے رہے کہ باباجی سرکار کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ میں نے اُن سے بہت کہا کہ میاں حضورؒ ہمارے سردار اور صاحب ہیں' ہم ان کے غلام ہیں' ہمیں پوچھ کر کیا لینا۔ دوسرے سب حضرات بضد رہے کہ نہیں' ہمیں عقیدت مند ہونے کے ناتے معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے پیر جی کا مقام کیا ہے؟

کچھ دیر بعد آپؒ خود تشریف لے آئے۔ آپؒ ریلوے کی حدود میں زمین پر بیٹھ گئے۔ مَیں (کرامت) آپؒ کے زانو دبانے لگا۔ کچھ توقف کے بعد آپ نے پوچھے بغیر از خود ہی فرمانا شروع کیا۔ ''ابے او کرامت! وہ جو ایک آدمی ہے نا؟ وہ قطب الاقطاب ہے۔ وہ چاہے تو ایک ہی نظر میں سینکڑوں آدمیوں کو ولی کر دے۔'' مَیں یہ سُنتے ہی زور سے چیخا' دوستو! سُنو' وہ آدمی قطب الاقطاب ہے۔ وہ چاہے تو ایک ہی نظر میں سینکڑوں آدمیوں کو ولی بنا دے۔ آپؒ نے فرمایا:

''ابے! او کرامت! چُپ ہو جا۔ مَیں تو اُس بندے کی بات کر رہا۔''

مَیں نے عرض کیا' ''جی' جی' مَیں بھی تو اُسی بندے کی بات کر رہا ہوں۔ مَیں نے کوئی آپ کا نام لیا ہے؟

''اس پر آپؒ مسکرائے اور فرمایا'' کرامت! تو بہت شیطان ہو گیا ہے۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 73)

پروفیسر محمد مظفر مرزا (برادرِ اصغر پروفیسر مرزا محمد منور مرحوم) کی لکھی ہوئی یہ سطور بھی اس ضمن میں مفید مطلب ہو سکتی ہیں:

''یہ کمال کی بات ہے کہ ان کے درِ اقدس میں بیک وقت پانچوں سلسلے رواں دواں دیکھے جاتے ہیں ----- ساری کائناتِ ناتمام' قلندر کی ہتھیلی پر رائی کے دانے کے برابر حیثیت رکھتی ہے۔ قلندرِ وقت کا اس کائنات پر مکمل کنٹرول ہوتا ہے۔ یہی حالت اور کیفیت ہم نے قلندرِ اعظم' قیومِ دوراں

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ کے ہاں دیکھی۔''

(محمد مظفر مرزا' سالک ومجذوب قلندر (مضمون مشمولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا' مئی 2000ع ص:20)

یاد رہے کہ میاں حضورؒ کے ایک کمرے میں چار مصلے بچھے رہتے تھے۔ آپؒ نے شہادت سے چند دن پہلے فرمایا:

''چار بسیں آئی ہیں' میں جس میں چاہوں بیٹھ کر پانی پت جاسکتا ہوں۔'' پانچ سلسلوں' چار مصلوں اور چار بسوں کا مطلب اہل تصوف خوب جانتے ہیں۔ میاں حضورؒ نے ایک بار یوں بھی فرمایا:''جس کو بھی پیدل دیکھا اپنی بس میں سوار کرلیا۔''

ڈاکٹر غلام علی لکھتے ہیں کہ۔۔۔ ایک دفعہ میاں حضورؒ نے محمد اقبال جوئیہ عُرف بالا کو آستانے کی چھت پر سُلا دیا۔ سُلانے سے پہلے آپؒ نے فرمایا''بیٹا'ڈرنا نہیں' کچھ نہیں ہوتا' بس آرام سے سوجاؤ۔'' یہ فرما کر میاں صاحبؒ بھی چھت پر ہی لیٹ گئے۔ محمد اقبال' بالا کے بقول اُسے نیند نہیں آرہی تھی اور وقت یونہی کٹ رہا تھا۔ جب آدھی رات ہوئی تو آستانے کی چھت ایک اور ہی منظر پیش کرنے لگی۔ اقبال جوئیہ عرف بالا نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا کہ چھت پر بہت بڑا دربار لگا ہُوا ہے۔ میاں صاحبؒ تخت نشین ہیں۔ لمبے لمبے قد والے لوگ' جن کے چہرے حسین اور جسم وجیہ ہیں' جنھوں نے بے حد خوبصورت اور چمکدار پگڑیاں باندھی ہوئی ہیں' بڑے ادب سے میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں اپنی اپنی فائلیں پیش کررہے ہیں۔ میاں حضورؒ ہر فائل کو دیکھتے اور احکامات صادر فرمارہے ہیں۔ رات بھر یہ کچہری جاری رہی۔ اقبال کے بقول''یہ آنے والی ہستیاں اس قدر عظیم تھیں کہ مَیں ڈرنے لگا۔ صبح ہوئی تو رات بھر کے جگرتے کی وجہ سے سر بھاری تھا اور خوف کی وجہ سے مجھے بخار ہوگیا تھا۔ کچھ دن چڑھے میاں حضورؒ نے میری تشفی فرمائی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے مجھے پانی دیا کہ اسے پی لو بخار اُتر جائے گا۔ مَیں نے پانی پیا تو میرا بخار اُتر گیا اور میری حالت نارمل ہوگئی۔ آپؒ نے تاکید فرمائی کہ یہ بات کسی سے نہیں کرنی۔ مَیں نے اسی حکم کے تحت یہ بات میاں حضورؒ کی ظاہری زندگی میں کسی کو کبھی نہیں بتائی۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کی عظمت کی دلیل کو تاریخ کا حصہ بنانے کے لیے بیان کی ہے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 67)

سیّد کرامت حسین شاہ صاحب ہی نے ایک واقعہ یوں قلمبند کرایا۔

Marfat.com

''ایک بار حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے حکم دیا کہ گھر جاؤ اور دال والی دو میٹھی روٹیاں اپنے ہاتھ سے پکا کر کپڑے میں لپیٹ لینا۔ پھر ریلوے پلیٹ پارم کی ایک خاص جگہ کا نام لیا کہ وہاں کھڑے ہو جانا۔ گاڑی آئے گی، بریکیں لگیں گی اور گاڑی رُک جائے گی۔ جس جگہ تم کھڑے ہو گے، ٹھیک اُسی جگہ تمھارے بالکل برابر جو بوگی آئے گی، اُس کی کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر نکلے گا۔ تم وہ روٹی اُس ہاتھ میں تھما دینا، اور ہاں روٹی تم خود اپنے ہاتھ سے پکانا۔ مَیں نے عرض کیا سرکار ٹیڑھی میڑھی جیسی پک سکی، قبول ہو جائے۔ فرمایا فکر نہ کرو، اچھی ہی پکے گی، قبول بھی ہو جائے گی۔ مَیں گھر آیا۔ بیوی سے کہا کہ مجھے حضور میاں صاحبؒ نے ایسا حکم دیا ہے۔ لہٰذا دو روٹیاں میٹھی دال والی مَیں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کرنی ہیں۔ تم اِس معاملے میں نہ دخل دو گی نہ کوئی جھگڑا کرو گی۔ میرا کام مجھے کرنے دو اور باقی گھر والوں کیلئے خود پکا لینا۔ مَیں نے حسبِ الحکم دال والی دو میٹھی روٹیاں اپنے ہاتھ سے پکائیں اور ریلوے اسٹیشن کی اُس جگہ جا کھڑا ہُوا، جہاں میاں صاحبؒ نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو وقت میاں صاحبؒ نے بتایا تھا، ٹھیک اُسی وقت گاڑی آئی۔ جب گاڑی رُک چکی، تو میرے چہرے کے بالکل پاس کے کمپارٹمنٹ کی کھڑکی کھلی۔ اس سے ایک ہاتھ باہر آیا اور مَیں نے بڑے ادب سے السلام علیکم کہا اور روٹیاں اُس ہاتھ کو پکڑا دیں۔ بہت آہستہ آواز میں کسی نے پوچھا۔ ''میاں صاحب نے بھجوائی ہے؟'' مَیں نے کہا۔ ''جی''، اس کے ساتھ ہی گاڑی چل پڑی اور مَیں پیچھے ہٹ آیا۔ کچھ دیر بعد میاں صاحبؒ ملے۔ آپ نے پوچھا۔ ''او کرامت! وہ تمھیں روٹی کا کہا تھا۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضور مَیں دے آیا تھا۔ آپ نے جہاں حکم دیا، مَیں وہیں کھڑا ہُوا۔ گاڑی آئی، رُکی تو میرے قریب کے ڈبّے کی کھڑکی سے ایک ہاتھ نکلا اور مَیں نے روٹی اُس ہاتھ میں تھما دی۔ پھر آپؒ نے پوچھا۔ ''کیا اُس نے یہ بھی پوچھا تھا کہ میاں صاحبؒ نے بھجوائی ہے؟'' مَیں نے عرض کیا، جی سرکار! بالکل ایسے ہی پوچھا تھا، اِنھی لفظوں کے ساتھ۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''او ہو! کرامت، تو نے اُن سے دعا کرائی تھی۔'' مَیں نے عرض کیا، جو شخص آپ سے روٹی مانگ کر کھاتا ہے، مَیں اُس سے دُعا کیوں کراؤں؟ مَیں اُس سخی سے دعا کیوں نہ کراؤں، جو اُسے روٹی بھجواتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا، او کرامت! تو بہت شیطان (شرارتی) ہو گیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا، میاں حضورؒ! کسی نے آپ سے درخواست کی، کہ مجھے روٹی دیں، آپ نے روحانی پس منظر میں روٹی تیار کرائی اور روحانی طور پر مجھے صحیح جگہ، صحیح وقت پر کھڑا کیا، یہ سب کچھ میری سمجھ میں آتا ہے لیکن آپ کو کیسے علم ہُوا کہ گاڑی کا متعلقہ ڈبہ وہیں کھڑا ہو گا اور مجھے ملے بغیر وہیں روٹی اُس اجنبی ہاتھ میں دینا ہو گی، کیونکہ جب گاڑی کی بریکیں لگتی ہیں تو ڈبہ آگے یا پیچھے بھی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

آپؒ نے فرمایا' اُسی طرح معلوم ہوجاتا ہے جس طرح باتیں ہوجاتی ہیں۔ میرے لیے اب یا جب یا کب کی حیثیت نہیں۔ سب دیکھوں' سب جانوں' کیا اب' کیا جب۔ مَیں نے عرض کیا' سرکار! وہ بندہ کون تھا؟ آپ نے ٹال دیا۔ ''جا' بے جا' اپنا کام کر' بڑا آیا پوچھنے والا۔'' مَیں نے ضد پکڑ لی اور بار بار عرض کیا کہ سرکار بتا دیجئے' کچھ دیر بعد آپؒ نے فرمایا۔ ''وہ سکھر کا قطب تھا' اِس کا لاہور ٹرانسفر ہو گیا ہے۔ وہ سکھر سے لاہور جا رہا تھا۔ اب لاہور کا سارا انتظام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ''کرامت' یہ اچھا ہوگیا' تیری حاضری لگ گئی۔ ابے! تیرا کھاتہ کھُل گیا۔''

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر' ---ص 71)

حکیم ملک محمد اورنگزیب نے ایک مضمون میں لکھا ہے۔

1986ع کے بعد ہم نے دیکھا کہ آپ اکثر اوقات آستانۂ عالیہ پر ہی قیام فرماتے۔ سرگودھا شہر کا گشت بھی کم ہوگیا' حتّٰی کہ 1990ع کے بعد آستانۂ عالیہ کی حویلی سے باہر نکلنا بھی موقوف ہوگیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ سرکارؒ کی ڈیوٹی بدل گئی ہے احقر نے اپنے فیصل آباد والے دوستوں کو عرض بھی کر دیا کہ اب حضرت میاں صاحبؒ غالباً قطب مدار کے جلیل القدر مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ تا آنکہ ایک روز اتفاق سے ہم آستانۂ عالیہ پر سہ دری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؒ نے اُٹھ کر اعلان فرمایا ''ہم قطبِ مدار ہیں''

(محمد اورنگزیب حکیم' حدیثِ نعمت (مضمون) مشغولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1' شمارہ نمبر 8' مئی 2000ع' ص 11)

ملک ارشد مرحوم نے اپنے گھر منعقدہ میاں حضورؒ کے لیے ختم پاک کی ایک محفل میں حاضرین کو بتایا کہ ایک بار میں اور محمد داؤد فاروق آستانے میں حاضر تھے۔ آپؒ نے داؤد کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ابے داؤد! یہ صدی میری ہے۔''

◆◆◆

نورِ بصیرت

ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو' کیونکہ بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ایک

Marfat.com

اور حدیثِ پاک کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کسی کا دوست بن جاتا ہے تو اُس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ (ولی) دیکھتا ہے۔اس کے ہاتھ بن جاتا جس وہ پکڑتا ہے۔۔۔۔میاں حضورؒ کی زندگی ان احادیث کا عملی نمونہ تھی۔

علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے:

اے اہلِ نظر 'ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے 'وہ نظر کیا؟

یہاں اُن کے کچھ ایسے واقعات درج کیے جاتے ہیں' جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کیسے نورِ بصیرت سے نوازا ہُوا تھا۔

ایک بار آپؒ آستانے میں سو رہے تھے۔سب کا خیال تھا کہ میاں صاحبؒ گہری نیند سو رہے ہیں۔اِتنے میں ایک شخص آیا اور اُس نے میاں صاحبؒ کو سوئے ہوئے دیکھ کر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔اُس نے بڑھ کر آپؒ کے جسم مبارک کو ہاتھ سے چھونے کا پروگرام بنایا۔ابھی وہ آپؒ کی چار پائی کے قریب ہی پہنچا ہوگا کہ آپؒ یکلخت' کرنٹ کی طرح اُٹھے اور فرمایا: ''دیکھ' ہمیں ہاتھ نہ لگا' تو آقا حضور نبی کریم ﷺ کے یاروں کو بُرا جانے۔'' پھر آپؒ نے اُسے آستانے سے بھگا دیا۔جب وہ چلا گیا تو آپؒ نے فرمایا' جو حضور ﷺ کے پیاروں کی بے ادبی کرے' اُس کا یہاں کیا کام۔

فیصل آباد کے سعید خان مرحوم وہ خوش قسمت انسان ہیں' جن کے گھر کو میاں حضورؒ نے اپنا ذاتی گھر قرار دیا۔یہی وجہ تھی کہ میاں صاحبؒ کا شناختی کارڈ بھی سعید خان کے گھر کے ایڈریس پر بنا۔وہ اکثر میاں صاحبؒ کے نوٹ تبدیل کرانے کیلئے سرگودھا سے خزانہ فیصل آباد کے سٹیٹ بینک میں لے کر آتے۔وہ میاں صاحبؒ کے بہت ہی چہیتے اور پیارے مرید تھے۔میاں حضورؒ نے اُن کی پلکیں منڈوا دیں' سر کی ٹنڈ کرا دی' بھیک منگوائی لیکن سعید خاں کبھی اطاعت کی سعادت سے باہر نہ نکلے۔مرشد نے اُنھیں نوازا بھی بہت تھا۔جب اُن پر بیماری کا حملہ ہُوا تو میاں حضورؒ نے فرمایا ''اے سعید! آپریشن نہ کرانا'' مقصد یہ تھا کہ زندگی میں کبھی ڈاکٹر بھی آپریشن کا مشورہ دیں' تو آپریشن نہ کرانا۔ایک دن آپ نے سعید خاں سے بڑے نرم لہجے اور محبّت بھرے انداز میں فرمایا: ''او سعید! دیکھو' اب تجھے کون ملنے آئے گا؟'' جب اِس فرمان کو پندرہ برس کا عرصہ گزر گیا تو سعید خاں کی بیماری شدّت اختیار کرگئی۔ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا اور آپریشن کرا لینے ہی کی بار بار تاکید کی۔اولاد سے اُن کا دُکھ دیکھا نہیں جاتا تھا' لہٰذا بیٹوں نے مجبور کر کے آپریشن کرا دیا بلکہ کئی دفعہ آپریشن کرانا پڑے۔آخر نزع کا وقت آن پہنچا تو سعید خان نے بتایا کہ سیّد

Marfat.com

المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زیارت سے مشرف کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ یہ میاں صاحبؒ کے اُس فرمانِ پاک کی توضیح ہے، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ''اے سعید! دیکھو اب تجھے کون ملنے آئے گا؟'' مرشد کریم کا فرمان حق ثابت ہوا اور میرے آقا حضور، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملنے خود تشریف لے آئے ہیں۔ کتنا بڑا، کتنا عظیم شرف حاصل ہُوا، سعید خان مرحوم کو اللہ اُن کے درجات بلند کرے آمین۔

ایک دفعہ رات تقریباً دو بجے میاں صاحبؒ نے پانی کا پائپ خود پکڑا ہوا تھا۔ کسی دوسرے آدمی کو جھاڑو پکڑایا ہوا تھا۔ کسی نے سوال کیا۔ ''میاں حضور! اس وقت اس چھڑکاؤ کی کیا ضرورت ہوگئی۔'' میاں صاحبؒ نے فرمایا ''تمھیں کیا پتہ ہے، کتنی آفتوں کو آگے بھیج رہا ہوں۔ (ایک دو دن بعد خبر آگئی کہ چین کے ایک شہر میں پاؤ پاؤ بھر کے اَولے پڑے ہیں۔)

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 10)

انور علی بریگیڈیر کے بقول ---ایک بار میاں حضورؒ شہر سے باہر جا رہے تھے۔ سامنے سے دو فیشن ایبل، امیر عورتیں آتی دکھائی دیں، جن کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ آپؒ نے زور سے فرمایا۔ ''رانڈ آرہی ہے'' پھر مرد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اِس سے نکاح ہوگا۔'' وہ دونوں عورتیں رُک گئیں اور ناراض ہو کر کہنے لگیں کہ کیسا پیر ہے؟ ہمارے سائیں تو ٹھیک ہیں۔ ہمیں کس نکاح کی کہانی سنا رہا ہے۔ ابھی وہ چلنے بھی نہ پائی تھیں کہ ان کا موبائل بجنے لگا۔ دوسری طرف بتانے والا کہہ رہا تھا کہ دونوں کے شوہر ایک حادثے میں مر گئے ہیں۔ وہ رونے پیٹنے لگیں۔ میاں حضورؒ آگے چل دیے۔ کچھ مہینوں کے بعد پتہ چلا کہ ان میں سے ایک عورت کا نکاح اُس کے دیور (وہی مرد جو اُس وقت ساتھ تھا) سے ہوگیا ہے۔ یوں میاں حضورؒ کا کہا سچ ہو کر رہا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر، ---ص23)

لیاقت علی قریشی ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک بار اُن کے والد (جنھیں آپ لاڈ سے بہروپیا فرمایا کرتے تھے) آستانے میں حاضر تھے، جبکہ مَیں (لیاقت علی) لاہور سے آستانے کیطرف آرہا تھا۔ میرے والد کو میرے آنے کی خبر نہیں تھی۔ جب رات کے 12 بجے تو آپ اُٹھ بیٹھے اور میرے والد سے فرمایا۔ ''ابے او بہروپیے! زردہ گرم کرلے۔'' چونکہ آستانے کے سب لوگ کب کا کھانا کھا چکے تھے لہٰذا والد نے کہا۔ سرکار کس کیلئے؟ آپؒ نے فرمایا ''ابے! گرم تو کر۔'' جونہی زردہ گرم ہُوا، چانک میں آستانے میں داخل ہُوا اور السلام علیکم کہا۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''اِسے دے دو''

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 9)

Marfat.com

سرگودھا کے شوکت علی قادری قریشی نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک شخص کی بیوی اپنے شوہر کے کسی دوست کے ساتھ بھاگ گئی۔ وہ شخص صبح کے وقت ہانپتا کانپتا آستانہ پاک پر حاضر ہوا اور مجھ سے فجر کی نماز کے بعد پوچھنے لگا کہ نوٹوں والی سرکار کون ہیں؟ اتنے میں میاں صاحبؒ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے۔ مَیں نے اس شخص کو انگلی کے اشارے سے بتایا کہ یہی سرکار ہیں۔ اُس شخص نے سلام عرض کیا اور میاں صاحبؒ سے ہاتھ ملایا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا میاں حضورؒ نے فرمایا' بہت افسوس ہوا تیری لگائی (بیوی) بھاگ گئی۔ یہ سُن کر وہ شخص آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی چاہنے لگا۔ میاں صاحبؒ نے اُسے بُرا بھلا کہا کہ غیر محرم کو گھر کیوں لے کر گیا تھا۔ تیری یہی سزا ہے۔ اس نے قدموں میں رو رو کر التجا کی تو آپ نے نرم لہجے میں فرمایا کہ مسجد میں جا اور حافظ جی سے تعویذ لے لے۔ اس نے تعویذ لیا اور چلا گیا۔ تقریباً دو برس بعد وہ شخص مجھے بازار میں ملا تو مَیں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ وہی ہیں جو اپنی بیوی کے بھاگ جانے کے چکر میں نوٹوں والی سرکار کے پاس آئے تھے۔ اُس نے شرمندہ ہوتے ہوئے' لجاجت سے کہا کہ اللہ کا شکر ہے وہ کام ہو گیا تھا میری بیوی ایک دو دن بعد خود ہی واپس آ گئی تھی' اور اب میرا گھر بس رہا ہے۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر'۔۔۔ص 43)

ڈاکٹر غلام علی مسافر نے لکھا ہے کہ ایک بار اُنھیں فوج کے ایک ریٹائرڈ افسر نے بتایا: ''ریٹائرمنٹ کے بعد مَیں نے اپنی زمینوں پر' (باہر رقبہ میں) نئی کوٹھی بنوائی۔ گرمی کے موسم میں ایک رات کو حبس اور گرمی بہت ہی زیادہ تھی۔ مَیں کوٹھی کے چوبارے پر کپڑے اتار کر بالکل برہنہ ہو کر سو گیا۔ مجھے بڑی میٹھی نیند آئی۔ اگلی رات پھر ایسے ہی ہوا۔ پھر تو میری عادت ہی بن گئی۔ مَیں مکان کی چھت پر اکیلا سوتا اور تمام کپڑے اتار کر سوتا۔ اس کا میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ ایک دن مَیں نے سرگودھا' میاں حضورؒ کے آستانے میں حاضری دی۔ آپؒ ناراض ناراض دکھائی دیے۔ مَیں نے میاں صاحبؒ سے بے رُخی کی بابت پوچھا' تو آپؒ سخت ناراض ہوئے اور صاف صاف فرمایا:

''رات کو ننگے مت سویا کر' رات کو ہمارا گشت ہووے۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور'۔۔۔ص 64)

جھنگ کے حافظ احسان احمد نے 13-07-2011 کو بتایا کہ یہ سکندر مرزا کے دورِ حکومت سے پہلے کی بات ہے کہ چنیوٹ میں الیکشن ہوئے ایک طرف حاجی کالے خان کھڑا تھا۔ اسے لوگ کالو جرنیل کہتے تھے۔ یہ بہت امیر آدمی تھا۔ اس کے مقابلہ میں منشی لطیف اللہ کھڑا تھا جو بے حد غریب آدمی تھا۔ منشی لطیف اللہ میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہوا اور کامیابی کی دعا کا عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا: ''اے اومنشی! تو جیت جائے گا'' منشی الیکشن میں جیت بھی گیا لیکن

Marfat.com

جیت کی خوشی میں اس نے تو تیاں باجے اور نقارے خوب بجائے۔ یہ ادا میاں حضورؒ کو پسند نہ آئی آپؒ نے جلال میں آ کر فرمایا: ''ابے کاہے کو تو تیاں نقارے بجا رہا۔ تجھے نہ تو پریذیڈینسی ملے گی اور نہ ممبری۔ تُو تو پرسوں خاک سونگھ لے گا۔'' ایسا ہی ہوا پرسوں منشی لطیف اللہ اچانک فوت ہو گیا۔ رہے نام اللہ کا۔

◆◆◆

نیت پر نظر

کہتے ہیں علماء کی مجلس میں زبان قابو میں رکھ کر بیٹھو اور ولی کی محفل میں دل قابو میں رکھ کر بیٹھو' ولی کی نظر ہمیشہ دل پر ہوتی ہے۔

نہ مکھڑا' نہ مکھڑے دا تل ویکھدے نیں
اللہ والے جے ویکھن تے دل ویکھدے نیں

یہ تو عالم اور ولی کی بات ہے۔ میاں صاحبؒ ولی تو تھے ہی' مجذوب بھی تھے' ایسا ولی شمشیرِ برہنہ کی طرح ہوتا ہے۔ ہر آدمی اس کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی لئے فرمایا تھا

ع　بچتے ہوئے بنگاہِ قلندر سے گزر جا

میاں حضورؒ کی نگاہ بھی دل اور دل میں مستور نیت پر ہوتی تھی' وہ اسی نیت کے پیشِ نظر بات فرماتے تھے۔ اس ضمن میں صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

''فیصل آباد میں ایک روز کچہری بازار سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً سامنے سے آپ آتے ہوئے نظر آئے۔ تیزی سے بڑھ کر دست بوس ہوا۔ آپ نے پوچھا ''صوفی کہاں سے آ رہا؟'' جواب دیا' حضور والا' خانقاہ شریف سراجیہ سے آیا ہوں پھر آپ نے حکم دیا اچھا اب میرے ساتھ چلو اور میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ واپڈا کے دفتر میں فضل نامی شخص کے پاس آپ لے گئے۔ میں نے اپنا سامان وہاں رکھا۔ دفتر واپڈا کے پاس ہی ریلوے اسٹیشن واقع ہے۔ پھر ارشاد ہوا چلو اسٹیشن چلیں۔ آپکے ساتھ اسٹیشن پہنچا ٹرین چناب ایکسپریس کراچی سے آنے والی ہے۔ ریلوے پلیٹ فارم پر مخلوق خدا کا بہت ہی رش

Marfat.com

ہے۔رش کی وجہ معلوم کی تو معلوم ہوا حاجی صاحبان حج سے واپس آرہے ہیں۔حضرت میاں صاحب پلیٹ فارم کے فرش پر ہی بیٹھ گئے۔میں بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔پلیٹ فارم پر ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے چاہنے والوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔گاڑی آئی اور پلیٹ فارم پر رکی' تب آپ نے ارشاد فرمایا ''صوفی حج کرنے والوں کی زیارت کر لیں'' آپ اٹھے اور حاجیوں کی طرف چل پڑے۔حاجیوں کے ملنے والے ان کے گلے میں گلاب کے پھولوں کے ہار ڈال رہے تھے۔قلندر صاحب حاجی کے گلے کے ہار کے پھولوں کو سونگھ کر بتاتے جاتے ہیں۔''حج مقبول ہوا ہے اس کے پھول فرش سے اکٹھے کرو'' جس کا حج مقبول نہ ہوا ہوتا' آپ فرماتے'' سالا بلیکیہ ہے۔اس کے پھول چھوڑ دو'' حج مقبول والوں کے پھول اکٹھے کرنے سے ایک بڑی گٹھڑی بن گئی۔آپ نے وہ گٹھڑی ساتھ لی اور سرگودھا کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے اس حقیر خادم کو گوجرہ جانے کی اجازت عطا کی۔

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندر زماں' ص 164)

سیّد کرامت حسین شاہ نے بتایا کہ ایک بار مَیں گاڑی (Train) کے ذریعے سے سرگودھا جا رہا تھا تا کہ میاں صاحبؒ کے ہاں حاضری دے سکوں۔راستے میں میرے ذہن میں یہ خیال گردش کرنے لگا کہ مختلف بزرگانِ دین اور پیرانِ کرام اپنے بعض مریدوں کو تبرکات سے نوازتے ہیں۔کسی کو ٹوپی' کسی کو تسبیح اور کسی کو عصا' یا جائے نماز وغیرہ تا کہ مرید اسے گھر لے جائے اور برکت حاصل کرے۔کیا ہی اچھا ہو اگر آج میاں حضورؒ مجھے اپنی ٹوپی مبارک عطا کر دیں' جسے مَیں حصولِ برکت کیلئے گھر لے جاؤں۔جب مَیں آستانے میں پہنچا تو میاں حضورؒ نے مجھے دیکھتے ہی اپنے سرِ اقدس سے ٹوپی اتار کر دے دی اور فرمایا۔''کرامت' اِسے اچھی طرح دھو''۔مَیں نے تعمیلِ ارشاد میں اِس ٹوپی کو دو' تین بار صابن لگایا اور خوب مَل مَل کر دھویا۔جب ٹوپی پُوری طرح دُھل گئی تو مَیں نے لا کر میاں حضورؒ کو پیش کر دی اور عرض کیا۔''سرکار! اچھی طرح مَل مَل کر دھو دی ہے۔آپ نے ٹوپی کو ہاتھ لگائے بغیر فرمایا۔''لے لے' تو مانگتا تھا''۔مَیں نے عرض کیا۔''جی سرکار واقعی مَیں مانگتا تو تھا لیکن مجھے آپ ایسے ہی دے دیتے۔مَیں نے یہ تو نہیں مانگا تھا کہ دھو دھو کے مجھے عنایت کریں۔آپ بغیر دھلائے' ویسے ہی دے دیتے۔'' آپؒ نے فرمایا۔''کرامت' تو اِس کے قابل نہیں تھا'' کچھ دنوں بعد مجھے خیال آیا کہ اچھا ہی ہُوا' آپنے ٹوپی دھو کر دی' ورنہ کیا پتہ کیا بنتا۔'' (کہیں مَیں پیر سائیں عادل شاہ صاحب سرکارؒ کی طرح مست مجذوب ہی نہ ہو جاتا)

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 71)

Marfat.com

سرگودھا کے مجذوب درویش حضرت پیر علی جانؒ نے گوجرہ میں 21 اپریل 1997ء کو ایک محفل میں فرمایا:

''ایک دفعہ سہ دری (بسدری) میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا' میں میاں حضورؒ کے ساتھ بیٹھا تھا' مجھے جو پلیٹ ملی اس میں خالی شوربا تھا جبکہ جو پلیٹ میاں حضورؒ کے سامنے آئی اس میں ایک چھوٹی سی بوٹی بھی تھی۔ میں نے دل میں سوچا' کاش! مجھے بھی بوٹی مل جاتی' اگلے ہی لمحے میاں حضورؒ نے اپنی پلیٹ کی اس چھوٹی سی بوٹی سے ایک ذرا سا چھیچھڑا توڑ کر میری پلیٹ میں رکھ دیا۔ وہ ٹکڑا بڑھنا شروع ہوا' اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک تگڑا لیگ پیس (Leg Piece) بن گیا۔ آپ نے فرمایا ''لے بے' بوٹی مانگتے تھا' کھا لے کھا لے۔''

◆◆◆

(ماضی وفردا بینی...... پیش بندی)

اے اہلِ نظر' ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اللہ کریم کا میاں حضورؒ پر عجیب کرم تھا کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ آنے والے واقعات کو وقت سے پہلے جان لیتے۔ دنیا جہان پر اُن کی نظر ہوتی اور سینکڑوں ہزار میل دور ہونے والے واقعات کو نورِ بصیرت سے دیکھ کر بتا دیتے کہ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے۔ حد یہ کہ اُن کی نظر' آنے والے کے دل' جذبات اور احساسات پر ہوتی اور وہ کوئی ایسا رمز یہ اشارہ ضرور کر دیتے جس سے متعلقہ شخص کو پتہ چل جاتا کہ میاں صاحبؒ نے اس کے دل کی بات جان لی ہے۔ آنے والے واقعات کے پیشِ نظر' وہ بہترین رہنمائی بھی فرماتے۔ یوں لگتا جیسے لوحِ محفوظ ہر وقت ان کے سامنے ہے۔ اُن کی دعا اور سفارش اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوتی۔ ان کی زندگی میں ان گنت واقعات ایسے ہیں جن سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی تحریر کرتے ہیں۔

''میرے بہت ہی محسن اور محب دوست حاجی مقصود احمد صاحب مجدّدی جو کہ لاہور میں آئل مرچنٹ

Marfat.com

ہیں' لاہور سے ہی وہ میرے ساتھ مع اپنی اہلیہ خانقاہ قلندریہ سرگودھا میں حاضر ہوئے۔ ماہ اگست کے آخری دن ہیں شام کے وقت آپ نے پانی کا پائپ پکڑ رکھا ہے۔ پائپ سے ایک جگہ پانی گراتے ہیں پھر وہاں سے ہاتھ سے نکالتے ہوئے آگے کی طرف پھینکتے ہیں حاجی مقصود احمد صاحب سے آپ نے فرمایا

''تم ابھی لاہور چلے جاؤ سیلاب میں لاہور ڈوب جائے گا' فیصلہ ہو رہا ہے'' حاجی مقصود صاحب مع اہلیہ اسی وقت لاہور روانہ ہوئے۔ تقریباً 10 بجے رات لاہور پہنچے ہونگے کہ دریائے راوی میں طوفان کی صورت میں سیلاب آیا حتٰی کہ پانی سیکریٹریٹ کے اندر تک پہنچ گیا۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندر زماں' ص 155)

1۔ اس حقیقت کو میاں صاحبؒ کا ہر عقیدت مند جانتا ہے کہ آپؒ اکثر مہمانوں کو فرماتے ''اب اسٹیشن پر پہنچو حالانکہ گاڑی کے کب سے گزر چکے ہونے کا وقت ہوتا' لیکن جب یہ اسٹیشن پر پہنچتے تو گاڑی کھڑی ہوتی اور ان کے بیٹھتے ہی گاڑی چل پڑتی۔ یہ واقعہ ایک دو نہیں بیسیوں لوگوں کے ساتھ پیش آیا۔

کوثر آباد فیصل آباد کے بابر علی ولد علی شیر نے بتایا کہ وہ ایک بار سرگودھا میاں حضورؒ سے ملنے گیا ہوا تھا۔ آپؒ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا سرکارؒ ٹرین کا وقت ہو گیا ہے۔ (ان دنوں سرگودھا سے سپر ٹرین کوئی چھ سات بجے چلتی تھی) آپؒ نے فرمایا: ''تجھے بتایا ہے نا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر اجازت مانگی۔ آپؒ نے پھر یہی فرمایا بیٹھ جاؤ ۔ کچھ دیر بعد بارش شروع ہو گئی۔ میں نے سوچا اب تو ٹرین نکل ہی گئی ہوگی۔ اب تو صبح ہی جانا پڑے گا۔ جب رات کے نو بجے تو آپؒ نے فرمایا: ''کیا جانا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کیا اگر آپؒ اجازت دے دیں تو۔ فرمایا: ''جاؤ اور ٹرین ہی سے جانا۔'' میں نے عرض کیا سرکارؒ اب نو دس بجے ہیں اب ٹرین کہاں؟ آپؒ نے فرمایا: ''اب او! ٹرین ہی سے جائیو۔'' چنانچہ میں کباڑ بازار سے ہوتا ہوا اسٹیشن پہنچا تو پتہ چلا کہ سپر لیٹ ہے۔ میں نے بھاگ کر ٹکٹ خریدا اور پلیٹ فارم پر آیا تو دیکھا کہ سامنے سے سپر آ رہی ہے۔

2۔ بے شمار بار ایسے ہوا کہ آپ صبح ہی کوئی خاص چیز پکانے کا ارشاد فرما دیتے اور یہ بھی ارشاد فرماتے کہ اتنے آدمی لاہور سے آ رہے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد فرماتے' جلدی کرو مہمان شیخوپورہ پہنچ گئے۔ یونہی آپ تھوڑی دیر بعد ذکر کر کے ان کے رستے اور مقام کا بتاتے رہتے یہاں تک کہ آپ فرما دیتے لو بھئی مہمان پہنچ لیے اور مہمان مسجد کے دروازے سے آستانے میں داخل ہونا شروع ہو جاتے۔

Marfat.com

میاں اعجاز احمد (صدر، انجمن آستانہ میاں عبدالرشید و سجادہ نشین دربار حضرت داتا گنج بخشؒ) نے راقم کو ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ ایک بار حج پر گئے۔ ایک دن وہ مکہ مکرمہ میں مصروفِ طواف تھے۔ اِدھر پاکستان میں اُن کی بیٹی عنبرین کسی تانگے کے نیچے آ گئی۔ پہیہ بچی کے جسم کے بالکل ساتھ لگ کر اچانک رُک گیا، یوں یقینی موت ٹل گئی۔ اُس وقت میاں اعجاز احمد کا ایک دوست سرگودھا میں میاں حضورؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے باتیں کرتے ہوئے اچانک اپنی ٹانگ دکھائی اور فرمایا ''لے بے دیکھ! اعجاز توحج کر رہا اور اُس کی بچی تانگے نیچے آنے والی تھی۔ اب میں نے پہیئے سے نکال دی، دیکھ میری ٹانگ پر چوٹ آ گئی۔ جب وہ دوست لاہور پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ واقعی میاں اعجاز کی بیٹی کو خدا نے بال بال تانگے کے حادثے میں بچایا تھا۔

بقول سیّد کرامت حسین شاہ صاحب:

> ''ایک بار میرے گھر حضرت میاں صاحبؒ تشریف لائے۔ میری بیٹی نے میاں حضورؒ کے پاؤں دبانا شروع کیے۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''نہیں، بو بُور ہنے دے۔'' میری بچّی نے پوچھا ''باباجی! جو میرا باپ کرامت حسین شاہ ہے، وہ آپ کا کیا لگتا ہے؟'' فرمایا۔ ''وہ میرا بیٹا ہے۔'' بچّی نے عرض کیا، سرکار! مَیں اُن کی بیٹی ہوں، لہٰذا آپ میرے دادا ابّو ہوئے۔ داداجان کے پاؤں تو ضرور ہی دبانا چاہئیں۔ آپؒ نے مجھے دیکھا اور فرمایا۔ ''کرامت! تیری بیٹی، لاکھوں پتی ہوگئی۔'' کچھ دیر بعد بیٹی نے میاں حضورؒ کے کندھے دبانا شروع کیے اور دباتے باتے کندھوں کا بوسہ لے لیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''کرامت! تیری بیٹی کروڑوں پتی ہوگئی۔''

خدا کی قدرت دیکھیئے کہ جہاں اِس بیٹی کی شادی ہوئی اُن کی زمین سدھار (جھنگ روڈ، فیصل آباد) کے پاس ہے۔ ان کے رقبے سے کچھ زمین پراچہ برادران نے کمرشل مقصد کیلئے چار ایکڑ بحساب چار کروڑ روپے فی ایکڑ خریدی، جس کے باعث واقعی میری بیٹی کروڑوں پتی بن گئی۔

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 73)

گوجرہ کے پھل فروش جناب محمد اسلم خاں نے 21 مئی 1997ء کو اپنے گھر میں منعقدہ محفل میں بتایا کہ وہ پہلی مرتبہ میاں حضور سے ملنے حکیم شبیر نور پوری کے ساتھ سرگودھا حاضر ہوئے، بقول ان کے: ''میں عرصے سے پیرِ کامل کی تلاش میں تھا، جو کہیں سے نہ ملا۔ کسی نے بتایا کہ سات مرتبہ حضرت سلطان باہوؒ کے دربار میں حاضری دو۔ میں نے سات بار حاضری دی تو میاں صاحب کے ہاں جانا نصیب ہوگیا۔ حکیم شبیر نے میاں حضورؒ سے عرض کیا ''میاں صاحب! میرا دوست اسلم خاں بے اولاد ہے، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ''اب بیٹا ہوگا، محمد شفیع نام رکھنا، اسے حافظ

Marfat.com

قرآن بنانا'' الحمدللہ! اللہ نے مجھے بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ حکیم صاحب اس کی ولادت کے سات آٹھ ماہ بعد سرگودھا گئے تو آپ نے ازخود فرمایا۔ ''اے حکیم جی! کس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا؟'' حکیم جی نے کہا ''بھائی اسلم خاں کے ہاں'' فرمایا ''اس کا نام محمد شفیع رکھا؟'' عرض کیا گیا 'جی' یہی نام رکھا ہے۔ بچے نے ذرا ہوش سنبھالا تو سکول سے پہلے ہی ازخود مسجد میں جانا شروع کر دیا اور قرآن مجید حفظ کیا۔''

صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

''1970ء کی پاک بھارت جنگ میں مشرقی پاکستان کے عوام کے اندر مجیب الرحمن کی وجہ سے مسلم قومیت کی بجائے بنگالی ازم جاگا ہوا تھا۔ دوران جنگ سرگودھا سے آپ فیصل آباد تشریف لے آئے تھے۔ جناب داؤد صاحب کے ہاں مقیم تھے۔ شہر میں گھومتے ہوئے کبھی کبھار حافظ لدھیانوی صاحب کے دفتر بھی چلے جاتے تھے۔ لدھیانوی صاحب محکمہ سیونگ سرٹیفیکیٹ سکیم کے ڈائریکٹر تھے۔ ان کے دفتر میں آپ تشریف فرماتے تھے۔ اچانک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے زور زور سے چلّانا شروع کر دیا ''اے میرا بازہ ٹوٹ گیا مجھے درد ہو رہا۔'' دو گھنٹے بعد ہی یہ خبریں آنا شروع ہو گئیں کہ افواج پاکستان، ہندو فوج کے سامنے ہتھیار ڈال رہی ہیں۔''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی، صوفی، قلندرِ زماں، ص 197)

گوجرہ سے پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حضرت امام بری سرکارؒ کے مزار پر حاضری کیلئے گئے۔ سلام سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ اپنے مرشد گرامی حضرت میاں عبدالرشید کی بارگاہ میں بھی حاضری دینی چاہئے۔ اسی اثناء میں ان کی اہلیہ کو پاکیزگی کا مسئلہ پیش آ گیا۔ انھوں نے پروفیسر صاحب سے کہا ''میں پاکی کی حالت میں نہیں رہی، اب ہمیں سرگودھا نہیں جانا چاہئے۔'' پروفیسر صاحب نہ مانے اور سرگودھا حاضری کیلئے بضدر ہے۔ وہ دونوں جب سرگودھا آستانے کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میاں حضورؒ مسجد کے دروازے کے باہر پانی کا پائپ لئے چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ انھوں نے دور ہی سے فرمایا ''اے غلام رسول! تم دونوں ادھر آؤ۔ تم دونوں بُک (اوک = ہاتھوں سے بنا ہوا پیالا) سے پانی پی لو۔'' انہوں نے ہاتھوں کے بُک بنا لئے تو میاں حضور نے پائپ کے ذریعے ان کے بکوں میں پانی ڈال دیا۔ جب وہ دونوں پانی پی چکے' تو آپ نے فرمایا ''دیکھو بیٹا! اس حالت میں مسجد میں نہیں جاسکتے' بوبو کا پاؤں بھاری ہو رہا۔ تم یہیں سے واپس گوجرہ چلے جاؤ۔''

فیصل آباد کے داؤد فاروق صاحب کے چھوٹے بھائی خالد محمود سول جج کیلئے PCS کے امتحان میں دو مرتبہ فیل

Marfat.com

ہو چکے تھے۔ 1974ء میں تیسری بار امتحان دیا تو صاحبزادہ عارف ایڈووکیٹ کے ساتھ سرگودھا میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپؒ سے کامیابی کیلئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ''ہولیا'' جس دن رزلٹ کا ریڈیو پر اعلان ہونا تھا' اُس دن میاں حضورؒ ایک ریڈیو لیکر داؤد فاروق کی دکان ''آسکو میوزیم'' کچہری بازار' فیصل آباد میں تشریف لے آئے اور فرمایا۔

''ریڈیو اس لئے لایا ہوں کہ اس نے آج خالد کا نام بولنا تھا۔''

شام کو آپؒ میاں ابراہیم (ایکسین محکمہ واپڈا) کی کوٹھی (عبداللہ پور) آ گئے۔ یہاں پانچ بجے کی لوکل خبروں میں رزلٹ اناؤنس ہُوا جس میں کامیاب امیدواروں میں خالد محمود کا نام بھی شامل تھا۔ آپ نے فرمایا ''لو بھائی! بولا ہے نا خالد کا نام؟ ابے! میں تو ریڈیو لایا ہی اسی لئے تھا''

خالد محمود خاں بعد میں ایڈیشنل سیشن جج تھے جب وہ اِس دارِفانی سے رُخصت ہوئے۔

(روایت صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ' اپنے گھر صابری ہاؤس نزد ریکس سٹی فیصل آباد)

محمد زبیر بھٹی کے والد عبدالمجید ریلوے میں ملازم تھے۔ وہ محمد لطیف ناگرا کے گھر کے قریب رہتے تھے۔ وہ غیر مقلد اور عقیدے کے سخت تھے' پیروں فقیروں کو بالکل نہیں مانتے تھے۔ ناگرا مرحوم کے گھر میاں حضورؒ کا آنا جانا تھا۔ ایک دن اُنؒ کی نگاہِ کرم نے زبیر کو چُن لیا۔ زبیر سے پوچھا ''بابو! کہاں جا رہا؟'' عرض کیا حضور' سینما دیکھنے'' فرمایا ''سینما دیکھ کر' سلام کر کے جائیو'' اس طرح زبیر' میاں حضورؒ کے پاس آنے لگے۔ آپ اُنھیں فرماتے ''ابے برتن دھولے'' یونہی چھوٹا موٹا کام کرا لیتے۔'' جب زبیر نے 1967ء میں بی اے فائنل کے پیپرز دیئے تو وہ اپنی کامیابی کیلئے بہت فکر مند تھے۔ اُنھی دنوں وہ کراچی گئے۔ کراچی میں ایک رات اِنھیں خواب میں میاں حضورؒ کی زیارت ہوئی۔ اُنھوں نے کامیابی کیلئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ''ابے تو کراچی آ کر' نماز بھول گیا' نماز پڑھا کر۔ ابے تو پاس ہولیا۔ تیرے 443 نمبر ہیں۔''

اُنھوں نے کراچی سے واپس آ کر مشہور کر دیا کہ میں کامیاب ہوں لیکن جس دن رزلٹ آیا' اُن کا نام ہی شامل نہیں تھا۔ سب گھر والوں نے بھی ملامت کی۔ باباجی کے خواب' 443 نمبروں اور کامیابی کے اعلان کے بھی طعنے دیئے۔ اِنھی دنوں میاں حضورؒ فیصل آباد تشریف لائے ہوئے تھے اور فضل الرحمن خان کے کوارٹر (نزد سول ہسپتال) میں فروکش تھے۔ زبیر صاحب روتے ہوئے میاں حضورؒ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا ''میں نے کہہ دیا' ہولیا' بس تو کامیاب ہولیا' میں نے خواب میں کہا تب بھی تیرے نمبر 443 ہی ہیں' جا کر کالج سے پتہ کر۔'' یہ فرما کر آپ نے فضل

Marfat.com

الرحمن خان کی سائیکل زبیر بھٹی کو دی کہ جاؤ کالج پتہ کر کے آؤ۔ زبیر صاحب اسلامیہ کالج پہنچے اور کلرک سے اپنا رزلٹ دریافت کیا تو اُس نے بتایا ''بھائی آپ تو کالج بھر میں فرسٹ آئے ہیں' آپ کے 443 نمبر ہیں۔ پرنسپل صاحب آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں' جاؤ! جا کر اُن سے مل لو'' (روایت صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ' فیصل آباد)

میاں حضورؒ کے ایک پرانے عقیدت مند سرگودھا کے سینئر سائنس ٹیچر چودھری غلام حیدر چیمہ نے بتایا کہ مَیں پہلے پہل انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ سرگودھا میں سروس کرتا تھا۔ میں جب بھی میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوتا' آپؒ مجھے ''ماسٹر'' کہہ کر بلاتے۔ کئی دفعہ میرے ذہن میں آتا کہ مَیں سرکارؒ سے عرض کروں کہ مَیں تو ماسٹر نہیں ہُوں' لیکن پاسِ ادب سے چُپ رہتا۔ ماسٹر کہہ کر بلانے سے مجھے ذرا ذہنی کوفت ضرور ہوتی لیکن اُن کی وجاہت ہی اتنی تھی کہ مَیں کچھ نہ کہہ سکتا۔ بعد میں حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ مَیں واقعی سکول ٹیچر بھرتی ہوگیا اور سب مجھے ماسٹر کہنے لگے۔ میاں حضورؒ کا ارشاد پورا ہو کر رہا۔

(افضال احمد اِنور' (مضمون) حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پندرہ روزہ فریدی نیوز فیصل آباد' یکم تا 15 مارچ 2006ع 'ص 4)

بابو شفیق احمد خان پانی پتی نے بتایا کہ:

''مَیں بطور کمرشل اسسٹنٹ گُڈز' محکمہ ریلوے میں ملازمت کرتا تھا۔ ایک بار چیف انجینئر واپڈا کے دفتر کے نائب قاصد (Peon) صوفی فضل الرحمان خان کے ہاں میاں صاحبؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔ مَیں آپؒ سے ملنے گیا۔ آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور محبّت سے پاس بٹھایا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اُس نے میاں صاحبؒ کے پاؤں پکڑ کر رونا شروع کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ ابے یہ شفیق خان ریلوے کا بابو ہے۔ یہ تیرا کام کرے گا۔'' وہ یہ سُن کر چل دیا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے مجھے فرمایا۔ ''ابے او شفیق! اس کا کام نہ کیجیو۔ یہ چور ہے۔ چنیوٹ سے آیا ہے۔ حیدرآباد میں جو چوری ہوئی یہ اُس کا چور ہے۔ اب بھی اس کے سر پر جو ٹوپی ہے' چوری کی ہے۔''

راؤ محمد ریاض (لاہور) جب تھرڈ ایئر کے طالب علم تھے اور بذریعہ ٹرین لاہور سے ایبٹ آباد جا رہے تھے' کی طرف اشارہ کر کے فقیر محمد کو بتایا کہ یہ تیرا S.D.O ہے۔ کئی برسوں بعد راؤ صاحب واقعی S.D.O بن کر سرگودھا ڈیوٹی دینے لگے تو فقیر محمد عرف فقیریا اُن کے دفتر میں ملازم تھا۔

سرگودھا کے ایک غریب شخص کے ساتھ اُس کا امیر پڑوسی لڑ پڑا' اور اُسے بے تحاشا گالیاں دیں۔ وہ میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کرنے لگا۔ آپ لسوڑے کے درخت کی ٹہنی پکڑے کھڑے تھے۔ وہ رو رو کر فریاد کرتا رہا

Marfat.com

اور آپ چپ چاپ سنتے رہے۔ اِتنے میں ٹہنی آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور ایک پتّہ آپ کے ہاتھ میں رہ گیا۔ آپ نے فرمایا ''اب پتہ کٹ گیا''۔ وہ بہت سٹپٹایا کہ میری بے عزتی کا کچھ خیال نہیں' لہسوڑے کے پتّے کا خیال ہے۔ وہ دہائی دیتا رہا اور آپ ''اب پتّہ کٹ گیا'' ہی فرماتے رہے۔ جب وہ تھک ہار کر واپس گیا تو اُس کی گلی میں بہت لوگ جمع تھے۔ اُنھوں نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ شخص مر گیا جس نے تیری بے عزّتی کی تھی' تب اُس کی سمجھ میں پتّہ کٹ گیا کا مفہوم آیا۔ وہ پھر آستانے میں حاضر ہو کر معافی مانگنے لگا تو آپ نے فرمایا ''اب چل! لوگوں کے پتّے کٹوائے۔''

محبوب علی نادر صاحب نے بتایا کہ اُس وقت الٹرا ساؤنڈ سسٹم پاکستان میں عام نہیں تھا۔ یہ غالباً 1956ء کی بات ہے۔ گھر تشریف لائے' منہ سے پان والی انگلی نکال کر دروازے پر لکھ دیا ''نور جہاں'' فرمایا ''اب غفور! بیٹی ہوگی' نام نور جہاں رکھنا'' پھر دو سال بعد یہی دہرایا اور منہ سے انگلی نکال کر کتھے کے پانی سے دروازے پر لکھ دیا ''نور محمد'' پھر فرمایا۔ ''اب غفور! بیٹا ہوگا نام نور محمد رکھنا'' پھر مجھ سے چار سال بعد چھوٹا بھائی پیدا ہوا یہی نور محمد نام رکھا گیا۔

یہ 30 / اگست 1989ع کی بات ہے راقم الحروف (افضال انور) گوجرہ سے میاں حضورؒ کو سلام کرنے سرگودھا گیا۔ جانے سے پہلے حاجی ظفر علی احسن صاحب سے ملا۔ صبح سعودی عرب (جدّہ) کیلئے اِن کی فلائیٹ تھی۔ وہ میاں حضورؒ کے ہاں میری حاضری کا سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اُنھوں نے فرمایا میں تو صبح جلدی چلا جاؤں گا' میری فلائیٹ ہے' تم میرا بھی سلام کہہ دینا۔ جب میں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں پہنچا۔ اُنھوں نے خوب کھلایا پلایا۔ بہت سی باتیں ہوئیں لیکن میں حاجی ظفر احسن کا سلام عرض کرنا بھول گیا۔ آپ نے از خود فرمایا ''اب حاجی ظفر ملا تھا؟ مجھے فوراً یاد آ گیا میں نے ان کا سلام عرض کیا' اور کہا کہ کل جدّہ کے لئے اُن کی فلائیٹ ہے۔ وہ صبح گوجرہ سے چلے جائیں گے۔ سرکار نے فرمایا۔ ''اب جھوٹ بولے' کل وہ نہیں جانے کا۔'' میں نے عرض کیا' سرکار اُنھوں نے خود مجھے بتایا تھا ''آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا'' اب او پروفیسر! میں نے بھی بتا دیا' جھوٹ بولے' نہیں جانے کا''

مَیں رات گئے گوجرہ واپس آیا۔ صبح 31 / اگست 1989ع' میں سو کر اُٹھا تو جامع مسجد نور' گوجرہ سے اعلان ہو رہا تھا کہ حاجی ظفر علی احسن کے چھوٹے بھائی ماسٹر محمد افضل رات انتقال کر گئے ہیں۔ جنازے کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ یوں حاجی ظفر احسن کو مزید کچھ دن رُکنا پڑا۔ میاں حضورؒ نے تو پہلے ہی فرما دیا تھا۔

شیخ عبدالجبار شہزادہ نے بتایا کہ محترم سعید خاں مرحوم کے ہاں پہلی بیٹی پیدا ہوئی تو وہ اُسے میاں حضورؒ کی خدمت میں لائے۔ آپؒ نے بچّی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پیار دیا اور فرمایا۔

''ایسے ہے جیسے جدّہ میں بیٹھی ہے۔''

Marfat.com

اس واقعے کو ایک عرصہ گزر گیا اور سب بہن بھائی جوان ہو گئے اور اُن کی شادیاں بھی ہو گئیں۔صرف اُس بڑی بیٹی کی شادی نہ ہو سکی۔ والدین پریشان رہتے کہ بیٹی کی عُمر زیادہ ہو رہی تھی۔اُن کے گھر (نزد سلیمی چوک' الفتح پارک) سے تیسرے گھر کے لوگ جدہ (سعودی عرب) میں رہتے تھے۔کبھی کبھار پاکستان ملنے ملانے آتے۔ایک دفعہ وہ لوگ پاکستان آئے تو اُن کی خاتون سعید خان کے گھر ملنے آئی۔ بڑی بیٹی کو دیکھا تو وہیں رشتہ مانگ لیا اور اسی رشتہ پر بہت اصرار کرنے لگیں۔آخر سعید خان کے گھر والے مان گئے۔یوں رشتہ طے ہو گیا۔جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق تیسرے دن نکاح بھی ہو گیا۔یوں وہ بیٹی اپنے سسرال میں جدہ چلی گئی۔تب تمام گھر والوں کو میاں حضورؒ کا وہ فرمان یاد آیا' جب آپ نے فرمایا تھا۔''ایسے ہے جیسے جدہ میں بیٹھی ہے۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' ---ص 12)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

''محمد ظفر المعروف تایا خانقاہ قلندر کے مخلص خادموں میں سے ہیں۔ان کے بڑے بھائی بشیر احمد صاحب ہیں جو جہلم میں رہائش پذیر ہیں۔بشیر احمد صاحب بستر علالت پر پڑے ہوئے ہیں موسم سرما ہے۔صبح کا وقت ہے۔آپ برآمدہ میں تشریف فرما ہیں۔جہلم سے بشیر صاحب کا بیٹا عالم پریشانی میں آیا۔آپ کی دست بوسی کرتے ہوئے زاروقطار رونے لگا۔آپ نے جذبہ میں فرمایا:

''ابے مجھے ڈسٹرب مت کرو''

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد آپ لب کشا ہوئے:

''ابے ظفرے جہلم جاؤ۔بشیر تانگے میں ہسپتال جا رہا ہے۔تانگہ ہی میں بشیر نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے بشیر دنیا سے چلا گیا''

تایا ظفر اور اس کا بھتیجا جب جہلم پہنچے تو ان کو گھر والوں سے معلوم ہوا کہ بھائی بشیر تانگہ میں بیٹھے اور زور زور سے کہنے لگے ''ابے تانگہ روکو میاں صاحب آئے ہیں اور فرما رہے ہیں۔

''جلدی جلدی بشیر کلمہ طیبہ پڑھ لے۔''

تانگہ ہی میں بشیر صاحب نے دنیا فانی سے رخصت لی اور سفر عقبیٰ اختیار کیا۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 127)

معروض احمد راجا (بنگالی) لکھتے ہیں۔''27 نومبر 1971ء کو مَیں میاں حضورؒ کے پاس حاضر ہُوا۔آپؒ نے

Marfat.com

پوچھا ''چھوٹے بنگالی قصور میں کہاں رہو ے؟'' میں نے عرض کیا۔ ''سرکار قصور ریلوے اسٹیشن کی بلڈنگ کے اوپر ایک کمرہ ملا ہُوا ہے۔'' سرکار نے فرمایا ''تین تاریخ کو گڑبڑ ہوگی' تو نے وہاں سے بھاگنا نہیں' آپ نے مجھے دو کیل پکڑائے اور فرمایا ''یہ اپنے دروازے پر ٹھونک دینا۔'' 3 دسمبر 1971ء کو انڈیا نے حملہ کر دیا' 17 دن اتنی شدید گولہ باری ہوئی کہ قصور شہر ہل کر رہ گیا۔ جہاز تباہی مچا رہے تھے' ہمارا اسٹیشن براہِ راست توپوں کی زد میں تھا لیکن مَیں بے فکر ہو کر اپنے کمرے میں رہا' کیونکہ مجھے سرکار نے اس کا حکم دیا ہُوا تھا' بفضل خدا میرا بال بھی بیکا نہ ہُوا۔''

(مکتوب بنام اِفضال احمد انور' محررہ 11-9-95 ص3)

فیصل آباد کے معروف شاعر محمد اشرف یوسفی تاجی نے راقم الحروف کو بتایا کہ ان کے دوست' محمد فاروق یوسفی تاجی کے والدِ ماجد نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا ''ایک پاک صاف جگہ ایک اونچا ٹیلا ہے۔ وہاں جوتوں کا بہت خوبصورت جوڑا رکھا ہوا ہے۔ میں بڑی محبت سے اس جوڑے کو دیکھ رہا تھا کہ معاً مجھے آواز سنائی دی ''یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلینِ پاک ہیں۔ میں نے یہ سن کر ادب سے سر جھکا دیا اور نعلین پاک کا بوسہ لیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔'' صبح اٹھا تو اگرچہ بے پناہ خوشی ہوئی لیکن دل میں وسوسہ بھی پیدا ہوا کہ وہ جوتے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے بھی یا نہیں۔ اسی ادھیڑ بن میں کافی دن گزر گئے ایک دن قلندر پاک حضرت میاں صاحبؒ کے پاس سرگودھا حاضر ہوا۔ کافی لوگ بیٹھے تھے میں بھی بغیر کوئی بات کیے ایک طرف ہو کے بیٹھ گیا میاں حضورؒ نے بات کرتے کرتے اچانک میری طرف منہ پھیرا اور فرمایا: ''ابے او! تو نے خواب میں واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوڑے مبارک کی زیارت کی تھی۔ بہت حیران ہوا اور بے حد خوش بھی۔''

(روایت محمد اشرف یوسفی تاجی' فیصل آباد' مئی 2009ء)

میاں حضورؒ ایک دفعہ سرگودھا کے ایک بازار میں چل رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب بھی چلے جا رہے تھے۔ اُنھوں نے سوچا کہ سچا ولی اپنے پشت پیچھے درودِ پاک نہیں پڑھنے دیتا۔ میں میاں صاحبؒ کے پیچھے پیچھے چلتا' درود شریف پڑھتا ہوں۔ اگر میاں صاحبؒ واقعی ولی ہوئے تو مجھے ٹوک دیں گے۔ وہ پیچھے چلتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا ۔آپ آرام سے چلتے رہے اور اُسے منع نہ کیا۔ جب چوک آیا تو آپ یک لخت مُڑے اور غُصّے سے فرمایا: ''ابے او مولوی! تو کیا درود پڑھ کر مجھے آزمائے' ابے مجھے تو اللہ کے فرشتے نہ پہچان سکے' اِدھر آ' کر' آگے پڑھ''

حضرت میاں عبدالرشیدؒ کو اللہ کریم نے ایسے نورِ بصیرت سے نوازا تھا کہ وہ چیز کے ظاہر کے علاوہ اس کے باطن کو بھی دیکھ لیتے تھے۔ منہ سے ادا ہوتے لفظوں میں چھپی نیتوں اور دلی ارادوں سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ ایسے ہی نور

Marfat.com

کو علامہ اقبال نے دل کا نور قرار دیا تھا۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

حضرت مولانا صوفی محمد اسحاق گوجروی (خطیب بٹالہ کالونی، فیصل آباد) حضور میاں صاحب کے دیرینہ عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ انھوں نے حضور میاں صاحب کا یہ واقعہ متعدد بار دینی محافل میں بیان کیا۔ میاں حضورؒ کے اعراس پر بھی آپ نے یہ واقعہ کئی بار سنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''یہ اس وقت کی بات ہے جب میاں حضور چنیوٹ میں قیام پذیر تھے، ایک دن وہ سعید خان کے ہمراہ چنیوٹ کے بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک دودھ بیچنے والے کی دکان پر اچانک رک گئے۔ آپ نے اس کے بڑے سے کڑاہ میں ابلتے ہوئے دودھ کو دیکھا۔ میاں حضورؒ پان کھا رہے تھے، آپ نے اُس کے دودھ کے گرم کڑاہ میں پان کی پیک تھوک دی اور ایک طرف جا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ دکاندار تھڑے سے نیچے اترا اور بڑی عاجزی سے میاں صاحب کے حضور عرض کرنے لگا کہ جناب میں غریب آدمی ہوں، میرا دودھ اب کون خریدے گا؟ آپ نے پوچھا یہ تیرا دودھ اور آج کا کل نفع کتنا بنتا ہے۔ جتنی رقم اس نے بتائی، آپ نے سعید خاں سے فرمایا ''اے سعید خاں! اسے اتنے پیسے دے دے'' سعید خاں نے مطلوبہ رقم ادا کر دی، تو آپ نے فرمایا اب جبکہ ہم اس دودھ کو خرید چکے ہیں اور تو رقم لے چکا ہے، اس دودھ کو نیچے گرا دے۔ وہ دکاندار پہلے تو پس و پیش کرتا رہا اور کہتا رہا کہ آپ تشریف لے جائیں، مَیں بعد میں دودھ گرا دوں گا، لیکن جب آپ نے بہت اصرار کیا تو اس نے ڈونگے بھر بھر کر دودھ نیچے گرانا شروع کر دیا۔ جب سب دودھ بہہ چکا تو آخر میں کڑاہ کے پیندے میں ایک مری ہوئی چھپکلی جو پھول چکی تھی، نظر آئی۔ دکاندار میاں حضورؒ کے ہاتھ چومنے لگا کہ سرکار! آج چنیوٹ ایک بڑے حادثے سے بچ گیا، ورنہ میرے پیسے بھی جاتے اور پینے والے بھی مرتے۔

گوجرہ ہی کے محترم ملک نور محمد بیکری والے کے صاحبزادے ملک ذوالقارعلی نے راقم الحروف کو 9 راگست 2014ء کو بتایا کہ میاں حضور کا ایک ایسا ہی واقعہ گوجرہ میں بھی پیش آیا تھا۔ اُن کے بقول اُنھوں نے یہ واقعہ بابا بودی (جو سبزی منڈی گوجرہ میں کاروبار کرتے ہیں) نے سنایا تھا۔ سرگودھا قیام سے پہلے میاں حضورؒ جب گوجرہ میں تھے، تو آپ صبح کے وقت فقیر محمد شیر فروش (المعروف پھیرو دُدّھ دہیں والے) کی دکان پر تشریف لائے۔ اُن کے کڑاہے میں اُبلتے ہوئے دودھ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''اے پھیرو! اس دودھ کو نالی میں بہا دے۔'' فقیر

Marfat.com

محمد نے کہا' حضور' یہ میرا کاروبار ہے۔ میرے لیے اسے گرانا مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا'' ابے! میں بولوں اِسے گرادے۔'' قلندر پاک کو جلال میں دیکھ کر فقیر محمد ہاتھ باندھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی۔ سرکار دودھ اللہ کا نور ہے اور ویسے بھی یہ میرے بچوں کی روزی ہے۔ سرکار آپ کا حکم بجا لیکن یہ پورا ایک ہزار روپے کا دودھ ہے۔ یہ پیسے مجھے کون دے گا۔ یہ سُن کر میاں صاحب نے اپنا خالی ہاتھ اپنی ران پر مارا' اور ہاتھ فقیر محمد کے سامنے کر دیا۔ فقیر محمد یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میاں حضور کے ہاتھ میں سو سو روپے کے کئی نئے نوٹ ہیں۔ آپ نے یہ نوٹ فقیر محمد کو تھمائے' جنھوں نے نوٹ گنے تو پورے دس نوٹ تھے۔ میاں حضور نے فرمایا۔'' ابے گن لے اور غور سے دیکھ لے کہ نوٹ جعلی تو نہیں۔ فقیر محمد نے نوٹ دوبارہ گن کر گلے میں ڈالے اور دودھ نیچے گرانا شروع کر دیا۔ دودھ ختم ہونے لگا تو اُسے کڑاہے میں دس چھپکلیاں مری ہوئی نظر آئیں۔ اُس نے گھبرا کر سامنے میاں صاحب کو دیکھا لیکن وہ تو غائب ہو چکے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں واقعات میاں حضور کی بصیرت' دروں بینی اور حقیقت شناسی کے غماز ہیں۔

چودھری جان محمد ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک بار وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ میاں حضورؒ کو سلام کرنے آئے تو اُن کی اہلیہ کے دل میں ذرا سا خیال پیدا ہوا کہ ہمارا تقریباً دو سو روپے کا پٹرول خرچ ہو گیا ہے۔ ان کے بقول میاں حضورؒ نے میری (جان محمد کی) اہلیہ کو ساتھ والے کمرے میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور مجھے (جان محمد کو) اپنے پاس سدری میں بٹھا لیا۔ ہم دونوں کو شربت پلایا گیا۔ یکا یک میاں حضورؒ اٹھے اور میری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے' وہاں بیٹھ گئے اور اپنی جیب سے دو سو روپے نکال کر میری اہلیہ کو دیے اور فرمایا'' یہ دو سو روپے رکھ لو' یہ آنے جانے کا خرچہ ہے۔'' میری اہلیہ بہت حیران ہوئیں کہ یہ بات تو صرف میرے اپنے دل میں تھی' میں نے تو کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ واقعہ میری اہلیہ نے واپسی پر مجھے بتایا۔ جس سے میاں حضور کی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی رمز ضرور ہوتی تھی۔

یہ واقعہ گوجرہ کے دربار حضرت بابا عیدو سرکار کے گدی نشین محترم محمد اقبال (جسے بابا جی عیدو سرکارؒ موتیوں والے کہا کرتے تھے) نے راقم الحروف (افضال انور) کو سنایا۔ میں نے یہ واقعہ بارہا محافل میں سنایا۔ خالد مراد صاحب نے واقعہ کو تو یہ تیرے پُر اسرار بندے کے دوسرے ایڈیشن میں شامل کر لیا' اگرچہ میرا حوالہ نہیں دے سکے۔ میں نے احیاناً سنار کا نام نہیں بتایا نہ یہاں لکھ رہا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ گوجرہ کا ایک نوجوان سنار ایک مرتبہ کسی شادی میں شرکت کیلئے سرگودھا گیا' شادی میں ہیجڑے بھی آئے ہوئے تھے' ایک ہیجڑا (کھسر' زنخا) کافی خوش رُو تھا' اس کے مجرے پر اس سنار کا دل آ گیا اور وہ اس کے ٹھمکوں پر نوٹ نچھاور کرنے لگا۔ شادی کی تقریب کے بعد وہ

Marfat.com

خصوصی طور پر اس کھسرے سے ملا' مختصراً وہ سنار اس کھسرے کو دل دے بیٹھا اور اسے دوست بنا لیا۔ اب جب بھی اس کے پاس دو تین ہزار روپے جمع ہوتے وہ اس کے ایک ایک روپے کے نئے نوٹ لیتا اور سرگودھا میں جا کر اپنے ہیجڑے دوست کا مجرا دیکھتا' اس پر رقم لٹاتا اور دل پشوری کر کے واپس آ جاتا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ کھسرا گھر نہ ملا' گھر والوں نے بتایا کہ وہ شادی کمانے گاؤں گیا ہوا ہے۔ اس نے کہا بیٹھک کھول دیں' میں اس کا انتظار کروں گا۔ گھر والوں نے اسے برا بھلا کہا اور صاف کہا کہ شہدے تماش بینوں کیلئے بیٹھکیں نہیں کھلا کرتیں۔ اس نے خاصی بے عزتی محسوس کی اور واپس آنے کا فیصلہ کر لیا' وہ پلٹا تو دل کے ہاتھوں پھر مجبور ہو گیا' اس نے فیصلہ کیا کہ اب شام کو اس سے مل کر اور اس کے گھر والوں کی اس سے شکایت لگا کر ہی جاؤں گا۔ سوال یہ تھا کہ شام تک وہ کہاں ٹھہرے؟ اسے یاد آیا کہ سرگودھا میں نوٹوں والی سرکارؒ کا آستانہ ہے' وہاں چلتے ہیں' وہاں کھانا بھی فری ملتا ہے اور مسجد میں آرام بھی کر لوں گا۔ وہ لوگوں سے پوچھتا پاچھتا میاں حضورؒ کے آستانے تک پہنچ گیا' جب وہ مسجد میں آیا تو میاں حضورؒ کے گرد چالیس پچاس آدمی بیٹھے تھے۔ یہ بھی خاموشی سے ایک طرف ہو کر میاں حضور کو دیکھنے لگا' میاں حضور کا چہرہ اس کے دل میں اترتا چلا گیا اور اس کے دل میں میاں صاحب کی طرف کشش ہونے لگی۔ اتنے میں میاں صاحب نے اپنی جیب سے ہزار' ہزار روپیہ مالیت کے تین نوٹ نکالے اور سب کو دکھاتے ہوئے فرمایا۔ ''ابے یہ میرے پاس تین ہزار روپے ہیں' مجھے ان کی بھان (ریزگاری) چاہیے' ہے کوئی جو مجھے ایک' ایک روپے کے نئے نوٹ دے کر یہ مجھ سے لے لے۔'' اس سنار نے سوچا کہ ایک' ایک روپے کے نئے نوٹ اور وہ بھی پورے تین ہزار کے تو میرے پاس ہیں' لیکن اس نے تو یہ ہیجڑے کیلئے رکھے تھے لہٰذا دوسرے سبھی لوگوں کی طرح وہ بھی چپ رہا' میاں حضور نے پھر فرمایا ''ابے میں بولوں کہ جو مجھے ان کی بھان دے گا' اللہ اس کا بھلا کر دے گا۔'' اب اس کے دل پر چوٹ لگی' وہ سوچنے لگا کہ بھان دے دینی چاہیے لیکن حوصلہ پھر نہ ہوا۔ اتنے میں میاں حضور نے صف پر پڑی ہوئی تنکوں والی ٹوپی اٹھائی اس میں تینوں نوٹ ڈال دیے اور فرمایا ''لو بھئی! اب میں آخری بار کہوں کہ جو مجھے اب بھان دے دے گا' اللہ اس کا بھلا کر دے گا۔'' اب یہ اٹھا' اس نے عرض کیا ''بابا جی! میرے پاس ایک' ایک روپے کے نئے نوٹ ہیں۔'' اس نے ایک' ایک روپے کے نئے نوٹ کے تیس بنڈل واسکٹ کی مختلف جیبوں سے نکال نکال کر میاں حضور کے سامنے صف پر رکھ دیئے۔ اب میاں صاحب نے قرآنِ مجید والی الماری کھولی' اس میں ایک' ایک کر کے سارے بنڈل رکھے اور آخر میں ہزار' ہزار کے اپنے تین نوٹ بھی رکھ کر الماری کو تالا لگا دیا۔ اب تو وہ سنار بہت گھبرایا اور اس نے تقریباً رو دینے والے لہجے میں کہا ''سرکار! میرے تین ہزار روپے'' آپ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور غصے سے فرمایا ''ابے او!

Marfat.com

کھسرے کے برابر بھی نہیں سمجھتا؟'' یہ سنناتھا کہ مارے شرم کے وہ گویا زمین میں گڑ گیا۔ اسی لمحے اسے اس کھسرے اور مجرے سے اتنی نفرت ہوئی کہ وہ میاں حضورؒ کے پاؤں میں گر کر معافی مانگنے لگا' کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' بیٹے! اللہ بڑا مہربان ہے' تیرا بھلا ہو لیا' ہاں صفائی چاہیے تو مسجد کی لیٹرینیں دھو لے۔ اس نے لیٹرینوں کی صفائی کیا کی' اس کے دل کی صفائی ہو گئی اور پھر وہ سرگودھا تو جاتا لیکن صرف میاں حضورؒ سے ملنے۔

❖❖❖

بے انتہا کشف

دور و نزدیک کے کسی واقعے کا اللہ کے اذن سے علم ہو جانا یا مستقبل کے کسی واقعے کی خبر ہو جانا کشف کہلاتا ہے۔ بفضلہٖ میاں صاحبؒ دور دراز کے واقعات دیکھ لیتے تھے بلکہ سوئے ہوئے آدمی کے خواب کے واقعات تک دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ میاں حضورؒ کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا کشف کی صلاحیت سے نوازا ہوا تھا۔ وہ اپنے آستانے میں بیٹھے پوری دنیا کو دیکھتے تھے۔ اُنھیں واقعات کا بہت پہلے علم ہو جاتا تھا۔ جب اُن کا کوئی عقیدت منداُن سے ملنے کے لیے گھر سے نکلتا تو آپؒ اُس کے کھانے کے انتظامات کا حکم دیتے۔ اجازت لے کر واپس جانے والے زائرین کو خود فرما دیتے کہ ٹرین سے جائیو۔ اور زائر جب اسٹیشن پر پہنچتا تو گاڑی بالکل تیار ہوتی۔ ان کے پاؤں رکھتے ہی چل پڑتی' گویا انھی کا انتظار کر رہی تھی۔ بعض اوقات آپ فرماتے کہ چل دو' جانے والے کا جانے کو جی نہ کرتا مگر وہ حکم کی تعمیل میں چل پڑتا۔ جب اُس کی کار کسی خاص جگہ پہنچ جاتی تو پیچھے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب آ جاتا۔ یوں میاں صاحبؒ کے کشف کی بدولت اُن کے عقیدت مند مسائل و مصائب سے بچے رہتے۔ میاں صاحبؒ موجود وقت لیکن غیر موجود جگہ کے واقعات ہی نہ دیکھتے بلکہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ مستقبل کے واقعات بھی یوں دیکھتے جیسے ابھی اُن کے سامنے ہو رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کشفِ قبور کی کرامت سے بھی سرفراز کیا ہوا تھا۔ یہاں اس حوالے سے بعض واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

پیر سید رضا محمد شاہ' سجادہ نشین بھیرہ شریف رقم طراز ہیں کہ ایک دن قلندر شہیدؒ نے قصد کیا کہ آج ہم پیر صاحب سے فیض حاصل کرنے کے لیے ان کے درِ دولت پر جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے مصاحبین سے فرمایا کہ قبلہ شاہ صاحب خود کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ بہرطور آپ تشریف لائے اور میں (رضا محمد) نے قدم بوسی کی اور ابا حضور کے متعلق عرض کی کہ وہ گھر تشریف نہیں رکھتے تو ان کے ساتھ آئے ہوئے دوست

Marfat.com

نے کہا کہ میاں صاحب نے تو اپنے آستانے پر ہی کہہ دیا تھا کہ پیر صاحب گھر نہ ہوں گے۔لیکن ان کے بیٹوں سے ملاقات ہو جائے گی۔

(رضا محمد شاہ سید' کا مضمون مشمولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 8' مئی 2000ء.....ص:16)

محمد انور ولد بشیر احمد سرگودھا بلاک 25 کے رہائشی ہیں۔وہ بتاتے ہیں کہ بابا حضورؒ اکثر ہمارے پاس آتے اور یہ فرماتے کہ ماں باپ کی خدمت کیا کرو۔میں نے باباجی کی یہ بات مدنظر رکھتے ہوئے قصد کیا کہ والدہ کو حج یا عمرہ کراؤں گا۔جلد ہی ایسا انتظام ہو گیا کہ ہم نے والدہ محترمہ کو عمرہ کے لیے بھجوا دیا اور انھیں الوداع کر کے خود باباجی کے حضور حاضر ہو گئے۔باباجی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ہمیں دیکھا تو فرمایا: ''ماں کو عمرہ کے لیے بھیج دیا۔'' حالانکہ اس کا ذکر تک نہ کیا تھا کہ ہم لاہور ایئر پورٹ سے والدہ صاحبہ کو الوداع کہہ کر آ رہے ہیں۔

(راجا مظفر خان جنجوعہ' کرامات قلندر (مضمون مشمولہ) ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا' جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 8' مئی 2000ء.....ص:16)

گوجرہ کے قیصر منصور نے بتایا کہ ایک بار میں حکیم شبیر احمد نور پوری کے ساتھ میاں صاحب سے ملنے سرگودھا گیا۔آپ نے رات مسجد میں سونے کا حکم دیا۔مَیں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مسجد میں سو گیا۔رات میں نے بہت ہی بُرا خواب دیکھا۔قریب تھا کہ مَیں بدخوابی کا باقاعدہ شکار ہو جاتا' کسی نے مجھے ٹھوکر ماری مَیں ہڑبڑا کر اُٹھا' تو دیکھا کہ میاں حضورؒ ہیں اور مجھے فرما رہے ہیں۔''ابے اُٹھ کر' پیشاب کر آ۔'' اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں مسجد میں بدخوابی سے بھی بچ گیا اور مَیں نے میاں صاحبؒ کی ایک کرامت دیکھنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری صاحب نے بتایا:

مَیں ایک بار میاں حضورؒ کے آستانے میں سِہ دری میں بیٹھا ہُوا تھا۔میاں حضورؒ نے مجھے فرمایا: ''کیا کرے یہاں آ'' اُنھوں نے مجھے اپنے نزدیک' سِہ دری کے شمالی سمت کے کمرے کے برابر بٹھا لیا۔میاں حضورؒ میرے ساتھ مغرب کی طرف خود تشریف فرما ہوئے۔آپ نے مجھے فرمایا: ''کلمہ پڑھ لے''۔مَیں کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔آپؒ نے فرمایا زلزلہ آنے والا ہے۔میرے دل میں خیال پختہ ہو گیا کہ میاں صاحبؒ نے مجھ سے کلمہ پڑھوایا ہے اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ زلزلہ آنے والا ہے' اِس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ یقیناً میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔مَیں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر بڑے ہی خشوع و خضوع سے کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔چند ہی لمحوں بعد زبردست زلزلہ آیا۔آستانے کی زمین'

Marfat.com

دیواریں، چھتیں، دروازے اور ہر چیز بُری طرح ہلنے اور کانپنے لگی۔ آستانے کی ہر چیز متزلزل ہوگئی۔ اشیاء کے ٹکرانے اور کنڈیوں کے ہلنے سے کھڑکھڑ کی سخت آوازیں آرہی تھیں۔ زلزلہ تقریباً بیس، تیس سیکنڈ ہی رہا۔ جب زلزلہ تھم گیا اور جان میں جان آئی تو میاں صاحبؒ نے فرمایا: ہمارے اعمال اچھے نہیں ہیں اور اللہ پاک لوگوں کو ڈراوے ہے۔

◆◆◆

تجھے بخشا گیا کیسا تصرّف

تجھے بخشا گیا کیسا تصرّف ترے ہاتھوں میں ہیں لوح وقلم بھی

(افضال انور)

میاں حضورؒ کو اللہ تعالیٰ نے انگنت عجیب وغریب صلاحیتیں بخشی ہوئی تھیں۔ جن کا فہم اور احاطہ عام عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ ان کے آستانے میں لحہ لحہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے جن سے میاں حضورؒ کی رفعتِ شان مسلسل آشکار ہوتی رہتی۔ اُن کے جاننے والا ہر آدمی اُن کی ایسی انگنت کرامات سُنا سکتا ہے۔ کسی نے ٹرانسفر کرانا ہوتا یا ٹرانسفر کینسل کرانا ہوتا، اپنی پریشانیوں سے بچنے کی تدبیر کرنا ہوتی یا کسی بھی قسم کا کوئی بھی مسئلہ درپیش ہوتا وہ دعا برکت کے لیے آپ کے آستانے میں حاضر ہوتا۔ میاں حضورؒ کی دعا برکت سے پریشانیاں ختم ہوتیں، مسئلے حل ہوتے اور لوگ میاں حضورؒ کے وجودِ مبارک سے فیض حاصل کرتے۔ یہ سلسلہ آپ کی شہادت کے بعد بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

یہاں چند ایک ایسے ہی واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

''جس روز روس نے افغانستان پر حملہ کیا اس دن ایک پٹھان مرید آیا اور اس نئی مصیبت پر چیخنے چلانے لگا۔ آپؒ نے دریافت فرمایا'' تو کیا چاہتا ہے؟'' اس نے کہا'' حضورؒ میں نے کیا چاہنا ہے آپؒ خود سوچیں، وہ پہلے افغانستان کو برباد کرے گا پھر پاکستان کی طرف بڑھے گا۔'' سہہ دری میں ایک سرخ رنگ کا مگا رکھا ہوا تھا۔ آپؒ نے پٹھان سے وہ منگوایا اور اسے کہا کہ اسے زمین پر دے مارے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور مگا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ پھر آپؒ نے فرمایا'' بس اب خوش ہے؟'' اس وقت تو یقیناً آپ کا یہ فعل کسی کی سمجھ میں نہ آیا مگر وقت نے جب روس کے

Marfat.com

ٹکڑے مگے کی طرح کر دیئے تب پتا چلا۔''

(خالد مراد ' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم'ص 150)

لیاقت علی قریشی ایڈووکیٹ نے بتایا کہ میرے چھوٹے بھائی میجر طارق کا چھاؤنی میں دودھ لانے والے سے جھگڑا ہوگیا۔ بھائی تب کیپٹن تھا۔اُس نے شیر فروش (دودھی) کو تھپڑ مار دیا۔وہ شیر فروش جنرل صاحب کے گھر بھی دودھ پہنچایا کرتا تھا'اُس نے جنرل کی بیوی سے شکایت کی۔بیوی نے جنرل کو پٹی پڑھائی اور جنرل نے بغیر تفتیش'بغیر صفائی کا موقع دیے بلکہ کوئی بات کیے بغیر بھائی کے کورٹ مارشل کے آرڈرز نکال دیے۔ہم بہت پریشان ہوئے۔ہم نے بڑی کوشش کی لیکن جنرل کوئی بات سُننے کیلئے تیار ہی نہ تھا۔اسی پریشانی اور مصیبت میں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں فریاد کی۔میاں صاحب بات سنتے ہی جوش اور غصّے میں آ گئے۔فرمانے لگے''تیری ---ایسی تیسی' اب ہم سے مقابلہ کرے۔تیری یہ جرأت۔''اس وقت آپ سدری میں حُقہ پی رہے تھے۔آپ نے اُس کی چلم اُتاری اور زور سے سامنے کی دیوار پر دے ماری اور فرمایا۔''لے اب دیکھ''ٹھیک ایک ہفتہ بعد جنرل کو کسی طرح معلوم ہوگیا کہ خود اُس کا کورٹ مارشل ہونے والا ہے'وہ سیانا نکلا اور استعفیٰ دیکر جان چھڑالی۔

اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ میاں حضورؒ اپنے عقیدت مندوں کا باپ سے بڑھ کر خیال رکھتے تھے۔یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کو ہمیشہ عاجز رہنا چاہیئے خبر نہیں زوال کس کی وجہ سے' کب اور کیسے آجائے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور'' ---ص 24)

فیصل آباد کے الحاج شمس الحق نے بتایا کہ:

جب مَیں ڈپٹی ڈائریکٹر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ مقرر ہُوا' تو گجرات میں تعیناتی ہوئی۔گھر والوں نے صلاح دی کہ میاں حضورؒ سے عرض کرنا چاہیئے تاکہ وہاں سے فیصل آباد تبادلہ ہوجائے۔مَیں سرگودھا جاتا' آستانے میں حاضر ہوتا لیکن عرض کرنے کا حوصلہ نہ پاتا۔بالآخر ایک بار مَیں نے تبادلے کی درخواست عرض کرنے کا پکّا ارادہ کر ہی لیا۔مَیں میاں حضورؒ کو عرض کرنے کے لیے اُن کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ میرے بولنے سے پہلے کہیں سے ایک مانگنے والا فقیر آیا اور میاں صاحبؒ کے پاس کھڑا ہوگیا۔آپؒ نے فرمایا' پانچ روپے شمس دین سے لے لے۔جب تبادلہ ہوجائے گا' باقی پھر دے دے گا۔تھوڑی دیر بعد مجھے فرمایا کہ اِسے (فقیر کو) چاول کی ایک پلیٹ لاکر کھلا دو۔مَیں نے حکم کی تعمیل کی۔اُس فقیر کی خدمت میں پانچ روپے پیش کیے اور اُسے چاول بھی کھلا دیے۔ایک مہینہ گزر گیا۔مَیں حاضری کی غرض سے پھر سرگودھا آستانے میں حاضر ہُوا۔آپ کمرے کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔مَیں بھی چھت پر پہنچ

Marfat.com

گیا۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: شمس دین! اِدھر آجا۔ میرے پاس بیٹھ کر روٹی کھالے۔ آپؒ نے خادم سے فرمایا: اس کی روٹی اِدھر بھیج دو، یہ میرے پاس بیٹھ کر کھائے گا۔ مَیں نے میاں صاحب کو بے حد مہربان اور ہشاش بشاش پایا تو عرض کیا کہ باباجی وہ میرا تبادلہ تو نہیں ہُوا۔ آپؒ سنتے ہی ناراض ہو گئے۔ غصّے سے فرمایا اُٹھ جا' یہاں سے چل دے۔ نیچے خادم کو حکم دیا' اس کو روٹی اُدھر نیچے ہی کِھلا دیو۔ مَیں چل پڑا تو آپؒ نے فرمایا: ''بے اعتباریاں کرے۔'' اس کے دو تین دن بعد تبادلہ آرڈر مل گئے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 74)

ڈاکٹر غلام علی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں صاحبؒ فیصل آباد' واپڈا کے دفتر میں ایک عقیدت مند کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ نماز کیلئے باہر مسجد میں آئے۔ نماز کے بعد مسجد کے باہر کھڑے تھے کہ کچھ عقیدت مندوں نے شکایت کی کہ سرکار! واپڈا کے دو مرزائی افسر بہت تنگ کرتے ہیں۔ اُنھوں نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اُن سے جان چھڑا دیں۔ آپؒ نے مسجد کی دیوار کے اوپر سے دو اینٹوں کو اٹھایا۔ اُن کی جگہ بدل کر الگ الگ رکھ دیا۔ اگلے دن پتہ چلا کہ دونوں کا تبادلہ الگ الگ جگہوں پر ہو گیا ہے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 26)

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''میری خالہ زادہ بہن شمّو کا گھر محلہ جھال خانو آنہ کی گلی نمبر 4 میں ہے۔ یہ 2002ء کی سخت گرمیوں کی بات ہے میری اس بہن کا شوہر اظہر کوہ مری گیا ہوا تھا اور ان کی فریج کئی دن سے خراب تھی۔ میری اس خالہ زاد بہن نے میاں حضورؒ کی تصویر کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: ''حضورؒ میرے گھر والا مری ہے' فریج خراب ہے۔ مجبوراً گرم پانی پیتی ہوں۔ سرکارؒ کرم کر دیں۔'' صبح جب وہ سو کر اٹھی تو فریج نہ صرف خود بخود ٹھیک ہو چکا تھا بلکہ پہلی مرتبہ فریج کے باہر دروازے پر بھی برف جمی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اس خالہ زاد بہن کا انتقال ہو گیا لیکن اس کی فریج کی داستان خاندان والے کبھی نہیں بھولتے۔

آستانہ کے پرانے خادم عبدالخالق عرف مرادی مرحوم نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ میاں حضورؒ کی ظاہری زندگی میں ایک دن مَیں بہت پریشان تھا۔ اُسی رات مَیں نے خواب دیکھا کہ جمعہ کا دن ہے۔ مسجد میں لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور منبر پر حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ نعتِ مبارک پڑھ رہے ہیں۔ جب سرکارؒ نعتِ مبارک پڑھ چکے تو مَیں نے اُن سے عرض کیا کہ سرکار آج مَیں بہت پریشان ہوں۔ آج مَیں آستانے میں نہیں آسکوں گا۔ صبح اُٹھا تو پریشانی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ اللہ کے فضل سے دن چار بجے تک میری تمام پریشانی مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔

Marfat.com

چنانچہ مَیں گھر سے نکلا اور پانچ بجے آستانے میں پہنچ گیا۔ میاں حضورؒ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''ابے او مرادی! وہ تو خواب میں کیا کہہ رہا تھا؟''

ایک بار آستانے میں میٹھے چاولوں کی دیگ پکانے کا حکم ہُوا۔ خادموں نے چاول دیگ میں ڈال کر' دیگ آگ پر رکھ دی۔ دیگ میں چینی کے علاوہ گھی' گری' میوہ' مغزیات اور دیگر لوازم ڈال دیے گئے۔ میاں حضورؒ نے بیس کلو پسے ہوئے نمک کا تھیلا کھولا اور میٹھے چاولوں میں انڈیل دیا۔ سب سوچنے لگے کہ دیگ کا مزا کرکرا ہو جائے گا۔ جب دیگ پک گئی تو اچانک ایک ڈی ایس پی (D.S.P) چند لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت ہُوا۔ اُس کے ساتھ چند دوسرے لوگ بھی تھے۔ میاں حضورؒ نے شیخ عبدالجبار سے فرمایا: ''ان کو چاول نکال کر دے۔'' اُنھوں نے پلیٹوں میں ڈال کر چاول مہمانوں کو پیش کیے۔ وہ مزے لے لے کر کھانے لگے' اور اُس کی مزیدار مٹھاس کی تعریفیں کرنے لگے۔ شیخ عبدالجبار نے سوچا کہ اتنا نمک ڈالا ہے' خبر نہیں کیسا ذائقہ ہوگا۔ ذائقہ چکھنے کے لیے اُنھوں نے بھی تھوڑے سے چاول منہ میں ڈال لیے' وہ نہایت مزیدار زردہ تھا' اور نمک کا نام ونشان نہ تھا۔ میاں حضورؒ نے فوراً جھڑک دیا اور فرمایا: ''کس سے پوچھ کر کھائے؟'' فوراً معافی مانگی گئی تو آپ کا غصّہ ختم ہُوا۔ یہ قلندر پاک کی شان تھی کہ بیس کلو نمک نے بھی میٹھے زردہ کی دیگ نمکین نہ ہونے دی۔

پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول' سابق چیئرمین ثانوی بورڈ نیز ڈائریکٹر کالجز' سرگودھا ڈویژن نے میاں حضورؒ کی ایک کرامت کا ذکر یوں کیا ہے۔ میاں حضورؒ سے میری ملاقات 1981ء میں اُس زمانہ میں ہوئی' جب مَیں انبالہ مسلم کالج سرگودھا کا پرنسپل تھا۔ ڈاکٹر قاضی محی الدین کے ساتھ اُن کے آستانے پر حاضر ہوا۔ جمعہ کا وقت تھا۔ حضرت میاں صاحبؒ سے پہلی ملاقات ہی میں' مَیں نے اُنھیں جمعہ کی نماز میں بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ شریک پایا۔ قاضی صاحب کی فرمائش پر مَیں نے مسجد میں مختصر خطاب بھی کیا۔ نماز کے بعد میاں حضورؒ حجرہ کی چھت پر بیٹھے تھے۔ فرشی نشست تھی۔ ہم بھی وہاں بیٹھنے لگے تو قریب پڑی ایک چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہاں بیٹھیں۔ تعمیلِ ارشاد میں' مجبوراً مَیں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ سب حاضرین میں پلاؤ کا تبرک تقسیم کیا گیا۔ میں کھا چکا تو آپ نے اچانک ایک سرمہ کی شیشی نکالی اور فرمایا کہ یہ قلندری سرمہ ہے۔ مجھ سمیت تمام حاضرین نے ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگالی۔

ہمارا' انبالہ کالج تقریباً چالیس ایکڑ زمین پر مشتمل ہے۔ شہر کے اندر انتہائی قیمتی زمین ہے' جس کے بیشتر حصے کمرشل نوعیت کے ہیں۔ ان دنوں ان پر پکی آبادی بن چکی تھی اور کالج کی زمین واگزار کرانے کے لیے قانونی چارہ

Marfat.com

جوئی جاری تھی۔ مَیں نے رخصت ہونے سے پہلے درخواست کی کہ سرکار! دعا کریں' انبالہ کالج کیمپس کے مسائل حل ہوجائیں۔ آپؒ نے زیرِلب کچھ فرمایا' جسے مَیں پوری طرح سمجھ نہ سکا' البتہ قاضی صاحب جو آپ کے مزاج شناس تھے' اُنھوں نے وضاحت کی کہ ٹھیک ہوجائے گا۔ میاں حضور کی دعا کا جو اثر ہوا' وہ اپنی جگہ ایک حیرت انگیز روداد ہے۔ مَیں نے کمشنر سرگودھا سے خصوصی گرانٹ لے کر کالج کی زمین کے گرد چاردیواری کا آغاز کیا۔ مجھے آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کچی آبادی کے مکینوں اور ناجائز قابضین نے خاموشی سے دیوار کیسے بننے دی۔ اگر وہ عدالت سے حکمِ المتناعی حاصل کر لیتے' جو ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں ایک معمول کی بات ہے تو ماہ جون کے اختتام پر یہ گرانٹ خود بخود منسوخ ہوجاتی اور کالج کی زمین کا مسئلہ کئی دشواریوں کا شکار ہوجاتا' لیکن تعجب ہے کہ کسی کو یہ خیال نہ آیا اور چاردیواری پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اولیاء اللہ کے روحانی تصرفات کی اپنی ایک دنیا ہے' جسے سمجھنے کے لیے خود اسی دنیا کا سالک بننا شرط ہے۔

(محمد عبدالرسول صاحبزادہ' حضرت میاں عبدالرشیدؒ سے ایک ملاقات (مضمون مشمولہ) ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا' جلد 1 شمارہ 8 مئی 2000ء۔۔۔ص9)

ریلوے میں آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ کبھی کبھار کسی ریلوے اسٹیشن کے خارجی دروازے پر کھڑے ہوکر باہر جانے والے مسافروں سے ٹکٹیں لینا شروع کر دیتے۔ ریلوے ملازمین' شہنشاہِ ولایت کی اس ادا پر مسکراتے اور دلی خوشی محسوس کر کے چپ رہتے۔ ایک دفعہ آپ فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر ایسے ہی ٹکٹیں لے رہے تھے۔ ٹکٹیں لے چکے' تو اُن میں سے ایک ٹکٹ نکال کر حاجی ظفر علی احسن کو پکڑاتے ہوئے فرمایا۔ ''لے بے ظفر! تیرا ٹکٹ آ گیا۔'' یہ ٹکٹ فیصل آباد کا تھا' وہ فوراً سمجھ گئے کہ میں گورنمنٹ کالج گوجرہ میں پڑھاتا ہوں' اب میرا تبادلہ گوجرہ سے فیصل آباد ہوگیا ہے۔ گھر پہنچے تو فیصل آباد ٹرانسفر کے آرڈرز میز پر پڑے تھے۔ ٹرانسفر کے کچھ دنوں بعد اُنھیں واپس گوجرہ جانے کا خیال آیا۔ وہ سرگودھا گئے اور میاں حضورؒ سے درخواست کی۔ سرکار میری ٹرانسفر آپ کے ٹکٹ پر ہوئی۔ اب مہربانی فرما کر دوبارہ گوجرہ لے دیں' اور میرا تبادلہ کرادیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ گھر جا' وہ ہولیا' دوسرے دن اُن کے گوجرہ تبادلہ کے احکامات صادر ہوگئے۔

جان محمد چودھری ایڈووکیٹ (لاہور) نے بتایا کہ بار کے الیکشن میں بطور سیکرٹری حصہ لے رہا تھا۔ میرے مدِمقابل بہت مضبوط امیدوار تھا۔ میاں حضورؒ سے کامیابی کے لئے درخواست کی تو آپ نے جواباً مسجد کی ایک ٹوپی میرے سر پر پہنادی۔ ٹوپی ذرا چھوٹی تھی لہٰذا بمشکل سر پر آئی۔ ٹوپی پہنانا یقیناً کامیابی کی علامت تھا لیکن ٹوپی کا بڑی

Marfat.com

مشکل سے سر پر آنا سخت مقابلے کی نشانی تھی' چنانچہ میں صرف تین ووٹوں سے جیتا۔

(ماہنامہ ''خیر البلاد'' جنوری' فروری 1998ء خیر پور ٹامیوالی' ص 71)

جھنگ کے حکیم غلام محمد نے بتایا کہ میں قرآن مجید ناظرہ نہیں پڑھا ہوا تھا۔ ایک دن میں سرگودھا میں آپؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؒ نے حکم دیا کہ میرے اور اپنے لیے قرآنِ مجید لے آ۔ میں مسجد سے قرآنِ مجید کے دو نسخے لے آیا۔ آپؒ نے فرمایا پڑھ۔ میں نے عرض کیا ''سرکار پڑھائیں۔'' آپؒ نے پھر فرمایا: ''ابے! پڑھ'' میں نے پھر جواب دیا کہ سرکار پڑھائیں۔ چند بار ایسے ہی ہوا۔ آپؒ اٹھے اور آپؒ نے میرے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور جلال سے فرمایا: ''ابے او! پڑھ۔'' میں نے تقریباً روتے ہوئے عرض کیا ''سرکار پڑھائیں۔'' آپؒ نے میرا قرآن کھولا غالباً بارہواں یا تیراہواں پارہ تھا۔ آپؒ نے فرمایا: ''یا ایھا الذین آمنوا'' میں نے جیسے سنا ویسے ہی پڑھ دیا آپؒ نے فرمایا: ''آگے پڑھ۔'' میں نے عرض کیا ''پڑھائیں گے تو پڑھوں گا۔'' اس پر آپؒ نے قرآن مجید بند کر کے رکھوا دیا اور مجھے حکم دیا کہ مسجد میں جھاڑو دے لے۔ جب میں جھاڑو دے رہا تھا تو آپؒ نے فرمایا: ''ہم خود پڑھے ہوئے ہیں۔'' ہمیں کسی قاری' کسی مولوی' کسی حافظ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلی دن صبح میں اٹھا تو آپؒ نے فرمایا: ''ابے حکیم! قرآن پڑھ لے۔'' اب جو میں نے الماری سے قرآنِ مجید نکال کر پڑھنا شروع کیا تو الحمد کی الف سے والناس کی سین تک کوئی حرف یا لفظ ایسا نہیں تھا جو میں نہ پڑھ سکوں۔ میں نے کافی دیر تک قرآنِ مجید کی تلاوت کی۔ میاں حضورؒ کے اس کرم پر خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ جب میں تلاوت سے فارغ ہو کر آپؒ کے پاس آیا اور شکریہ ادا کرنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ آپؒ نے ڈانٹ دیا: ''چل بے حکیم! اپنا کام کر' باتیں نہیں بناتے۔''

گوجرہ کے پروفیسر غلام رسول قریشی صاحب نے بتایا کہ ایک بار میں میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا میں حاضر تھا۔ میرے گھر میں اللہ کی طرف سے امید تھی میاں حضورؒ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ آپؒ نے اچانک مجھے دیکھا اور فرمایا: ''ابے! اللہ خوشی دے گا' پھر آئیو۔'' کچھ لمحوں کے بعد آپؒ نے فرمایا: ''بیٹی ہوگی تو بو بو کو گھر سے نکال نہ دیو۔'' میں نے لبیک کہتے ہوئے آپؒ کے ارشاد پر اثبات میں سر جھکایا تو یکایک فیصلہ تبدیل کر دیا اور فرمایا: ''جا بے قریشی! کیا یاد رکھے گا اللہ تجھے بیٹا ہی دے گا۔ بس اب چل دے'' میں اسی وقت واپس ہوا اور گھر پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی رات دوسرا بیٹا عطا کیا جس کا نام کامران رکھا گیا۔

فیصل آباد کے انصر رشید رشیدی نے بتایا کہ 1989ع میں مَیں حضرت میاں صاحبؒ کی زیارت کے لیے سرگودھا جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ جس بھی شخص نے حالتِ ایمان میں آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وہ صحابی کہلایا اور جنت کا حق دار ٹھہرا۔ اگر ہم بھی اس دور میں پیدا ہوئے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور جنت میں داخل ہو جاتے۔ سرگودھا تک یہی خیال بار بار میرے ذہن میں آتا رہا۔ میں نے میاں حضورؒ کی خدمت میں اپنی نذر پیش کرنے کے لیے ایک سو روپے کا نوٹ اپنی جیب میں رکھا ہوا تھا۔ جب میں آستانہ پر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ میاں حضورؒ پانی کا پائپ پکڑے، باہر چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ میں تانگے سے نیچے اترا اور انھیں سلام عرض کیا اور ان کی دست بوسی کی۔ آپؒ نے فرمایا ''ابے نکال وہ سو روپیہ اور جنت میں داخل ہو جا۔''

◆◆◆

لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یقیناً مرشدِ گرامی کا شمار انہی اولیاء میں ہوتا ہے، جن کے متعلق بلاخوفِ تردید ''لوح و قلم تیرے ہیں'' کہا جا سکتا ہے۔ مرشدِ گرامی حضور میاں صاحبؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کا گواہ ہے۔ محض چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔

آستانے کے خادم راجا ہدایت اللہ گاؤدی نے بتایا کہ ایک بار اخباروں میں اشتہار آیا کہ سعودی عرب میں متبرک مقامات کی خاکروبی کیلئے ملازمین کی بھرتی ہوگی۔ مَیں (گاؤدی) اور حافظ جی ظہیر صاحب دونوں لاہور قذافی سٹیڈیم میں پہنچے۔ یہیں بھرتی ہونا تھی۔ یہاں بے پناہ رش تھا۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ جو لوگ رکھنے تھے وہ رکھ لیے گئے تھے، لہٰذا دروازہ بند تھا۔ ہم نے پوری کوشش کی کہ ہمارا بھی انٹرویو ہو جائے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ میں (ہدایت اللہ گاؤدی) گویا پاگل ہو رہا تھا۔ مَیں جوشِ جنوں میں اُس احاطے کی چھت پر چڑھ گیا، جہاں انٹرویو ہو رہے تھے، لیکن مَیں نے دیکھا کہ سعودی اہلکار انٹرویوز کا سلسلہ ختم کر کے دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔ مجھے بہت دُکھ ہُوا۔ ذہن سچ مچ صاف ہو گیا اور مجھے کسی چیز کی کچھ خبر نہ رہی۔ مَیں اس حالت میں حافظ ظہیر سے بھی بچھڑ چکا تھا۔ سڑک پر ایک ٹرک کھڑا تھا۔ مَیں ٹرک کی چھت پر چڑھ گیا۔ ٹرک والوں نے پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟ مَیں نے جواب

Marfat.com

دیا نہ میرے پاس پیسے ہیں۔ اور نہ پتہ کہ کدھر جانا ہے۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ مَیں بھیگا ہوا ٹرک کی چھت پر بیٹھا رہا اور ٹرک چلتا رہا۔ جب ٹرک راولپنڈی سے پشاور کی طرف مُڑنے لگا تو اُنھوں نے مجھے نیچے اُتار دیا۔ مَیں ایک بس میں جا گھسا۔ اس کے کنڈیکٹر کو بھی مَیں نے یہی کہا کہ نہ کرایہ ہے نہ پتہ کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ اُس نے سخت غصے میں، مجھے ایک اجاڑ جگہ پر بس روک کر اُتار دیا۔ دُور مجھے کہیں روشنیاں دکھائی دیں۔ مَیں اُدھر کو چل پڑا۔ راستے میں ایک چرواہے کا ڈیرہ آیا۔ اُس کے خونخوار کتوں نے مجھے گھیر لیا۔ یہ بہت مشکل وقت تھا۔ قریب تھا کہ وہ کتے میری تکہ بوٹی کر دیتے کہ اچانک ایک خرگوش میرے پاؤں کے پاس سے نکل کر بھاگا اور سب کتے اس کے پیچھے ہو گئے۔ یوں اللہ نے مجھے بچا لیا۔ اندھیری رات میں گرتا پڑتا سڑک پر پہنچا وہاں ایک کھوکھے والے نے چائے پلائی۔ پھر ایک بس میں سوار ہو گیا۔ اسطرح ہزار مشکلات میں گھر کر، دس دن بعد سرگودھا آستانہ پر پہنچا۔ مجھے دیکھ کر سب آستانے والے آ گئے اور کہنے لگے کہ ہم تو سمجھے تھے تو سعودیہ چلا گیا ہو گا۔ مَیں چُپ تھا کہ اِنھیں کیا بتاؤں۔ پھر میاں حضورؒ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اب لوگ تو سمجھے تھے کہ تو سعودیہ مکّہ میں چلا گیا۔ مَیں نے اپنی غم بھری داستان سنانی شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا، اب! تو نے کوشش کر کے دیکھ لی۔ اب وضو کر کے دو نفلاں مسجد میں پڑھ لے۔ میں نے وضو کیا اور نفل پڑھنے لگا۔ جونہی مَیں نے سلام پھیرا تو مَیں صحنِ کعبہ میں دعا مانگ رہا تھا۔ اتنے میں میاں حضورؒ کی آواز آئی کہ تم مانگ لو جو چاہتے ہو۔ تب مجھے احساس ہُوا کہ میرے لیے مکّہ مدینہ کا اصل راستہ میاں صاحبؒ کے آستانے سے نکلتا ہے۔

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انورؔ، --- ص 117)

1۔ فیصل آباد سے الحاج شمس الحق صاحب کے بیٹے محمد یاسین (جو سرینا ہوٹل میں سروس کرتے ہیں) نے بیان کیا کہ پروفیسر حاجی ظفر علی احسن (مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ) نے انھیں ایک بار بتایا تھا کہ میاں حضورؒ ایک دن میرا بازو پکڑ کر لوحِ محفوظ کے پاس لے گئے اور مجھے فرمایا ''لے ظفر! اپنی قسمت دیکھ لے'' جب میں نے نگاہ اٹھائی تو کانپ کر رہ گیا، وہاں ایک ایسی تحریر تھی کہ میرا بچنا بہت مشکل نظر آتا تھا، میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا، میاں صاحب، خدا کے لئے میری مدد کیجئے، یہ کیسی قسمت اور کیسی تحریر ہے؟ میاں صاحب مسکرائے اور فرمایا ''اب گھبراتا کیوں ہے، دیکھ! '' یہ کہا اور اس لکھے پر ایک لکیر پھیر دی۔ مجھے سکون نصیب ہو گیا، شاید لوگوں کو اس پر یقین نہ آئے لیکن یہ سچا واقعہ ہے، میاں محمد بخش نے سچ کہا تھا۔

Marfat.com

قلم ربانی ہتھ ولی دے، لکھے جو من بھاوے
ولی نوں رب نیں قدرت بخشی، لکھے لیکھ مٹاوے

سیّد کرامت حسین شاہ، تاندلیاں والا، نے بتایا کہ آغاز میں جب مَیں نے میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں آنا جانا شروع کیا تو میرے گھر والوں نے مائنڈ (محسوس) کیا کہ مَیں گھر سے باہر رہنے لگا ہوں۔ ایک بار میری اہلیہ نے شکوہ کیا کہ گھر کے ہر فرد کے حق حقوق ہیں لیکن آپ سارا وقت میاں صاحبؒ کے پاس ہی صَرف کر دیتے ہیں۔ گھر والوں کا بھی احساس کرنا چاہیئے اور اہلِ خانہ کو بھی وقت دینا چاہیئے۔ مَیں نے جواب دیا کہ گھر والوں کے حقوق کیلئے دن، رات ہیں اور میں دن رات گھر ہی میں تو ہوتا ہوں۔ مَیں تو صرف شام سے عشاء تک میاں صاحبؒ کے پاس رہتا ہوں۔ یونہی باتوں باتوں میں کچھ بحث مباحثہ ہُوا اور بات آئی گئی ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد میاں حضورؒ ہمارے غریب خانے میں تشریف لائے۔ میری اہلیہ نے کھانا پکانے کے لیے سٹوؤ جلایا۔ آگ تیز کرنے کیلئے اس میں ہَوا بھی بھری۔ سٹوؤ کی آگ بھڑکنے لگی تو میاں حضورؒ نے اپنی جیب سے پانچ سو روپے کا نیا نوٹ نکالا اُسے سٹوو کی تیز آگ پر رکھ دیا۔ مَیں نے عرض کیا، سرکار! یہ کیوں جلانے لگے ہیں، آپؒ نے فرمایا: نوٹ کو سردی لگ گئی ہے، اسے ذرا سا گرم کر رہا ہوں۔ سب گھر والے دیکھتے رہے اور میاں صاحب نے نوٹ آگ پر رکھے رکھا۔ سب حیران تھے کہ تیز آگ کے بھڑکتے شعلوں پر رہنے کے باوجود نوٹ کو آگ کیوں نہیں لگتی۔ پھر میاں حضورؒ نے نوٹ پلٹا اور اُس کی دوسری طرف آگ پر رکھ دی۔ جب کافی دیر تک نوٹ آگ پر رہنے کے باوجود جلنا تو کجا، ذرا سا جھُلسا بھی نہیں، تو میری اہلیہ نے میاں حضورؒ سے پوچھا۔ ''سرکار، آگ پر ہونے کے باوجود یہ نوٹ جل کیوں نہیں رہا؟'' سوال سُنتے ہی آپؒ جوش میں آگئے اور غصّے سے فرمایا۔

''یہ نوٹ میرے جسم سے لگا ہے، آگ میں طاقت نہیں کہ اسے جلا سکے، یہ تو کاغذ کا پرزہ ہے، جب تمھارے سامنے آگ اس کو جلا نہیں سکی، تو یہ کرامت شاہ میرے ساتھ ساتھ چلے گا تو اِسے جہنم کی آگ کیسے جلائے گی؟''

میری اہلیہ نے فوراً معذرت کی اور مجھے کہا کہ آپ ضرور میاں صاحبؒ کے پاس جایا کریں۔ آپ کو کوئی نہیں روکے گا۔

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انورؒ ---ص 70)

سرگودھا کے حاجی محمد رفیق نے اپنے کاروباری معاملات کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

Marfat.com

مَیں نے بھگندر پھوڑے کا اپریشن کرایا ہوا تھا۔ چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا۔ کاروبار مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ مجھے حاجی نور الٰہی آرے والے نے مشورہ دیا کہ مَیں میاں عبدالرشید المعروف نوٹوں والی سرکار کے پاس جاؤں' چنانچہ مَیں میاں صاحبؒ کے دربار میں پہنچا۔ اس وقت وہ ایک پائپ کے ذریعے بیرونی گیٹ دھو رہے تھے۔ وہ پھٹی پرانی دھوتی اور قمیض میں ملبوس تھے۔ مَیں نے سلام عرض کیا اور مدعا بیان کرتے ہوئے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ چل بے چل بھاگ جا' مَیں بار بار ان سے دعا کی التجا کرتا رہا۔ میاں صاحبؒ نے مجھے حکم دیا کہ مَیں مسجد میں حافظ جی کے پاس چلا جاؤں۔ مَیں حافظ جی کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھے ایک تعویذ دیا اور مجھ سے گیارہ روپے ہدیہ طلب کیا۔ مَیں نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پھر دے دینا۔ اس کے بعد میں بے یقینی کی حالت میں تعویذ لیکر حاجی نور الٰہی کے پاس واپس آ گیا۔ حاجی صاحب نے پوچھا کیا ہوا؟ تو مَیں نے بے یقینی کے کیفیت میں کہا کہ یہ تعویذ دیا ہے۔ انھوں نے کہا یہ بہت کچھ ہے۔ تاہم مَیں نے وہ تعویذ دیوار کے ایک سوراخ میں رکھ دیا۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ حنیف مغل آ گیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ مَیں نے کہا بیکار بیٹھا ہوں۔ حاجی نور الٰہی نے کہا حنیف مغل اس کا کچھ کرو۔ یہ وہ آدمی تھا جس نے کسی کیلئے کبھی کچھ نہیں کیا تھا۔ اس نے کہا آؤ میرے ساتھ چلو۔ اس نے اپنے ساتھ موٹر سائیکل پر بٹھایا اور اپنے آرے پر لے گیا جو چودھری زمان کے کنڈے کے پاس واقع ہے۔ وہاں سے اس نے اشرف پھلروانی کو بلایا اور کہا کہ اپنا آرا اسے ٹھیکے پر دے دو۔ اس نے بغیر کسی حیل وحجت کے چابی میرے حوالے کر دی۔ مَیں نے کہا کہ میرے پاس تو صرف بائیس روپے ہیں۔ اور اشرف نے کہا کہ اس مشین کا ٹھیکہ بائیس سو روپے ماہانہ ہے جو آپ کو پیشگی ادا کرنا ہوگا۔ نیز مبلغ 5000 روپے بطور زرضمانت جمع کروانا ہوں گے۔ اس پر حنیف مغل نے اپنی جیب سے 2200 روپے فوری ادا کر دیئے اور کہا کہ اس کی ضمانت مَیں ہوں۔ بعد ازاں وہ مجھے حاجی نور الٰہی کے پاس لے آیا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ حاجی صاحب کو میں نے ساری روداد سنائی اور کہا کہ آرا مشین تو لے لی ہے۔ لیکن اب اسے چلایا کیسے جائے؟ حاجی نور الٰہی نے 3000 روپے اپنی جیب سے دیتے ہوئے کہا آرا مشین سیٹ کروا کے اسے چلانا شروع کر دے۔ اس دوران میں ایک بیوپاری آیا۔ حاجی صاحب نے اسے بتایا کہ انھوں نے مشین ٹھیکہ پر لے لی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے دو ٹرک پھلوں کی پیٹیاں بنا کر دے دو۔ سودا طے ہوا تو اس نے مجھے 50000 روپیہ ایڈوانس دے دیا۔ یہ سارا معاملہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہوا۔ مجھے یقین ہونے لگا کہ سرکار کا تعویذ رنگ لا رہا ہے۔ چنانچہ وہ تعویذ دیوار سے نکال کر حفاظت کے ساتھ جیب میں رکھ لیا۔ آرا مشین چلی اور بے تحاشا کام ہونے لگا۔ میرے حالات تیزی

Marfat.com

سے بدلنے لگے۔ شومئ قسمت وعدہ کے مطابق گیارہ روپے حافظ صاحب کے دینا بھول گیا۔ ایک دو ماہ کے بعد کاروبار مکمل طور پر ٹھپ ہو گیا۔ مجھے گیارہ روپے دینے کا خیال ہی نہیں آیا۔ آخر ایک دن یاد آیا تو مَیں حافظ جی کے پاس گیا اور گیارہ روپے پیش کرنے کی بے پناہ کوشش کی لیکن اُنھوں نے قبول نہ کیے اور کہا کہ اب وقت گزر چکا ہے۔ مَیں میاں صاحبؒ کے پاس گیا تو اُنھوں نے بے ساختہ فرمایا کہ اب مشینوں کو چھوڑ دُ یہاں آجایا کرو اور کھاتے پیتے رہو، کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اب (2001ع) گیارہ سال گزر جانے کے باوجود بے کار ہوں لیکن کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں۔

(حاجی محمد رفیق، نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں، ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد 2 شمارہ 8 مئی 2001ع۔ ص 15)

سرگودھا کے حاجی محمد رفیق نے اپنے کاروباری معاملات کے حوالے سے ایک واقعہ زیبِ قرطاس کیا ہے۔ یہ واقعہ اپنے اندر بہت زیادہ پہلو رکھتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ سائل کا سارا کام میاں حضورؒ خود کرتے تھے۔ حافظ جی شفیق نابینا تو محض ایک بہانہ تھے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ حافظ جی شفیق بھی وہی کچھ کرتے اور کہتے تھے جس کا میاں صاحبؒ انھیں باطنی طور پر حکم دیتے۔ یہ بھی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ نائب کی حکم عدولی دراصل بڑے صاحب کی حکم عدولی ہوتی ہے۔

آستانہ عالیہ سرگودھا کے ایک خادم انور علی B.Sc. نے بتایا کہ ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا اور ایک نو بیاہتا جوڑا کار میں دروازۂ آستانہ پاک پر حاضر ہوا۔ اُن کی شادی کو کچھ عرصہ ہوا تھا۔ اللہ کے گھر سے انھیں امید بھی ہو گئی تھی لیکن بعد میں بعض مسائل کے باعث انھوں نے ڈاکٹروں سے چیک اپ کرایا تو انھوں نے بتایا کہ بچہ تو زچہ کے پیٹ میں مر چکا ہے۔ انھوں نے میاں صاحبؒ سے عرض کرنے کا سوچا۔ اُنھوں نے کار باہر کھڑی کی۔ خاتون کار ہی میں بیٹھی رہی جبکہ اُس کے خاوند کو میاں حضورؒ نے مسجد میں بٹھانے کا حکم دیا۔ میاں صاحب خود چل کر کار کے پاس تشریف لے گئے۔ خاتون کے دائیں ہاتھ کی درمیانی بڑی انگلی کو جڑ سے اپنی انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کی مدد سے پکڑا، اور آگے آگے چلتے ہوئے سدری تک لائے۔ یہاں سے پھر انگلی پکڑے ہوئے کار تک گئے اور وہاں سے واپس دوبارہ سدری تک تشریف لائے اس کے بعد پھر کار تک گئے اور اسی طرح واپس آئے۔ یوں جب چوتھی دفعہ سدری کی طرف آ رہے تھے تو میاں صاحبؒ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ''زندہ ہو رہا ہے، زندہ ہو رہا ہے۔'' ہمیں پتہ نہ چل سکا کہ کیا معاملہ ہے۔ ایسے ہی چند چکروں کے بعد مجھے (انور علی کو) فرمایا کہ اسے گاڑی میں بٹھا دو۔ جب اُسے کار میں بٹھا دیا گیا تو

Marfat.com

میاں حضورؒ نے فرمایا کہ اس کے خاوند سے کہو کہ چلے جاؤ۔ ہم نے اُسے مسجد میں جا کر بتایا کہ تمھیں اجازت مل گئی ہے ۔اب چلے جاؤ' چنانچہ وہ چلے گئے۔

پانچ یا چھ مہینوں کے بعد جب کہ میں آستانہ میں حاضر تھا۔ وہی نوجوان بہت خوش وخرم مٹھائی کے ڈبے لے کر سدری میں آیا۔ میاں صاحبؒ وہیں تشریف رکھتے تھے۔ نوجوان نے آپ کی بارگاہ میں مٹھائی کے ڈبے پیش کیے۔ آپ نے وہ ڈبے سدری کے شمال مغربی کونے میں رکھوا دیے۔ خاتون نے آگے بڑھ کر عرض کیا' سرکار اللہ نے بیٹا دیا ہے۔ آپؒ نے اسے پیار دیا اور فرمایا ''اللہ عمر دراز کرے۔'' بعد میں نوجوان نے ہمیں بتایا کہ ہم وہی ہیں جو چند مہینے پہلے آئے تھے۔ ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ میری بیوی کا صفائی کا اپریشن ہوگا' کیونکہ اُس کے پیٹ میں بچہ مر چکا تھا۔ ہم نے مایوس ہونے کے بجائے میاں حضورؒ کے پاس آنے کا فیصلہ کیا۔ میاں حضورؒ نے مجھے مسجد میں بٹھا دیا جبکہ میری بیوی کو کار سے آستانے تک خود کچھ چکر لگوائے۔ اللہ پاک نے کرم کیا اور ہمیں زندہ' تندرست اور خوبصورت بیٹے سے نوازا۔ یہ میاں حضورؒ کی دعا برکت کا نتیجہ ہے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص 34)

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے ایک واقعہ یوں بتایا ہے۔

'' آپکی زیارت اور مجلس مسجد میں ہی زیادہ ہوتی تھی' اس لئے زائرین وسائلین مسجد میں ہی ملاقات کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے عاشقین سے مسجد بھری ہوئی تھی کہ دو عورتیں آئیں اور فریاد کناں ہوئیں۔ ان میں سے ایک بھاوجہ تھی اور دوسری نند۔ آپ سے بھاوجہ نے فریاد کی حضور والا یہ میری نند ہے۔ شادی ہوئے تین سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تک اللہ پاک نے اولاد عطا نہیں کی سسرال والے اولاد نہ ہونے کی بناء پر میری نند کو طلاق دینے کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ حضور والا میری نند یتیم ہے میں نے ہی اس کو پال پوس کر بڑی مشکل سے بیاہا ہے۔ دکھی بھاوجہ کی یہ داستان سنتے ہوئے آپ اٹھ کر مسجد کے صحن میں بے چینی کے عالم میں گھومنے لگے۔ کچھ وقت کے بعد آپ نے فرمایا'' اے صوفی ! بھاوجہ اور نند کا دھاگہ نا پو' (یعنی دونوں کا قد ناپو کہ ایک جیسا ہے) فقیر نے حکم مانتے ہوئے دونوں کا قد ناپا تو بھاوجہ اپنی نند سے قد میں برائے نام ہی بڑی تھی۔ آپ کے پوچھنے پر بتایا دونوں کے قد میں انیس بیس کا فرق ہے آپ نے سنتے ہوئے فرمایا'' انیس بیس کا فرق تو دنیا میں چلتا ہے'' پھر آپ نے لڑکی کی بھاوجہ سے پوچھا'' تیرے کتنے بیٹے ہیں'' اس نے جواباً عرض کیا۔ میاں حضور اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بیٹے دے رکھے ہیں۔ آپ نے لڑکی کی بھاوجہ سے اجازت چاہتے ہوئے کہا'' اوپر آسمانوں میں تیرا ایک بیٹا باقی ہے۔ تو کہتی ہے تو وہ بیٹا تیری نند کو دے

Marfat.com

دوں کیونکہ آسمانوں میں تیری نند کی کوئی اولاد نہیں ہے' بھاوجہ نے خوش ہو کر جواب دیا بے شک وہ بیٹا میری نند کو دے دیں میں راضی ہوں آپ نے ان دونوں عورتوں کو دیوار مسجد کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ آپ نے بھاوجہ کی طرف پوری توجہ سے دیکھا اور گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے' نند کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''جاؤ اللہ لڑکا دے گا۔ بچہ کا نام حفیظ الرحمان رکھیو'

اللہ پاک نے اس لڑکی کو لڑکا ہی عطا فرمایا۔''

(اشفاق اللہ واجد مجدّدی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 141)

2۔ اس خاکسار (افضال احمد انور) کا ذاتی واقعہ ہے کہ 2002ء میں حج کیلئے مقدّس دھرتی مکہ مکرمہ میں پہنچا۔ حج کا فریضہ ادا ہو چکا تھا لیکن ابھی ہم مدینہ منورہ نہیں پہنچے تھے لہٰذا مکہ مکرمہ کے ایک ہوٹل میں اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ انہی دنوں میں ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے' جس میں ہر طرف ہریاول ہی ہریاول ہے' ایسے ایسے خوبصورت درخت (جن کا انسان تصور ہی کر سکتا ہے) جگہ جگہ جلوہ فروش تھے۔ بے شمار قسموں اور رنگوں کے پھول تاحدِ نگاہ کھلے ہوئے تھے' گھاس کا یہ عالم تھا کہ پاؤں اس میں دھنستا تھا اور پاؤں اٹھاتے ہی وہ سبزہ پھر ہموار ہو جاتا تھا۔ مجھ سے کچھ دور حضرت میاں عبدالرشیدؒ گوجرہ کے میرے اُستاذِ محترم' قبلہ ماسٹر غلام رسول علوی صاحب مدّظلہ کے ساتھ کھڑے مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں آسمان سے ایک آواز آئی ''بس! اسے اب لے آؤ۔'' یہ سنتے ہی یوں لگتا ہے جیسے میں مر چکا ہوں اور اپنے دائیں پہلو کی جانب گرنے لگتا ہوں۔ جب میں تقریباً 45 درجے کے زاویے پر پہنچتا ہوں تو میاں حضورؒ زور سے فرماتے ہیں۔ ''اے اس کے بچّے چھوٹے چھوٹے ہیں' ابھی اسے لے کر نہ جاؤ۔'' پھر مجھے فرماتے ہیں ''اے او پروفیسر! چل سیدھا کھڑا ہو لے۔'' یہ سنتے ہی میں پھر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہوں' مجھے یوں لگتا ہے جیسے مجھے کوئی نئی زندگی مل گئی ہے اور میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں۔ پھر خواب میں حضور میاں صاحبؒ اور سرکار علوی صاحب مجھ سے بہت سی باتیں کرتے ہیں اور میں مدہوشی کے عالم میں چپ چاپ یہ باتیں سنتا رہتا ہوں' یہ باتیں میرے لیے خدائی راز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو میں بہت گھبراہٹ محسوس کرتا ہوں۔ میں نے حرمِ پاک کے مطاف میں دعا مانگی اور اُسی دن عمرہ کرنے کا ارادہ بھی کر لیا۔ چنانچہ میں نے اس دن ایک عمرہ بھی کیا اور غلافِ کعبہ کو پکڑ کر بہتری کیلئے رو رو کر دعائیں مانگتا رہا۔

حج سے فراغت اور مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ پر عاجزانہ و غلامانہ حاضری و زیارات کے بعد میں پاکستان آیا تو کچھ ہی عرصہ بعد مجھے ہارٹ اٹیک ہو گیا' مجھے نظر آنا بند ہو گیا اور میں بیہوش ہو گیا۔ مجھے گھر

Marfat.com

والوں نے الائیڈ ہسپتال' فیصل آباد کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل کرا دیا' جہاں ایک سٹیج پر میں سخت بے ہوشی میں مر گیا۔ ایک لمحے میں مجھے محسوس ہوا کہ میں اس چار پائی کی دائیں جانب کھڑا ہوں' جہاں میری لاش پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر میرے اردگرد جمع تھے' ایک شخص نے میرے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا لیکن مجھے کچھ نہ ہوا۔ ایک اور شخص میرے بالکل آگے کھڑا ہو گیا لیکن اس کے باوجود میں اپنے آگے کھڑے شخص کے آر پار چار پائی پر پڑے اپنے ہی مردہ جسم کو دیکھ رہا تھا۔ ایک ڈاکٹر نے میری لاش کی نبض کو ٹٹولا' آنکھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا' سینے پر کان دھرا اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ دیا۔ اس نے کہا' سوری' ڈرپ اتار دو اور باڈی گھر بھجوا دو۔ میں نے دیکھا وارڈ کے ایک کونے میں میری بیوی رو رہی تھی' اپنے مردہ جسم کے متعلق میرے محسوسات کچھ نہ تھے۔ میں قطعاً لاتعلق کھڑا اُسے (اپنے مردہ غیر کو) دیکھ رہا تھا' مجھے اچھی طرح اپنا وہ ایک عزیز شخص یاد ہے جو چار پائی کے سرہانے کھڑا' کہہ رہا تھا' یا اللہ! یہ ابھی نہ مرے' اگر یہ مر گیا تو میں نے کل اپنی رقم لینے جہاں جانا ہے' وہاں نہ جاسکوں گا۔ اس کے فقرے کا بھی مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ نہ ہنسی نہ غصہ۔ (گویا میں محسوسات اور جذبات کے جہان سے نکل چکا تھا) تب میں بالکل لاتعلق اور اپنا غیر بن کر چار پائی پر پڑے اپنے مردہ جسم کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک ڈاکٹر نے اپنے جونیئرز سے کہا' تم نے اسے مصنوعی تنفس دیا ہے؟ وہ بولے نہیں' اس نے کہا' آزماؤ۔ اب ایک ڈاکٹر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے سانس دینے لگا' بس یکلخت یوں لگا کہ میں آنِ واحد میں چار پائی پر پڑے اپنے جسم میں دوبارہ داخل ہو گیا ہوں' تبھی ڈاکٹر چیخا تھا' دیکھو' اس کی نبض ہلی ہے' پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ یقیناً یہ سب کچھ وہی تھا' جس کی ریہرسل مجھے مکہ مکرمہ کے خواب میں کرا دی گئی تھی اور یقیناً یہ میرے مرشدِ گرامی حضور میاں صاحبؒ کی کرامت تھی کہ انھوں نے ربِ کریم سے مجھے نئی زندگی لے کر دی تھی۔ ہر حمد اُس کریم اللہ کے لیے جس نے میرے مرشدِ پاک حضور میاں صاحبؒ کو ایسی عظمتوں اور شانوں سے سرفراز کیا تھا۔

3۔ خالد خاں صاحب بتاتے ہیں کہ "میں چھوٹی عمر میں میاں حضورؒ کے پاس چلا آیا تھا' میری بھانجی کے خاوند بہت بیمار ہو گئے۔ زندگی کی امید بھی نہ رہی تھی' ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ میں نے میاں حضورؒ سے عرض کیا' (اُس وقت میاں صاحبؒ وضو کر رہے تھے) میرے رونے اور لجاجت پر آپؒ نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا دیوار پر دے مارا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس کی تو ضرور مان۔" میرا وہ عزیز چند ہی دنوں میں صحت مند ہو گیا۔"

4۔ صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے ایک واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

"صبح دس بجے کا وقت ہوگا' ایک صاحب کار پر تشریف لائے۔ حضرت قطب مدارؒ سے مصافحہ کرتے ہوئے

Marfat.com

زار و قطار رونے لگے۔ آپ نے بہت ہی محبت سے پوچھا ''اب کیوں رو رہا؟'' اس نے درخواست کی میری بیٹی کی نسبت ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر سے طے ہو چکی ہے۔ اس نے شرط یہ رکھی ہے کہ لڑکی بھی ڈاکٹر بنے۔ لڑکی نے ایف ایس سی کا امتحان دیا ہوا ہے۔ رزلٹ آنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ بیٹی کے ایف ایس سی کے امتحان میں نمبر ساڑھے سات سو سے اوپر آ جائیں (اس وقت میڈیکل کالج کے لیے کوئی انٹری ٹیسٹ نہیں ہوتا تھا) آپ نے فرمایا ''سندوں کی دو بوری دستخط کر کے دو دن ہوئے واپس بھیج دی ہیں، میں اب کیا کروں'' وہ صاحب بہت ہی فریاد کرنے لگے، تب آپ اٹھے اور اس کی گاڑی میں جا بیٹھے۔ گاڑی میں بیٹھنے کا مجھے بھی حکم دیا پھر اس صاحب سے گاڑی چلانے کا کہا آپ نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے لڑکیوں کے کالج کے سات چکر لگائے، تو پھر ان صاحب سے ارشاد فرمایا ''بچی کے آٹھ سو نمبر کر دیئے ہیں داخلہ میڈیکل کالج میں مل جائے گا۔ آئندہ سے پہلے آنا چاہیے۔''

(اشفاق اللہ واجد مجددی، صوفی، قلندر زماں، ص 171)

5۔ گوجرہ کے پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی شادی کے بعد بے اولاد تھے۔ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں سرگودھا حاضر ہوئے۔ دونوں نے میاں حضورؒ سے بیٹے کیلئے عرض کیا۔ پہلے تو آپ انکار کرتے رہے، پھر اُن کی آہ و زاری پر فرمایا۔ ''اچھا، خضرا مسجد گوجرہ میں چالیس دن چراغ جلائیو بیٹا ہوگا عثمان نام رکھیو۔'' پروفیسر صاحب ہر شام دیا جلا کر مسجد میں رکھنے کے لیے لے جاتے۔ مسجد والوں نے بڑی مخالفت کی کہ یہاں بجلی ہے، چراغ کا کیا کام؟ لیکن پروفیسر صاحب نے انھیں بتایا کہ مجھے میرے مرشد نے اس مسجد میں چراغ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ میں تو چراغ ضرور رکھوں گا۔ آپ پسند نہیں کرتے تو اُٹھا کر باہر پھینک دیں۔ میرا کام دیا رکھنا ہے اس کی حفاظت کرنا نہیں۔ یہ چالیس دن تک اپنا کام کرتے رہے۔ اللہ نے انھیں بیٹا عطا کیا، جس کا نام عثمان ہی رکھا گیا۔ پھر دوسرے بیٹے کی بشارت بھی میاں حضورؒ ہی نے دی۔

مسز عتیق قریشی (لاہور) نے اپنے خط میں لکھا: ''ہمارے ایک جاننے والے بیگ صاحب ہیں۔ اُن کے بیٹے کے دل میں سوراخ تھا۔ وہ کراچی تک دکھا آئے تھے۔ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ وہ ہمارے پاس آئے۔ ہم نے اُنھیں سرگودھا میاں صاحبؒ کے پاس جانے کا کہا۔ اگرچہ اُن کی بیگم سخت عقیدے کی تھیں اور ان باتوں کو نہیں مانتی تھیں، تاہم اولاد کی خاطر چلی آئیں۔ اُن کو سمجھا دیا تھا کہ فالتو بولنا نہیں، بس یہی بتانا کہ لاہور سے عتیق قریشی نے بھیجا ہے۔ جب وہ آستانہ پر پہنچے، تو کھانا لگا ہوا تھا۔ سب کھا رہے تھے۔ میاں حضورؒ نے اُنھیں بھی کھانے کا فرما دیا۔ بیگ صاحب کی بیوی بولی: ''یہ بچّہ نہیں کھائے گا، ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا ہے''

Marfat.com

میاں حضورؒ نے فرمایا...... ''ابے چُپ رہ، یہ سب کچھ کھائے گا۔ کھانے دے!'' بچے نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا ''کل اس بچے کو پھر لے کر آنا'' بچہ رات بھر آرام سے سویا رہا، حالانکہ پہلے اس کی ہر رات تکلیف میں گزرتی تھی۔ دوسرے دن پھر آئے تو میاں حضورؒ نے لنگر سے بچے کو پھر خوب کھانا کھلایا۔ پھر جانے کی اجازت دی اور فرمایا ''ٹھیک ہو لیا۔ بیشک ڈاکٹر کی دوا بھی دے دینا۔'' آٹھ دن بعد بچے کا میو ہسپتال میں چیک اپ ہونا تھا۔ یہ بچے کو لیکر وہاں گئے تو ڈاکٹروں نے کہا حیرت ہے اس بچے کا سوراخ اس طرح خود بخود بند ہو گیا ہے، جیسے کبھی مرض تھا ہی نہیں۔ وہ بچہ بفضلہ اب تک صحت و سلامتی کے ساتھ جی رہا ہے۔''

(مکتوب مسز عتیق قریشی (عبداللہ قریشی مرحوم کی بہو) بنام افضال احمد انور محررہ 31/08/1995، ص 17)

گوجرہ (ٹاکی محلہ) کے حاجی عبدالرزاق (رُلیا) نے بتایا کہ اُس کی بیٹی کی شادی تھی۔ اُس کے انتظامات کی نسبت مہمان بہت زیادہ آ گئے۔ جسے اکیلے آنے کو کہا تھا وہ بھی خاندان سمیت چلا آیا تھا۔ کھانا کسی صورت پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آئے، سرگودھا کی طرف منہ کر کے کہا۔ ''میاں صاحب! آج عزت کا سوال ہے، میری برادری بہت آ گئی ہے، وہ بھی آ گئے، جنہیں دعوت ہی نہیں دی تھی۔ مَیں آپ کا غلام ہوں، اللہ سے دعا کیجئے، میری بات بنی رہے۔''

اُس نے رو رو کر دو تین بار کہا اور آنسو پونچھتا ہوا باہر آ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ سامنے سے میاں حضورؒ تشریف لا رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ اُن کے دس بارہ خادم بھی ہیں، سب کے سروں پر کنالیاں ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر باغ باغ ہو گیا کہ اب سائیں آ گئے ہیں، اب وہ جانیں، اُن کا کام۔ میاں حضورؒ نے آتے ہی فرمایا۔ ''ابے ہم تو رات کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بیٹی کی شادی میں شریک ہو لئے، اب ان پراتوں میں چاول اور سالن ڈال دے، ہم سرگودھا جا کر کھائیں گے۔'' حاجی رُلیا نے مرغے کے گوشت اور زردہ، پلاؤ نیز روٹیوں سے وہ کنالیاں بھر دیں۔ میاں حضورؒ نے فرمایا۔ ''ابے رُلیے! فکر نہ کیجیو، دیگوں پر رومال ڈال دے اور کھانا تقسیم کر، سب کو جی بھر کر کھانے دے۔ اللہ نے برکت ڈال دی۔'' سب لوگ کھانا کھا گئے۔ بیٹی کو ساتھ لے جانے کے لئے بھی کھانا دیا اور جب رومال اتارا گیا تو اُتنا ہی کھانا دیگوں میں ویسے کا ویسا ہی موجود تھا، جتنا پہلے پکا تھا۔

میاں حضورؒ کی بات ماننے والے اور اُن کو خوش کرنے والے عظیم رفعتوں سے ہمکنار ہوئے جبکہ دل میلا کرنے والے نامراد رہے اور خسارے والے ہو گئے۔ میاں حضورؒ کے آستانے کے بالکل سامنے لکڑی چیرنے کا آرہ ہے۔ فیصل آباد کے عبدالرحمن (جنھیں سرکار بھنگی فرمایا کرتے) کا بیان ہے کہ میاں حضورؒ نے ایک بار اسے فرمایا۔ ''ابے

Marfat.com

!سامنے آرے سے ایک بالٹی بُورا بھر لائیو۔'' اُس دَور میں سوئی گیس نہیں تھی' عبدالرحمن آرے پر گیا تو اُس کے مالک نے بُورا دینے سے انکار کر دیا۔اور عبدالرحمان کی بورے سے بھری ہوئی بالٹی واپس بُورے کے ڈھیر میں اُلٹ دی۔عبدالرحمان نے واپس آکر آپؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا۔'' ابے یہ پانی کہاں سے آ گیا؟'' اگلے دن آرے میں اتنا پانی بھر گیا کہ سارا کاروبار ہی ٹھپ ہو گیا اور مالک کو آرہ بیچ کر جانا پڑا جسے بعد میں اسلم صاحب نے خریدا جو میاں حضورؒ کے بڑے عقیدت مند ہیں۔

سرکارؒ کی عادت تھی کہ سبزی یا پھل والے کی دکان سے اپنی مرضی سے کچھ اُٹھا لیتے۔کبھی اپنی اور کبھی اپنے ساتھی کی قمیص کی جھولی میں ڈالتے جاتے۔جس دکان یا ریڑھی سے آپ کچھ اُٹھا لیتے' وہ خوش ہو جاتا کیونکہ میاں حضورؒ کے ہاتھ لگانے سے اتنی برکت ہوتی اور اتنا نفع ہوتا کہ وہ دن اُس کی زندگی کا یادگار دن بن جاتا۔کوئی بدقسمت آپؒ کو منع کر دیتا تو بہت نقصان اُٹھاتا۔میرا یقین ہے کہ میاں حضورؒ کسی کی دکان سے کچھ لیتے تو اُس سے کسی بلا' مصیبت کو ٹالنے کا سر بند کرتے۔

عابد منیر صاحب' مکان نمبر 27 بلاک 34' سرگودھا نے ایک واقعہ مجھے مسجد کے تہہ خانہ میں لکھوایا' ان کے بقول:'' ایک دفعہ ہم آستانے میں حاضر تھے۔کئی لوگ میاں صاحبؒ سے عرض کر رہے تھے کہ سخت گرمی ہے دعا کیجئے' بارش ہو جائے۔دھوپ بہت تیز تھی۔آپ پہلے تو ٹالتے رہے جب اصرار بڑھا تو مرادی سے فرمایا' ابے چارپائیاں اُٹھا دے اور مسجد کی صفیں سمیٹ لے۔آناً فاناً غلاموں نے یہ کر دیا تو میاں صاحبؒ نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے۔'' یا اللہ اب یوں کر کہ بارش برسا دے'' بس پھر کیا تھا' تیز دھوپ میں شڑاپ شڑاپ بارش ہونے لگی۔لیکن کچھ دیر کے بعد تھم گئی۔اس عرصہ میں دھوپ بھی رہی اور بارش بھی۔

صوفی اشفاق اللہ واجد مجدّدی تحریر کرتے ہیں۔

'' جولائی کا مہینہ ہے۔گرمی اور حبس سے برا حال ہو رہا ہے۔حضرت میاں صاحب برآمدہ میں جلوہ افروز ہیں۔دوپہر کے چار بجنے والے ہیں۔

اس خاکسار کو آپ نے حکم دیا:

'' ابے صوفی کمرۂ لنگر سے پیتل کا بڑا حمام صحن میں لا کر رکھ''

حکم مانتے ہوئے حمام کو صحن میں رکھ دیا۔آپ نے پھر حکم دیا:

'' ابے اس کا ڈھکن کھولو اور بادل چھوڑ دو ' کچھ ٹھنڈک زمین پر ہو جائے''

Marfat.com

ابھی پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہونگے آپ نے ارشاد فرمایا:

''صوفی اسے جلد بند کر دو ورنہ طوفان آ جائے گا''

حمام کا ڈھکن میں نے بند کر دیا۔ آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا ہوگا' بادل آسمان پر نظر آنے لگے اور خوب موسلا دھار بارش شروع ہوگئی حضرت قطب مدار نے پھر فرمایا:

''صوفی حمام کو لنگر کے اندر رکھ دو۔ اس میں بادل بند کیے''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندر زماں' ص 164)

◆◆◆

جادو ٹونا اور جنات کا سایہ وغیرہ

جادو ٹونے کا اثر ہوتا یا جنات کا مسئلہ' میاں حضورؒ کی دعا برکت سے ٹھیک ہو جاتا۔ مسز عتیق قریشی لاہور سے رقمطراز ہیں ''میرے شوہر کی وفات کے بعد میرے گھر میں جادو ٹونے کا اثر تھا۔ بچّوں کی کاپیوں سے تعویذ نکلتے۔ کبھی گھر میں خون کے چھینٹے پڑتے۔ کبھی نماز مترجم کے ورق صحن میں آ گرتے۔ گھر میں پریشانیوں اور تکلیفوں کا گویا بسیرا ہو گیا تھا۔ ایک دن پھولوں کی پنیری ٹھیک کرنے لگی تو زمین میں خون آلود بکرے کی سری' ہرے ماش اور کافی تعویذ دبے ہوئے ملے۔ مَیں نے مالی سے کہہ کر باہر گراؤنڈ میں یہ اشیاء پھینکوا دیں۔ ہم سب سخت گھبرا گئے اور سرگودھا چلے آئے۔ میاں حضورؒ نے ہمیں دیکھتے ہی فرمایا۔ ''لوگ یتیموں سے بھی نہیں ٹلتے' گھبرانا نہیں۔ جاؤ مسجد میں حافظ جی سے بات کر لو۔'' ہمیں دُکھ اور گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی کہ ہمیں بات کرنے کی اجازت ہی نہیں ملی۔ بہر حال ہم مسجد میں گئے اور بڑے حافظ جی شفیق صاحب سے اپنا ماجرا عرض کیا۔ وہ غصے سے کہنے لگے کہ بکرے کی وہ سری تو دریا میں بہا دینی چاہیے تھی۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تھا کہ تم سب تباہ و برباد ہو جاؤ۔'' اتنے میں باہر سے میاں حضورؒ کی آواز آئی' آپ نے ایک آیتِ مبارکہ پڑھی اور فرمایا۔ ''حافظ جی! یہ آیت پڑھ کر چھت کی طرف پھونک مار دو' حافظ صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اُسی وقت ہمارا سارا خوف دُور ہو گیا۔ سب کی جان میں جان آئی اور پھر ہمارے گھر کا آرام و سکوں بھی لوٹ آیا۔

(مکتوب مسز عتیق قریشی محررّہ 31-8-1995 ص 12)

Marfat.com

آستانہ عالیہ کے ایک خادم انور علی B.Sc نے بتایا کہ ایک دفعہ میاں صاحبؒ سدری میں تشریف رکھتے تھے۔ اچانک ایک تانگہ بان آیا اور میاں صاحبؒ سے لنگر مانگا۔ آپؒ نے خادموں سے فرمایا ''اسے کھانا کھلاؤ۔'' اُس کوچوان نے صرف ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالا۔ اُسے تھوڑا سا چبایا اور تھُوتھُو کر کے زمین پر پھینک دیا اور چپکے سے اُٹھ کر باہر کو چل دیا۔ اُس کے جانے کے بعد آپؒ نے فرمایا'

''بھو۔۔۔والا۔۔۔ ہمارا لنگر کیل گیا ہے۔ پھر مجھے (انور علی کو) حقّہ دیا کہ اس کے کش لگاؤ۔ مَیں نے پہلا ہی کش لگایا تو میرا جسم بے حس ہو گیا اور میں گرنے کے قریب ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو مجھے بھُوک بہت لگی ہوئی تھی اور میں بھُوک سے بے حال ہو گیا تھا۔ لنگر سے میاں صاحبؒ نے ایک روٹی منگوا کے مجھے دی۔ جب مَیں نے کھا لی تو آپؒ نے فرمایا کہ اب مسئلہ ٹھیک ہو گیا ہے۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور'' ۔۔۔ص 35)

گوجرہ سے ہومیو ڈاکٹر شیخ صابر حسین نے بتایا کہ حاجی ظفر علی احسن مرحوم ایک دفعہ سرگودھا آستانہ میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ میاں صاحب پانی کا پائپ پکڑے مسجد کے صحن میں ایک جگہ پانی گراتے ہی جا رہے ہیں۔ میاں حضور نے فرمایا ''ابے ظفرے! دیکھ بو بو کا گھر جل رہا' میں بجھا رہا ہوں۔ بڑا سخت حملہ ہے' تو لاہور چلا جا اور بو بو کا گھر دیکھ۔'' حاجی ظفر علی احسن کی ہمشیر لاہور میں رہتی تھیں' ان کے شوہر رشید احمد بھی میاں صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ حاجی ظفر علی احسن لاہور پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی بہن کے گھر صبح جادو ٹونے کا بڑا سخت حملہ ہوا تھا۔ فضا سے ایک ہنڈیا اڑتی ہوئی آئی' جب وہ صحن سے ذرا اوپر تک پہنچ گئی تو اس سے خون کی پھوہاریں نکل کر صحن میں پھیل گئیں۔ پھر گھر میں آگ لگ گئی' سب گھر والے چیخنے چلانے لگے۔ اتنے میں کہیں سے تیز پانی آیا' جس سے وہ آگ بجھ گئی۔ یہ میاں صاحبؒ کی عظیم کرامت تھی۔

یہ واقعہ فیصل آباد کے صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ نے مختلف محافل میں بارہا سنایا۔ ''یہ اُس وقت کی بات ہے جب رفیق قریشی صاحب' لائل پور (اب فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر تھے۔ میرے (صاحبزادہ عارف کے) ایک دوست میاں عبداللطیف کی ہمشیر کی بیٹی کو جنات کے سائے کی کسر تھی۔ وہ مختلف عاملوں اور پیروں فقیروں کے پاس کوششیں کر چکے تھے۔ مَیں نے اُنھیں میاں حضورؒ سے عرض کرنے کے لئے کہا۔ اتفاق سے میاں حضورؒ رفیق قریشی صاحب کے ہاں آئے ہوئے تھے۔ میاں عبداللطیف کی ہمشیر کے گھر والوں نے میاں حضورؒ کی دعوت کی۔ اُس دعوت میں میاں حضورؒ کے ساتھ مَیں (عارف)' رفیق قریشی' محمد طالب مرحوم اور ملک ارشد نے

Marfat.com

شرکت کی۔ گھر والوں نے کھانا بہت پُرتکلّف بنوایا تھا۔ اُس وقت میاں صاحب کے ساتھ چھ لاکھ روپے کا خزانہ ایک چادر کی گھٹڑی میں بندھا پڑا تھا' جو میری سپرداری میں تھا۔ کھانا ختم ہُوا تو رفیق قریشی نے عرض کیا۔ ''سرکار! اہلِ خانہ کی بیٹی کو جنّات کا سایہ ہے' سب اہلِ خانہ بے حد پریشان ہیں۔ آپ مہربانی فرمائیں اور اندر جا کر بچّی کے سر پر ہاتھ رکھ دیں۔'' آپ نے بڑے غصّے سے رفیق قریشی کو فرمایا: ''ابے او تیری...... تو مجھے غیر عورتوں کے پاس لے جاوے۔'' کھانا ختم ہُوا تو آپ نے چلنے کا حکم دے دیا۔ گھر والوں نے پورے گھر کو سفیدی کرائی ہوئی تھی۔ میاں حضورؒ نے پان کھاتے کھاتے بیٹھک کے سامنے کی اندرونی دیوار پر پان کے کتھے کو انگلی پر لگا کر لکھا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

جب ہم رفیق قریشی کی کوٹھی واقع سول لائن میں پہنچے' تو مجھے یاد آیا کہ نوٹوں والی گھٹڑی تو ہم وہیں بھول آئے ہیں۔ مَیں نے ڈرتے ڈرتے میاں حضورؒ سے عرض کیا' آپ نے فرمایا' جاؤ' لے آؤ۔ مَیں اور ملک ارشد واپس منشی محلہ پہنچے۔ گھر والوں نے بڑی محبت سے استقبال کیا۔ اُنھوں نے نوٹوں کی گھٹڑی پکڑائی اور بتایا کہ جب آپ لوگ یہاں سے نکلے' تو جنّات نے ہماری بچّی کا پیچھا چھوڑ دیا اور جاتے جاتے کہہ گئے کہ ہم تمہارا گھر ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آئندہ میاں صاحبؒ کو تکلیف نہ دینا۔'' اس کے بعد اس لڑکی کو سائے کی کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ایک دفعہ کسی نے مجھ پر جادو ٹونا کر دیا جس کی وجہ سے میں بے حد پریشان تھا۔ میاں حضورؒ بھی اس دنیائے فانی سے تشریف لے جا چکے تھے لہٰذا میں بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ انھی دنوں میاں حضورؒ میرے خواب میں تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا سرکارؒ مجھ پر کوئی جادو کرتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا: ''ظہر کی نماز پڑھ کر وہیں مصلّے پر بیٹھے بیٹھے سورہ عبس (تیسویں پارے کی تیسری سورت) پڑھ کر الٹے ہاتھ تین بار مصلّے پر مار دے اور کہہ جدھر سے آیا اُدھر جا۔'' یہ محض سات دن کر۔ جادو پلٹ جائے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اگلے ہی دن ظہر کے دن یہ عمل کیا۔ الحمدللہ میری پریشانی ختم ہوئی اور مجھ پر جادو کا وار کرنے والا اسی گرفت میں ہے۔ چند دنوں بعد ایک رات آپؒ پھر میرے خواب میں آئے تو میں نے عرض کیا کہ سرکارؒ جادو ٹونہ دور کرنے والا عمل کیا میں کسی اور کو بھی بتا دوں۔ آپؒ نے فرمایا: ''ابے بھنگی! تجھے عام اجازت ہے۔ بانٹتا رہ''

لاہور کے صاحبزادہ الحاج میاں اعجاز احمد نے راقم الحروف کو بتایا کہ 1989ع میں ایک کالے علم کے ماہر جادوگر نے اُن کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔ کبھی اس کے ساتھ پچاس بندے ہوتے' کبھی اس سے بھی زیادہ۔ وہ رمضان شریف کے مہینے میں ہر روز آ جاتا اور بہت خرچ کرواتا۔ ان دنوں ہمارا گھر طرح طرح کی مصیبتوں اور آفات کی زد میں تھا۔ اس کے آنے سے پہلے ہمارے گھر میں جو آرام وسکوں تھا سب غارت ہو گیا۔ میں اس سے جان

Marfat.com

چھڑانا چاہتا تھا لیکن وہ مجھ پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ ایک دن مجھے سرگودھا سے پیغام ملا کہ آپ کو میاں حضورؒ بلاتے ہیں ۔ جب میں سرگودھا' آستانے پر پہنچا تو میاں حضورؒ نے اپنے سر کی ٹوپی اتاری اور مجھے اپنا سر دکھایا۔ سر پر زخم کا نشان تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اعجاز! یہ دیکھ اُس کالے علم والے جادوگر کے ساتھ لڑائی میں میرا سر پھٹ گیا۔ اب وہ تجھے کبھی تنگ نہیں کر سکے گا۔ اُس کا سب کچھ ختم ہو گیا۔'' جب میں لاہور واپس آیا تو وہ خود مجھ سے ڈرنے لگا۔ میرے گھر کے حالات بالکل ٹھیک ہو گئے' اور میرے دل میں میاں حضورؒ کی محبت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ واقعی وہ کالے علم والوں پر حاوی تھے۔

بارہا دیکھا گیا کہ خوب دھوپ نکلی ہے اور گرمی پڑ رہی ہے۔ آپ نے مسجد کے صحن میں آ کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا' تو آناً فاناً بادل گھر آئے اور بارش ہونے لگی۔

مولانا مجاہد الحسینی نے ایک دفعہ راقم الحروف کو بتایا کہ:

''میاں صاحبؒ سے ایک بار فیصل آباد کے کچہری بازار میں ملاقات ہوئی۔ ملک اورنگزیب سمیت آپؒ کے مریدوں اور مداحوں کی خاصی تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ میاں صاحبؒ کی خدمت میں سلام کہا۔ مصافحہ کیا' میاں صاحبؒ میرا ہاتھ پکڑے کچھ فرماتے رہے۔ میری نگاہیں میاں صاحبؒ کے چہرے پر جمی تھیں۔ میاں صاحبؒ کبھی دکانوں کی جانب دیکھتے۔ کبھی گھنٹہ گھر کی طرف نگاہ کرتے۔ کہ یکا یک اپنی جیب سے کچھ نکالا اور مجھے حکم دیا منہ کھولو۔ میں حیران تھا کہ یکا یک آپ نے کیا فرما دیا۔ ان کا ہاتھ میرے منہ کے سامنے تھا۔ میں نے منہ کھولا تو ایک تازہ شہتوت میرے منہ میں تھا' نہایت شیریں۔ مزیدار شہتوت۔ میں حیران کہ یہ موسم شہتوت کا نہیں اور نہ ہی شہتوت گلا سڑا' مرجھایا ہوا۔ ذائقہ ایسا کہ تازہ بتازہ ابھی پودے سے توڑا گیا تھا۔ اس شہتوت کی مٹھاس اور ذائقہ کئی دن محسوس ہوتا رہا۔''

(مجاہد الحسینی مولانا' بے موسم تازہ شہتوت (مضمون) ہفت روزہ ''شجاعت'' سرگودھا' 7 مارچ تا 14 مارچ 1986ء ص نمبر 4' کالم نمبر 3)

مولانا مجاہد الحسینی کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں حضورؒ کو اللہ نے اس قابل کیا تھا کہ وہ اللہ کے اذن و فضل سے بے موسمی پھل بھی کھلا سکتے تھے۔

◆◆◆

Marfat.com

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

میاں حضورؒ کی باتیں اور کرامتیں ایسی ہوتیں کہ عقل دنگ رہ جاتی' جس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آتا' وہ خوب سمجھتا کہ میاں حضورؒ چونکہ مقبول بارگاہ خداوندی ہیں لہٰذا ان سے ایسی باتوں کا صدور مشکل نہیں۔

میاں حضورؒ کے بچپن کے دوست پیر بخش قلندری پانی پتی (مقیم لاہور) نے بتایا کہ پانی پت میں ایک دفعہ ہولی کا جلوس ہمارے محلے کی مسجد کے سامنے سے گزرا' جس سے نماز میں خلل پڑا۔ مسلمان مشتعل ہو گئے۔ اُنھوں نے چھتوں سے جلوس پر پتھر' اینٹیں اور روڑے برسائے۔ بہت لوگ زخمی ہوئے۔ بڑا ہنگامہ ہوگیا۔ اُس دِن پانی پت کی متاثرہ گلی میں ہر طرف پتھر' روڑے ہی بکھرے پڑے تھے۔ ہندوؤں نے رات کو تھانے میں رپورٹ درج کرادی۔ فیصلہ ہُوا کہ صبح انگریز جج جگہ کا معائنہ کر کے فیصلہ دے گا۔ صبح جج نے معائنہ کیا تو اُس گلی میں ایک روڑا تک نہیں تھا۔ اُس نے مسلمانوں کے خلاف درخواست خارج کر دی۔ بقول پیر بخش اُنھوں نے صبح اس کا ذکر کیا میاں حضورؒ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں اور قلندر صاحبؒ رات بھر روڑے اُٹھا اُٹھا کر بہت دور پھینکتے رہے۔''

بقول پیر بخش اسی گفتگو میں میاں حضورؒ نے یہ بھی فرمایا کہ قلندر صاحب کی قمیض نیلی تھی...... میاں حضورؒ نے بھی اکثر وبیشتر نیلی قمیض ہی زیب تن کی۔

عقل کو حیران کر دینے والا ایسا ہی ایک واقعہ گوجرہ کے آپ کے مرید خاص حاجی سلطان مرحوم (جو گوجرہ ٹا کی محلہ میں رہتے تھے) کے ساتھ پیش آیا۔ مجھے یہ واقعہ انھوں نے اپنی زندگی میں سنایا تھا۔ لیجئے یہ واقعہ انہی کی زبانی سنئے: ''یہ ان دنوں کی بات ہے جب میاں حضورؒ گوجرہ میں کوآپریٹو بینک کے ایک کمرے میں فضل الرحمن خان کے پاس رہائش پذیر تھے۔ ایک صبح آپ گشت کے لئے نکلے' سبزی منڈی میں آئے' ایک آدمی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کسی کی ریڑھی سے دو تین آلو' کہیں سے ایک دو بینگن' کسی پھل والے کی دکان سے ایک دو سیب لے کر اس شخص کی جھولی میں ڈالتے جاتے' جس کی ریڑھی یا پھڑی سے آپ چیز اٹھاتے' اس کا دل باغ باغ ہو جاتا' وہ میاں صاحبؒ کے ہاتھ چومتا کیونکہ اسے پتہ ہوتا کہ جس سودے کو میاں حضورؒ ہاتھ لگا دیتے ہیں اس کی فروخت میں رب کریم بے پناہ برکت ڈال دیتا ہے۔ اس طرح میاں حضورؒ اس کی جھولی میں چیزیں ڈالتے گئے یہاں تک کہ دامن بھر گیا پھر آپ نے فرمایا کہ ساتھ ہی ایک غریب عورت ہے' آؤ اسے یہ دے آئیں۔ میاں حضورؒ سبزی منڈی کے قریب ہی ایک

Marfat.com

چھوٹے سے مکان کے پاس جا کر رکے' وہ خاتون دریاں وغیرہ بنا کرتی تھی' وہ باہر نکلی تو میاں حضورؒ نے فرمایا "لے بوبو! رب نے تیرے حال پر کرم کیا' یہ رکھ لے۔" ابھی میاں حضورؒ یہ فرما ہی رہے تھے کہ سبزیوں پھلوں سے بھری وہ جھولی سو سو روپے کے نئے نوٹوں کی گڈیوں سے بھر گئی وہ شخص بھی دنگ رہ گیا کہ پھل اور سبزیاں اتنی بڑی دولت میں کیسے بدلیں؟ اتنے میں وہ خاتون بڑے ترش لہجے میں کہنے لگی "ارے چل' کہاں سے آ گیا' مانگے تانگے کی سبزیاں اٹھا کر' ہم نہیں پکاتے یہ سوغات۔" میاں حضورؒ نے تین دفعہ فرمایا "بوبو رکھ لے" مگر جب اس نے ہر بار انکار ہی کیا تو میاں حضورؒ نے غصے میں وہ جھولی پکڑ کر زمین پر جھٹک دی' زمین پر گرتے ہی وہ نوٹ پھر پھل اور سبزیاں بن گئے' آپ نے اس آدمی سے فرمایا:

"ابے! چل دے' بوبو کو دکھائی نہیں دے رہا۔"

(افضال احمد انور' کراماتِ قلندر شہیدؒ نمبر (مضمون) خصوصی ایڈیشن' روزنامہ سٹیٹ ایکسپریس' فیصل آباد' 7 مئی 2001ء' ص 3)

2۔ چوک بابا اعظم (اچھرا) لاہور کے محمد صدیق بھٹی نے اپنے ایک دوست کا واقعہ سنایا' جو ریلوے میں ڈرائیور اور حضور میاں صاحبؒ کے عقیدت مند تھے۔ ایک بار میاں صاحبؒ نے اُسے لاہور کے محلہ مصری شاہ کے ایک کباڑیے کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اسے کہنا کہ ہماری امانت واپس کرے۔ وہ شخص لاہور میں اس کباڑیے کی دکان پر پہنچا اور اسے کہا کہ سرگودھا کے میاں صاحب نوٹوں والی سرکارؒ نے اپنی امانت واپس مانگی ہے۔ اس نے باہر سامنے رکھے ہوئے ایک توڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "قلندر صاحب! تین چار سال پہلے کوئلوں کا یہ تھیلا باہر رکھ گئے تھے۔ تب سے یہ مینہ دھوپ میں ویسے ہی پڑا ہے' آپ لے جائیں۔" ریلوے ڈرائیور نے دیکھا کہ وہ توڑا کھلا ہوا تھا اور پرانے کوئلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اُس نے پہلے ایک رسی سے توڑے کا منہ بند کیا پھر وہ توڑا اُٹھایا اور اسٹیشن پر آ گیا۔ وہ انجن روم میں اپنی سیٹ کے پاس توڑا رکھ کر گاڑی چلانے لگا تو اسے محسوس ہوا کہ توڑا کوئلوں کے علاوہ کسی اور چیز سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے ذہن میں خیال آیا کہ توڑا کھول کر تو دیکھوں کہ اس میں ہے کیا؟ اس نے اپنے ہیلپر ساتھی کو کسی بہانے پلیٹ فارم پر بھیج دیا اور خود جب توڑا کھولا تو اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کیونکہ توڑا 100,100 اور 500,500 کے نئے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ جو پہلے کوئلے نظر آتے تھے اب ان کا نام ونشاں تک نہیں تھا۔ اتنی دولت دیکھ کر ڈرائیور پریشان ہو گیا۔ اس نے جلدی سے توڑے کو سیٹ کے نیچے چھپا دیا۔ جب گاڑی سرگودھا پلیٹ فارم پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ میاں حضورؒ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ وہ توڑا لئے آپ کے پاس

Marfat.com

پہنچا تو دیکھا کہ ایک مفلوک الحال شخص میاں صاحبؒ سے عرض کرتا ہے کہ اس کی بیٹی کی شادی ہے اور اسے مدد کی ضرورت ہے۔ میاں حضور نے فرمایا ''ابے یہ توڑا اسے دے دے۔ پہلے اس کا منہ کھول' پھر اسے پکڑائیو'' اس ڈرائیور نے توڑا کھولا تو بدستور نئے نوٹوں کی گڈیاں موجود تھیں۔ اس غریب آدمی نے توڑے میں جھانکا تو کہنے لگا۔ ''میں نے تو بیٹی کی شادی میں مدد کی درخواست کی ہے نہ کہ کوئلوں کی۔ میں نے کوئلوں کا کیا کرنا ہے؟'' آپ نے تین دفعہ فرمایا ''ابے لے لے' تیرا کام بن جائے گا'' مگر اس نے ہر بار انکار کیا۔ غصے میں آ کر آپ نے وہ توڑا پکڑ کر ریل کی پٹڑی پر انڈیل دیا۔ ہر طرف کوئلے بکھر گئے' ڈرائیور سے فرمایا ''ابے چل! لاہور یے کباڑی سے کہیو' ہماری امانت پہنچ لی۔''

رفیق قریشی کہتے ہیں کہ داؤد خاں کے بھائی مرحوم مسعود کی اہلیہ زچگی میں تھیں میاں حضورؒ انہی دنوں فیصل آباد تشریف لائے ہوئے تھے وہ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس میں تشریف لائے اور قریشی صاحب کی میز پر لیٹ گئے اور تیل کی شیشی رفیق قریشی صاحب کو پکڑاتے ہوئے فرمایا ''لے بے! تیل مل لے' بچہ ہونے والا ہے۔'' اُنھوں نے بڑی مشکل سے ہنسی کنٹرول کی۔ چپ چاپ میاں حضورؒ کے پیٹ مبارک پر تیل ملنے لگے۔ کبھی فرماتے ''ابے! ادھر دائیں طرف پسلیوں کے نیچے'' کبھی فرماتے ''ابے ذرا' درمیان میں'' پھر آپ نے فرمایا ''بس کر! بس کر!! بچہ پیدا ہو لیا'' رفیق قریشی نے وقت نوٹ کر لیا۔ بعد میں پتا چلا کہ ٹھیک اسی وقت اللہ نے مسعود مرحوم کے ہاں بیٹا دیا' جس کا نام آفتاب عالم علی رکھا گیا۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ میاں حضورؒ کی بعض باتیں اور کام عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتے تھے لیکن وہ یونہی نہیں ہوتی تھیں' ان کے پیچھے کوئی حکمت' کوئی تقدیر کام کر رہی ہوتی تھی۔

سید کرامت حسین شاہ نے لکھا۔ میاں حضورؒ نے سبز رنگ کی ایک جلتی ہوئی لیمپ بابا عثمان مرحوم کے ہاتھ سرگودھا سے میرے کوارٹر میں لائل پور بھجوائی' دن کے بارہ بجے جلتی ہوئی لیمپ دیکھ کر میں نے بھائی عثمان مرحوم سے پوچھا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا' یہ جلتی ہوئی لیمپ' میاں حضورؒ نے بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اسے کسی کیل سے ٹانک دینا میں نے ایک کیل کے ساتھ لٹکا دی' چنانچہ وہ لیمپ پینتیس روز تک رات دن جلتی رہی۔ ایک دن میرے بچے اجمل حسین شاہ نے غلطی سے اتار لی وہ لیمپ بجھ گئی' میاں حضورؒ مجھے اسٹیشن پر ملے اور فرمایا' کرامت اگر لیمپ نہ اتارتے تو ہمیشہ جلتی رہتی۔

(حالات میاں عبدالرشیدؒ ' از سید کرامت حسین شاہ' غیر مطبوعہ مملوکہ ڈاکٹر افضال احمد انور' ص 12)

معروض احمد راجا (بنگالی) لکھتے ہیں: ''میں 1985ء میں میاں حضورؒ سے ملنے سرگودھا گیا' ان دنوں سرکار

Marfat.com

کے پاس ایک مست مجذوب بزرگ رہتے تھے (جن کو بنگالی کہا جاتا تھا)' سرکار انہیں حاکم بنگال فرمایا کرتے۔ وہ بڑے جلالی تھے اور ہر وقت بولتے رہتے تھے' ان کی زبان بھی بنگلہ تھی' اسی دن وزیر آباد سے ریلوے گارڈ الحاج عفت اللہ بھی آئے ہوئے تھے۔ رات ہوئی تو میاں حضورؒ نے مجھے حکم دیا ''بنگالی کے پاس سو جاؤ'' یہ فرما کر آپ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں جانے لگے تو الحاج عفت اللہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ کچھ لوگوں نے اشارے سے منع بھی کیا لیکن وہ نہ مانے۔ جب وہ میاں حضور کے کمرے کے دروازے میں داخل ہوئے تو گر کر بے ہوش ہو گئے۔ جب کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو خاموشی سے اٹھ کر مسجد میں چلے گئے۔''

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد ایک دن میری ملاقات عفت اللہ صاحب سے پاکپتن میں ہوئی۔ ہم نے حضرت بابا فریدؒ کے مزار پر سلام کیا' میں نے دربار کے اندر ہی عفت اللہ سے پوچھا کہ وہ 1985ء میں میاں حضور کے کمرے میں قدم رکھتے ہی بے ہوش کیوں ہو گئے تھے۔ وہ بتانے سے انکار کرتے رہے' میرے بہت اصرار پر انہوں نے بتایا کہ ''جونہی میں نے اندر جھانکا' دیکھا کہ کمرے کی چوڑائی جتنا شیر وہاں لیٹا ہوا تھا' اس کا جسم چمکدار تھا' وہ شیر اکٹھا ہوا' اور میاں صاحب بن گیا' میں ہیبت سے بے ہوش ہو گیا' بعد میں میں نے میاں صاحب سے بات کرنا چاہی تو آپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش کرا دیا۔''

(مکتوب بنام افضال احمد انور' محررہ 11 ستمبر 1995ء ص 4)

لاہور سے میاں عرفان بشیر (ہجویری کمپیوٹر کمپوزنگ والے) نے بتایا کہ: ''ایک دفعہ ان کے بھانجے مدثر کی آنکھیں سخت خراب ہو گئیں۔ ان کے والد (میرے بہنوئی) عقیدے کے سخت تھے اور پیروں فقیروں کو نہیں مانتے تھے' تاہم وہ میرے ساتھ سرگودھا آستانہ پر آ گئے۔ میاں حضورؒ نے ہمیں سدری میں بٹھایا' ایک خالی جگ منگوایا' جگ دھو کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ اس میں سادہ پانی ڈلوایا گیا اور میاں حضورؒ نے اس میں برف کی ڈلی ڈال کر پانی کو اپنی انگلی سے ہلانا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے وہ پانی خود گلاس میں ڈال کر ہمیں عطا کیا' ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ سادہ پانی میٹھا شربت بن چکا تھا اور گلاس کی تہہ میں کچھ چینی کے دانے صاف نظر آ رہے تھے' حالانکہ چینی تو پانی میں ڈالی ہی نہیں گئی تھی۔''

قصور سے معروض احمد راجا لکھتے ہیں: ''ایک سخت گیر مولوی صاحب آستانہ میں آئے' انہوں نے میاں حضورؒ سے پوچھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار کہنا چاہئے یا نہیں اور کیا نبی ﷺ مختار ہیں؟ میاں حضور پہلے تو ہنسے' پھر فرمایا ''تو داڑھی رکھ کر یہ پوچھ رہا ہے؟'' آپ نے فرمایا'' قرآن مجید میں اللہ پاک نے صرف حرام

Marfat.com

چیزوں کی لسٹ دی ہے' حلال چیزوں کا ذکر نہیں کیا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے' چھری نہ چلے' خون نہ نکلے وہ بھی حرام ہے' مردار ہے۔ ساتھ ہی آپ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ مچھلی کھاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا ''ہاں'' تو میاں حضور نے فرمایا '' کیوں کھاتے ہو جبکہ قرآن کی شرائط سے وہ حرام ہونی چاہئے۔ ہم مچھلی اس لئے کھاتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مچھلی کھاؤ' اب تم خود بتاؤ کہ وہ مختار ہوئے کہ نہیں؟ اس پر وہ مولوی صاحب گھبرا گئے اور لاجواب ہو کر اثبات میں سر ہلانے لگے۔''

(مکتوب معروض احمد راجا' بنام افضال احمد انور' محررہ 11 ستمبر 1995ء ص2)

ایک مجذوب قلندر کا کسی اہل علم کو لاجواب کر دینا' وہ بھی لاجواب دلیل کی بنیاد پر' حیرت کا باعث نہیں تو کیا ہے؟

گوجرہ ٹا کی محلہ کے شیخ اقرار حسین ولد شیخ نظام الدّین نے بتایا کہ میرے سامنے ایک آدمی نے میاں حضورؒ سے بچّی کی شادی کے سلسلے میں التجا کی کہ جہیز کا سامان خریدنا ہے اور پاس کچھ نہیں۔ آپنے اُسے نوٹوں کی ایک تھیلی عطا کی اور فرمایا اس میں ہاتھ ڈال کر اس کے اندر نہ جھانکنا۔ جتنی ضرورت ہو اتنی ہی رقم اس میں سے نکال لیا کرنا۔ اُس آدمی نے وہ تھیلی پکڑی لیکن اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کھول کر تو دیکھوں اس میں کتنی رقم موجود ہے؟ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: ''اے ایمان کے کچے! کیا دیکھنا چاہتا ہے۔'' اُس نے توبہ کی' فوراً معافی مانگی' تھیلی پکڑی اور اپنی راہ لی۔

انہی صاحب (گوجرہ کے شیخ اقرار حسین) نے 2011/07/22 کو مسعود مختار ولد شیخ مختار ناز کے گھر محفل میں بتایا: ایک دفعہ میاں حضورؒ اپنے کچھ ساتھیوں سمیت بذریعہ ٹرین کراچی تشریف لیجانے کے لیے گوجرہ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر موجود تھے اور ٹرین کا انتظار کر رہے تھے۔ جب گاڑی سامنے آ گئی تو آپ نے اچانک نماز کی نیّت باندھ لی۔ گاڑی رُکی' مسافروں کو اتارا اور چلنے لگی لیکن میاں صاحب آرام سے نماز پڑھتے رہے۔ جب گاڑی نے ذرا رفتار لی تو آپکے ساتھی چیخنے لگے' میاں صاحب! ٹرین گئی' میاں حضورؒ! ہم رہ گئے۔ لیکن آپ نماز پڑھتے رہے۔ جب آپنے سلام پھیرا تو گاڑی پلیٹ فارم کے آخری سرے کو چھوڑ چکی تھی۔ آپ مسکرائے اور بڑے سکون سے فرمایا' ''اے' نہیں جا رہی' تمھیں لے کر ہی جائے گی۔''

ایک آدمی نے کہا سرکار! وہ پلیٹ فارم چھوڑ چکی ہے اور اس کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ آپنے غصّے سے فرمایا۔ ''مَیں نے کہہ دیا' کہ تمھیں لے کر ہی جائے گی' تو بس کہہ دیا۔'' اتنے میں سب نے دیکھا کہ گاڑی فوراً رُک گئی آپ آرام

Marfat.com

سے چلتے ہوئے گاڑی تک پہنچے اور ساتھیوں سمیت جونہی گاڑی میں سوار ہوئے' گاڑی دوبارہ چل پڑی۔''

ٹاکی محلّہ گوجرہ کے شیخ محمد شاہد ولد شیخ ذکر الرحمان نے بتایا کہ ایک بار مَیں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ میاں حضورؒ کو سلام کرنے کے لیے سرگودھا حاضر ہوا۔ میاں صاحبؒ نے میری والدہ سے فرمایا:

''بوبو! جھاڑو دے لے۔''

وہ جھاڑو سے صفائی کرنے لگیں' مجھے فرمایا۔ مسجد کا تالا کھول لے۔ میں نے چابی گھمائی' بہت کوشش کی لیکن وہ تالا کسی طرح نہ کھل سکا۔ عاجز ہو کر میں نے عرض کیا سرکار! تالا کسی طرح نہیں کھل رہا۔ آپؒ اُٹھے اور فرمایا ''ابھی مَیں تیرا تالا کھولے دیتا ہوں۔'' پھر آپؒ نے میرے سامنے اپنی انگشتِ شہادت کا سرا تالے سے محض ذرا سا مَس ہی کیا تھا کہ بغیر چابی کے اور زور آزمائی' تالا تڑق کر کے کھل گیا' مَیں حیران رہ گیا۔

فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ملک غلام نبی اور ملک عبدالمجید دو بھائی عبداللہ پور میں مٹھائی کی دکان چلاتے تھے۔ ایک دفعہ سرکارؒ ان کی دکان پر تشریف لائے تو ان کا کاریگر میسو بنا رہا تھا۔ میسو آسانی سے نہیں بنتا اس میں خاصی محنت کرنا پڑتی ہے۔ کھڑونچہ بہت چلانا پڑتا ہے۔ ابھی اس نے میسو بنانا شروع ہی کیا تھا کہ میاں حضورؒ نے اس کے ہاتھ سے کھڑونچہ لے لیا اور گھی کے دو ڈبے اس میں الٹ دیے۔ اب ایک دو بار کھڑونچہ چلا کر فرمایا: ''لے بے میسو تیار ہو گیا۔ اسے کڑاہی سے نکال لے۔'' ان کا کاریگر چیخا کہ یہ تو خراب ہو گیا ہے۔ ملک عبدالمجید نے کہا: ''تجھ سے زندگی بھر ایسا مزیدار میسو نہیں بن سکے گا۔'' یونہی ہوا۔ وہ میسو اتنا لذیذ تھا کہ خود مالکِ دکان بھی اپنے گھر کے لیے لے کر گیا۔

فیصل آباد کے انھی عبدالرحمان بھنگی نے راقم الحروف کے نام اپنی تحریر میں لکھا: ''ملک عبدالمجید کی دکان ویسے تو مٹھائی کی تھی لیکن ان کے سموسے بھی بہت مشہور تھے۔ ہاتھوں ہاتھ بک جاتے تھے۔ ایک بار ایسے ہوا کہ انیس سموسے بچ گئے۔ اور باقی تمام بک گئے کافی دیر تک کوئی گاہک نہ آیا۔ انھوں نے تنگ آ کر آواز لگائی کہ ہے کوئی جو یہ سموسے مفت ہی لے جائے۔ حیرت ہے کہ بار بار آواز لگانے کے باوجود کوئی نہ آیا' نہ کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اچانک ملک عبدالمجید کے دل میں ایک خیال آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ عبدالرحمان لگتا ہے کہ حضور نوٹوں والی سرکارؒ آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ اٹھارہ آدمی اور بھی ہوں گے۔ اسی لیے انیس سموسے بچے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد سچ مچ میاں حضورؒ وہاں تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ اٹھارہ دیگر افراد بھی تھے۔ سب نے ایک ایک سموسہ کھایا۔ میاں حضورؒ کی دعا برکت سے اسی رات دکان پر ایک پارٹی آئی اور وہ ساری مٹھائی خرید کر لے گئی۔ کسی تھال میں ایک چیز نہ

Marfat.com

بِکی۔ صبح دکان بالکل خالی تھی۔ جب بھی سرکارؒ اس دکان پر تشریف لاتے دکان کی ساری مٹھائی اسی طرح آناً فاناً بک جاتی اور دکان یوں لگتی جیسے کسی نے جھاڑو پھیر دی ہو۔ اسی لیے ملک صاحبان میاں حضورؒ کی تشریف آوری کے ہمیشہ خواہش مند رہتے۔

◆◆◆

طےزمان و طےمکاں

کسی اللہ والے کے لیے زمین کو اس طرح سکیڑ اور سمیٹ دیا جانا کہ وہ جہاں جانا چاہے' آن کی آن میں پہنچ جائے۔ زمینی فاصلے اُس کے لیے فاصلے نہ رہیں۔ بس وہ کہیں جانے کا فیصلہ کرلے' تو اُسی لمحے اُس کے لیے فاصلے مِٹ جائیں۔ وقت اور جگہ یا زمان و مکاں (Time and space) کی پابندیاں اُس کے لیے ختم ہو جائیں۔ تو یہ اُس کا طے زمان و طے مکاں ہے۔ الحمدُللہ' میاں حضورؒ کو خدا تعالیٰ نے یہ عظیم شرف عطا کیا تھا کہ وہ آن کی آن میں جہاں اور جیسے چاہتے' پہنچ جاتے۔ اُن کا بشری جسم دیکھنے والوں کو پہلی جگہ پر ہی دکھائی دیتا لیکن اُن کا روحانی جسم کسی اور جگہ کسی اور کام میں مصروف و مشغول ہوتا۔ عام لوگوں کی نظروں سے اُن کا روحانی جسم اور اُس کی مصروفیات مخفی و مستور رکھی جاتیں اور جسے اللہ چاہتا' اُسے چشمِ سر سے دکھا بھی دیتا۔

سرگودھا کے محترم رفیق قریشی صاحب (سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر' فیصل آباد) نے بتایا کہ میاں حضورؒ کے آستانے میں لنگر خانے کی مشرقی دیوار میں ایک کھڑکی تھی' ہُوا یوں کہ ایک بار آپؒ اس کھڑکی میں سے باہر نکل گئے۔ دیر کے بعد آپؒ اُسی دیوار میں سے واپس تشریف لائے تو میاں حضورؒ کچھ بھیگے ہوئے تھے اور باقاعدہ ٹھٹھر رہے تھے۔ مَیں نے عرض کیا کہ سرکار! آپ تو یہاں سے خشک کپڑوں میں تشریف لے گئے تھے اور اسی کھڑکی میں سے واپس آئے ہیں تو سردی سے ٹھٹھر رہے ہیں' اس کی وجہ کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا' ''مَیں مری کی پہاڑیوں کی طرف نکل گیا تھا' وہاں برفباری ہو رہی ہے۔''

گوجرہ کے صوفی اشفاق اللہ مجددی ایک ایسے ہی حیرت انگیز واقعے کو اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

''میں نے آپ کی خدمت میں التماس کی' اللہ سبحانہ نے آپ کو رزق بہت دیا ہوا ہے۔ میرے خیال میں آپ

Marfat.com

پر حج فرض ہے۔ آپ حج پر کیوں نہیں جاتے؟ یہ سوال سنتے ہی بنظرِ غور میری طرف دیکھا۔ اس روز برآمدہ ہجومِ عاشقاں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور برآمدہ سب مہمانوں سے خالی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی زبان مبارک سے نبی رؤف الرحیمؐ کی شان اقدس میں فقیر خاک پا کو نعت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سنائی۔ اس کے بعد اپنا بازو میری طرف بڑھاتے ہوئے' آپ یوں گوہر فشاں ہوئے

''صوفی دیکھ مجھے بخار ہو رہا۔ آج ہی حج سے فارغ ہو کر مکہ شریف سے آ رہا۔ میرے بغیر حج نہ ہووے''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 125)

حاجی رفیق قریشی نے بتایا کہ ایک عقیدت مند نے کسی طرح سُنا کہ میاں حضورؒ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی خیال آتا رہتا تھا۔ ایک رات وہ شخص آستانہ میں موجود تھا۔ میاں حضورؒ نے اُسے فرمایا کہ پھٹا ہُوا بستر لیکر اس کمرے (سدری سے شمالی طرف کے کمرہ) میں سو جاؤ۔ وہ وہاں سو گیا تو اُس نے خواب دیکھا کہ میاں حضورؒ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ روضۂ مبارک کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک کے پاس دوزانو ہو کر خاموشی سے بیٹھے ہیں۔ خواب دیکھنے والا عقیدت مند میاں صاحبؒ کے پیچھے کھڑا ہوا'' الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھ رہا ہے۔ اگلے دن لوگ سدری میں بیٹھے تھے کہ میاں حضورؒ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''ابے! ہم نہ تو پیر ہیں نہ فقیر ہیں' ہم تو مجاور ہیں۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انورؔ'' --- ص 32)

◆◆◆

روحانی اجسام ومثالی ابدان

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کو بے پناہ صلاحیتوں اور اختیارات سے نوازا ہوتا ہے۔ یہ خدائی فیصلے اور 'روحانی معاملے عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے' اِلّا ماشاء اللہ۔ ان میں سے ایک صلاحیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ اپنے جس ولی کو چاہے ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر موجود ہونے کی صلاحیت سے نوازتا ہے۔ اس صورتِ حال میں ایک اُن کا حقیقی جسم ہوتا ہے جبکہ دوسرے اجسامِ روحانی ہوتے ہیں۔ سید السادات' پیرِ پیراں' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ الحسنی والحسینی کا مشہور واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر مختلف لوگوں کے ہاں ضیافت میں

Marfat.com

شرکت فرمائی تھی۔

ہمارے مرشدِ گرامی حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کو بھی ربّ العزت نے اس شرف سے نوازا ہوا تھا۔کبھی وہ بظاہر سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کرتے لیکن سامنے بیٹھے ہوئے لوگ ان کی بات سمجھ نہ سکتے۔یقیناً اس وقت وہ تکوینی وروحانی طور پر کسی ایسی مخلوق سے باتیں کررہے ہوتے جو ان کی گفتگو کو سمجھتی۔راجا مظفر خان نے اپنے ایک مضمون میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:''بابا جی باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور سبزی بھی کاٹ رہے تھے۔ساتھ ہی لنگر تھا۔کبھی کسی لانگری کو گالی نکالتے اور کبھی کسی دوسرے کے ساتھ بات کرنا شروع کردیتے۔ایک بات ہوتی تو کسی اور کے ساتھ شروع ہوجاتے۔میں دیکھ کر حیران ہوا کہ بابا جی بھی کمال ہیں۔میں نے سوچا کہ بابا جی کا دل کہیں اور جگہ پر گیا ہوا ہے اور نظارہ کوئی اور کررہے ہیں۔اور اچانک بیٹھے ہوئے بندے سے بھی بات کردیتے ہیں۔ایسا پتہ چلتا تھا کہ اچانک بات بدل دیتے ہیں۔''

(راجا مظفر خاں' بابا جی کی حیات میں ایک ملاقات' مضمون مشمولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا' مئی 2000ع---ص:38)

سرگودھا کے عابد علی خان نے بتایا کہ میرے چچا شریف خان پٹرول پمپ والے کا میاں حضورؒ کے ساتھ عجیب معاملہ تھا۔اُن کا پٹرول پمپ گویا میاں صاحبؒ کا منی بینک تھا۔میاں حضورؒ مختلف لوگوں کو چٹیں دلواتے۔کسی کو سو روپے کی' کسی کو پانچ سو روپے کی' کسی کو ہزار روپے کی' کسی کو دو ہزار روپے کی۔غرض جس بھی مالیت کی چٹ کسی کے پاس ہوتی وہ چچا کے پٹرول پمپ پر جاتا' چٹ پیش کرتا اور کیش وصول کرلیتا۔چچا شریف جب مرض الموت کا شکار ہوئے اور انھیں لاہور کے شیخ زاید ہسپتال میں داخل کرادیا گیا تو کچھ دنوں بعد انھیں زندگی سے مایوسی ہونے لگی۔وفات سے پہلے اُنھوں نے بسترِ مرگ پر اس خواہش کا اظہار کیا کہ' کوئی جائے اور میاں صاحبؒ کو لے آئے۔مَیں زیارت کرلوں۔میرے والد نے یہ سُنا تو سرگودھا آکر میاں حضورؒ سے اپنے بھائی شریف خان کی اس خواہش کا ذکر کیا اور لاہور تشریف لے جانے کی درخواست کی' لیکن میاں صاحبؒ نہ مانے۔آپ نے فرمایا:

''جانا ہُوا تو خود چلے جائیں گے' تم جاؤ۔''

والد صاحب یہ سُن کر گھر آگئے اور اگلے دن دوبارہ لاہور پہنچے۔اُنھوں نے ہسپتال میں آکر بتایا کہ میاں صاحبؒ آنے کے لیے رضامند نہیں ہوئے۔ان کی بات سُن کر وہاں موجود سب لوگ ہنسنے لگے۔اُنھوں نے بتایا کہ کل اتنے بجے میاں حضورؒ خود یہاں تشریف لے آئے تھے۔اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ میاں صاحبؒ خود ہی آرہے ہیں تو

Marfat.com

ہم آپ کو یہاں سے جانے ہی نہ دیتے۔ وہ یہ سُن کر حیران رہ گئے کہ میاں صاحبؒ کے یہاں پہنچنے کا وقت بالکل وہی تھا جب میرے والد میاں حضورؒ سے اپنے ساتھ تشریف لے جانے کی درخواست کر رہے تھے۔ میرے والد حیران تھے کہ میاں صاحبؒ میرے ساتھ تو آئے نہیں اور وہاں بیٹھے بیٹھے یہاں پہنچ بھی گئے۔

(غلام علی مسافر'متاعِ مسافر(غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور'' ---ص40)

جناب طالب حسین جو فیصل آباد لیبر ڈیپارٹمنٹ میں کیشئر کے طور پر کام کرتے تھے۔ اکثر ایک دن کی رخصت لیکر آتے اور میاں حضورؒ کے حکم پر 6/7 دن تک آستانے میں قیام کرتے اور محکمہ میں واپسی پر کبھی کوئی غیر حاضری کی پوچھ کچھ نہ ہوتی تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دفتر سے غیر حاضر ہی نہ تھے۔ یہ میاں صاحبؒ کی کرامت تھی کہ کسی کو اپنے پاس رکھ کر بھی اس کے دفتری معمولات و معاملات میں فرق نہ آنے دیتے۔

میاں حضورؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے بھی نوازا تھا کہ وہ اپنے علاوہ اگر کسی اور کے لیے بھی چاہتے تو اُس کے لیے بھی روحانی اجسام کا حکم دے سکتے تھے۔ ایک ایسا ہی واقعہ حکیم محمد اقبال جوئیہ (ریٹائرڈ آرمی میجر' ڈرافٹسمین) نے اس طرح بتایا: ''ایک دفعہ مَیں چھٹی گزار کر اپنے آرمی یُونٹ میں واپس جانے لگا تو خیال آیا کہ پہلے میاں صاحبؒ سے ملتا چلوں۔ چنانچہ مَیں یونٹ میں پہنچنے سے پہلے میاں صاحبؒ سے ملنے سرگودھا حاضر ہوگیا۔ میاں صاحبؒ کی شفقت عروج پر تھی۔ اُن کی مہربانیوں نے میرے دل کو ایسا کھینچا کہ یہاں سے کہیں جانے کو دل نہ چاہا۔ مَیں کئی دن آستانے میں ٹھہرا رہا۔ میری چھٹی کب کی ختم ہو چکی تھی اور مجھے بہر کیف یونٹ میں واپس جانا چاہیے تھا۔ جب کبھی مَیں نہ چاہتے ہوئے' بجھے ہوئے دل کے ساتھ میاں حضورؒ سے واپسی کی اجازت چاہتا تو آپؒ فرماتے 'ابے یہیں پڑیو رہ۔ کہاں جاوے۔ مَیں خوش ہو کر دوبارہ یہیں پڑا رہتا۔ اسی طرح تقریباً پندرہ دن گزر گئے۔ بغیر چھٹی' بغیر اطلاع اور بغیر کسی اجازت کے اتنے دنوں کی غیر حاضری فوجی قوانین کے مطابق یقیناً ناقابلِ معافی جرم ہے۔ سخت سزا ملتی ہے۔ مَیں اس سزا کے تصور ہی سے پریشان تھا۔ پھر بھی میرے دل کو بہر حال ایک تسلی تھی کہ اگرچہ مَیں نے غیر حاضری کا جرم کیا ہے لیکن مَیں رہا تو میاں صاحبؒ کے قدموں میں ہوں اور وہ بھی اُنھیں کی اجازت بلکہ حکم سے۔ جب مَیں ڈرتے ڈرتے اپنے یونٹ میں پہنچا تو کسی نے بھی میری غیر حاضری کی کوئی بات نہ کی۔ مَیں حیران تھا کہ میرے ہر افسر اور ہر جوان کا رویّہ میرے ساتھ بالکل نارمل بلکہ بہتر تھا۔ بڑے دفتر میں اپنے افسر کو سلام کیا تو وہ کہنے لگا فلاں نقشہ لاؤ جو تم نے اِسی ہفتے بنایا تھا۔ مَیں دل میں بہت حیران ہوا کہ جب اسے یاد آئے گا کہ مَیں تو پندرہ دن سے غیر حاضر تھا اور یہ کہ مَیں نے کوئی نقشہ وغیرہ سِرے سے بنایا ہی نہیں' تو میری شامت آ

Marfat.com

جائے گی۔ مَیں واپس اپنے دفتر میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دیوار کے ساتھ تازہ نقشے اور دیگر کاغذات اور تمام ریکارڈ مکمل اَپ ٹو ڈیٹ ہے اور سب کچھ موجود ہے۔ بلکہ ایک نیا نقشہ جیسے بالکل میرے ہی ہاتھوں کا بنا ہوا ہو' دیوار پر لٹک رہا ہے اور اُس پر تین چار دن پہلے کی تاریخ بھی موجود ہے۔ یہ دستخط بھی میرے ہی تھے اور بالکل اصلی تھے۔ ہر کاغذ مکمل تھا۔ مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حاضری کے رجسٹر میں میرے دستخط بھی بالکل اصلی تھے۔ مَیں نے ایک دو دوستوں سے اپنی غیر حاضری کی بات کی' تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگے' یار! یہ مذاق کسی اور سے کرنا ہم تو ہر روز تجھ سے ملتے رہے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے میاں صاحبؒ کی برکت سے میرے دو جسم بنا دیے تھے۔ ایک آستانے میں میاں حضورؒ کی خدمت میں موجود تھا اور دوسرا فوجی یونٹ میں فرائضِ منصبی ادا کر رہا تھا۔''

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' ---ص52)

ملک اورنگزیب لکھتے ہیں کہ میاں اعجاز احمد ایڈمنسٹریٹر محکمہ انہار کی اپنے دوستوں سے اس بات پر بحث شروع ہوگئی کہ آج صبح میاں صاحبؒ اُس کے ساتھ صبح 6 بجے لاہور سے چلنے والی گاڑی کے ذریعے فیصل آباد آئے ہیں جبکہ دوسری طرف سات' آٹھ دوست یہ کہہ رہے تھے کہ میاں صاحبؒ تو آج لاہور سے ہمارے ساتھ کسی اور ٹرین کے ذریعے فیصل آباد پہنچے جو صبح دس بجے چل کر دو بجے پہنچی۔ دونوں گروہ اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور بحث و تکرار کرتے رہے۔ اچانک اسی وقت حضرت میاں صاحبؒ کمرے میں داخل ہوئے اور آتے ہی فرمایا:

''یہ کون سی جھگڑے والی بات ہے۔ میرا اللہ قادر ہے کہ میرے بیسیوں پُتلے بنا دے۔''

(ملک حکیم اورنگزیب' سرالاسرار' سرگودھا' آستانہ عالیہ قلندریہ' 2001ء ص13)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ولیوں کے مثالی' روحانی اور نورانی پیکر بھی ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر مختلف کاموں کے کرنے پر مختار ہوتے ہیں۔ ان کا اصل جسم کہیں کوئی کام کر رہا ہوتا ہے تو دوسرا یا کئی دوسرے روحانی اجسام دیگر مختلف کاموں میں مصروف و مشغول ہوتے ہیں۔ صرف اہلِ نظر ہی ان میں فرق محسوس کر سکتے ہیں' عام لوگوں کو اس حد تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ الحمدللہ میاں حضورؒ بھی مختلف روحانی اجسام رکھنے والے بزرگ تھے۔ وہ ظاہراً حج یا عمرہ پر کبھی نہیں گئے لیکن ہزارہا لوگوں نے انھیں خانہ کعبہ اور مسجدِ نبویؐ شریف میں ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ یقیناً ان کا یہ روحانی معاملہ ان کے مثالی اجسام کے ساتھ ہی وابستہ تھا۔

◆◆◆

Marfat.com

طریقۂ علاج

ا۔ جسمانی عوارض:

اللہ تعالیٰ کے حقیقی دوستوں (اولیاء اللہ) کے اختیارات' صلاحیتوں اور کرامات کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ وہ معروف معنوں میں وید' حکیم' ڈاکٹر یا سرجن نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں کچھ ایسی باطنی خوبیاں دی ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ ہوتے ہیں۔ وہ جس مریض کے لیے جس دوا کو بطور علاج تجویز کر دیں' اللہ تعالیٰ اُسی میں تاثیر شفا پیدا کر دیتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ چیز طبّی لحاظ سے (Medically) اس بیماری سے نجات کی کوئی ظاہری خصوصیت رکھتی بھی ہو۔ اصل چیز تو وہ شفا ہے جو اللہ کریم اپنے دوستوں کی تجویز کردہ' دوا یا طریقہ علاج میں رکھ دیتا ہے۔ یہ طریقہ علاج یا دوا طبّی اعتبار سے موافق بھی ہو سکتی ہے اور قطعاً مخالف اور متضاد بھی۔ جیسے شوگر کی بیماری کا علاج چینی کے انتہائی گاڑھے شربت سے کرنا وغیرہ۔ یہ دوا صرف ایک علامت ہوتی ہے اور مریض کا امتحان کہ وہ مُرشد کی بات کو کیا حیثیت دیتا ہے۔ جب اصل چیز مُرشد کی دعا اور فرمان ہے تو علاج کے لیے تجویز کی گئی چیز کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ کسی مریض کو دیکھ کر اللہ کے حقیقی ولی کے دل میں پیدا ہونے والی خواہش ہی اصل الاصول ہے اور یہی حقیقی علاج' جس کی لاج اللہ رکھتا ہے۔ باقی سب کچھ صرف دنیا والوں کے دل کی تسلی کے لیے ہوتا ہے۔ ولی اگر کسی بیمار کو دیکھ کر صرف یہ کہہ دے کہ تو ٹھیک ہو لیا' تو اس کا علاج ہو گیا اور وہ' واقعی ہو گیا کیونکہ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق' اللہ اپنے اولیاء کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتے ہیں۔ لہٰذا' اُن کی بات غلط نہیں ہوتی۔

میاں حضورؒ عموماً علاج بالمثل کے قائل تھے۔ وہ مرض کے لحاظ سے ایسی دوا دیتے جو بظاہر اسی مرض کو بڑھانے والی ہوتی لیکن بفضلہٖ تعالیٰ میاں حضورؒ کی دعا برکت سے وہ مریض کے لیے باعث شفا بن جاتی۔ یہاں بعض واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے میاں حضورؒ کی اس خوبی و کرامت کا اظہار ہوگا۔

گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری کی اہلیہ کو شوگر کا مرض تھا۔ جب مرض انتہائی خطرناک درجے کو پہنچ گیا تو گھر والوں کی پریشانی بھی بہت بڑھ گئی۔ ایک وقت آیا کہ ان کے بچنے کی امید کم ہونے لگی۔ حکیم شبیر احمد صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ سرگودھا پہنچے اور نوٹوں والی سرکارؒ کے آستانے میں آ گئے۔ میاں حضورؒ نے انھیں دیکھا تو اپنے ایک خادم محمد شفیع عرف جیون سے فرمایا: ''بو بو آئی ہے اس کو جرمنی میں شربت پلاؤ۔'' (میاں حضورؒ پیتل کے بڑے اور

Marfat.com

لبے سائز کے گلاس کو جرمنی فرمایا کرتے تھے۔) جیون اٹھا اور پانی میں بہت زیادہ چینی حل کر کے سادہ سا شربت بنا کے لے آیا۔ میاں حضورؒ نے دیکھا تو فرمایا: ''اے! اس میں برف بھی ڈال لے۔'' یہ سخت سردی کا موسم تھا اور محترمہ کی نزلہ' زکام اور بخار کی وجہ سے طبعیت بھی بہت خراب تھی۔ میاں حضورؒ نے انتہائی میٹھا اور انتہائی ٹھنڈا شربت حکیم صاحب کی اہلیہ کو پکڑایا اور فرمایا: ''لے بوبو! پی لے۔'' حکیم صاحب کی اہلیہ محترمہ نے جرمنی گلاس کو دیکھا تو کانپ گئیں۔ وہ کبھی یخ ٹھنڈے اور شیرہ نما شربت کو دیکھتیں' کبھی اپنے خاوند کو اور کبھی میاں صاحبؒ کو۔ میاں صاحبؒ نے انھیں متامّل دیکھا تو فرمایا: ''پی لے' پی لے۔'' بالآخر انھوں نے ایک ایک گھونٹ کر کے پندرہ یا بیس منٹ میں گلاس پی لیا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''بوبو کو ایک جرمنی اور دے دو۔ ایک گلاس سے بوبو کا کچھ نہیں بنے گا۔'' اب بوبو کی حالت دیکھنے والی تھی۔ انھوں نے بڑی ناگواری سے دوسرا گلاس بھی گھونٹ گھونٹ پی کر کافی دیر بعد ختم کر لیا تو میاں حضورؒ نے فرمایا: ''اب چل دو۔'' راستے میں ان کی اپنے شوہر حکیم صاحب سے تلخ کلامی ہوتی رہی کہ آپ کے بابے نے تو مجھے مار ہی دیا۔ جب گھر پہنچے تو شور مچایا کہ میری شوگر چیک کراؤ۔ حکیم صاحب نے ان کا پیشاب اور خون لیبارٹری میں چیک کرایا تو دونوں میں شوگر نارمل آئی۔ ڈاکٹر سے پوچھا تو اس نے سوال کیا کہ کون سی دوا' استعمال کی ہے کہ آپ کو اتنی جلدی آرام آ گیا ہے؟ حکیم صاحب نے کہا کہ اگر اُسی کی دوا سے اتنی جلدی آرام آتا ہے تو پھر آئندہ بھی ہم اُسی سے دوا لے لیا کریں گے۔ جب اگلی دفعہ حکیم صاحب آستانے میں آئے اور میاں حضورؒ کے پاس بیٹھ گئے تو اُن کے کچھ بولنے سے پہلے ہی میاں حضورؒ نے فرمایا: ''بوبو تو سارے رستے میں بُرا بھلا کہتی رہی' لیکن اللہ تعالی نے اسے شفا عطا کر دی ہے۔'' حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ الحمدللہ بعد میں ان کی اہلیہ کو شوگر کی تکلیف کبھی نہیں ہوئی۔ اور وہ بھی میاں حضورؒ کی دل سے عقیدت مند ہو گئیں۔

راجا مظفر خاں جنجوعہ اپنے ایک دوست کا واقعہ لکھتے ہیں:

''ہم شہید کے ارادت مند ہیں اور ہماری ہمشیرہ کو کوئی عارضہ لاحق ہوا۔ سول ہسپتال میں داخل کروایا تو ڈاکٹروں نے ان کی نازک حالت کے پیش نظر جواب دیتے ہوئے کہا کہ انہیں گھر لے جائیں۔ ہم پریشان ہوئے اور بابا حضورؒ کے دربار سے پتہ چلا کہ آپؒ فیصل آباد تشریف لے گئے ہیں۔ پریشانی بڑھی کہ مونس وغمخوار بھی یہاں نہیں اب کیا ہوگا؟ کہ اسی اثنا میں بشیر نامی خادم حضور' دربار پہنچا۔ ہم لوگ وہیں موجود تھے تو انہوں نے کہا کہ بابا حضورؒ نے مجھے محض اسی لیے بھیجا ہے اور انھوں نے حکم دیا ہے کہ پھلیاں اور دانے بچے اور بڑوں میں بانٹو۔ اللہ تمہاری ہمشیرہ کو صحت عطا فرمائے گا۔ ہم نے فوراً تعمیل

Marfat.com

حکم کیا۔ اللہ نے کرم کیا۔ دوبارہ انہیں ڈاکٹرز کے پاس چیک کرایا تو انہوں نے کہا کہ اب تو انہیں کوئی تکلیف نہیں یہ صحت مند ہیں۔''

(راجا مظفر خان جنجوعہ' کرامات قلندر (مضمون مشمولہ) ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا' جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 8' مئی 2000ء.....ص:16)

بابو شفیق احمد خان پانی پتی (جو ریلوے میں ملازمت کرتے تھے) نے بتایا کہ 1968ء میں ایک حادثے میں بُری طرح زخمی ہو گیا۔ مَیں نہر کے کنارے جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک سکوٹر والا آیا اور مجھے ٹکر دے ماری۔ مَیں گر گیا' بہت زخمی ہُوا اور میری ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔ ریلوے والے مجھے لاہور لے کر جانے لگے۔ مَیں پلیٹ فارم پر پڑا تھا کہ میاں حضورؒ ٹہلتے ہوئے وہاں تشریف لے آئے۔ وہاں کافی لوگ تھے۔ مجھے زخمی دیکھ کر پوچھا۔ اب شفیق خاں! کیا ہوا؟ مَیں نے عرض کیا ''سرکار! میری ٹانگ ٹوٹ گئی' یہ ریلوے والے مجھے لاہور لے جا رہے ہیں۔ حضور! میری ٹانگ کٹے نہ۔'' آپ نے ایک سیب نکالا اور فرمایا ''یہ سیب کھا لے' سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' مَیں نے وہ سیب وہیں کھا لیا۔ مجھے لاہور لے جایا گیا اور میری ٹانگ اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو گئی۔''

الحاج شمس الحق' فیصل آباد نے بتایا کہ ایک بار مَیں بہت بیمار ہو گیا۔ کافی علاج کرایا لیکن افاقہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک وقت آیا کہ سب نے لاعلاج قرار دے دیا۔ جب لاہور کے ایک ہسپتال والوں نے بھی مایوسی ظاہر کر دی تو میری اہلیہ میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا آئی اور رو رو کر فریاد کی۔ میاں حضورؒ نے فرمایا:

''بہو تم جاؤ' وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

اُسی رات دو بجے میں (شمس الحق) نے خواب دیکھا کہ مَیں مر چکا ہوں۔ لوگ میرا جنازہ لے کر جا رہے ہیں۔ جنازے میں بہت دُھوم دھام ہے یہاں تک کہ میرے جنازے کے آگے آگے ڈھول باجے بھی بارات کی طرح بجائے جا رہے ہیں۔ مَیں چُپ چاپ لیٹا' سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب قبرستان قریب آیا تو اچانک میاں حضورؒ جنازے کے سامنے آ گئے اور لوگوں سے فرمایا:

''چلو' چلو' اِسے واپس لے چلو۔ یہ کسی اور کا جنازہ ہے' تمھیں مغالطہ لگ گیا ہے۔''

پھر مجھے (شمس الحق کو) فرمایا۔

''اُٹھ جا' واپس گھر چل۔''

پھر میری آنکھ کُھل گئی اور میں نے کافی افاقہ محسوس کیا۔ دھیرے دھیرے حالت سنبھلنے لگی اور خدا کے فضل و کرم

Marfat.com

سے مَیں بھلا چنگا ہوگیا۔ میرا پختہ یقین ہے کہ میاں حضورؒ نے مجھے اللہ تعالیٰ سے نئی زندگی لے کر دی ہے۔

بابو شفیق احمد خان نے راقم الحروف (ڈاکٹر افضال احمد انور) کو بتایا کہ وہ نشاط آباد (فیصل آباد۔۔۔تب لائل پور) ریلوے اسٹیشن پر کمرشیل اسسٹنٹ گڈز (Comercial Assistant Goods) کے عہدے پر ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ ان کے انچارج کا نام مرزا محمود احمد بیگ تھا۔ یہ بلحاظ عہدہ گڈز سپروائزر تھے۔ کراچی کے رہنے والے اُردو سپیکنگ تھے۔ انھیں ایک دن علم ہُوا کہ شفیق احمد خان کے پاس ایک مست مجذوب بزرگ آیا کرتے ہیں، جو بڑے مستجاب الدّعوات ہیں۔ مرزا محمود احمد بیگ کا ایک بیٹا مرگی کا پرانا مریض تھا، اُس کے رشتے کی بھی کہیں بات نہیں بنتی تھی۔ اُنھوں نے ایک دن بابو شفیق احمد خان سے درخواست کی کہ اُنھیں اپنے مرشد میاں عبدالرشید قلندر کے پاس لے چلو۔

بابو شفیق احمد خان اپنے انچارج کو لیکر سرگودھا آستانے پر پہنچ گئے۔ اُس وقت میاں حضورؒ اپنے کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔ یہ سدری (سہ دری) میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد میاں حضورؒ تشریف لے آئے۔ آپکے منہ میں پان تھا۔ فرمایا۔ ابے شفیق خان! کیا؟

شفیق خان نے عرض کیا۔۔۔ ''حضور، سلام کرنے آئے ہیں۔ یہ میرا، انچارج ہے، مرزا محمود احمد بیگ، یہ بھی سلام عرض کرنے آیا ہے۔ اتنے میں مرزا محمود احمد نے بھی مؤدبانہ سلام عرض کیا، آپنے جواب دیا۔ مرزا محمود احمد بیگ نے عرض کیا۔'' سائیں جی! میرا، ایک بیٹا مرگی کا مریض ہے۔ اسی وجہ سے اُس کا کہیں رشتہ بھی نہیں ہو رہا۔ سرکار مَیں آپکے قدموں میں حاضر ہوگیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی میاں حضور نے اپنے منہ سے پان نکال کر ہوا میں اُچھال دیا، جسے مرزا محمود احمد بیگ نے ہوا ہی میں اُچک لیا اور جلدی سے کھالیا۔ میاں حضور، یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

''ہاں ہاں نوچندی ہے۔۔۔ نوچندی ہے۔۔۔ درویشوں کا دن ہے۔ کام ہو جائیگا'' پھر فرمایا۔ ''اب چل دو، تمہارا کام ہوگیا۔ گاڑی آرہی ہے۔'' ہم سرگودھا اسٹیشن پر پہنچے ہی تھے کہ گاڑی چل پڑی، بھاگ کر سوار ہوئے۔ چند دن بعد کراچی سے مرزا محمود احمد کی بیوی کا خط آیا کہ اللہ کا کرم ہوگیا۔ بیٹا بالکل ٹھیک ہوگیا ہے اور رشتے بھی آرہے ہیں۔

ایک بہت ہی غریب آدمی میاں حضورؒ کے پاس آستانے میں حاضر ہوا۔ اُس کے ساتھ اُس کا چھوٹا سا معصوم بیٹا بھی تھا، جس کے ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔ اُس کا رنگ سیاہ پڑتا جارہا تھا اور وہ روز بروز کمزور تر ہوتا جارہا تھا۔ اُس نے روتے ہوئے عرض کیا کہ میاں صاحبؒ! ڈاکٹر مجھے بتاتے ہیں کہ تیرے بیٹے کے دل میں سوراخ ہے۔ لاکھوں روپے کا آپریشن ہوگا۔ سرکارؒ! میں غریب مسکین آدمی اتنی رقم کہاں سے لاؤں؟ آپؒ نے بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا پھر

Marfat.com

صف سے ایک تنکا توڑا اور بچے سے فرمایا ''ابے! منہ کھول'' جب بچے نے منہ کھولا تو آپ نے صف کا وہ تنکا دو انگلیوں سے پکڑ کر بچے کے منہ میں گھما دیا اور اُس کے والد سے فرمایا ''لے بے میں نے تیرے بچے کا آپریشن کر دیا۔ اب واپس جا کر ڈاکٹروں سے تصدیق کرا لیجیو۔'' وہ دُکھی باپ اپنے بچے کو لے کر واپس ڈاکٹروں کے پاس پہنچا اور انھوں نے بچے کی ایکو کارڈیوگرافی کی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بچے کے دل کا سوراخ واقعی بند ہو چکا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے یہاں کبھی سوراخ تھا ہی نہیں۔

صاحبزادہ محمد عارف ایڈووکیٹ نے بتایا کہ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب غلام جیلانی گورنر پنجاب تھے۔ ریلوے اسٹیشن فیصل آباد کے خطیب مولانا تاج محمود دل کے مرض میں گرفتار ہو گئے۔ میو ہسپتال لاہور، نیشنل ہسپتال فیصل آباد، سول ہسپتال فیصل آباد میں زیرِ علاج رہے۔ ذرا افاقہ نہ ہُوا۔ دل کی بیماری کا ان کے دماغ پر بھی اثر ہُوا۔ لاچار ہو کر رہ گئے۔ زندگی کی اُمید نہ رہی۔ ایک بار مَیں بھی ان کی عیادت کو گیا (وہ میرے استادِ محترم تھے' کیونکہ مَیں نے اُن کے کالج میں منشی فاضل کا کورس مکمل کیا تھا) اُنھوں نے مجھے فرمایا کہ سرگودھا جا کر میاں حضورؒ سے میرے لئے دعا کراؤ۔ مَیں سرگودھا گیا۔ آستانہ میں پہنچا تو میاں حضورؒ ظہر کی نماز کے بعد مسجد کا فرش صاف کرا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ''ابے عارف! کیسے آیا؟'' مَیں نے عرض کیا ''حضور! ریلوے اسٹیشن کی مسجد کے خطیب مولانا تاج محمود سخت بیمار ہیں۔ اُنھوں نے دعا کے لئے عرض کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا ''وہ جو درود شریف گھنا پڑھے؟'' مَیں نے عرض کیا' جی حضور! وہی۔ فرمایا ''ابے! وہ تو منبر پر چڑھ کر تقریریں کرے گا۔'' مَیں نے واپس آ کر مولانا کو بتایا۔ وہ خوش ہوئے اور فرمایا ''ہم سب تھیوری (Theory) پڑھتے ہیں لیکن میاں حضورؒ تقدیر کا لکھا پڑھ کر بتاتے ہیں۔'' اس کے بعد مولانا تاج محمود صحت مند ہونا شروع ہوئے' چند دنوں میں تندرست ہو گئے اور تقریباً مزید ڈیڑھ برس تک زندہ رہے۔ (واضح رہے کہ مولانا تاج محمود جمعے کے دن خود بھی بہت زیادہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اور اپنے نمازیوں سے بھی پڑھایا کرتے تھے۔)

گوجرہ کے میرے دوست ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک دفعہ اُن پر یرقان کا حملہ ہُوا۔ جو بعد میں بگڑ گیا۔ دل بہت گھبرانے لگا۔ ایک دن کسی نے طنزاً کہا۔ بڑے مرید بنتے ہو' نوٹوں والے کے' جاؤ اُن سے دم ہی کرا لو۔'' مجھے غصّہ آیا لیکن میں اگلے دن سرگودھا چلا گیا۔ اور یہ سخت گرمیوں کے دن تھے۔ سدری کے سامنے قلندری مچ لگا ہوا تھا۔ آگ خوب جل رہی تھی۔ سرکار نے فرمایا' ابے آگ خوب تاپ لے۔'' میں اگرچہ یرقان میں مبتلا تھا لیکن میں چپ چاپ' آگ کے سامنے بیٹھ گیا اور آگ خوب تاپ لی۔ کچھ دیر بعد میاں حضورؒ نے فرمایا: ''ابے جا!

Marfat.com

تیرے دل کی بھڑاس نکال دی'' میں سلام کر کے واپس گوجرہ آیا تو طبیعت سنبھل چکی تھی۔ ایک آدھ دن میں یرقان اور بخار کا نام ونشان نہ رہا۔

(مکتوب بنام اِفضال احمد انورؔ محررہ 4 مارچ 1998ء ص 1)

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

ب۔ جنّات کا سایہ وغیرہ:

اللہ تعالیٰ نے میاں حضورؒ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ جنات وغیرہ بھی آپؒ کے حکم کی سرتابی نہیں کر سکتے تھے۔ میاں حضورؒ جنات نکالنے والے عاملوں کے برعکس بغیر کسی دعوے کے نظرِ کرم ہی سے ایسے مریضوں کا علاج کر دیا کرتے تھے۔ لگتا تھا کہ جنات بھی ان کا حکم نہیں ٹالتے۔

فیصل آباد کے ایڈووکیٹ ارشاد رشیدی کہتے ہیں کہ میرا لڑکا تقریباً ایک سال کی عمر کا تھا جب اس کو ایک جن کا سایہ ہو گیا۔ اصل میں ہمارے پڑوس میں ایک شخص کو سایہ تھا اور وہ میرے بیٹے کو پیار سے سینے پر لِٹا لیتا تھا' لٰہذا میرے بچّے کو بھی وہی جنات کا اثر ہو گیا۔ ہر طرح سے علاج معالجہ کیا لیکن بچّہ ٹھیک نہ ہوا۔ اُس کی حالت روز بروز بگڑتی گئی اور وہ کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ نزع کے قریب پہنچ گیا۔ ایک دن کوئی اللہ والے بزرگ ملے۔ اُنھوں نے پوچھا' تمھارا کوئی پیر بھی ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ میرے پیر و مرشد سرگودھا میں ہوتے ہیں۔ انھیں لوگ نوٹوں والی سرکار کہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ پیر اتنا عظیم ہے تو یہ لڑکا نزع کی اس حالت میں کیوں ہے؟ اسے فوراً اُٹھاؤ اور اپنے حضور پیر صاحب کے پاس لے جاؤ۔ مَیں نے اُن کے حکم پر عمل کیا اور بچّے کو لیکر سرگودھا چلا گیا۔ جب مَیں آستانے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ میاں صاحبؒ دروازے کے باہر کھڑے ہوئے گویا ہمارا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ جونہی مَیں اُن کے قریب گیا تو وہ زور زور سے کہنے لگے ''جن ہو گیا ہے' جن ہو گیا ہے۔ یہ جن ہے' یہ جن ہے۔'' پھر آپؒ نے بچّے کا منہ پکڑا اور اپنے دائیں ہاتھ کی اُنگلی کو موڑ کر ایک کُنڈی جیسی شکل بنا کر وہ اُنگلی میرے بیٹے کے منہ میں ڈالی اور چند لمحے بعد اُنگلی کو نکال کر باہر جھٹک دیا جیسے کچھ نکال کر باہر پھینکا جاتا ہے۔ مجھے کسی ان دیکھی چیز کے زمین پر گرنے کی آواز بھی صاف سنائی دی۔ اِسی لمحے بچّہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور پھر کبھی کسی علاج کی ضرورت نہ پڑی۔ جب مَیں بچّے کو گھر لایا تو سب گھر والے خوش ہو گئے۔ چونکہ صبح عید تھی' لٰہذا میاں حضورؒ کی بدولت سب گھر والوں کی عید دوبالا ہو گئی۔

Marfat.com

انور علی بریگیڈیر نے بتایا۔۔۔ میں عموماً دوپہر دو بجے حاضرِ آستانہ ہو جاتا اور پھر رات دیر تک خدمت کا شرف پاتا۔ ایک رات تقریباً دو بجے واپسی کی اجازت ملی۔ یہ سردیوں کی یخ بستہ رات تھی۔ مَیں نیم تاریکی میں سائیکل پر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک خطرناک جگہ آئی۔ یہاں میری سائیکل اچانک جام ہوگئی۔ میں نے اُتر کر دیکھا تو سائیکل بالکل ٹھیک تھی۔ پیچھے تیز سانسوں کی آواز سُنی تو مُڑ کر دیکھا کہ ایک بُڑھیا کھڑی کانپ رہی ہے۔ میں نے جو آیات یاد آئیں، پڑھ کر اُس طرف پھُونکا اور سائیکل پکڑ کر پیدل چل پڑا۔ چند منٹوں بعد سائیکل ٹھیک ہوگئی۔ مَیں پھر سوار ہو کر سائیکل چلانے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد سائیکل پھر جام ہوگئی۔ مَیں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو بڑھیا ساتھ ہی تھی۔ اُس نے وحشت ناک لہجے میں کہا۔ ''مَیں کلیجہ نکال لیتی ہوں۔ مَیں نے کسی کو اپنے وار سے بچ کر جانے نہیں دیا۔'' میں نے کہا۔ ''ہمت ہے تو کلیجہ نکال۔'' اِدھر یہ مکالمہ ہو رہا تھا اور اُدھر آستانے میں میاں حضورؒ، سدری میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے خادموں سے فرما رہے تھے۔ ''بوڑھی سے لڑائی کر رہا ہے، دیکھیں کیا بنتا ہے؟'' وہ کوئی جن تھی۔ جب وہ باز نہ آئی تو میں نے حضور میاں صاحب کو پکارا ''میاں حضور! اس سے جان چھڑایئے۔'' میاں صاحب کا نام سنتے ہی وہ واپس ہوئی اور دھواں بن کر اوجھل ہوگئی۔ میری جان میں جان آئی۔ اگلے دن دربار شریف میں حاضر ہُوا تو میاں صاحب نے دیکھتے ہی پوچھا۔ ''اے! وہ بڑھیا سے کیا جھگڑا ہو گیا تھا''

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافر، ---ص 22)

راقم الحروف (ڈاکٹر افضال احمد انورؔ)، انور علی بریگیڈیر کا مندرجہ بالا واقعہ۔ 18 اکتوبر 2014ع کو اپنے گھر میں رات کے وقت کمپوزر عزیزم محمد نور یز رندھاوا، شاداب کالونی، فیصل آباد کو کمپوز کرا رہا تھا۔ واقعہ مکمل ہوا تو نوریز کے جانے کے بعد میرے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ واقعہ غلط اور فرضی ہی نہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ انور علی صاحب نے ڈاکٹر غلام علی صاحب کو سچ ہی بتایا ہو۔ میں بستر پر یہی سوچتے سوچتے سو گیا۔ (دراصل میرا ذہن اس واقعے کے حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار تھا۔) آنکھ لگی تو میں نے عجیب سا خواب دیکھا۔ میں (افضال انور) نے دیکھا کہ ایک بے حد خوبصورت باغ میں ایک بہت پُرسکون جگہ پر کچھ لوگ میرے ساتھ کھڑے ہیں۔ اُنھوں نے مجھے کہنا شروع کیا کہ آؤ کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے، وہاں چلیں، تم بھی کرکٹ کھیلنا، بڑا مزا آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں تو کرکٹ نہیں کھیلتا، ہاں میرے دوست کھیلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں، تم بھی کھیلو گے۔ میں اُن کے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ مجھے میری مرضی کے خلاف ہاتھ لگائے بغیر کھینچ رہے ہوں۔ اور میں مجبوراً کھنچتا ہوا اُن کے ساتھ چلتا رہتا ہوں۔ وہ مجھے ایک اجاڑ، بیابان سی جگہ لے آتے ہیں۔ وہاں وہ مجھے درمیان میں کہیں بٹھا دیتے

Marfat.com

ہیں۔ پھر وہ آناً فاناً اپنی شکلیں بدل لیتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف بھیڑیے' سانپ' بچھو اور نہ جانے کیسے کیسے موذی جانور خوفناک چیخیں مار رہے ہیں۔ کوئی کُتا' کوئی ریچھ اور کوئی بندر بن گیا۔ جو بچھو بنا وہ کتے سے بھی بڑا تھا۔ اچانک میرے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ میں وہاں سے نکلنے کیلئے بھاگتا ہوں لیکن وحشت میں ٹھیک طرح بھاگا بھی نہیں جاتا۔ پُر ہول آوازیں میرا پیچھا کرتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے' نکل سکتا ہے تو نکل۔ کوئی خوفناک قہقہے لگاتا ہوا کہتا ہے کہ پکڑو پکڑو۔ میں پیچھے دیکھے بغیر بھاگتا رہتا ہوں اور اُس اجاڑ جگہ کے کنارے تک پہنچ جاتا ہوں۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ اُس جگہ زمین ہزاروں فٹ نیچے ہے اور مَیں کسی طرح نہ آگے بڑھ سکتا ہوں اور نہ نیچے اُتر کر بچ سکتا ہوں۔ لاچار ہو کر مَیں زور' زور سے چیختا ہوں' ''میاں حضورؒ! میری خبر لیجیے' آقا! میں جادو ٹونے میں پھنس گیا ہوں۔'' بس اتنا کہنا ہی تھا کہ میں اُسی عافیت والی پہلی جگہ پر پہنچ جاتا ہوں' جہاں سے وہ لوگ مجھے لے کر گئے تھے۔ تب میں ایک آواز سنتا ہوں جیسے میاں صاحبؒ کی آوازیں آ رہی ہو۔

''ابے ہم سب کے ہیں' شک نہ کیا کر۔''

صبح اُٹھ کر میں نے انور علی بریگیڈیئر سے خیالوں ہی خیالوں میں معذرت کی۔

◆◆◆

پھر کھیل کیا ہوئی

میاں حضورؒ کے آستانے سے منسلک ہر فرد جانتا ہے کہ ہمارے پیر و مرشد کوئی معمولی پیر نہیں تھے۔ بہت کُھلے ڈُھلے والے پیر تھے۔ اُن کا ہر رنگ' ہر انداز' ہر بات' ہر عمل منفرد شان لیے ہوئے ہوتا تھا۔

میاں حضورؒ اپنے عقیدت مندوں کے مسائل کے حل کے لیے بھی اپنا خاص ہی انداز اختیار کرتے۔ عام طریقہ استعمال میں نہ لاتے۔ عام طریقے کے لیے عرض بھی کیا جاتا تو فرماتے' ''پھر اسمیں کھیل کیا ہوئی؟'' گویا وہ اس معاملے میں بھی اپنا خصوصی طریقِ کار اختیار کرتے' جو مشکل اور غیر فہم ہوتا' جو بظاہر مخالف اثرات والا ہوتا' جسے بظاہر عقل تسلیم بھی نہ کرتی' بس اسی کو میاں حضورؒ استعمال میں لاتے اور اسے ''کھیل'' کا نام دیتے۔ بعض لغات اس لفظ کو مونث کے علاوہ مذکر بھی لکھتے ہیں لیکن میاں حضورؒ ہمیشہ اسے بطور مونث ہی استعمال فرماتے۔

Marfat.com

گوجرہ کے معروف وکیل ملک محمد سلیم ولد ملک نور محمد بکری والے کو یرقان ہوگیا۔ میاں صاحبؒ نے اُسے آگ کے الاؤ کے پاس بٹھا دیا اور فرمایا کہ اچھی طرح آگ تاپ لے۔ اور ان کا یرقان ختم ہوگیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یرقان والے شخص کو ٹھنڈی چیزیں کھلائی جاتی ہیں لیکن میاں حضورؒ نے اُنھیں آگ تپوا کر اپنا ہی طریقِ کار اپنایا۔ نزلے، زکام، ٹی بی، دمے کے مریضوں کو حقّے کے کش لگانے کا فرمایا اور ان کا روگ جاتا رہا۔ بواسیر کے مریض کو اوجھڑی (وہ بھی بڑے گوشت کی اور انتہائی تیز مرچوں والی) کھلا کر شفا کا رستہ دکھایا۔ شوگر کے مریضوں کو یخ ٹھنڈا شیرہ نما شربت پلایا وہ بھی گلاس بھر بھر کر اور شوگر ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ روحانی منزلوں پر رُکے ہوئے لوگوں کی قبض (تصوف کی اصطلاح جب کسی کا فیض رُک جائے) روحانی عظمتوں کو حاصل کرنے کے خواہشمندوں اور نجات کے طلبگاروں سے مسجد دُھلوا کر، مسجد کے استنجا خانے صاف کرا کر، ان پر بسط و فتح و کامگاری کے دروازے کھلوا دیے۔

کسی کا غرور توڑنے یا بے پایاں فیض دینے کے لیے اس میں عجز و تواضع پیدا کرنے کی غرض سے اُس سے بھیک منگواتے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ بھیک مانگنا یا منگوانا کون سا اسلام ہے۔ واقعی سماجی اعتبار سے یہ درست نہیں لیکن نفس کی اصلاح اور روح کے علاج کے لیے یہ نسخہ صرف میاں حضورؒ ہی نے استعمال نہیں کیا بلکہ اس کا استعمال ماضی کے بڑے بڑے اولیائے کرام نے بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے راوی حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ ہیں۔ آپؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) کیا تو نے نہ دیکھا کہ جب شبلیؒ جنیدؒ کے پاس آئے۔ جنیدؒ نے فرمایا۔ اے ابوبکر شبلی! جب تک تیرے سر میں خلیفہ صاحب الحجاب کا بیٹا ہوں اور سامرہ کا امیر ہوں، تو مجھ سے کچھ نہ ہوسکے گا۔ جب تک تو بازار میں ہر کس و ناکس سے سوال نہ کرے گا۔ تجھے اپنی قیمت معلوم نہ ہوگی۔ یعنی جب تک ہر چھوٹے بڑے سے بھیک نہ مانگے گا۔ چنانچہ حضرت شبلی نے ہدایت کے موافق عمل کیا۔ ہر روز ان کی قدر و منزلت کم ہوتی گئی۔ چھ سال میں یہ حال ہوگیا کہ تمام بازار میں پھرے اور کسی نے انھیں کچھ نہ دیا۔ پھر یہ جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال سنایا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اے ابا بکر! اب اپنی قدر جان لے کہ خلقت تجھے کس نظر سے دیکھتی ہے۔ تو بھی اب اِن سے دل نہ لگا اور ان کی قدر نہ کر۔ یہ معنی ریاضت کے لیے ہیں کسب کے لیے نہیں۔

(علی بن عثمان ہجویری، سیّد ابوالحسنؒ کشف المحجوب (ترجمہ کلام المرغوب از ابوالحسنات، سیّد محمد احمد قادری، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1413ھ، ص 562)

میاں صاحبؒ نے کسی کی پلکیں اور مونچھیں منڈوا کر اُن پر شرف و عظمت کی بارش کا سامان مہیّا کر دیا۔ کسی کو گالی سے

Marfat.com

نوازا تو کسی کو لنگر سے' کسی کو بھگا دیا تو کسی کو پاس بٹھالیا۔۔۔۔ یہ سب انداز متعلقہ شخص کے حسبِ حال ہوتے۔ میاں حضورؒ سیدھے سبھاؤ کام نہ کرتے۔ کوئی سیدھے سبھاؤ کام چاہتا بھی تو زیر لب فرماتے' پھر اس میں کھیل کیا ہوئی؟ (میاں حضورؒ کے حوالے سے کھیل کی یہ اصطلاح راقم نے پروفیسر حاجی ظفر علی احسن مرحوم سے فیصل آباد کی ایک محفل میں سنی۔)

◆◆◆

کرامات بعداز شہادت

ہمارا ایمان ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور شہید اگر ولیِ کامل بھی ہو تو اس کی زندگی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ میاں حضور تو ولیوں کے بھی سردار تھے' ان کا فیض ظاہری زندگی میں تیز بارش کی طرح برستا تھا لیکن شہادت کے بعد فیض کا یہ سلسلہ کم نہ ہوا بلکہ اور زیادہ پھیل گیا' میاں حضورؒ نے ظاہری حیات میں متعدد لوگوں کو متعدد بار فرمایا کہ میرے لیے موت اور حیات ایک ہی ہے۔ میری موت بھی حیات ہے۔ حاجی ظفر علی احسن نے بتایا کہ میاں حضورؒ نے فرمایا ''میں قبر سے باہر آجاؤں گا۔'' چنانچہ آپؒ کی کرامات کا سلسلہ آپ کی شہادت کے بعد بھی جاری ہے اور اِن شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہاں محض چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

لاہور کے راؤ ریاض صاحب نے 07/01/2012 کو یہ واقعہ راقم کو سنایا کہ جب 2006ع میں میاں صاحبؒ کے سالانہ عُرس کا موقع آیا تو مَیں بے پناہ مصروفیات میں اُلجھا ہوا تھا۔ مجھے نہیں لگتا تھا کہ ان مصروفیات کے باعث مَیں سرگودھا جا سکوں گا۔ ایک رات سونے سے پہلے مَیں نے مجبوراً یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سال عرس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ جب مَیں سویا تو اُسی رات مجھے میاں حضورؒ کی زیارت ہوئی۔ آپؒ کے پاس مختلف قیمتی اشیاء تھیں۔ آپؒ نے اُن میں سے کچھ اشیاء مجھے ایک ایک کر کے عنایت کیں جنھیں مَیں لے کر اپنے پاس رکھتا گیا۔ پھر آپ نے بعض چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ انھیں یہیں رکھ دے۔ مَیں نے وہ چیزیں حسب الحکم ان کے پاس رکھ دیں۔ پھر آپ نے فرمایا ''میری شادی پر آئیو' پھر ملیں گی۔'' صبح اُٹھا تو مَیں نے عرس میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔ (واضح رہے کہ عرس کا معنیٰ شادی ہے)

Marfat.com

راقم الحروف (اِفضال احمد انور) 13/ مئی 2006ء کو عصر حاضر کے عظیم عاشقِ رسول' جانثارِ ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہیدؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی غرض سے اپنے دوستوں کے ساتھ ساروکی چیمہ (نزد وزیر آباد) پہنچا تو شہید کے جنازے کو ہاتھ لگانے کی سعادت حاصل کرنے کے حوالے سے ایک ایسا مقام آیا جہاں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ نے بر وقت رہنمائی کی اور شہید کی نمازِ جنازہ کے بعد اُن کے تابوت کو جنازہ گاہ سے جائے تدفین تک لے جایا جا رہا تھا۔ انسانوں کا ایک بحرِ ناپیدا کنار تاحدِ نگاہ تک پھیلا ہُوا تھا۔

''جب ہم (اُس جگہ کے) قریب پہنچے (جہاں شہید کی نمازِ جنازہ ہو چکی تھی اور لوگوں نے ایک نیم سیاہ عنابی رنگ کا تابوت اُٹھایا ہوا ہے۔ لاکھوں کا مجمع ہے' کندھا دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تابوت گویا انگلیوں پر اُٹھا ہوا ہے۔ ہر آدمی تابوت کو چھو لینے کے لیے بے تاب ہے اور دیوانہ وار تابوت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جنازہ کسی ترتیب کے بغیر گویا ہَوا میں اِدھر اُدھر لہراتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ کبھی دائیں' کبھی بائیں' کبھی سیدھا آگے بڑھ رہا ہے۔ رفتار تیز ہے۔ کسی کو کسی شے کا ہوش نہیں۔ گھڑیاں' جوتیاں' ٹوپیاں' صافے نیچے گر رہے ہیں۔ کسی کو اُٹھانے کی فرصت نہیں ہے' نہ اتنے رَش میں (کسی گری ہوئی چیز کو) جھک کر اُٹھایا جا سکتا ہے۔ مَیں نے یوں محسوس کیا کہ تابوت کے گرد آدمیوں کا اتنا بڑا ہجوم ہے گویا بے شمار دُرود پڑھتی شہد کی مکھیوں نے چھتّہ کو اُٹھا رکھا ہے۔ تابوت کی چوڑائی کم تھی۔ تابوت نیچے سے اوپر کی طرف سیدھا نہیں بنا تھا بلکہ درمیان سے باہر کو نکلا ہوا تھا۔ کسی کا ایک ہاتھ لگا ہے' کسی کے دو' کسی کا سر تابوت کے نیچے ہے' کوئی جنازے کی طرف بڑھ رہا ہے' کوئی تابوت کو ہاتھ لگا کر باہر نکل رہا ہے۔ کسی پر کسی کا کچھ زور نہیں' کسی کی کمانڈ نہیں۔ بس خدائی انتظام ہے۔ شہید کا جنازہ اس شان سے جھومتا' لہراتا' خوشبوئیں بکھیرتا قبر کی طرف بڑھ رہا ہے کہ راقم الحروف کو حجرِ اسود کے گرد بوسہ لینے والوں کا ہجوم یاد آ گیا۔ سبحان اللہ! مَیں نے سوچا یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک جانثار کی شان ہے کہ ہر آدمی اُس کے تابوت کو ہاتھ لگانا' چومنا چاہتا ہے۔ تابوت تو لکڑی کا ہے' مَیں نے سوچا عامر شہیدؒ کی نسبت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی سے ہوئی تو یہ لکڑی عامر شہیدؒ کے جسمِ اطہر کے ساتھ مَس ہونے کی وجہ سے اتنی قدر والی ہوگئی ہے۔ اتنے میں جنازہ میری بائیں طرف کوئی تیس فٹ کے فاصلے پر آ پہنچا۔ رش کے باعث وہاں کھڑا رہنا یا لوگوں کے ساتھ چلنا مشکل نظر آنے لگا۔ اس بدقسمتی پر میرے آنسو نکل آئے کہ تابوت مبارک کو چھو نہ سکا۔ پھر یکا یک مَیں نے دل ہی دل میں کہا:

''اے عامر عبدالرحمٰن! اے اس دَور کے سب سے متبرک جسم! اے شہید ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اے جانثارِ محبوبِ خدا! مَیں دل کا مریض ہوں' مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ مَیں آپ کے مقدس تابوت کو چھو سکوں لیکن

Marfat.com

یقیناً آپ کو اتنا اختیار ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لا سکتے ہیں کیونکہ آپ زندہ ہیں اور میرا ایمان ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہو جاتے ہیں، اللہ انھیں بے پناہ اختیارات دے دیتا ہے۔

بے اختیار میرے لبوں پر علامہ اقبال کا شعر بھی مچل گیا

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

جناب! اب پڑھیے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور یقین کیجیے ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ عامر شہیدؒ کا تابوت بجائے سیدھا آگے جانے کے میری طرف بڑھا۔ رش میں دھکے لگتے رہے لیکن میں اپنے بیٹے اجمل کے ساتھ کھڑا رہا۔ آناً فاناً نعرۂ تکبیر بلند ہوا اور عامر شہیدؒ کا تابوت میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ مَیں نے کہا: شکریہ، عامر صاحب شکریہ اور دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر تابوت کو چھوا، پھر ایک بار نہیں پتہ نہیں کتنی بار یہ سعادت نصیب ہوئی، تابوت کو بایاں ہاتھ لگاتے شرم آئی کہ یہ طہارت کے کام بھی آتا ہے۔ مَیں اِسی کشمکش مَیں تھا کہ مجھے یوں لگا جیسے میرے مرشدِ گرامی حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ (پانی پتی) سرگودھا والی سرکار میرے کانوں میں فرما رہے ہوں:

"اسے لگائے لگائے، ان شاء اللہ ساری ناپاکی دور ہو جائے گی۔"

میں نے بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ لگائے۔ اللہ کا اتنا کرم ہوا، شہید کے دائیں پاؤں کے نیچے ذرا سی جگہ تابوت کی مل گئی۔ مَیں نے دونوں ہاتھ ٹکا دیے اور کچھ دُور تک ایسی ہی حالت میں ساتھ چلتا رہا۔ مَیں نے کئی مرتبہ تابوت تک منہ لا کر اُسے چومنے کی کوشش کی مگر تابوت قدِ انسانی سے بلند تھا۔ مَیں نے تابوت کے پاؤں کی طرف ہاتھ لگا کر عرض کیا: عامر صاحب! شکریہ، میں اس قابل تو نہ تھا، جتنا آپ نے نواز دیا ہے ایک کرم اور کر دینا، قبر میں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہو تو خدا کے لیے مجھ گنہگار کا عاجزانہ صلوٰۃ وسلام بھی عرض کر دینا۔ مَیں جانتا ہوں کہ آپ زندہ ہیں اور ہم زندوں سے زیادہ زندہ تر ہیں۔"

(اِفضال احمد انور، غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہیدؒ، لاہور: مکتبہ ایوانِ نعت، ص 125)

قربان جائیں مرشدِ کریم حضرت میاں صاحبؒ کے جنھوں نے شہادت کے بعد، بر وقت رہنمائی فرمائی اور مجھے دورِ حاضر کے غازی علم الدین ثانیؒ کے تابوت مبارک کو دونوں ہاتھوں سے چھونے کا شرف حاصل ہوا۔

غلام حیدر ولد ڈاکٹر غلام علی، ساہیوال نے بتایا:

Marfat.com

مَیں میاں حضورؒ کے مزارِ اقدس (جو نیچے تہہ خانہ میں ہے) پر حاضر تھا۔ مَیں نے فاتحہ پڑھی، درودِ پاک پڑھا اور میاں صاحبؒ کی روحِ پُرفتوح کو ایصالِ ثواب کیا۔ کچھ دیر چُپ چاپ وہاں بیٹھا رہا۔ مزارِ پاک کے روبرو بیٹھے ہوئے مجھے اچانک ایک خیال آیا جو مَیں نے دل ہی دل میں میاں حضورؒ سے عرض کیا کہ حضورؒ! آپ کیلئے تو کوئی مشکل نہیں، کیونکہ آپ تو ہمیں دیکھتے ہیں۔ ہمارے کام بھی کرتے ہیں۔ آپ کی شفقتوں کی انتہا نہیں ہے لیکن انسان کو کبھی رہبری کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ آپ تو شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی ظاہری مرشد بھی ہونا چاہیئے۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ میرا جی متلانے لگا۔ آناً فاناً طبیعت بہت ہی بگڑ گئی۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے مجھے بڑی زور کی اُلٹی آنے لگی ہے اور خدانخواستہ مَیں کہیں مزارِ مقدس کے قالین ہی کو ناپاک نہ کردوں۔ مَیں وہاں سے اُٹھ کر جلدی جلدی مزارِ پاک سے نکلا اور تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر آستانے کے صحن میں پہنچا۔ میرا دل یک دم متلی سے رُک گیا۔ یوں لگا جیسے مجھے متلی کی شکایت ہوئی ہی نہیں تھی۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ یقیناً کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ مَیں چپکے سے سدری میں آبیٹھا۔ وہاں لوگ بیٹھے ہوئے نوائے وقت اخبار پڑھ رہے تھے۔ اخبار کا ایک ورق میرے پاس پڑا تھا۔ مَیں نے اُسے اُٹھایا تو سامنے معروف عالمِ دین میاں عبدالرشید کا کالم ''نورِ بصیرت'' تھا۔ مَیں نے یہ کالم پڑھنا شروع کیا۔ اسمیں بتایا گیا تھا کہ دنیا سے پردہ کر جانے کے باوجود مرشدِ کامل اپنے مریدوں کی رہبری کرسکتا ہے لیکن اگر کوئی شک اور وہم میں پڑا رہے تو اُس کی مرضی۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ مجھے ہی بتایا جارہا ہے۔ میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہُوا اور مَیں تیزی سے دوبارہ مزار شریف کی طرف دوڑا اور میاں صاحب سے رو رو کر معافی مانگنے لگا اور دل سے یہ خیال نکال دیا کہ اب مجھے میاں صاحبؒ کے علاوہ بھی کسی رہبرِ ظاہر کی ضرورت ہے۔

(غلام علی مسافر، متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور''۔۔۔ص 77)

☆ گوجرہ کے حکیم شبیر احمد نور پوری صاحب سے میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد کا ایک واقعہ سنئے: ''سب جانتے ہیں گوجرہ میں نور پوری حکیموں کا مطب بہت پرانا ہے۔ میرے پاس گوجرہ کے قریبی گاؤں 49 آرائیاں والا کے کچھ لوگ بغرض علاج آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنے ایک رشتہ دار کو لے کر آئے جو فیصل آباد میں رہتا تھا لیکن اس کا کاروبار سعودی عرب کے شہر جدّہ میں تھا۔ اس نے کہا کہ میرے گھر میں تین بیٹیاں ہیں، ہر بیٹی بڑے آپریشن کے بعد پیدا ہوئی، اب میری بیوی پھر حاملہ ہے اور اس کا آخری چوتھا آپریشن ہونا ہے، مجھے اولادِ نرینہ کی بہت آرزو ہے۔ جدّہ میں کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ سرگودھا میں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کا مزار ہے، وہاں خدا دعائیں قبول کرتا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ حکیم شبیر نور پوری کی سفارش میاں صاحبؒ مانتے ہیں لہٰذا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں

Marfat.com

کہ میرے لیے دعا کردیں۔ میں نے کہا! او بھائی! سعودیہ میں اللہ کا گھر ہے' اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضۂ پاک ہے' وہاں دعائیں رد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہاں دعائیں کرنی چاہئیں۔ اس نے کہا' حکیم جی! یہ تو بالکل ٹھیک ہے لیکن میاں صاحب کے پاس بھی تو انہی کا فیض ہے' آپ میری سفارش کر دیجئے۔ میں نے کہا بھائی! جدہ میں میرے ایک بڑے پیر بھائی پروفیسر حاجی ظفر علی احسن ہوتے ہیں' ان سے دعا کرانی چاہئے' میں ان کے نام ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں۔ اس نے کہا وہی حاجی ظفر علی احسن جو جدہ کے ایمبیسی سکول میں ہوتے ہیں؟ میں نے کہا' ہاں وہی' اس نے کہا' ان کے پاس تو ہمارے بچے پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا' ہاں انہی کے پاس جایئے اور دعا کرایئے۔ پھر میں نے حاجی ظفر صاحب کے نام ایک رقعہ لکھ دیا' وہ جب جدہ واپس گئے تو انھوں نے حاجی ظفر علی احسن مرحوم سے جدہ میں ان کے سکول کے آفس میں ملاقات کی اور حکیم شبیر احمد نور پوری کا رقعہ دیتے ہوئے کہا کہ ان کے ہاں تین بیٹیاں پیدا ہوئیں' ہر بچی بڑے آپریشن کے بعد پیدا ہوئی۔ اب پھر ان کی اہلیہ حاملہ ہے اور بڑا آپریشن ناگزیر ہے۔ یہ آخری آپریشن ہے اور یہ کہ اس بار وہ بیٹے کیلئے ترس رہے ہیں۔ انھوں نے لجاجت سے کہا کہ حاجی صاحب ان کی سفارش اپنے مرشد حضرت میاں صاحبؒ کے پاس کریں تا کہ وہ اولادِ نرینہ کے لیے خدا کے حضور ان کے لیے دعا کر دیں۔ یہ سن کر حاجی صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ سوچنے لگے' چند ہی لمحوں میں پروفیسر حاجی ظفر پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ انھوں نے اس کیفیت میں دیکھا کہ درخواست گزار شخص کے گھر پھر بچی پیدا ہوئی ہے' اس بچی کے سینے کے دونوں طرف ابھار ہیں' اتنے میں حضرت میاں عبدالرشید ایک تلوار لیے ہوئے وہاں آتے ہیں اور اس بچی کے سینے کے دونوں ابھار تلوار سے کاٹ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''لے ظفر! تیرے دوست کا کام ہو لیا' اب اسے مبارک دے لے۔'' اس کے ساتھ ہی حاجی ظفر عام حالت میں آجاتے ہیں۔ اس شخص کو مبارک باد دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائیں آپ کا کام ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ غنودگی کی حالت کے منظر کا ذکر تک نہیں کرتے۔ کچھ دنوں کے بعد خدا نے اس شخص کو خوبصورت بیٹے سے نوازا تو وہ گوجرہ آیا اور حکیم شبیر سے مل کر شکریہ ادا کیا اور تحفہ میں ایک سوٹ بھی پیش کیا۔ بعد میں حاجی ظفر جدہ سے پاکستان آئے اور گوجرہ میں حکیم صاحب سے ملے تو انھوں نے ساری کیفیت بیان کی۔''

☆ صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی نے اپنا ایک ذاتی واقعہ یوں زیبِ قرطاس کیا ہے۔

''حضرت قلندر صاحب کے وصال کے بعد آپکے مزار اقدس کی زیارت کے لیے نہ جا سکا۔ ایک روز عالم واقعہ میں زیارت نصیب ہوئی' تو میرے قلندر نے مجھ سے فرمایا:

Marfat.com

"اے صوفی یہ وفا تو نہ ہوئی اور تو مجھے ملنے نہیں آیا"

اگلے روز صبح سرگودھا آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا (اور آپ کے مزارِ مبارک پر کھڑے ہوکر) آپ سے معافی چاہی۔

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندرِ زماں' ص 211)

☆ اس عاجز (اِفضال انور) کی ایک بھتیجی کو زچگی کا مرحلہ درپیش تھا' الٹرا ساؤنڈ نے پیٹ میں بچے کو ٹیڑھا دکھا دیا تھا اور زچہ درد سے نڈھال ہو رہی تھی۔ مجھے بہت تیز بخار تھا اور اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اس کے ساتھ ہسپتال تک بھی جا سکتا' اتنے میں مَیں نے سوچا کہ کیا اچھا وقت تھا جب ہم میاں حضورؒ کے پاس جا کر اپنی گزارشیں پیش کیا کرتے تھے اور میاں صاحبؒ کے لب ہلانے سے بفضلہٖ کام ہو جاتا تھا۔ مجھے صدمہ تھا کہ میاں حضورؒ شہید کیوں کر دیے گئے؟ اگر آج وہ ظاہری طور پر بھی زندہ ہوتے تو میں سرگودھا میں جا کر انہی سے عرض کرتا' یہ سوچتا تھا کہ میری آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور میں سو گیا' میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور میاں صاحبؒ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں' انھوں نے مجھے حوصلہ دیا اور فرمایا "اے مت پریشان ہو' اسے پڑیا کھلائیو' پڑیا" اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں سوچتا رہا کہ پڑیا کھلانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کچھ دیر بعد میرے بچپن کے ایک دوست ڈاکٹر محمد اکرم (ہومیو) اچانک مجھے ملنے آ گئے۔ ان کی ہاتھ میں دو تین پڑیاں تھیں۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ یہ ہومیو پتھک دوا ہے' حفیظ پارک میں ایک مریضہ کو دینے جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا' ڈاکٹر صاحب یہ کون سی دوا ہے' کہنے لگے اگر زچہ کے پیٹ میں بچہ ٹیڑھا ہو تو یہ پڑیا دینے سے بفضلہٖ بچہ سیدھا ہو جاتا ہے اور ولادت بغیر آپریشن کے باآسانی ہو جاتی ہے۔ میں یہ سن کر چونکا اور میاں حضورؒ کے الفاظ میرے کانوں میں گونجنے لگے "اسے پڑیا کھلائیو"۔ میں نے اپنی عزیزہ کی بات کی تو ڈاکٹر صاحب نے ایک پڑیا دوا مجھے بھی دے دی' جسے میں نے اپنی عزیزہ کو کھلا دیا' بفضلہٖ تعالیٰ ایک گھنٹے کے اندر اندر نارمل بیٹا پیدا ہوا اور ساری پریشانی دور ہو گئی۔

لیاقت علی قریشی ایڈووکیٹ لاہور نے 2003ء میں غلام علی مسافر کو بتایا کہ ایک دفعہ مَیں نے میاں حضورؒ کی مسجد میں اعتکاف کا پختہ ارادہ کیا اور سرگودھا آستانہ پر فون کر کے بتایا کہ میں ہر صورت یہاں اعتکاف کروں گا۔ اُسی رات میں نے خواب دیکھا کہ میاں حضورؒ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے خانہ کعبہ میں لے گئے۔ یہ پُرانا خانہ کعبہ تھا۔ میاں صاحبؒ مجھے اس کے تہ خانے (بیسمنٹ) میں لے گئے۔ وہاں ایک بہت عظیم الشان ہستی کی زیارت ہوئی' جن کے بڑے بڑے ہاتھ تھے۔ میاں حضورؒ نے فرمایا اے لیاقت! یہ تیرے باپ آدم علیہ السلام

Marfat.com

ہوویں۔ یوں مَیں اُنکی زیارت سے مشرف ہوا۔ تب میرے ساتھ میری والدہ اور میری اہلیہ بھی تھیں۔ یقیناً میاں حضورؒ کی مسجد میں اعتکاف کی نیت کرنے کے باعث یہ کرم ہوا تھا۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ۔۔۔ص 18)

انور علی بریگیڈیر نے بیان کیا کہ چونکہ میں اہلِ حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔ لہٰذا میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد سمجھتا تھا کہ اب چونکہ میاں صاحبؒ اس دنیا میں نہیں رہے' لہٰذا معاملہ ختم ہو گیا ہے اور اب وہ پہلے والی کوئی بات نہیں رہی۔ مَیں نے میاں صاحبؒ کی شہادت کے بعد ایک دن خواب دیکھا کہ میاں صاحب میرے پاس تشریف لائے ہیں اور حال یہ ہے کہ میاں صاحبؒ کے کپڑوں پر کافی تیل لگا ہوا ہے۔ مَیں نے حسبِ سابق بے تکلفی سے کہا کہ میاں صاحبؒ آپ نے اُدھر قبر میں کیا کوئی کولہو لگوا لیا ہے؟ میاں حضورؒ نے فرمایا: اے قبر ہر بندے کا تیل نکال دیتی ہے۔ جب تم آؤ گے تو تمھیں پتا چلے گا کہ یہاں تیل کیسے نکلتا ہے۔ پھر آپؒ نے فرمایا اے تو مجھے ختم کیے بیٹھا ہے جبکہ مَیں زندہ حیات ہوں۔ مَیں تو تم لوگوں کے سامنے ہوتا ہوں لیکن تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔ بس میری اُس زندگی اور اِس زندگی میں یہی فرق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؒ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے چاہنے والے سب مدینہ شریف جائیں گے' تو پھر مجھے بھی بھیجیں۔ میاں حضورؒ مسکرائے اور فرمایا تیری درخواست قبول ہوئی۔ ہاں بھیج دیتے ہیں۔ اس خواب کے چند دن بعد میری ایک عزیزہ میرے پاس آئی اور کہا کہ میں بہت پریشان ہوں۔ میرا خاوند دوسری شادی کرنے والا ہے۔ منگنی کی بات مکمل ہو چکی ہے۔ تم میاں صاحبؒ کے ماننے والے ہو۔ مَیں تب مانوں اگر میرا شوہر دوسری شادی نہ کر سکے۔ اگر ایسا ہو گیا تو مَیں تمھیں حج کرانے کو تیار ہوں۔ اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ اُس کے شوہر کی شادی کا پروگرام چند ہی دنوں میں ناکام ہو گیا اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ پہلے کی طرح ہنسی خوشی رہنے لگا۔ اُس عزیزہ نے اِس کے چند ہی دنوں کے بعد مجھے ستر ہزار روپے بھیج دیے۔ مَیں نے حج کی درخواست دی۔ اللہ نے کرم کیا اور میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی دعا برکت سے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہو گئی۔

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ۔۔۔ص 42)

ڈاکٹر غلا علی ساہیوال نے لکھا ہے:

''میرے ایک دوست حاجی خالد محمود' بابا مست سرکارؒ کے خلیفہ میاں عبدالعزیز کے مرید باصفا ہیں۔ وہ بہت انسان دوست' ہمدرد مزاج اور خدمت گزار آدمی ہیں۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے عقیدت مند بلکہ عاشق ہیں۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس بنیادی صحت مرکز 5L/65 یوسف والا' ضلع ساہیوال' میں تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ ایک خاتون تھیں۔ وہ بہت دُکھیا لگ رہی تھیں۔

Marfat.com

اُس خاتون نے بتایا کہ اُس کے ہاں ایک بچّی نے جنم لیا ہے‘ جس کے سر پر ایک بہت بڑا اُبھار ہے‘ جو ناسور پھوڑے کی طرح رِستا رہتا ہے۔ بہت علاج معالجہ کرایا لیکن اس کا رِسنا بند نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے سب گھر والے سخت پریشان ہیں اور لڑکی چونکہ پرایا دھن ہوتی ہے لہٰذا‘ اِس کے مستقبل کا سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہتی ہوں۔ حاجی خالد محمود صاحب مجھے اس کیلئے آپ کے پاس لائے ہیں کہ آپ ہمیں اپنے سرگودھا والے بابا جی حضورؒ کے مزارِ مبارک کا ایڈریس لکھوا دیں تا کہ وہاں جا کر دعا کی جا سکے۔ حاجی خالد محمود صاحب نے یہ بھی کہا کہ اگر ان کی بچّی ٹھیک ہو جائے تو یہ سرگودھا آستانے میں سلام کرنے جائیں گی۔ بالفرض محال‘ اگر یہ نہ گئیں تو ان کہ جگہ مَیں خود سلام کرنے نوٹوں والے بابا جیؒ کے روضۂ پاک پر جاوٗں گا۔ مجھ سے پتہ لے کر وہ چلی گئیں۔ اُسی رات اُنھیں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ آپ نے خاتون کو تسلّی دی اور فرمایا‘ بچّی جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ تم بچّی کے ٹھیک ہونے کے بعد اپنے سسرال چک 5L/70 ضلع ساہیوال کے جنوب مغربی کونے پر واقع سکول کے باہر کے چبوترے پر بیٹھ کر بچّوں میں شیرینی تقسیم کر دینا۔ ہم وہاں سے گزرا کرتے ہیں۔ تیسرے دن بچّی ٹھیک ہو گئی‘ اُبھار کا نہ صرف رِسنا ختم ہو گیا تھا‘ بلکہ وہ ابھار بھی ختم ہو کر سر بالکل نارمل ہو چکا تھا۔ بچّی کے گھر والوں نے مذکورہ سکول کے چبوترے پر بچّوں میں شیرینی تقسیم کی تو اُن کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

(اس میں یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ میاں حضورؒ نے خواب میں اُنھیں اپنے ہی گاؤں کے باہر سکول کے چبوترے پر شیرینی تقسیم کرنے کا فرما کر اُن کے لیے آسانی

کر دی اور اس راز سے بھی پردہ اُٹھا دیا کہ ملک کا چپّہ چپّہ میاں حضورؒ کے روحانی گشت کے دائرے میں ہے۔ نیز یہ کہ اُن کے گشت کا سلسلہ اُن کی شہادت کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔)

(متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) غلام علی مسافرؔ ---ص 79)

◆◆◆

اک مردِ قلندر کی دعا میرے لیے ہے

(میاں حضورؒ سے مصنف کی غلامی)

اس عاجز ڈاکٹر افضال احمد انور (حال مقیم فیصل آباد) کا تعلق گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہے۔ میری پیدائش

Marfat.com

گوجرہ کی مشہور غلہ منڈی کے ایک گھر میں ہوئی۔ ہمارے گھر سے کچھ دکانیں چھوڑ کر غلہ منڈی کا وہ گیٹ شروع ہوتا تھا' جس کے ایک کونے پر معروف ٹرانسپورٹر اور سیاستدان حاجی محمد اسحٰق کے والدِ ماجد کا دفتر تھا اور دوسرے کونے پر موجود آڑھت کے چوبارے میں جیدّ عالمِ دین' بے بدل فقیہ' استاذ العلماء اور ولی کامل حضرت پیر سید شہسوار علی شاہ صاحبؒ اپنا درس چلاتے تھے۔ ہمارے گھر کو شروع ہی سے حضرت پیر سیدّ شہسوار علی صاحبؒ کی غلامی کا شرف ملا ہوا تھا۔ اللہ کریم کا مجھ پر خاص کرم ہوا کہ حضور شہسوار شاہ صاحبؒ ہی نے 1964ء میں میری والدہ ماجدہ کو اور مجھے اپنے مرشدِ گرامی حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحبؒ (سرکار مراڑہ شریف) کی بیعت کا اعزاز لے کر دیا تھا۔ تب میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ حضور پیر سید چراغ علی شاہ صاحبؒ کے منظورِ نظر حضرت پیر سید شہسوار علی شاہ صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات بھی میرے لیے مرشد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب مَیں چھٹی کلاس میں آیا تو میری خوش قسمتی کہ پیر جی حضرت قبلہ غلام رسول علوی صاحب مدظلہ سرکار کی شاگردی کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ بڑے عاشقِ رسول ﷺ مقبول ہیں۔ میں نے چھٹی' ساتویں اور آٹھویں کلاسوں میں (ایم۔ بی۔ ہائی سکول' گوجرہ میں) ان سے تعلیم حاصل کی۔ حُبّ رسول ﷺ' غلامی اہل بیتِ اطہارؓ' آدابِ ساداتِ کرام اور خدمتِ خلق کا سبق مجھے آپ ہی کی ذاتِ والا تبار سے ملا' جس پر میں اللہ کریم کا بے حد شکر گزار ہوں۔ قبلہ پیر سید شہسوار علی شاہ صاحبؒ کی طرح قبلہ سرکار علوی صاحب مدظلہ بھی میرے لیے مرشد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی غلامی سے بہرہ مند ہوا۔ اس کے بعد میں جو کچھ ہوں' جیسا بھی ہوں بفضلہٖ تعالیٰ حضور میاں صاحبؒ کی توجہات کی خیرات ہوں۔

میں اپنے بھائی بہنوں سے عمر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری بڑی ہمشیر نے مجھے بتایا کہ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ہم اپنے غلہ منڈی والے گھر سے محلہ نئی منڈی میں خریدے گئے نئے گھر میں نہیں آئے تھے۔ ہمارا پُرانا گھر غلہ منڈی کی دو دکانوں کے اُوپر چوبارے میں تھا۔ ہمارے والدِ بزرگوار کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ اُن کے بقول میں (اِفضال احمد انور) ابھی تقریباً تین برس کا ہوں گا کہ ایک دن ہمارے دروازے پر دستک ہوئی۔ والدہ نے مجھے کہا کہ دیکھو دروازے پر کون ہے؟ میں اُٹھی اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سیڑھیاں چڑھ کر دو آدمی کھڑے تھے۔ ان میں ایک بالکل مست مجذوب نظر آتے تھے اور دوسرے کوئی مولوی صاحب لگتے تھے۔ میرے لیے دونوں اجنبی تھے۔ میں نے ڈر کر دروازہ بند کر دیا اور والدہ سے کہا کہ دو بابے ہیں۔ خبر نہیں کون ہیں؟ اس پر والدہ محترمہ اٹھیں' انھوں نے دروازہ کھولا تو بولیں یہ تو میاں صاحب ہیں۔ والدہ صاحبہ نے انھیں تشریف لانے کا کہا اور وہ دونوں صحن میں پڑی چار پائی پر آ کر بیٹھ گئے۔ جو بزرگ مست مجذوب لگتے تھے انھوں نے فرمایا۔ ''بو بو! ہم تیرے

Marfat.com

بچوں کی خبر کو آئے۔'' والدہ صاحبہ نے عرض کی' سرکار! ہم غریب لوگ ہیں۔ ہم آپ کے شایانِ شان آپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ اجازت دیں تو چائے پیش کریں۔ انھوں نے فرمایا۔ ''بوبو چائے گھنی بنایو۔ سب مل کر چائے پئیں گے''۔ والدہ صاحبہ نے ایک چھوٹی کیتلی میں چائے تیار کی اور وہ کیتلی ان کے سامنے رکھ دی۔ انھوں نے چاروں طرف دیکھا اور دیوار کے پاس پڑے ہوئے ایک بڑے پتیلے کو اٹھا کر لانے کا فرمایا۔ جب پتیلا پیش کیا گیا تو انھوں نے پہلے چھوٹی پتیلی کی ساری چائے اس انڈیل میں دی پھر پینے کے پانی کا گھڑا اٹھایا اور اسکا پانی اس چائے میں ملانا شروع کر دیا۔ جب پتیلا لبالب بھر گیا تو انھوں نے پوچھا ''گھر کے پیالیاں ہیں؟'' بتایا گیا کہ چھ ہیں۔ فرمایا سبھی لے آؤ۔ اب انھوں نے پیالی پیالی چائے نما پانی سب کو دیا۔ خود بھی یہی چائے پی۔ جب تمام گھر والے بھی یہی چائے پی چکے تو انھوں نے ایک خالی پیالی اٹھائی اور اُسے زور سے گھر کے کچے فرش پر دے مارا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پھر دوسری پیالی اٹھائی اور اُسے بھی یونہی توڑ دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چھ کی چھ پیالیاں چُورا چُورا کر دیں۔ پھر فرمایا ''لے بوبو ٹھیک ہولیا۔'' پھر انھوں نے تمام بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم سب گھر والے سہمے ہوئے تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ یہ میاں صاحب ہیں۔ اللہ کے درویش ملنگ ہیں۔ ہماری خوش قسمتی کہ وہ اپنے کسی عقیدت مند کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں نے روتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے برتن توڑ گئے ہیں۔ اس پر والدہ نے کہا کہ درویشوں کی باتیں اور معاملے ہر سمجھ میں نہیں آتے' اس میں کیا راز ہے' یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے میاں حضورؒ کی زیارت کا پہلا موقع ملا تھا' مجھے اپنے بچپن کا یہ واقعہ قطعاً یاد نہیں' لیکن یہ طے ہے کہ میاں حضور نے ہم غریبوں کے گھر کو بہت پہلے ہی اپنے کرم کے لیے چن لیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم یہ گھر بیچ کر محلہ نئی منڈی کے گھر میں منتقل ہو گئے تو یہاں ہمارے گھر کے نزدیک ہی ماسٹر سید تجمل حسین شاہ صاحب کی رہائش تھی' وہ بچوں کو ٹیوشن پڑھایا کرتے تھے' میں بھی بالکل ابتدائی کلاسوں میں اُن کے ہاں ٹیوشن پڑھنے جایا کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ماسٹر تجمل حسین شاہ نے اپنے کمرے کی ہر دیوار پر جگہ جگہ کیل گاڑ رکھے تھے' وہ رنگ برنگ کپڑوں کی ٹوپیاں سلوا کران کیلوں پر ٹانکتے رہتے۔ ایک دن انھوں نے فرمایا کہ کل پاکستان کی تعلیم کے محکمے کا سب سے بڑا افسر ہمارے گھر آئے گا۔ جب وہ افسر تشریف لائیں تو اِفضال کہے گا ''کلاس سٹینڈ'' پھر جب تک وہ افسر بیٹھ نہ جائیں' سب کھڑے رہیں اور خبردار ان سے فری نہ ہونا' ادب سے سر جھکا کر بیٹھے رہنا' کوئی بے تکلفی کی بات اُن سے نہ کرنا اور بہت باتیں نہ بنانا' بس چپ چاپ صرف اُن کی باتیں سننا اور با ادب رہنا' وغیرہ وغیرہ۔ اگلے دن ہم چودہ' پندرہ لڑکے بالے مؤدّب' دم سادھے بیٹھے تھے کہ شاہ جی نے اعلان کیا'

Marfat.com

دیکھو وہ آ رہے ہیں' ذرا اٹینشن ہو جاؤ۔ خبردار! بے ادبی نہ کرنا' فری نہ ہونا' باتیں نہ بنانا' میری نوکری کا سوال ہے' مجھے مروا نہ دینا۔ او! سمجھ گئے ہو نا؟............سب نے بیک زبان کہا "جی"۔

اسی اثناء میں وہ افسر دروازے میں داخل ہوئے' ہم نے ایک باریش درویش بزرگ کو دیکھا۔ منہ میں پان' قمیض کے بٹن کھلے ہوئے' عجیب متاثر کن بلکہ دل میں گھر کر لینے والی ہستی دکھائی دیے۔ میں نے حسبِ حکم "کلاس سٹینڈ" کہا' سب لڑکے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے۔ وہ افسرِ تعلیم سیدھے میرے پاس تشریف لائے' میرے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا او منہ سے "پُو" کی آواز بھی نکالی' پھر فرداً فرداً ہر بچے کو پیار دیا اور کمرے میں تشریف لے گئے۔ ہم دم بخود کھڑے رہے' تھوڑی ہی دیر میں وہ افسرِ تعلیم کوئی سو دو سو کپڑے کی سادہ سی رنگ برنگ ٹوپیاں ہاتھوں میں لئے (جو ماسٹر تجمل شاہ صاحب نے اپنے کمرے کی دیواروں میں گاڑے گئے کیلوں پر ٹانگی ہوئی تھیں)۔ واپس ہمارے پاس آ گئے اور فرمایا

"اب او! سب بیٹھ لو' بیٹھ لو"

جب ہم سب بیٹھ گئے تو انھوں نے اپنے سرِ اقدس پر ایک ٹوپی رکھی' پھر اُس ٹوپی پر دوسری ٹوپی' پھر تیسری ٹوپی رکھی اور پھر رکھتے ہی چلے گئے۔ جب ٹوپیوں کا مینار سا بن گیا تو لڑکوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ماسٹر تجمل حسین شاہ صاحب کے غصیلے اشارے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آپ نے کچھ ٹوپیاں اتار کر بچوں کو بھی دیں' وہ بھی مینار بنانے لگے' چند ہی لمحوں میں وہ ایسے گھل مل گئے جیسے وہ ماں کی طرح مہربان اور بہترین دوست کی طرح بے تکلف ہوں۔ انھوں نے بچوں سے نام پوچھے' انھیں دعائیں دیں' جیب سے نئے نئے نوٹ نکال کر بچوں کو دیے۔ پھر فرمایا۔ کہو بچو "الف" سب بچوں نے زور سے کہا الف۔ پھر فرمایا کہو "م" ہم نے زور سے کہا "م" بس یہی دو حرف پڑھائے اور ہمارے باقاعدہ استاد بن گئے۔ اس کے بعد شاید تیسرا حرف بھی پڑھاتے لیکن ہمارے ٹیوشن کے استاد تجمل شاہ صاحب کی برداشت جواب دے گئی اور اُنھوں نے "چھٹی" کا اعلان کر دیا۔ یہ زندگی کا پہلا اور آخری دن تھا کہ ہمیں چھٹی بہت بری لگی۔ ہر بچہ چاہتا تھا کہ وہ تعلیم کے اس سب سے بڑے افسر سے اور پڑھے' اور باتیں کرے' اُن سے اور پیار لے' اور نوٹ حاصل کرے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ افسرِ تعلیم دراصل ماسٹر تجمل حسین شاہ صاحب کے پیر و مرشد میاں عبدالرشید قلندر رہیں جو مجذوب بزرگ ہیں اور جو پہلے چنیوٹ میں اور آج کل سرگودھا میں رہتے ہیں۔ کبھی کبھار گوجرہ بھی تشریف لے آتے ہیں۔

یہ تھی میاں حضورؒ کے ساتھ میری پہلی باقاعدہ ملاقات جو 1962ء میں ہوئی' جب میں دوسری جماعت میں

Marfat.com

پڑھتا تھا' جو مجھے اچھی طرح یاد ہے اور جو مجھے ان شاء اللہ کبھی نہیں بھول سکتی۔

اس کے بعد گوجرہ میں چلتے پھرتے کبھی کبھار حضور میاں صاحبؒ کی اچانک زیارت ہو جاتی' پھر میں دنیا کے دھندوں میں کھو گیا' ایم اے کے بعد کالج کی لیکچر شپ (Lectureship) شروع ہوئی اور میں لیاقت پور' راولپنڈی' میانوالی سے ہوتا ہوا' اواخر 1984ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں ٹرانسفر ہو کر آ گیا۔ 1986ء میں میری شادی ہوئی' کچھ عرصہ تک کوئی بچی بچہ نصیب نہ ہوا۔ میرے کلاس فیلو گوجرہ کے رانا عمر الٰہی کی بارات ننکانہ صاحب جا رہی تھی' میں بھی شامل تھا۔ بس میں میرے ساتھ (گورنمنٹ ڈگری کالج گوجرہ کے) انگریزی کے لیکچرر 'رانا الیاس صاحب بیٹھے تھے' انھوں نے پوچھا' سر! کتنے بیٹے ہیں؟ میں نے کہا' شادی تو ہو گئی ہے' بیٹی بیٹا کچھ نہیں۔ انھوں نے کہا ''اس کا تو بہت آسان حل ہے' آپ ابھی منّت مان لیں کہ اگر اللہ آپ کو بیٹا دے تو آپ سرگودھا کے میاں عبدالرشید قلندر پاک کو سلام کر آئیں گے۔'' میں نے ایک سیکنڈ بھی ضائع کئے بغیر یہ منّت مان لی۔ پھر میں نے رانا الیاس صاحب سے پوچھا یہ وہی بزرگ تو نہیں جو گوجرہ کے ماسٹر تجمل حسین شاہ کے پیرو مرشد ہیں' انھوں نے کہا ہاں وہی اور پروفیسر حاجی ظفر علی احسن کے مرشد بھی وہی ہیں۔ مجھے پہلی ملاقات یاد آ گئی' دلی اطمینان ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد میرے بہت ہی قریبی دوست ڈاکٹر عارف حسین (پیتھالوجسٹ' الائیڈ ہسپتال) مجھے ملنے آئے' ان کی شادی تو میری شادی سے بھی پہلے ہوئی تھی' وہ بھی محرومِ اولاد تھے' میں نے کہا' بھائی عارف! بیٹا لینا ہے تو بڑا نسخہ ہاتھ آیا ہے۔ کہنے لگے کیا' میں نے کہا' سرگودھا میں ایک بزرگ زندہ ولی ہیں حضرت میاں عبدالرشید' قلندر' مجذوب ہیں۔ نذر مان لو کہ اگر اللہ آپ کو بیٹا دے تو آپ ان کو سلام کر آئیں گے۔ عارف صاحب بحث میں پڑ گئے' مجھے سائنس سمجھانے لگے کہ انسانی سپرم میں x-got اور y-got جرمز ہوتے ہیں' ان کے ملاپ کے خاص طریقوں سے بیٹی' بیٹا ہوتا ہے۔ میں نے کہا' ڈاکٹر یار' آخر حرج ہی کیا ہے' وہاں کون سی بکرے کی نذر دینی ہے' بس سلام ہی تو کرنا ہے نا؟ اور سلام تو کسی کو بھی کیا جا سکتا ہے' لے دے کر سرگودھا کا کرایہ ہی ہے نا' چل وہ میرے ذمے۔ اس پر وہ ہنسے اور کہنے لگے: ''اچھا یار! تیرا میاں اتنا ہی سخی ہے تو چل تو مجھے بیٹی ہی دلا دے' میں سلام کر آؤں گا۔'' اللہ کا کرم ہوا' مجھے خدا نے اس واقعے کے نو ماہ بعد بیٹا دیا اور اس کے چند دنوں بعد ڈاکٹر عارف حسین کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد تو عارف صاحب کی جیسے دنیا ہی بدل گئی' مجھے کہنے لگے' چلو یار سلام کر آئیں۔ اب میں چھیڑ چھاڑ پر اتر آیا اور سائنس کے حوالے دہرانے لگا۔ وہ بضد رہے کہ باتیں چھوڑو' سرگودھا جانے کا پروگرام بناؤ۔ بہر حال کچھ دنوں بعد' ہم دونوں سرگودھا چلے گئے۔ میں نے میاں صاحب کو خصوصی طور پر اور جی بھر کر 1962ء میں ایک بار افسرِ تعلیم کی

Marfat.com

صورت میں دیکھا تھا اور سچی بات یہ تھی کہ اب چھبیس (26) سال بعد ان کے نقوش وغیرہ تک یاد نہیں تھے۔ عارف نے تو ایک دفعہ بھی زیارت نہیں کی تھی لیکن یہ تسلی تھی کہ سرگودھا میں جس سے بھی نوٹوں والی سرکارؒ کا پتہ پوچھیں گے' وہ بتا دے گا۔ چنانچہ ہم پوچھتے پاچھتے کوٹ فرید روڈ' بڑا قبرستان کے مشرقی کنارے ''پٹھانوں والی مسجد'' تک پہنچے' جونہی ہم مسجد میں داخل ہوئے ہم نے دیکھا کہ ایک بابا جی قمیض اتارے' پانی کا پائپ پکڑے مسجد دھو رہے ہیں اور اپنے اوپر بھی پانی ڈالتے جاتے ہیں۔ ہم نے پہلے وضو کیا اور پھر انہی بابا جی سے پوچھا۔ ''بزرگو! ہم نے میاں حضور سے ملنا ہے' وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟'' وہ بابا جی بولے۔ ''ابے کون میاں حضور''۔ میں نے فوراً کہا' نہیں بابا جی' یوں نہیں کہتے' بزرگوں کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ انھوں نے بھی ویسے ہی کہا پھر میں کیا کروں تیرے میاں جی کو...... ہم دونوں حیران کھڑے رہے' وہ کچھ دیر بعد بولے' اچھا مسجد کے اندر جا کر پوچھ لو۔

جونہی ہم نے مسجد کے اندر قدم رکھا' دیکھا کہ محراب کے پاس ایک باریش نورانی چہرے والے بزرگ صاف ستھرے کپڑے پہنے' صافہ باندھے تشریف فرما ہیں۔ ہم دونوں نے دوڑ کر ان کے قدم چھوئے' بڑے ادب سے انھیں سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ وہ مسکرائے اور بولے ''لگتا ہے آپ نے میاں صاحب سے ملنا ہے مگر میں تو میاں صاحب نہیں ہوں۔ میں تو حافظ شفیق امام مسجد ہوں۔ ''جی' جی' دراصل ہم حضور میاں صاحب ہی سے ملنے آئے ہیں' وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟'' انھوں نے فرمایا ''وہ تو باہر مسجد دھو رہے ہیں۔''

اللہ اکبر! تو کیا وہ خود ہی میاں حضور تھے۔ اب ہمیں اپنی لاعلمی اور جسارت پر بہت دکھ ہوا' میں خاص کر گھبرا گیا۔ میں نے کہا' مگر انھوں نے تو فرمایا ہے کہ اندر جا کر پتہ کرو۔ حافظ صاحب بولے' وہ بادشاہ ہیں' جو چاہیں بولیں' اب آپ یہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کریں' جب وہ خود تشریف لائیں گے تو ان سے عرض کر لینا۔ پھر ہم ان کا انتظار کرتے رہے' میں درودِ پاک پڑھتا رہا کہ یا اللہ! میاں حضور کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائیں۔ کچھ دیر بعد آپ قمیض کے بٹن بند کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور حافظ جی (محترم شفیق صاحب' امام مسجد) کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے خود پوچھا:

''کہاں سے آئے ؟''

میں نے عرض کیا ''حضور! آپ جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''ابے! کیسے آئے ہو؟'' میں نے پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے عرض کیا: ''حضور! یہ بھی آپ خوب جانتے ہیں۔'' کچھ دیر کے بعد آپ نے خود ہی فرمایا' حافظ جی! یہ گوجرہ کے ہیں۔ میں نے کوئی بات کئے بغیر ایک سو روپے کا نوٹ حضور میاں صاحب کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا' جسے آپ

Marfat.com

نے قبول فرما کر جیب میں ڈال لیا۔ ڈاکٹر عارف حسین نے بھی ایک سو روپیہ (50'50 کے دو نوٹ) پیش کئے' آپ نے ایک نوٹ ان کی طرف لوٹاتے ہوئے فرمایا ''ابے تیری تو بیٹی کا مسئلہ ہے' تیرے تو پچاس ہی کافی ہیں' اس کے بیٹا ہوا' اس کا 100 ٹھیک ہے۔''

یہ سننا تھا کہ میرا اور عارف حسین کا چہرہ متغیر ہو گیا' ابھی تو ہم نے کسی معاملے کی کوئی باقاعدہ بات کی ہی نہیں تھی۔ میرے یقین کی تصدیق ہو گئی کہ یہ بزرگ واقعی بفضلہٖ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔ میرے دل نے گواہی دی کہ تو صحیح جگہ پہنچ گیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ مہمانوں کو سموسے کھلاؤ۔ آپ ہمارے سامنے کچھ دیر آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے' جیسے آپ لوحِ محفوظ پر کچھ پڑھ رہے ہوں' آپ نے یک لخت آنکھیں کھول کر فرمایا' تمہارے پاس ایک ایک سو روپیہ ہے' ہم نے عرض کیا' جی ہے' فرمایا نکالو' ہم نے ایک ایک سو روپیہ پیش کر دیا۔ آپ نے پھر آنکھیں بند کیں اور ''نہیں'' فرمایا' پھر آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا تمہارے پاس مزید ایک ایک سو روپیہ ہے۔ ہم نے مزید ایک ایک سو روپیہ پیش کر دیا۔ اسی طرح آپ نے تیسری بار آنکھیں بند کیں اور ''نہیں'' فرمایا اور مزید ایک ایک سو روپیہ پیش کرنے کا حکم دیا' ہم نے نوٹ پیش کر دیے۔ چوتھی بار آپ نے آنکھیں بند کیں' ذرا مسکرائے اور فرمایا ''ٹھیک ہو لیا' ٹھیک ہو لیا'' پھر آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا یہ چھ سو روپیہ لے جا اور بڑی بالٹی میں گوشت لے آ۔ ادھر ہم نے سموسے کھائے' ادھر ان کا خادم' گوشت کی بالٹی بھروا لایا۔ آپ نے چند بار پُس پُس کیا تو آستانے اور قبرستان سے بلیاں اچھل اچھل کر مسجد میں آ گئیں۔ آپ نے ہمارے سامنے کچھ گوشت بلیوں کو کھلا کر پُس پُس کہا تو بلیاں پھر اچھل اچھل کر اِدھر اُدھر چلی گئیں۔ آپ نے فرمایا' لو بھئی اب تم چل دو۔ لیکن پھر کس نے کہاں چلنا تھا؟ پھر تو اسی آستانے کے ہو کر رہ گئے۔ قلندر پاک نے غلامی میں قبول کر لیا تھا۔

میں نے واپس گوجرہ آ کر اپنی ناخواندہ والدہ محترمہ سے اس واقعے کا ذکر کیا اور پوچھا کہ میاں حضورؒ نے تین بار آنکھیں بند کر کے نہیں کیوں فرمایا' پھر چوتھی بار خود ہی ''ٹھیک ہو لیا۔'' کیوں فرمایا' اس واقعے کو آپ کس طرح سمجھتی ہیں۔ انھوں نے کہا تو بڑا پروفیسر بنا پھرتا ہے' تجھے اتنی سی بات کی بھی خبر نہیں کہ اللہ کے ولی لوح محفوظ پڑھ سکتے ہیں اور اللہ کی اجازت سے مصیبتوں کو ٹالنے کا حیلہ بھی کر سکتے ہیں۔ تو نے نہیں سنا کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ میاں صاحبؒ بھی یہی کچھ کر رہے تھے۔ میرا یقین ہے کہ میاں صاحبؒ نے تمھاری بڑی مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے اللہ کو راضی کیا ہے۔ اس واقعے کے بعد میرا آستانے میں آنا جانا باقاعدہ شروع ہو گیا۔

گوجرہ کے مولانا صوفی غلام حسینؒ نے ایک دفعہ جمعہ کی تقریر میں حدیث شریف سے ایک واقعہ سنایا کہ نبی

Marfat.com

اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ وہ ایک عالمِ دین کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا اُس کی توبہ قبول اور بخشش ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا کبھی نہیں۔ اُس نے سوچا' اگر کبھی نہیں تو مجھے سینچری تو پوری کرنی چاہیے۔ اُس نے تلوار نکالی اور اُسے بھی ڈھیر کر دیا۔ پھر وہ ایک درویش کے پاس گیا اور وہی کچھ پوچھا۔ اُس نے کہا۔ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ اس کی بخشش اور رحمت تیری سوچوں سے بھی زیادہ ہے۔ وہ اپنے ولیوں کی مانتا ہے۔ فلاں جگہ ایک ولیِ کامل ہے اس کے ہاتھ پر توبہ کر' تیرا کام بن جائے گا۔ وہ آگے بڑھنے لگا تو موت نے آلیا۔ اسے لینے کیلئے جنت اور دوزخ کے فرشتے آ گئے۔ دونوں دعویٰ کرنے اور جھگڑنے لگے کہ یہ اُن کا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اس درویش سے اس کے جسد تک اور جسد سے ولی تک کی زمین ناپو۔ اگر ولی تک کا فاصلہ کم ہے تو یہ جنتی ہے ورنہ دوزخ والے لے جائیں اور ساتھ ہی زمین کو حکم دیا کہ اس کے جسم سے ولی تک کا حصہ سمٹ جائے اور دوسرا پھیل جائے' یوں وہ بخشا گیا۔

اس حدیثِ پاک کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ میں بھی اپنی بداعمالیوں اور گناہوں پر بہت شرمسار ہوا' اور مصمم ارادہ کر لیا کہ کسی ولیِ کامل کے پاس جا کر توبہ کروں گا' اور ان سے دعا کراؤں گا۔ میری نگاہ میں میاں حضورؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا' لہٰذا میں خالصتہً توبہ کی نیت سے سرگودھا حاضر ہو گیا۔ جب میں آستانے پر حاضر ہوا تو میاں حضورؒ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ بیس پچیس آدمی اردگرد تھے۔ میاں حضورؒ کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ اُن کے حضور بولتے ہوئے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔ آج ہنس ہنس کر ان کی باتیں کرنے والے بھی ان کی ظاہری حیات میں اونچی بولنے کا یارا' نہ رکھتے تھے۔ میری تو حیثیت ہی کیا تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں قیامت تک بھی بیٹھا رہا تو میاں حضورؒ سے بات ہی نہ کر پاؤں گا۔ ایک آدھ بار کوشش بھی کی لیکن میرا منہ ہی نہ کھل سکا۔ اس بے بسی پر دل مسوس کر رہ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں تو بے بس ہوں لیکن میاں حضورؒ تو نہیں' اگر یہ خود ہی کرم کر دیں تو میرا کام بن سکتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں ٹھہرا لیا کہ اگر میاں حضورؒ مجھ پر کرم کرتے ہوئے' اللہ کے حضور میری توبہ قبول ہونے اور بخشش کی سفارش کر دیں تو میری تسلی کی خاطر اس کی ظاہری نشانی یہ ہو کہ میاں صاحبؒ خود مجھ سے فرمائیں کہ میری ٹانگیں دبا لے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا' سب باہر جاؤ۔ سب کے ساتھ میں بھی باہر جانے لگا تو آپ نے فرمایا۔ ''ابے پروفیسر اِدھر آ'' یوں میں اور میاں حضورؒ مسجد میں اکیلے رہ گئے۔ آپ قبلہ رُو ہو کر لیٹ گئے اور مجھے فرمایا: ''لے بے! دبا لے''۔

یہ سن کر جتنی خوشی مجھے ہوئی احاطۂ بیاں میں نہیں آ سکتی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دائیں پاؤں کو دبانا شروع کیا۔ انگلیوں کو بھی دبایا' پھر پنڈلی مبارک کو پھر باقی ٹانگ کو' اسی طرح بائیں ٹانگ کو' پھر پشت مبارک کو' پھر کمر کو پھر

Marfat.com

بازوؤں کو' پھر سرِ اقدس کو۔ میں چاہتا تھا کہ آج میرے ہاتھ میاں حضورؒ کے جسم اطہر کو زیادہ سے زیادہ لگیں تاکہ میں قیامت کے دن کہہ سکوں کہ یا اللہ! میں گناہگار تو بڑا ہوں لیکن میں نے ان ہاتھوں سے تیرے پیارے میاں صاحب کو دبایا تھا' لہٰذا میں نے ان کے سر اور ماتھے کو دباتے دباتے ان کے کانوں میں بھی انگلی پھیر لی' رخسار پر بھی' ناک کے اوپر بھی اور ہونٹوں پر بھی۔ اللہ اکبر! میاں حضورؒ چپ چاپ میری حرکتیں برداشت کرتے رہے اور مجھے نہ روکا نہ ٹوکا۔ میں نے کوئی گھنٹہ بھر تنہائی میں میاں حضورؒ کو دبانے کی سعادت حاصل کر لی۔ میں خوش تھا کہ سب کچھ میری سوچ کے مطابق ہو گیا لیکن جی نہیں بھر رہا تھا۔ جب میں سرِ اقدس کو بھی دبا چکا تو سوچا کہ نئے سرے سے شروع ہو جاؤں' چنانچہ میں پھر دائیں ٹانگ دبانے لگا۔ اب چند ہاتھ ہی لگائے تھے کہ آپ نے بائیں لات میرے گھٹنے پر رسید کی اور فرمایا ''ابے چھوڑ' قبضہ ای کر لیا۔ آ جاتے ہیں توبہ کرنے' چل دو نفلیں پڑھ لے۔'' میں مسجد کے صحن میں آ کر نفل پڑھنے لگا۔ اس دن میری خوشی اور خوش قسمتی کی انتہا نہیں تھی۔ اللہ نے میری آس پوری کر دی تھی۔ خدا میرا خاتمہ بھی ایمان پر فرمائے۔ (آمین بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ایک دفعہ میں خاصا مقروض ہو گیا۔ مجھے کسی کا سوا لاکھ روپیا واپس کرنا تھا۔ نہیں لگتا تھا کہ قرض مجھ سے اتر سکے گا۔ گھبرا کر میں میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا ''حضور! قرض بہت چڑھ گیا۔'' فرمایا ''تیرا قرض اتر لیا۔'' میں حیران ہوا کہ قرض تو ابھی نہیں اترا۔ میاں حضور نے فرمادیا ہے کہ قرض اتر بھی گیا۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا ''سرکار! میرے پاس تو وسائل بھی نہیں۔'' فرمایا ''وسائل ہوں' نہ ہوں' میں نے کہہ دیا' اتر لیا۔'' میں واپس چلا آیا۔ واپس آیا تو اللہ نے ایسا انتظام کیا کہ پیسے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس ہزار روپے جمع ہو گئے' جو میں نے گھر والوں سے چھپا کر ایک ٹرنک میں رکھ لئے۔ پھر کچھ عرصہ گزر گیا' یہاں تک کہ میں ان دس ہزار روپوں کو بھول ہی گیا۔ پھر یکلخت ایسا ہوا کہ اللہ کا خاص کرم ہو گیا جیسے روپوں کی بارش ہونے لگی۔ پیسے آنا شروع ہو گئے اور آتے ہی چلے گئے۔ میں ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کا مقروض تھا' دیکھتے ہی دیکھتے میرے پاس ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے جمع ہو گئے۔ اس کے بعد یکلخت سلسلہ بند ہو گیا۔ اب میں پریشان کہ دس ہزار روپے اور آ جائیں تو سارا قرض اتر جائے' لیکن وہ نہ مل سکے۔ میں میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا حاضر ہوا۔ آپؒ نے پوچھا ''ہاں پروفیسر! ابے تیرے قرض کا کیا بنا؟'' عرض کیا ''سرکار آپ کی نگاہِ شفقت سے ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ جمع ہو گیا ہے۔ بس دس ہزار روپے باقی رہ گئے ہیں۔'' آپ نے فرمایا ''ابے! وہ جو ٹرنک میں دس ہزار چھپا رکھا۔'' مجھے فوراً وہ بھولی ہوئی رقم یاد آ گئی اور شرمسار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ''بیٹے! جب پیسے جمع ہو جاویں تو قرض اتارنے میں دیر نہیں کرتے' اللہ ناراض

Marfat.com

ہو۔‘‘میں نے واپس آ کر ساری رقم اسی رات واپس کر دی اور خدا کا شکر ادا کیا۔

میرے دوسرے بیٹے حافظ محمد اویس افضال کے دل میں پیدائشی طور پر سوراخ تھا۔سوراخ اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ ایک والو بھی گر چکا تھا۔ڈاکٹروں نے لاعلاج کہہ دیا تھا۔صرف کراچی کے ایک سرجن نے ہامی بھری تھی‘ اگرچہ صاف کہہ دیا تھا کہ کامیابی کے زیادہ چانسز نہیں‘ بہر حال اس کا آپریشن طے ہو گیا۔

میں بہت آزردہ خاطر اور گھبرایا ہوا تھا۔آپریشن سے پہلے سرگودھا گیا۔میاں حضورؒ سے گزارش کی کہ میرے بیٹے کا آپریشن ہونا ہے۔دعا فرمایئے‘ آپریشن کامیاب ہو جائے۔آپ نے فرمایا‘ سو روپیہ لگے گا‘ میں نے جھٹ ایک سو کا نوٹ پیش کر دیا۔آپ نے فرمایا ’’لے بے‘ آپریشن کامیاب ہو لیا۔‘‘ میں نے سرکار کو بہت مہربان پا کر دستِ سوال اور دراز کیا اور التماس کی کہ حضور میرا ذاتی گھر نہیں‘ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں‘ آپ نے فرمایا ’’تو گوجرہ رہوے اور فیصل آباد پڑھاوے‘ کہاں مکان چاہوے‘‘ میں نے عرض کیا‘ سرکار! جہاں آپ لے دیں۔آپ نے فرمایا ’’اگر تو گوجرہ میں لیوے تو ابھی دیتا ہوں اور فری میں دیتا ہوں۔اگر فیصل آباد لیوے تو پیسے لگیں گے۔‘‘ میں نے عرض کیا ’’حضور! آپ بہتر جانتے ہیں‘ میرے لئے جو بہتر ہے وہی لے دیں۔آپ نے میرے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا ’’اب مکان فیصل آباد میں گھنا اچھا ہووے‘‘ میں نے عرض کیا کہ حضور‘ ٹھیک ہے‘ فیصل آباد ہی میں لے دیں۔آپ نے فرمایا ’’ایک سو روپیہ نکال‘‘ میں نے ایک سو روپیہ پھر سرکار کو پیش کر دیا‘ آپ نے فرمایا ’’لے بے! فیصل آباد میں تیرا مکان بن لیا‘‘ میں نے میں حضورؒ از حد مہربان پایا تو عرض کیا‘ حضور! بڑی تمنا ہے پی ایچ ڈی کرنے کی‘ کرم کریں پی ایچ ڈی بھی ہو جائے۔آپ نے فرمایا ’’وہ کیا ہووے؟‘‘ پھر خود ہی فرمایا ’’وہ جو علامہ اقبال کرے اور ڈاکٹر بنے؟‘‘ میں نے عرض کیا جی سرکار بالکل وہی۔آپؒ نے فرمایا ’’یہ کام تو جیسے فری میں کرا دیا‘‘

الحمدللہ! اویس کا آپریشن کامیابی سے ہمکنار ہوا‘ مجھے فیصل آباد میں گھر بھی مل گیا اور ڈاکٹریٹ بھی ہو گئی۔ تینوں کام مرشدِ پاک کی نگاہِ کرم سے ہو گئے۔میاں حضورؒ کا اشارہ اسی طرف تھا۔میاں صاحبؒ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظ ’’فری (Free)‘‘ کی وضاحت یہ ہے کہ چونکہ میں نے پی ایچ ڈی Study Leave لے کر کی اور تین سال تک حکومت سے فری تنخواہ (مع جملہ الاؤنسز) حاصل کرتا رہا‘ لیکن اس کی ایک اور توجیہ اس وقت سامنے آئی جب پنجاب یونیورسٹی اور ینٹل کالج کے ایوان اساتذہ میں میرا زبانی امتحان (Viva Voce) ہوا‘ اور میری کامیابی کا اعلان ہوا تو میں نے پنجاب یونیورسٹی کے اپنے اساتذہ کو عشائیہ کی دعوت دی۔کھانے کے انتظامات کی نسبت جو بل مجھے دینا پڑا‘ وہ بے حد کم تھا۔میں نے اپنے استادِ محترم ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری صاحب سے حیرت کے

Marfat.com

ساتھ اتنے کم پیسوں کا ذکر کیا تو ان کے منہ سے نکلا ''یہ کام تو جیسے فری میں کرا دیا۔'' سبحان اللہ' مرشد گرامی کے الفاظ من وعن ڈاکٹر نوری صاحب کی زبانی سن کر حیرت انگیز مسرت بھی ہوئی اور ان کی معنویت سے بھی آگاہ ہوا۔

آپؒ کی شہادت سے کوئی دو ماہ پہلے میں آستانے میں حاضرِ خدمت تھا۔ (اور نہیں جانتا تھا کہ آپ سے یہ میری زندگی کی آخری ملاقات ہے) میاں حضور نے بے حد شفقت کی۔ کھانا کھلایا اور مجھے سدری (سہ دری) سے مسجد میں لے آئے اور فرمایا ''لے بے پروفیسر' مانگ لے' جو مانگنا ہے۔ آج میں دیتا ہوں۔'' میں نے بہت عاجزی سے عرض کیا ''حضور! آپ مجھے اور میری ضرورتوں کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ جو عطا فرمائیں وہی مجھے چاہئے۔'' آپ نے پھر فرمایا ''ابے! مانگ لے' پھر نہ سوچنا۔'' جواباً میں نے پاؤں کو بوسہ دیا اور وہی جواب دہرایا کہ آپ جو عطا فرمائیں وہی بہتر ہے۔'' آپ نے تیسری بار ارشاد فرمایا ''ابے! مانگ لے...... جو مانگنا ہے' مانگ لے۔ پھر ایسا تجھے کون کہے گا؟'' مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی' دولت' ترقی' علم' نجات...... نہ جانے کیا کیا کچھ ذہن میں گھوم گیا۔ پھر میں نے پاؤں مبارک کا بوسہ لیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''سرکار! آپ مجھے میرے مانگنے سے بہتر دے سکتے ہیں۔ آپ اپنی شان کے مطابق اس فقیر کی جھولی میں ڈال دیں۔'' آپ مسکرائے' میرے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا اور فرمایا ''اچھا! جا دو نفلیں پڑھ لے۔'' گوجرہ آ کر میں نے قبلہ پیر جی غلام رسول علوی صاحب مدظلہ سے میاں حضور کی شفقت اور اپنے جواب کا ذکر کیا۔ علوی صاحب کچھ دیر خاموش رہے' پھر فرمایا ایسا زندگی میں کبھی کبھار ہی ہوتا ہے۔ اگر زندگی میں ایسا موقع آئے تو ضرور مانگنا چاہئے۔ اگر تمھاری جگہ میں ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کی بخشش کی دعا کا عرض کرتا۔ بہر حال تم نے میاں حضور پر چھوڑ کر بھی غلط نہیں کیا۔

اس کے بعد بھی میں گاہے گاہے سرگودھا' اُنؒ سے ملنے جاتا' اور اُن کی محبتیں سمیٹتا رہا۔ اگرچہ میں اکثر و بیشتر اکیلا ہی جایا کرتا تھا' تب آستانے کے اکثر لوگوں سے میری ذاتی شناسائی بھی نہیں تھی' میں انھیں صرف میاں حضورؒ کے تعلق کی نسبت سے جانتا تھا۔ پھر بھی آپ کی شہادت کے بعد پیر بھائیوں نے مجھے انجمن آستانہ میاں عبدالرشیدؒ کا اوّلین جنرل سیکرٹری نامزد کیا اور میں آٹھ برس تک یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔ اب بھی میں انجمن کی مجلسِ شوریٰ کا ممبر ہوں۔

(میرے ایک دوست حافظ غلام مصطفی چودھری جو پہلے چنیوٹ کے ایک پرائیویٹ کالج میں کمپیوٹر سائنس پڑھاتے تھے اور آج کل کینیڈا میں روزی کمانے گئے ہوئے ہیں۔) ایک دفعہ ہمارے گھر میں منعقدہ میاں حضورؒ کی سالانہ محفل ختم شریف میں وہ شریک تھے۔ محفل ختم ہوئی تو وہ رات گئے تک میرے ساتھ بیٹھے رہے اور میاں حضورؒ کی باتیں سنتے رہے۔ وہ میاں حضورؒ کے ذکر سے بے حد متاثر ہوئے۔ کچھ دنوں بعد انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھ پر اللہ کا بڑا

Marfat.com

کرم ہوا ہے۔کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آپ (پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور) کی ہمراہی میں مدینہ منورہ شریف گیا ہوں۔ مدینہ شریف پہنچتے ہی میں نے ایک بزرگ کو دیکھا ان کی صورت بہت نورانی تھی مجھے خواب میں یوں لگا جیسے یہی میاں صاحبؒ (نوٹوں والی سرکار) ہیں انھوں نے آپ (افضال) کو دیکھا تو فرمایا: ''لے بے پروفیسر! ہم تو تیرے انتظار میں کھڑے ہیں۔'' خواب میں مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت حاصل ہونے کے شکرانے کے طور پر حافظ غلام مصطفی صاحب میرے ساتھ میاں صاحبؒ کے مزار پاک پر سرگودھا بھی گئے۔وہ مزارِ پاک پر بھی ایک خاص کیفیت میں کھوئے رہے۔

◆◆◆

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیان اپنا

(میاں حضورؒ کے متعلق بعض عقیدت مندوں کی یادداشتیں)

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے عقیدت مند لاتعداد ہیں۔وہ صرف ملکِ پاکستان ہی میں قیام پذیر نہیں بلکہ دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس کتاب میں شامل کیے گئے واقعات اور کرامات انھی میں سے کچھ کے زبانی بیانات یا تحریری اوراق سے ماخوذ ہیں۔یہاں کچھ عقیدت مندوں کی یادداشتیں زیبِ قرطاس کی جاتی ہیں۔

۱۔ پروفیسر الحاج ظفر علی احسن مدفونِ بقیع شریف (مدینہ منورہ)

پرفیسر صاحب نے میاں حضورؒ کی خدمت کی سعادت بہت پہلے حاصل کر لی تھی۔تمام پیر بھائی اُن کی اس سینیارٹی (Seniority) کے باعث اُن کا بے حد احترام کرتے تھے۔وہ میاں صاحبؒ کے بہت مزاج شناس تھے۔ اُنھیں میاں صاحبؒ نے نوازا بھی بہت زیادہ تھا۔

حاجی ظفر علی احسن گوجرہ کی معروف علمی شخصیت ماسٹر محمد دین کے فرزند اکبر تھے۔18 اگست 1934ء میں اُن کی پیدائش ہوئی۔انھوں نے گورنمنٹ کالج گوجرہ میں بطور استاد شعبہ انگلش اپنی خدمات سرانجام دیں۔

Marfat.com

ملازمت کے دوران ہی میں ان کو پاکستان ایمبیسی سکول جدہ میں تعیناتی کے احکامات مل گئے۔ 1995ع میں ریٹائر منٹ وہیں سے لی۔ مئی 2000ع میں مدینہ منورہ کے العقیق مدرسہ کے پرنسپل بنے۔ مدینہ شریف ہی میں 12 دسمبر 2007ع (بمطابق ۲/ذوالحج) کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ جب حاجی صاحب سعودی عرب میں گئے تو میاں حضورؒ نے کئی باران کے متعلق ارشاد فرمایا: ''اَبے! ظفر مدینہ کا تھا۔ مدینہ والے لے گئے۔'' یاد رہے کہ حاجی صاحب کو مدینہ شریف میں 2000ع میں ملازمت ملی لیکن میاں صاحب نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں اشارہ فرمادیا تھا۔ جوحق ثابت ہوا۔

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد وہ انجمن آستانۂ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے پہلے باقاعدہ خادم اعلیٰ بھی چُنے گئے۔ اُن کی وضاحت پر ہی سرپرست اعلیٰ کے عہدے کو خادم اعلیٰ کا نام دیا گیا تھا۔ اُنھیں میاں حضورؒ کی دعا سے جدّہ میں پاکستان ایمبیسی سکول کی پرنسپل شِپ ملی پھر وہ مدینہ مَنوّرہ کے مدرسہ العقیق کے پرنسپل مُنتخب ہوئے۔ وہ ہر صبح وشام روضۂ مطہّرہ پر حاضری دیتے۔ اُن کی عاجزی اور حاضری کی کیفیت قابلِ دید ہوتی۔ جنّت البقیع شریف کی طرف کھلے صحن کے تیسرے درمیانی ستون کے پاس بیٹھ کر دیر تک صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اُنھوں نے بتایا کہ ایک بار (جبکہ مَیں مدینہ مَنوّرہ شریف میں تھا۔ مجھے کسی نے حضور پُرنورؑ سیّدِعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ کریمہ میں سلام پہنچانے کا کہا۔ مَیں روضۂ پاک پر حاضر تو ہوتا رہا لیکن مجھے کسی وجہ سے یاد نہ رہا۔ یونہی دوتین روز گزر گئے۔ ایک دن حضرت میاں صاحبؒ اچانک میرے سامنے تشریف لائے مَیں بیٹھا ہُوا تھا' آپؒ نے مجھے فرمایا:

''اَبے پروفیسر' کوئی کسی کو سلام پہنچانے کیلئے کہے تو اس کا سلام تیرے پاس امانت ہووے۔''

مَیں میاں صاحب کے احترم میں فوراً کھڑا ہو گیا لیکن اتنے میں وہ میری نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

مَیں سلام پہنچانے میں تاخیر پر بہت پریشان ہُوا کہ مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ فوراً اُس خوش نصیب کا سلام خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچایا۔ اس دن کے بعد ہر کسی کا سلام بروقت پہنچاتا رہا ہوں اور اللہ کے فضل سے کوتاہی نہیں ہوئی۔

محمد یٰسین ولد الحاج شمس الحق' فیصل آباد کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انھوں نے حاجی ظفر علی احسنؒ کی خدمت میں تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزارا ہے' انھوں نے حاجی صاحب کے حوالے سے کچھ واقعات تحریر کیے' جو درج ذیل ہیں:

1۔ میں (یٰسین) فیصل آباد کے سرینا ہوٹل میں خدمات سرانجام دیتا ہوں۔ 2001ع میں سرینا ہوٹل اسلام آباد

Marfat.com

کے لیے میری سلیکشن ہوگئی۔ مجھے فیصل آباد سرینا ہوٹل کی انتظامیہ نے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو اسلام آباد جا سکتا ہوں۔ میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ مجھے فیصل آباد ہی میں رہنا چاہیے یا اسلام آباد چلے جانا چاہیے۔ اسی ادھیڑ بُن میں میں نے حاجی ظفر علی احسن صاحب کو فون کیا اور ان سے مشورہ مانگا۔ انھوں نے فرمایا کہ فیصل آباد میں رہو اور والدین کی خدمت کرو۔ میں نے کہا کہ آپ اکثر استخارہ کر کے ایسے سوال کا جواب دیتے ہیں جبکہ میرے سوال کا جواب آپ نے بغیر استخارہ کیے اسی لمحے میں دے دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جونہی تم نے مجھ سے پوچھا 'میاں حضورؒ نے مجھے فرمایا: '' اسے کہو فیصل آباد میں رہے اور ماں باپ کی خدمت کرے۔

2۔ انکل حاجی ظفر علی احسن' انجمن آستانہ عالیہ سرگودھا کے خادمِ اعلیٰ تھے۔ جب وہ 2000ء میں مدینہ شریف جانے لگے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپؒ کے بعد انجمن کی کمیٹی کے انتظامات کون دیکھے گا۔ فرمانے لگے' مجھے باباجی نے فرمادیا تھا کہ پروفیسر! تو مدینے جا' ان معاملات کو میں خود دیکھ لوں گا۔

3۔ ایک دفعہ میں کسی ذہنی اذیت کا شکار تھا۔ میں نے انکل ظفر سے کہا تو انھوں نے مجھے دم کیا اور میرے ماتھے پر پھونک ماری۔ اسی لمحے میری ذہنی حالت نارمل ہوگئی اور دل سے سارا خوف ختم ہوگیا۔ انکل ظفر نے مجھے بتایا کہ بیٹا! یہ پھونک میں نے نہیں باباجیؒ نے خود ماری تھی۔

۲۔ عبدالواحد خان' کراچی

یہ 1940ء کی بات ہے' میرے رشتے میں ایک چچا عبدالحبیب خاں رائے سینا دہلی میں رہتے تھے۔ ان کے ہاں ایک کوارٹر میں حضرت پیر حاجی خان فیض محمد صاحبؒ ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں وہاں گیا اور باقاعدہ بیعت ہوکر ان کا مرید بن گیا۔ پھر ان سے رابطہ جاری رہا۔ حضرت باقی باللہؒ کے دربار دہلی میں پہلی بار مرشدِ کریم نے اپنے ایک اور مرید عبدالرشید (میاں صاحبؒ) کے حالات بتائے۔

علاقہ رہتک کے قریب پٹھانوں کی ایک بستی جھجر نام کی ہے۔ اس بستی سے میرا تعلق ہے۔ 1944ء میں ایک دفعہ یہاں کچھ ہنگامہ سا ہوا۔ مرشد فیض محمد صاحبؒ ادھر فروکش تھے۔ میری عمر 15 یا 16 برس ہوگی کہ مجھے پتہ چلا کہ لوگ مرشد کو نکالنا چاہتے ہیں۔ میرے والدِ صاحب انتقال کر چکے تھے اور میں اپنی والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والدہ نے فرمایا کہ آج خواہ تمھاری جان چلی جائے لیکن مرشد کو نہ نکلنے دو۔ میں نے ایک بڑی سی لاٹھی (ڈانگ) اُٹھائی اور چوک میں آ گیا۔ سامنے مرشد کریمؒ نے صحن میں سے مجھے دیکھا' آواز دی اور پوچھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ سرکارؒ آج ڈیوٹی پر ہوں۔ یہ سن کر وہ غصے میں آگئے اور فرمایا: '' تو کیا سمجھتا ہے کہ خدا کی خدائی ختم ہوگئی

Marfat.com

رہے۔ آؤ، خود آ کر دیکھو اپنی آنکھوں سے، جو کوئی بھی اس در سے اندر آئے گا، پتھر کا ہو جائے گا۔ میں وہاں کافی دیر تک رہا لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کوئی اندر نہ آیا۔ آپ نے مجھے چائے پلائی، کیک کھلایا۔ اس دن سے مجھ پر ان کی خصوصی نظرِ عنایت رہنے لگی۔

مرشد پاک ہجرت کے بعد 1947ء میں سرگودھا خورشید علی خاں کے گھر بلاک نمبر 18 میں تشریف لے آئے۔ میں بلاک نمبر 22 میں رہتا تھا۔ میں نے لاء کالج لاہور سے لاء کی تعلیم حاصل کی اور 1955ء میں CSS کیا۔ میری تعیناتی پوسٹل ڈیپارٹمنٹ میں بطور سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفس ہوئی۔ ایک دن مرشد کریم خان فیض محمدؒ آئے اور فرمایا کہ یہ دنیا فانی ہے۔ شاید دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے۔ میری آنکھیں بھر آئیں اور میں نے کہا میرا کیا بنے گا؟ حاجی خان فیض محمدؒ نے فرمایا: ''ہمارے بعد ایک آدمی ہے۔ وہ بڑا ہی عجیب آدمی ہے۔ وہ ایک کا مال دوسرے، اور دوسرے کا تیسرے میں ڈالتا رہتا ہے۔...... جب بھی تمھیں زندگی میں کوئی بھی ضرورت ہوگی وہ خود تمھارے پاس آئے گا۔ میں اور وہ ایسے ہیں جیسے ایک روح دو قالب۔'' پھر فرمایا وہ آدمی میرا ملنگ عبدالرشید ہے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ اب میرے مرشد ہیں۔ میری حضرت میاں صاحبؒ سے پہلی ملاقات 1957ء میں ہوئی۔ اُن دنوں میری تعیناتی لائل پور (فیصل آباد) میں تھی۔ ہوا یوں کہ میں نے بشیر نامی چنیوٹ کے ایک ڈاکیے کو معطل (suspend) کیا ہوا تھا۔ اس نے بہت منت سماجت کی۔ سفارشیں بھی کرائیں لیکن میرا غصہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس پر پابندی لگا دی کہ وہ میری رہائش گاہ پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ ایک دن میں دفتر سے آ کر بیٹھا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی (Bell) بجی۔ میں نے ملاقاتی کو دیکھا تو وہ بشیر ڈاکیا تھا۔ اس کی اس حرکت پر تو مجھے اور بھی غصہ آ گیا۔ میں بپھرا ہوا باہر نکلا۔ میں نے دیکھا کہ بشیر کے پیچھے ایک آدمی کھڑا ہے۔ حسین گول چہرہ، سیاہ بال، دراز زلفیں، گھنی داڑھی، منہ میں پان، قمیض کے بٹن کھلے ہوئے چہرے پر وہ جلال کہ آنکھ نہ ملائی جا سکے۔ میں نے سوچا بشیر ڈاکیے کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ جو شخص ہے یہ اُسی کا حوصلہ ہے۔ معاً مجھے خیال آیا کہ میرے مرشد پاک حاجی خان فیض محمدؒ نے مجھے میاں عبدالرشیدؒ کے متعلق بتایا تھا۔ اس وقت اتنی جرات وہی کر سکتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بولے: ''میں معراج دین ہوں۔ اس ڈاکیے کو بحال کر۔'' ان کے تحکمانہ لہجے سے ہی میں نے جان لیا کہ یہی میاں عبدالرشید ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا آپ میرے پیر بھائی عبدالرشید ہیں؟ فرمایا: ''میں رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ کوئی اور آدمی سنتے تو مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو جائے لیکن میاں صاحبؒ کمال سنجیدگی سے گفتگو فرما رہے تھے اور میں ان کے جلال سے مکمل طور پر مرعوب ہو چکا تھا۔ میں نے بشیر ڈاکیے کو تو وہیں بحالی کے زبانی آرڈر

Marfat.com

سنادیے اور میاں صاحبؒ سے عرض کیا کہ سرکارؒ! اندر تشریف لایئے۔ وہ اندر آئے تو میں نے کہا بھائی عبدالرشید آپؒ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: ''حضرت آپ کو دھوکہ ہو گیا۔ میں نے کہا خان صاحب پردہ فرما گئے ہیں۔ اس پر میاں حضورؒ نے فرمایا: ''تو بڑا بے وقوف ہے۔ اب تیرے خان صاحب تو زندہ ہیں' لاہور میں ہیں اور ایک مسجد بنوا رہے ہیں۔ ''یہ میری پہلی ملاقات تھی' میاں صاحبؒ سے جو آج تک جاری ہے۔ ان کی شہادت کے بعد بھی واقعی مجھے جب بھی کوئی ضرورت پڑی' وہ ضرور تشریف لائے اور میری دستگیری کی۔

1957ء میں آپؒ کو ملنے گوجرہ گیا۔ میاں صاحبؒ خان فضل الرحمان (کوآپریٹو بینک والے) کے ہاں قیام پذیر تھے۔ میں وہاں پہنچا تو مکمل انگریزی لباس میں ویل سوٹڈ بوٹڈ افسر کے حلیے میں تھا۔ آپؒ نے مجھے ایک پرانی سی ٹوپی دی اور حکم فرمایا کہ اسے پہن لے۔ میں نے پہن لی پھر فرمایا پاؤں سے جوتے جرابیں نکال دے۔ میں نے نکال دیے۔ اب انھوں نے مجھے ساتھ لیا اور گوجرہ کے کے بازار کا رخ کر لیا۔ غلہ منڈی کی مسجد کو بائیں ہاتھ رکھتے ہوئے ہم آگے بڑھے۔ صدانی مارکیٹ کی دکانوں سے گزر کر آگے بڑھے تو دورویہ ریڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ چھابڑیاں لگائے بھی پھل وغیرہ بیچ رہے تھے۔ یہاں ایک ریڑھی پر کھجوریں تھیں۔ مجھے میاں حضورؒ نے فرمایا: ''اب میاں واحد! اس ریڑھی والے کے پیچھے سے ہو کر اُدھر آنکھ بچا کر مٹھی بھر کھجوریں اٹھا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جونہی میں نے ہاتھ کھجوروں میں ڈالا۔ کھجور والے کا ہاتھ اُٹھ گیا لیکن میرے لباس اور چہرے مہرے کو دیکھ کر وہ زیادتی سے تو باز رہا البتہ اس نے میری کلائی پکڑ لی۔ ادھر سامنے کھڑے میاں صاحبؒ فرما رہے تھے: ''لو جی' دیکھو کیسا امیرانہ لباس پہن رکھا اور کیا کر رہا؟ اب چوری کرنا بری بات ہووے۔ گوجرہ والے میاں صاحبؒ کو جانتے تھے۔ ریڑھی والا خود ہاتھ باندھے مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا: ''بے چارہ مسافر ہے اسے تھوڑی کھجوریں دے دے۔'' اس نے کف بھر کھجوریں مجھے دینے کے لیے اُٹھائیں تو مجھے فرمایا: ''اب' جھولی میں لے لے۔'' لیکن میرے پاس جھولی کہاں؟ کوٹ شرٹ میں جھولی کیسے بنے؟ آپؒ نے میرے کوٹ کے ایک طرف کے پلّو کو اٹھایا اور فرمایا: ''اب اس طرح۔'' اور میں نے اسی طرح پلّو بنا کر وہ کھجوریں لے لیں۔ میں پاؤں سے ننگا ویسے انتہائی فاخرانہ پتلون 'شرٹ' کوٹ' ٹائی میں ملبوس لیکن سر پر پھٹی پرانی ٹوپی' چوری کرنے کی بے عزتی' بھرے بازار میں درگت کا احساس .... میں قعرِ ندامت میں گڑا جا رہا تھا۔ اچانک ذہن میں خیال آیا کہ قلندرؒ کے ساتھ چلنا' بہت مشکل ہے۔ یہاں تھری پیس نہیں سادگی اور عاجزی چلتی ہے۔ مرشد نے سبق دے دیا تھا اور میں نے نہ صرف سبق لے لیا بلکہ آئندہ کے لیے اس پر عمل کرنے کا پختہ عزم بھی کر لیا۔ میں نے ریڑھی والے کو جیب سے پیسے نکال کر گنے بغیر دے دیے۔ وہ بھی

Marfat.com

خوش ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد صوفی خان فضل الرحمان فیصل آباد آ گئے۔ میاں صاحبؒ کا ڈیرا اکثر و بیشتر انھی کے کوارٹر میں رہتا۔ تقریباً ہر روز 5 '7 آدمی آ جاتے ایک دن میاں حضورؒ نے فرمایا: ''تیرا ٹرانسفر کراچی ہو رہا۔ تو' تو نواب بن کر جائے گا۔'' میں نے پاکستان ٹوبیکو کمپنی میں انٹرویو دیا ہوا تھا۔ جلد ہی بطور ایگزیکٹو پرسنل مینجر میرا تقرر ہو گیا۔ یہاں تنخواہ چار گنا زیادہ تھی۔ سہولیات بے اندازہ تھیں نیز پینشن کی سہولت بھی میسّر تھی۔ میں کراچی واقعی نواب بن کر گیا۔ وہاں مجھے میاں حضورؒ کا ایک خط ملا' دعا نہ سلام' سارا خط فقط ایک ہی جملے پر مشتمل تھا۔

''میاں واحد! بندہ بندگی سے ہے۔''

شاید ہزاروں کتابوں اور سینکڑوں صحبتوں سے بھی مجھے وہ کچھ نہ ملتا جو اس ایک فقرے نے سکھا دیا۔ عمر بھر میاں صاحبؒ کا یہ فقرہ میرے لیے مشعل راہ بن گیا۔

ایک دفعہ قوالی کی محفل برپا تھی۔ میں خوبصورت اچکن (شیروانی) پہنے محفل میں موجود تھا اور اچکن کی جیب سے نوٹ نکال' نکال کر قوالوں پر نچھاور کر رہا تھا۔ رات بھر محفل جاری رہی۔ صبح اپنے اس عمل پر خود مجھے تشویش ہوئی' چنانچہ میں نے میاں حضورؒ کو فون کیا اور پوچھا کہ سرکار! کیا قوالی کی اجازت ہے؟ آپؒ نے فرمایا: ''اُن نوابوں کو جائز ہے جو اچکن سے فٹافٹ نوٹ نکال' نکال کر دیتے ہیں۔''

ایک دفعہ میں ایک ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میاں حضورؒ بھی میرے ساتھ تھے۔ میرے پاس بستر تھا۔ میاں صاحبؒ کے پاس فقط ایک کھیس تھا۔ مجھے نیند آ رہی تھی اور میاں صاحبؒ نیچے کافی دیر سے طویل سجدے میں تھے۔ میں نے اپنے نیچے سے گدا نکال کر میاں صاحبؒ کے اوپر ڈال دیا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ صبح آواز آئی۔ ''میاں واحد! اٹھو صبح ہو گئی۔'' میں نے دیکھا کہ گدا' ایک طرف سیدھا پڑا ہے اور میاں صاحب ابھی تک سجدے میں ہیں اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہے ہیں۔ اللہ اکبر! میاں صاحبؒ نے ساری رات ایک ہی سجدہ میں گزار دی تھی۔

1964ء میں ٹوبیکو کمپنی نے ایک کورس کا برطانیہ میں اہتمام کیا۔ کورس کے اہتمام پر کمپنی نے سیر سپاٹے کا پروگرام بھی بنایا تھا۔ میں نے میاں حضورؒ سے عرض کیا۔ فرمایا: ''اے میاں واحد! یہ لے ٹوپی' یہ لے تسبیح' تیری سیر ہو جائے گی۔'' برطانیہ میں اس کورس کے بعد سیر سپاٹے میں ایک متبادل عمرہ کرنا بھی تھا۔ میں نے اس کا انتخاب کیا۔ مجھے نہ عمرے کا طریقہ آتا تھا نہ طواف کی دعائیں یاد تھیں۔ اور نہ خیالات میں وہ روحانی یکسوئی تھی۔ خوش قسمتی سے جدہ ہی سے ایک آدمی مل گیا' جس نے معلمی کے فرائض ادا کرنے کی ہامی بھر لی۔ اس کے ساتھ مکّہ آیا' وہ دعائیں پڑھتا رہا

Marfat.com

میں پیچھے دہراتا رہا۔ عمرہ مکمل ہوا تو مدینہ منورہ پہنچے۔ دھیان میاں صاحبؒ ہی کی طرف رہا کہ آپؒ نے فرمایا تھا کہ تیری سیر ہو جاوے گی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ مدینہ منورہ گئے تو وہ معلم جو جدہ سے ساتھ تھا یک لخت غائب ہو گیا۔ ایک سپاہی ملا اس نے اشارہ کیا ھذہ روضۃ رسول اللہ ﷺ پھر ایک شُرطہ سامنے آیا' اس نے مجھے بغل میں لیا اور کہا ''قبول'' میں مواجھہ شریف کے سامنے گیا تو الحمدللہ مجھے جیتے جاگتے' ظاہری آنکھوں سے حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد میں نے نماز روزے میں دائمی پابندی کا پروگرام بنایا۔ معاً مجھے میاں حضورؒ کا وہی فقرہ پھر یاد آیا ''سیر ہو جائے گی۔'' اور واقعی سیر ہو گئی۔''

۳۔ حاجی ظفر علی احمد' جھنگ (بجلی والے)

جھنگ کے حاجی ظفر علی احمد نے 2011-07-13 کو ایک انٹرویو میں یہ معلومات فراہم کیں۔ انھی کی زبانی درج ذیل ہیں۔

یہ 1957ء کی بات ہے کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بہت نورانی چہرہ والے ایک بزرگ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ ان کی زلفیں دراز ہیں انھوں نے نیلے رنگ کا قمیض پہنا ہوا ہے اور ڈبیوں والی تہہ بند باندھی ہوئی ہے۔ انھوں نے مجھے فرمایا: ''اے ظفر! تو حج کیوں نہیں کرتا؟'' میں نے عرض کیا ''حضورؒ میری باری نہیں آئی۔'' آپؒ نے خواب ہی میں فرمایا: ''آ میں تجھے حج کرادوں۔'' پھر وہ بزرگ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر سعودی عرب لے گئے اور مکہ مکرمہ میں طواف کرائے' سعی کرائی' منیٰ میں ٹھہرایا' میدانِ عرفات میں لے کر گئے' شیاطین کو میرے ہاتھوں سے کنکر پھنکوائے۔ طوافِ زیارۃ کرایا اور فرمایا: ''لے بے حاجی! تیرا حج ہو لیا لیکن ابھی آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینا باقی ہے۔ یہ فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ شریف میں روضۂ رسول مقبول ﷺ کے سامنے لے جا کر پیش کر دیا۔ میں نے وہاں رو رو کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ میں خواب والے بزرگ کو ڈھونڈنے نکل پڑا۔ بڑے مزارات پر حاضری دی' بڑے عرسوں اور میلوں میں گیا لیکن وہ بزرگ نہ مل سکے۔ ان سے ملنے کی آرزو ہر لحہ بڑھتی ہی چلی گئی میں نے گولڑہ شریف بھی حاضری دی۔ مجھے جو ملتا میں اس سے پوچھتا کہ اس حلیے کے بزرگ کو کہیں دیکھا ہے؟ مجھے کہیں سے ہاں میں جواب نہ ملتا۔ 1958ء میں اللہ نے مجھے سچ مچ حج کی سعادت سے نوازا۔ حج کے دوران وہ بزرگ مجھے جگہ جگہ یاد آئے کیونکہ ہر ایک جگہ پر میں ان کے ساتھ خواب میں پہلے ہی آ چکا تھا لہٰذا میرے لیے کوئی جگہ اجنبی نہیں تھی۔ حج سے واپس آیا تو میری تڑپ اور بڑھ گئی۔ جھنگ میں عبدالرشید نامی ایک ہوٹل والا ہوتا تھا۔ لوگ اسے پیر مچھی شریف کہا کرتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ ان سے عرض کیا کہ مجھے اس حلیے

Marfat.com

کے بزرگ کی تلاش ہے۔ اس نے کہا ارے یہ تو مجذوب ہیں۔ تو یوں کر کہ لالیاں چلا جا۔ وہاں کچھ مجذوب ٹھہرے ہوئے ہیں شاید تجھے ان میں مل جائیں چنانچہ میں لالیاں آ پہنچا۔ وہاں مجھے تین مجذوب ملے۔ ایک مجذوب نے مجھے دیکھا تو کہا آپ کا کام ہو جائے گا۔ میں نے کہا کونسا کام؟ اس نے کہا آپ کا پیر آپ کو مل جائے گا۔ میں وہاں سے لائل پور آیا۔ وہاں سعید ایکسین سے ملاقات کی۔ اس نے میری بات سن کر کہا کہ یہ تو عبدالواحد خان کے پیر ہیں۔ میں نے کہا 'کہاں ہوں گے؟ اس نے بتایا گوجرہ میں ماسٹر تجمل کے پاس۔ اتفاقاً اسی رات میرے سسر محمد عبداللہ قریشی (ایم۔اے قریشی) کا فون آیا کہ پیر صاحب گوجرہ میں ہیں۔ میں صبح فجر کے بعد ہی گوجرہ کو چل پڑا۔ ادھر میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ گوجرہ جا رہا تھا' اُدھر میاں حضورؒ ماسٹر تجمل کو فرما رہے تھے: ''دس بارہ آدمی آ رہے۔ چائے کا انتظام کر لے۔'' جونہی میں کار سے نکلا میں نے دیکھا کہ وہی خواب والے بزرگ تشریف فرما ہیں۔ اس وقت میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو زور سے فرمایا: ''ابے وہ حاجی آ رہا'' میں نے آگے بڑھ کر ہاتھ چومنا چاہا۔ انھوں نے کھینچ کر گلے لگا لیا۔ اور فرمایا: ''ابے! کیوں ملول ہوتا ہے؟ تو اس سال پھر حج پر جائے گا۔'' جب میں واپسی کی اجازت لے کر چلنے لگا تو آپؒ نے فرمایا: ''ابے! مجھے لائل پور نہیں لے کر جائے گا؟'' میں نے عرض کیا حضورؒ اب تو آپؒ کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں کٹے گا۔ تشریف لایئے۔ آپؒ کار میں بیٹھ گئے۔ بینک کے فضل الرحمان خان کو بھی ساتھ لے لیا۔ عتیق کار چلا رہا تھا۔ عتیق میرا برادرِ نسبتی تھا اس نے ایس ای ہو کر وفات پائی۔ لائل پور آیا تو فرمایا: گھنٹہ گھر لے چلو۔ وہاں ون وے کا اصول سختی سے رائج تھا۔ پولیس کھڑی ہوئی تھی۔ آپؒ نے فرمایا: گھنٹہ گھر کے سات چکر لگاؤ۔ عتیق نے چپ چاپ ون وے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے الٹے سات چکر پورے کیے۔ کسی پولیس والے نے ہمیں کچھ نہ پوچھا۔ ہم میاں حضورؒ کے ساتھ عتیق کے واپڈا کے دفتر میں پہنچے۔ میاں حضورؒ نے عتیق سے فرمایا: ''خان فضل الرحمان کو نوکری دو اور کمرہ بھی دو۔ عتیق نے دونوں احکامات پر فوراً عمل کیا۔ خان فضل الرحمان کو ڈسٹرکٹ ہسپتال فیصل آباد کے نزدیک واپڈا کے دفتر میں جو کمرہ الاٹ ہوا' یہ وہی تھا جہاں بعد میں میاں حضورؒ بھی اکثر آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے مجھے فرمایا: ابے ظفرے! تو جھنگ میں گھر بنا لے۔'' میں نے پوچھا سرکارؒ کیسے؟ آپؒ نے فرمایا: ''خزانے میں پندرہ آنے جمع کرا دے۔'' میں نے ایسا ہی کیا۔ مجھے یہاں چار کنال جگہ مل گئی۔ یہ سب میاں حضورؒ کا فیضان تھا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب میں خود بجلی تیار کرتا اور حکومت کو سپلائی کرتا۔ میرے دن ہی بدل گئے۔ میاں حضورؒ کی غلامی مجھے کہیں سے کہیں لے گئی۔ یہ سب کچھ صرف چند مہینوں میں ہو گیا۔ ٹھیک نو ماہ بعد اللہ نے مجھے دوبارہ حج پر بلایا۔ آپؒ کا یہ فرمان بھی پورا ہوا۔ میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور بیمار رہتا ہوں لیکن میاں حضورؒ کی محبت میرے دل میں جوان ہوتی جاتی ہے۔ پچھلے ہی برس 2010ء میں آپؒ میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''ابے ظفر فکر نہ کر' اللہ کا

Marfat.com

فضل ہے تمھارے پر۔'' اور واقعی مجھ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔

۴۔ میاں اعجاز احمد (صدر مجلس آستانہ عالیہ، سرگودھا شریف)

میں 1991ء میں حج پر گیا ہوا تھا۔ میرے پیچھے میری بیٹی عنبرین کی لات پر تانگے کا پہیہ گزر گیا۔ اللہ کا شکر ہے اس کی ٹانگ اور زندگی بچ گئی۔ میاں حضورؒ سے ملاقات ہوئی تو آپؒ نے فرمایا: ''اے اعجاز! میں پہنچ گیا تھا۔ بیٹی بچ گئی۔'' سبحان اللہ آپؒ کو اپنے بچوں کے بچوں کا بھی کتنا خیال رہتا تھا۔

داتا حضورؒ کی نئی مسجد کی تعمیر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ میری دکان سونے کے گیٹ کے پاس تھی۔ قریب ہی ایک گراؤنڈ میں قوالی کی محفل ہوا کرتی تھی۔ انھی دنوں کی بات ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں میرے پاس ایک شعبدہ باز جادوگر آنے لگا جو میرا بہت زیادہ خرچ کرانے لگا۔ کبھی چالیس کبھی پچاس آدمیوں کو ساتھ لے آتا اور مجھ سے کہہ کر انھیں کھانا کھلاتا۔ وہ اپنے کالے علم کے زور پر مجھ پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ آئے دن میرا کوئی نہ کوئی نقصان ہوتا رہتا۔ میں اس کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔ آخر میں نے سوچا کہ سرگودھا جاؤں اور حضرت میاں صاحبؒ سے گزارش کر کے اس کالے علم والے سے جان چھڑاؤں۔ جب میں آستانے میں حاضر ہوا تو میاں حضورؒ نے اپنے سرِ اقدس سے ٹوپی اتار کر دکھائی۔ آپؒ کے سر مبارک پر چوٹ لگی ہوئی تھی اور زخم کا نشان بھی ظاہر تھا۔ آپؒ نے فرمایا: ''اے اعجاز! دیکھ تیرے کالے علم والے جادوگر سے لڑائی ہوئی۔ میرے سر پر زخم آیا۔ اے! قلندر صاحب کی ٹانگ کو بھی چوٹ آئی۔ اب سب ٹھیک ہو لیا۔'' میاں حضورؒ نے سارا معاملہ ہی حل کر دیا تھا۔ جب میں واپس گیا تو الحمد للہ اس جادوگر سے میری جان چھوٹ چکی تھی۔ پھر وہ میرے راستے میں کبھی نہ آیا۔

۵۔ عبدالظاہر خان عرف حافظ جی ظہیرؒ، سرگودھا

میاں حضورؒ نے ہمیشہ مجھے عبدالظاہر کے بجائے حافظ ظہیر کہہ کر بلایا۔ کبھی صرف ظہیر بھی فرما دیتے۔ کبھی کبھی اے او پٹھان! فرما کر بلاتے۔ کبھی سعید بھی کہہ دیتے۔ کبھی صرف حافظ ہی کہہ دیتے۔ میں 1960ء سے 1963ء تک آستانے سے غائب رہا۔ مختلف شہروں میں پھرتا پھراتا رہا۔ گجرات میں بھی رہا۔ 1964ء میں دوبارہ آستانے میں آ گیا۔ تب سے اب (ستمبر 2014ء) تک سرگودھا آستانہ ہی سے وابستہ ہوں۔

ایک بار جبکہ گوجرہ کے ماسٹر حاجی طفیل اور آستانہ کے محمد شفیع جیون بھی موجود تھے، میاں حضورؒ نے مجھے دیکھا کہ حافظ جی شفیق کو قرآنِ مجید سنا رہا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا: ''او ظہیر! غم کیوں کرتا ہے؟ تجھے امام بنا دیا، تو بادشاہ ہے۔''

ایک بار میں نے میاں حضورؒ سے کسی کو دم کرنے کے لیے کوئی وظیفہ مانگا۔ آپؒ نے فرمایا کہ دس مرتبہ قل ھو اللہ شریف

Marfat.com

پڑھ لیا کر۔ایک بار اپنے لیے کوئی وظیفہ طلب کیا تو فرمایا: ''ہر نماز کے بعد ایک بار پہلا کلمہ پڑھ لیا کر۔'' ایک دفعہ فرمان ہوا کہ دم کرتے وقت سورہ تکاثر پڑھ لے۔ایک بار ارشاد فرمایا: ''کوئی سی بھی سورت پڑھ کر دم کر دیا کر۔

میاں حضورؒ نے مجھے ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھایا۔میاں حضورؒ مجھے نماز پڑھانے اور قرآن مجید پڑھانے کی تلقین کرتے۔ یک دفعہ مجھے دلی بے چینی ہوگئی۔ مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ میں کسی کا مرید ہوں بھی کہ نہیں کیونکہ میں نے ظاہری طور پر کسی کی بیعت نہیں کی تھی۔ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ ہمارا حصہ میاں حضورؒ کے پاس ہے یا ہمیں کسی دوسرے بزرگ کی بیعت کر لینی چاہیے۔ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ میاں حضورؒ میرے پاس تشریف لائے اور میرا بازو پکڑ کر فرمایا: ''اے حافظ جی ظہیر! تیرا حصہ یہاں ہی ہے۔'' پھر مجھے سکونِ کامل حاصل ہوگیا۔ پھر نہ یہ خیال مجھے دوبارہ آیا اور نہ میں اس حوالے سے کبھی پریشان ہوا۔''

1980ء میں چار پانچ ڈاکو رات کے وقت آئے ان کے پاس اسلحہ تھا۔ہم تین چار آدمی کمرے میں تھے۔ میاں حضورؒ سدری میں تھے۔گوجرہ کے حاجی ظفر علی احسن بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ رات کو تہجد کی نماز کے لیے نکلے۔تب ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہو رہی تھی۔حاجی ظفر علی احسن برآمدے میں پہنچے تو چار ڈاکوؤں نے انھیں دبوچ لیا اور غسل خانے کی طرف لے گئے۔ان کے ہاتھ پیچھے باندھ کر کہا اندر آواز دے کر کمرہ کھلواؤ۔انھوں نے مجبوراً خالد خان صاحب کو آواز دی۔دروازہ کھل گیا۔پھر کیا تھا سب گھتم گتھا ہوگئے۔میاں صاحبؒ اٹھے تو انھوں نے بجلی کا بلب جلا دیا جسے ایک ڈاکو نے رائفل کا بٹ مار کر بجھا دیا۔پھر وہ کوئی نقصان کیے بغیر چلے گئے۔ یہ میاں صاحبؒ کی کرامت تھی کہ کوئی جانی یا مالی نقصان نہ ہوا۔''

حافظ ظہیر نے بتایا کہ ایک دفعہ ماسٹر ملک محمد فاروق کے روبرو میاں حضورؒ نے فرمایا: ''حافظ ظہیر یہاں اور وہاں میرے وزیر اعظم ہیں۔''

شہادت سے ایک دن پہلے جمعہ کا دن تھا میں گھر سے دن کے گیارہ بجے آیا۔ مجھے دیکھ کر آپؒ نے فرمایا: ''اے ظہیر! صفر بہت سخت مہینہ ہے' آج میں سب کچھ ڈھا دیتا لیکن نہیں ڈھایا۔'' جس جگہ میاں حضورؒ کی قبر تیار ہوئی شہادت سے دو دن پہلے یہاں لگے ہوئے کنیر اور دوسرے پھولدار پودے آپؒ نے اکھڑوا دیے اور خود اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کو برابر کر کے وہاں کی صفائی کرا دی۔

ایک دفعہ میاں صاحبؒ کے پاس پانچ لاکھ کے قریب رقم ایک چادر میں بندھی ہوئی تھی۔ آپؒ نہا کر نکلے تو وہ چادر لا کر مسجد کے صحن میں رکھ دی۔ادھر قبرستان کے احاطہ کے گیٹ کے پاس ایک نوجوان کھڑا سب تاڑ رہا تھا۔وہ

Marfat.com

لپک کر مسجد میں آیا اور گٹھڑی اٹھا کر قبرستان والی دیوار پھاند گیا۔ ساری گٹھڑی اس کے پاس تھی صرف اس کا ایک پلو دیوار پر تھا۔ میاں حضورؒ نے اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں اس پر رکھ دیں۔ وہ چور نوجوان پوری طاقت سے اس پلو کو چھڑانے کے لیے گٹھڑی اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اس نے پورا زور لگا لیا لیکن میاں حضورؒ کی دو انگلیوں کے نیچے دبی ہوئی چادر کا پلو نہ چھڑا سکا۔ اتنے میں میں نے دوڑ کر قبرستان کے گیٹ کا دروازہ کھولا تو وہ بھاگ گیا۔ یہ میاں حضورؒ کی دو انگلیوں کی کرامت تھی۔

میرے سامنے مالی پریشانیوں سے مجبور بہت سے لوگوں نے اپنا ذاتی گھر بیچنے کی اجازت چاہی۔ لیکن آپؒ نے کبھی کسی ایک کو بھی اجازت نہ دی۔ یہی فرماتے: ''اے کام ہو جائے گا' بیچیو نہ۔'' اگر کوئی نذر پیش کرتا تو فرماتے: ''یہ مسجد ہے' یہاں جتنا خرچ کرو گے' اتنا ہی زیادہ ملے گا۔''

میاں حضورؒ کے آستانے میں ہائی رینک کے بڑے بڑے افسر آتے۔ اس وقت آپؒ اپنے خادموں کی عزت و تکریم کا بہت خیال رکھتے۔ کبھی کسی افسر کو فرماتے کہ آستانے کے فلاں خادم کے پاؤں دبا اور اس خادم سے فرماتے بیچارہ سائل ہے اس کے لیے دعا کر دے۔

میاں حضورؒ کے ایک عقیدت مند ایس ایم شریف خان تھے۔ لوگ انھیں شریف پٹرول پمپ والا کہتے۔ میاں حضورؒ اسے کبھی دو لاکھ کبھی پانچ لاکھ رقم دیتے رہتے اور وہ میاں حضورؒ کے جمع شدہ لاکھوں روپوں میں سے ہر اس آدمی کو میاں حضورؒ کی طرف سے چٹ کی اجازت ملنے پر چٹ پر لکھی رقم ادا کر دیتے۔ یہ سلسلہ پونے تین سال تک جاری رہا۔ پھر شریف صاحب فوت ہو گئے۔ یہ میاں صاحبؒ کی سخاوت کا ایک انداز تھا۔

میاں حضورؒ کے ساتھ ان کی قلبی وابستگی اور خلوص و محبت کا یہ عالم ہے کہ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد جب آستانے کے کچھ خادم پولیس کی پکڑ دھکڑ اور تھانہ کچہری کے معاملات سے خائف ہو کر روپوش ہو گئے تھے' اُس وقت حافظ جی ظہیر کوہ ہمالیہ کی طرح اپنے قدموں پر کھڑے رہے۔ انھوں نے میاں حضورؒ کی ایف آئی آر اپنی مدعیت میں خود درج کرائی۔ میاں حضورؒ کے قاتل کے خلاف خود مقدمہ لڑا۔ تھانہ کچہری کے ہر' ہر مرحلے پر ثابت قدم رہے۔ اگرچہ انھیں سخت دباؤ کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ اسے خاطر میں نہ لائے اور سرگودھا نیز لاہور کی عدالتوں میں اپنے مرشد کی محبت کا حق ادا کرتے رہے۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ تک میاں حضورؒ کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔ ہر پیر بھائی ان کی خدمات کو دل سے سراہتا اور ان کا بے حد احترام کرتا ہے۔

Marfat.com

۶۔ حکیم شبیر احمد نور پوری، گوجرہ

میں بڑی دیر سے کسی مُرشد کامل اور زمانے کی برگزیدہ ہستی سے ملاقات کا متلاشی تھا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ اس نیت سے جو باقاعدگی سے پانچ جمعراتیں حضرت سلطان العارفین باھوؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری دے گا' اسے مُرشدِ کامل مل جائے گا۔ میں نے بھی ہر جمعرات حضرت سلطان باھوؒ کے آستانے پر حاضری دینا شروع کر دی۔ جب پانچویں حاضری تھی تو وہاں میری ملاقات گوجرہ کے رہائشی صوفی اشفاق اللہ مجددی سے ہوئی جو کہ پینسرہ روڈ پر مدرسہ جامعہ سراجیہ کے مہتمم اور اللہ لوک ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ سرگودھا میں ایک بہت بڑی ہستی ہیں جو ایک نگاہ دیکھ کر ہی دلوں کے بھید تک بتا دیتے ہیں۔ ان کی زیارت کا دل میں اس قدر شوق پیدا ہوا کہ میں نے وہیں سے اشفاق اللہ واجد مجددی صاحب کے ساتھ سرگودھا جانے کا فیصلہ کر لیا۔

جب ہم آپؒ کے آستانے پر پہنچے تو شام کا وقت تھا اور مغرب کی جماعت ہونے والی تھی۔ جب ہم گیٹ پر پہنچے تو ایک بزرگ ہستی کمرے کی چھت کے اوپر بیٹھی تھی۔ انھوں نے ہمیں دیکھتے ہی بلند آواز سے فرمایا: ''ابے! چور ڈاکو آ گئے۔'' پھر ہمیں فرمایا کہ جلدی سے وضو کر کے نماز میں شامل ہو جاؤ۔ ہم دونوں نے وضو کیا اور نمازِ مغرب ادا کی۔ نماز کے بعد میاں حضورؒ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ آپؒ نے ہماری بڑی خدمت کی۔ نہایت محبت سے کھانا کھلایا اور مسجد میں سونے کے لیے کہا۔ صبح نمازِ فجر کے بعد قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کا حکم ہوا۔ تلاوت جاری تھی کہ ناشتہ آ گیا۔ پر تکلف ناشتے کے بعد مسجد ہی میں کچھ لوگ آپؒ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ میں میاں حضورؒ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپؒ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا: ''ابے! عبدالرحمن کا بیٹا آیا ہے۔ ابے! وہ وقت کا ولی تھا۔ وہ حکیم تھا۔'' پھر آپؒ نے چہرہ مبارک میری طرف کیا اور فرمایا کہ ابے! یہ بھی حکیم ہے۔ اتنا کچھ سننا تھا کہ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی اور میرے دل نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے جس ہستی کی تلاش تھی وہ مل گئی ہے۔ یہ تھی میری پہلی ملاقات کی روداد۔ گوجرہ واپس آیا تو دل میں دوبارہ آپؒ کے پاس جانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ میں پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ یوں ملاقاتوں کا یہ سلسلہ چل نکلا۔

گوجرہ میں پروفیسر حاجی ظفر علی احسن میاں صاحبؒ کے دیوانے اور بہت چہیتے مرید تھے۔ ان کے ساتھ تقریباً ہر ہفتہ میاں صاحبؒ کے آستانے پر حاضری دیتا رہا۔ ہر مرتبہ میاں حضورؒ نے کمال توجہ اور شفقت سے نوازا۔ میں نے ہر مرتبہ دیکھا کہ میاں صاحبؒ کے آستانے پر بہت سی مست ملنگ' مجذوب ہستیاں ہر وقت موجود رہتیں۔ مسجد میں حافظ محمد شفیق نابینا نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حافظ ظہیر احمد خان بھی یہیں تھے۔ میاں حضورؒ اُن پر بہت ہی

Marfat.com

مہربان تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ انھیں قرآن مجید حفظ کرایا۔ ان کی شادی کرائی۔ اور انھیں اپنی مسجد میں رکھا تاکہ وہ محلے کے بچوں کو قرآنِ مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم دیا کریں۔ آنے والے زائرین سے حکماً حافظ ظہیر کی خدمت بھی کرایا کرتے تھے۔ فرماتے: ''اب! حافظ ظہیر کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کو سو روپے دے دو۔ اللہ راضی ہو جائے گا۔'' آستانے کے خادمین کی فہرست بہت طویل ہے لیکن محمد شفیع جیون اور حافظ ظہیر احمد خان نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

میاں حضورؒ نے اپنی زندگی دین اسلام کی تعلیمات اور حضور پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بسر کی۔ میاں صاحبؒ سے ملاقات کرنے والا نا صرف آپؒ کا انتہائی عقیدت مند بن جاتا بلکہ اس کا دین ایمان پر اعتقاد بھی بڑھ جاتا۔ میاں حضورؒ ہر آنے والے کو نماز' تلاوت' سخاوت اور سادگی و عاجزی کی تعلیم دیتے۔ اس احقر کی نظر میں میاں صاحبؒ کی کرامات ان گنت ہیں۔ ایک دفعہ میں حاضرِ خدمت تھا۔ نمازِ جمعہ کی جماعت کھڑی ہوگئی تھی۔ میرے ساتھ ایک ضعیف آدمی کھڑا تھا۔ میاں صاحبؒ نے پیچھے سے آواز دی: ''اب او حکیم! اس بڈھے کو کہہ دے کہ وضو دوبارہ کرلے۔'' اس نے کہا کیا ہُوا ہے۔ جب رکوع میں گئے تو میری نظر اس کے پاؤں پر پڑی جو ایڑی سے سارا خشک تھا۔ مجھے یوں لگا کہ دراصل میاں صاحبؒ نے مجھے وضو اچھی طرح کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس کے بعد میں وضو کے معاملے میں بہت محتاط ہو گیا۔

ایک بار آستانہ عالیہ پر حاضر تھا۔ پتہ چلا کہ سرگودھا کے رہائشی مولانا عبدالعزیز رائے پوری جو کہ بہت بڑے ولی کامل تھے' وفات پا چکے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ سرگودھا میں بھی پڑھی گئی۔ میاں حضورؒ نے حکم دیا کہ آستانے میں موجود تمام لوگ ان کے جنازے میں شرکت کریں۔ بعد میں ان کا جسد خاکی ہوائی جہاز کے ذریعے رائے پور' انڈیا لے جایا گیا۔

صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی گوجرہ کے درویش ہیں' جنھوں نے میاں حضورؒ پر کتاب ''قلندرِ زماں'' تحریر کی ہے۔ جب بھی اپنے پیر و مُرشد مولانا خان محمد' کندیاں شریف سے ملنے جاتے' واپسی پر سرگودھا ضرور آتے۔ میاں حضورؒ ان سے خصوصی محبت رکھتے۔ اکثر صوفی اشفاق صاحب کو فرماتے: ''اب! تیرا پیر ولی کامل ہے۔ اس کو میرا بھی سلام کہیو۔''

آستانے میں وہ وقت بھی آیا جب میاں صاحبؒ کے ایک مرید' مجذوب پیر عادل شاہؒ نے ایک موٹا سا ڈنڈا پکڑ لیا۔ ان کا مزاج پہلے ہی بہت جلالی تھا۔ انھیں دیکھ کر لگا کہ جیسے میاں صاحبؒ نے ڈنڈا فورس رکھ لی ہو۔ وہ اپنی تربیت

Marfat.com

مکمل کر کے سیلانی ہو گئے تھے۔ آخر کار جھنگ جا بسے۔ ایک دفعہ میں' میرا بیٹا حکیم رضوان' الحاج ڈاکٹر افضال احمد انور اور سیالکوٹ کے الحاج طفیل بٹ صاحب پیر عادل شاہ صاحبؒ سے ملنے جھنگ گئے۔ جہاں انھوں نے ہمیں گرفتار کر لیا۔(جھنگ میں پیش آنے والے اس واقعہ کی تفصیل ''میاں حضورؒ کا آستانہ یا مجذوبوں کی یونیورسٹی'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پروفیسر افضال احمد انور)

ایک دفعہ میرا بیٹا حکیم محمد رضوان' پیر عادل شاہؒ سے ملنے جھنگ گیا۔ وہ رضوان سے ہمیشہ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ رضوان نے کہا: ''سرکار! گوجرہ سے پیر علوی صاحب سرکار نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔'' پیر عادل شاہ صاحب سرکارؒ نے فرمایا: ''چل اوکا کا چپ کر جا۔ وہ تو گوجرے کا ناظم ہے۔ بہت بڑی شے ہے۔'' پھر رضوان نے کہا کہ پیر جی یہ گاڑی میرے والد کی ہے۔ پرانی ہو گئی ہے۔نئی لے دیں۔ چونکہ یہ گاڑی حضرت میاں صاحبؒ کی دعا سے والد صاحب کو ملی تھی۔ لہٰذا پیر عادل شاہ صاحبؒ نے جلال میں فرمایا: ''چل اوکا کا یہ معاملہ تیرا اور تیرے نانا میاں حضورؒ کا ہے۔''

میں جب بھی آستانہ میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا تو میاں حضورؒ کمال شفقت سے مجھے برآمدہ میں چارپائی پر سونے کا حکم دیتے۔ جب دوستوں کے ہمراہ آستانہ پر جاتا تو ہم سب کو مسجد میں سونے کا حکم دیتے۔ ہم مسجد میں لیٹ جاتے تو جیون سے فرماتے کہ اے! حکیم جی کو بلائیو۔ میں حاضر ہوتا تو فرماتے کہ چل بے کھاٹ پر لیٹ جا اور خود زمین پر ایک رضائی بچھا کر اور دوسری اوڑھ کر سو جاتے۔ میں ادب سے ان کی طرف پیٹھ نہ کرتا اور ان کی طرف منہ کر کے درودِ پاک پڑھتا رہتا۔ مجھ پر خوشی اور خوف کی ملی جلی کیفیت طاری رہتی۔ میاں حضورؒ کی شفقتوں پر خوشی ہوتی لیکن بے ادبی ہو جانے کا خوف بھی طاری رہتا۔ بہر حال میاں حضورؒ ہمیشہ' مجھ سے ماؤں جیسے پیار اور باپ جیسی شفقت سے پیش آئے۔

ایک بار سردیوں کا سخت موسم تھا' میں آستانے میں کھاٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ برآمدے میں لیٹنے والوں کا رش تھا۔ درودِ پاک پڑھتے پڑھتے میں جاگ رہا تھا۔ کبھی کبھی آنکھ بھی لگ جاتی۔ تقریباً 2 بجے رات مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی لیکن میں نے سوچا کہ تہجد کے وقت اٹھ کر کر لوں گا۔ خیال تھا کہ لوگ اور میاں حضورؒ لیٹے ہوئے ہیں کہیں ان کے آرام میں خلل نہ آئے۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''اے حکیم جی! غسل خانے سے ہو آئیو۔ میں اٹھا' اور پیشاب کرنے کے بعد وضو کر کے دوبارہ میاں حضورؒ کی طرف منہ کر کے لیٹ گیا۔ ایک دن مسجد میں لیٹے ہوئے میاں صاحبؒ نے فرمایا: ''اے حکیم جی! تو کمشنر ہے۔'' (اس کا مطلب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔) دو ماہ بعد پھر

Marfat.com

اسی طرح مسجد میں ارشاد فرمایا: ''ابے! تو کمشنر ہے۔'' تین چار ماہ بعد جبکہ مسجد میں کافی پیر بھائی موجود تھے میاں صاحبؒ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''ابے او حکیم! تو کمشنر ہے۔'' میں نے از روئے محبت عرض کیا کہ سرکار گوجرہ کا بنا دیں۔ جلال میں فرمانے لگے: ''چل بے! سرگودھا کا ہی ٹھیک ہے۔'' آپؒ کی شہادت کے آٹھ دن پہلے میں مُرشد کامل کے ہاں حاضر ہوا۔ میاں حضورؒ کے چہرے پر دو تین چھوٹی چھوٹی پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میاں صاحبؒ کے ہاتھ میں مرہم تھی۔ انھوں نے مجھے مرہم پکڑا کر کہا کہ پھنسیوں پر مرہم لگا لے۔ پھر فرمایا: ''جب یہ پھنسیاں ٹھیک ہو جائیں گی تو ہم چل دیں گے۔ میں اس بات کو بھی میاں صاحبؒ کا کوئی معاملہ ہی سمجھا۔ آٹھ یوم بعد صبح صبح سرگودھا سے ٹیلی فون پر اطلاع ملی کہ میاں حضورؒ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ہم نے دکانیں بند کیں' مساجد میں اعلانات کروائے' ایک بس اور کچھ ویگنوں میں ہم روتے ہوئے سرگودھا پہنچے۔ مجھے زندگی میں میاں حضورؒ کی رحلت سے بڑا صدمہ نہیں پہنچا۔ میاں حضورؒ شہید ہیں اور زندہ ہیں۔ ان کی زندگی کا یہ کتنا بڑا ثبوت ہے کہ وہ اپنے آستانے کا نظام خود ہی چلا رہے ہیں اور اِن شاء اللہ قیامت تک چلاتے رہیں گے۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میاں حضورؒ فرما رہے ہیں: ''ابے او حکیم! حقّے کا پانی دیر کا ہو لیا' اس کو تبدیل کر دے۔'' اس وقت ہمارے آستانے کی انجمن کے سرپرست اعلٰی جناب سہیل ضیاء مرحوم تھے۔ جب میں کچھ پیر بھائیوں کے ساتھ ان سے ملا تو انھوں نے بھی اپنا ایک خواب سنایا جسے سن کر ہم حیران رہ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ آج رات ہی میں نے خواب دیکھا ہے۔ میاں حضورؒ مجھے فرما رہے تھے کہ ابے او سہیل! اپنا سرپرستی والا عہدہ چھوڑ دے۔ میں نے مُرشدِ کامل کی ہدایت پر آمین! کہا۔ چنانچہ پیر بھائیوں سے مشاورت کے بعد بذریعہ انتخابِ اراکین شورٰی' انجمن آستانہ عالیہ کے عہدیداران میں کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ ہماری انجمن آستانہ کے مسودہ' منشور کی تحریر اور تیاری کا شرف پروفیسر الحاج اِفضال احمد انور کو حاصل ہوا۔ وہی ہماری شورٰی و عاملہ کے اولین جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ ان کے بعد جان محمد چودھری ایڈووکیٹ جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔ دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے گدی نشین محترم الحاج میاں اعجاز احمد صاحب شورٰی و عاملہ کے صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت سے لے کر اب تک میں نے بطور سینئر نائب صدر انجمن ہذا' اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مُرشدِ کریم نے جو اپنی ظاہری حیات میں مجھے سرگودھا کا کمشنر فرمایا تھا اس کا یہی مطلب تھا کہ مجھے بطور نائب صدر اپنی خدمات یہاں پیش کرنا تھیں۔

'معروف عالمِ دین حضرت مولانا صوفی غلام حسینؒ کے ایک شاگرد میرے قریبی دوست مولانا صوفی حاجی محمد اسحاق گوجروی' خطیب اعظم بٹالہ کالونی' فیصل آباد نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ ان کے پیر و مرشد حضرت

Marfat.com

جماعت علی شاہ لاثانی سرکارؒ (علی پور سیداں شریف والے) ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ صوفی غلام حسین صاحبؒ اور ان کے والدِ محترم صوفی محمد دین صاحبؒ بھی موجود ہیں۔ حضرت میاں عبدالرشیدؒ بھی تشریف فرما ہیں۔ حکیم شبیر صاحب اور ان کے بہت سے پیر بھائی بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر میاں عبدالرشیدؒ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ انھوں نے فرمایا: ''ابے صوفی! میرے ہاں آنا ہے تو حکیم شبیر احمد نور پوری کو ساتھ لائیو۔'' اس خواب کے بعد وہ جب بھی سرگودھا میں حاضرِ آستانہ ہوئے وہ مجھے ساتھ لے کر گئے۔

میاں حضورؒ دن بھر سخت مشقت کے کام کرتے' جیسا کہ مسجد کو دھونا' لنگر کا انتظام' مہمانوں کا بندوبست ....وغیرہ غیرہ۔ میں نے ایک بار سوچا کہ میاں حضورؒ تھک جاتے ہوں گے۔ لہٰذا میں اعصابی تقویت کے لیے کوئی دوا بنا کر ان کی خدمت میں پیش کروں۔ میں نے اپنی دانست میں اپنے دماغ کا عرق نچوڑ کر نسخہ تجویز کیا۔ دوا بنائی اور لے کر آستانے میں حاضر ہو گیا اور میاں حضورؒ کی بارگاہ میں دوا پیش کی۔ اس وقت میاں حضورؒ کے پاس ایک بزرگ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ میاں صاحبؒ نے مجھ سے دوا پکڑی اور اس ضعیف آدمی کو پکڑا دی اور فرمایا: ''ایک گولی دودھ کے ساتھ لے لیا کر۔'' پھر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''ابے حکیم! ٹھیک ہے! مجھے ان دواؤں کی ضرورت نہیں۔'' واقعی وہ خود حکیموں کے حکیم تھے' انھیں اس ظاہری دوا کی ضرورت بھی کیا تھی؟

۷۔ جان محمد چودھری' ایڈووکیٹ' لاہور

لیاقت علی قریشی ایڈووکیٹ میرے دوست ہیں۔ مَیں آغاز میں انھی کی زبانی میاں صاحبؒ کا بہت ذکر سنا کرتا تھا۔ میاں حضورؒ کی بابت بیان کی گئی باتوں میں اتنی کشش تھی کہ میں نے میاں صاحبؒ سے ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ پہلی مرتبہ 1987ء میں حاضری ہوئی۔ اس ملاقات میں میرے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ میں نے ہر ہفتے بعد آنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات کے دو بجے ہی میرے دل میں میاں حضورؒ سے ملنے کا شدید شوق پیدا ہوا۔ گھر والوں نے کہا کہ دن تو چڑھ لینے دیں' پھر چلے جانا لیکن میں اپنے فیصلے پر بضد رہا اور سفر پر نکل پڑا۔ سرگودھا آستانے میں حاضر ہوا تو آپؒ نے پوچھا: ''ابے کتنے بجے چلے؟'' میں نے عرض کیا کہ سرکار شب دو بجے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا: ''ابے اتنی جلدی!'' صاف ظاہر تھا کہ میاں صاحبؒ کو میرے گھر سے چلنے اور اہلِ خانہ سے میری تکرار کا سب علم تھا۔ اسی ملاقات میں قریب بیٹھے ہوئے حافظ ظہیر صاحب نے کہا کہ مہینے بعد آ جایا کرو۔ جب بھی آستانے میں حاضری ہوتی تو سرکارؒ فرماتے: ''کیا لائے ہو؟'' میں حسبِ استطاعت نذر پیش کر دیتا۔ پھر سرکارؒ فرماتے کہ ''حافظ ظہیر کو بھی 100 روپیہ دو'' میں حسب الحکم ان کی خدمت بھی کر دیتا۔ مجھے بھی کوئی بات عرض کرنا ہوتی تو حافظ ظہیر ہی کو ذریعہ بناتا۔

Marfat.com

ایک دفعہ میں حاضرِ خدمت تھا کہ میاں حضورؒ نے مجھے پانچ سو (یا ایک ہزار) تام چینی کی پلیٹیں لانے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! ٹھیک ہے۔ اگلی دفعہ میں حکم کی گئی تعداد میں پلیٹیں لے کر آیا تو میاں حضورؒ آستانے کے گیٹ پر موجود تھے۔ پلیٹوں کا بنڈل ایک سرے سے میاں صاحبؒ نے اور دوسرے سرے سے میں نے پکڑا اور بسدری تک پلیٹیں پہنچائیں۔ سرکارؒ نے چائے پانی سے تواضع کے بعد حکم دیا: ''اب آئیو تو دو ہزار پلیٹیں ساتھ لائیو۔'' پھر فرمایا: ''چار ہزار پلیٹیں ساتھ لائیو'' پھر فرمایا: ''آٹھ ہزار'' پھر فرمایا: ''دس ہزار'' پھر فرمایا: ''بیس ہزار'' پھر فرمایا: ''اب چالیس ہزار پلیٹیں لے کر آئیو'' الحمدللہ میں جب بھی حاضر ہوتا ہوں پلیٹیں ساتھ لاتا ہوں۔ میری کوشش اور دعا ہے کہ حکم کی گئی تعداد پوری ہو جائے۔

انجمن آستانہ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی موجودہ مجلسِ شوریٰ و عاملہ کا متفقہ جنرل سیکرٹری منتخب ہونے کی سعادت بھی مجھے حاصل ہے۔ میاں حضورؒ کی دعاؤں سے میں لاہور ٹیکس بار ایسوسی ایشن کا پہلے جنرل سیکرٹری پھر وائس پریزیڈنٹ نیز آل پاکستان ٹیکس بار ایسوسی ایشن کا دو برس تک وائس پریزیڈنٹ منتخب ہوا۔ واضح رہے کہ میں نے ایل ایل بی کا امتحان بھی میاں حضورؒ کی دعاؤں سے پاس کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ یوں میں مرشدِ کریم حضرت میاں صاحبؒ کی محبتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں۔

۸۔ پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی، گوجرہ

الحمدللہ مجھے پچاس برس تک میاں حضورؒ کے فیوض و برکات حاصل کرتے رہنے کا شرف ملا ہے، لیکن میری زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ درج ذیل ہے۔

میں نے 1965ء میں گوالمنڈی، لاہور کے ایک سکول سے اپنے ٹیچنگ کیریئر کا آغاز کیا۔ 1976ء میں جب میں گورنمنٹ ایم بی ہائی سکول، گوجرہ میں بطور سینئر ٹیچر کام کر رہا تھا، میرا (Statistics.M.Sc) کرنے کا ارادہ ہوا۔ یونیورسٹی قواعد کے مطابق میری عمر زیادہ تھی یعنی میں Overage ہو چکا تھا۔ اور B.Sc کیے ہوئے بھی کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ میں نے شماریات کا مضمون پہلے کسی کلاس میں نہیں پڑھا تھا، لہٰذا ایم ایس سی میں داخلہ بے حد مشکل تھا۔ حضرت میاں صاحبؒ کی دعا برکت سے وائس چانسلر کی خصوصی سیٹ پر مجھے بہاولپور یونیورسٹی میں ایم ایس سی شماریات میں داخلہ مل گیا، حالانکہ میں اس مضمون کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ وقت آیا جب میں نے اس مضمون میں خاصی مہارت حاصل کر لی۔ میرے اساتذہ میری پراگریس سے بہت مطمئن تھے۔ انھوں نے بہاولپور یونیورسٹی میں اس مضمون میں لیکچرر کی ایک سیٹ پر میرے تقرر کے انتظامات بھی کر

Marfat.com

لیے تھے' شرط صرف یہ تھی کہ میری ایم ایس سی میں فرسٹ ڈویژن ہو۔ میرے اساتذہ مجھ سے گولڈ میڈل کی توقع لگائے ہوئے تھے۔ میں میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں خیال تھا کہ آپ سے عرض کروں گا کہ میری فرسٹ ڈویژن آ جائے۔ باباجی مسجد میں تشریف فرما تھے۔

جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو حکم دیا: ''اوئے! آگے ہو کے بیٹھ' سیکنڈ کلاس میں۔'' مجھے یقین ہو گیا کہ میری فرسٹ ڈویژن نہیں آئے گی۔ اس احساس سے جیسے میری جان ہی نکل گئی ہو۔ یونیورسٹی سے متعلق دیکھے گئے سارے ہی خواب چکنا چور ہو گئے۔ 1978ء میں جب ایم ایس سی کا رزلٹ نکلا تو میں واقعی سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوا تھا۔ ساری دنیا حیران تھی لیکن میں اس لیے حیران نہیں تھا کہ مجھے تو باباجیؒ نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ دوسرے کالجوں میں تقرر کے لیے درخواستوں کا سلسلہ شروع ہوا تو میں زیادہ عمر والا (overage) ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتا رہا۔ زیادہ عمر کا مسئلہ صرف گورنر حل کر سکتا تھا۔ یہ مارشل لاء کا دور تھا۔ اور بے حد سختی ہونے کی وجہ سے میری age relaxation نہ ہو سکی۔ اس سلسلے میں جب بھی میں آپؒ کے پاس حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: ''اوئے! وہیں ٹھیک ہے۔'' اس طرح چھ برس کا طویل عرصہ گزر گیا۔ 1984ء میں میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں پھر حاضر ہوا۔ باباجی کمرے میں ایک الماری کے قریب کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی جلال میں آ گئے' اور ایک تھپڑ رسید کرتے ہوئے فرمایا: ''اوئے! ساری دنیا ترقی کر گئی' تو وہیں کا وہیں بیٹھا ہے۔'' پھر فرمایا جا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے اس سال بھی معمول کی طرح age relaxation کے لیے گورنر صاحب کو درخواست بھجوائی۔ باباجی کا تھپڑ کھانے کا یہ فائدہ ہوا کہ مجھ جیسے لاکھوں لوگوں کو age relaxation مل گئی۔ گورنر صاحب نے قانون میں تبدیلی کر کے Notification جاری کر دیا کہ جو لوگ پہلے ہی ملازمت میں ہیں ان کی ملازمت کا عرصہ عمر کی حد سے نکال دیا جائے۔ اس طرح میں ہمیشہ کے لیے 22 سال کا جوان بن گیا۔ (یہ قانون آج تک رائج ہے۔) ڈائریکٹر کالجز' فیصل آباد کے دفتر میں لیکچرر کی سیٹ کے لیے انٹرویو دیا تو مجھے پہلے نمبر پر کامیاب قرار دیتے ہوئے بطور ایڈہاک لیکچرر گورنمنٹ کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ متعین کر دیا گیا۔ تقریباً ایک سال کے بعد حکومت نے ایڈہاک لیکچررز کو فارغ کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا۔ میں پھر باباجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میاں حضورؒ نے کار میں چاول رکھوا کر مجھے حکم دیا کہ یہ چاول فلاں جگہ دے کر آؤ۔ میں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا میرے دو ساتھی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ایک نے اشارہ کیا کہ میاں حضورؒ تشریف لا رہے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ میں اٹھ کر پیچھے آ جاؤں۔ میاں حضورؒ نے بلند آواز سے فرمایا: ''اوئے! یہ پروفیسر ہے اسے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔'' اسی وقت مجھے یقین ہو گیا کہ میری سیٹ پکی ہو گئی ہے۔ 1986ء میں حکومت نے ہمیں پنجاب

Marfat.com

پبلک سروس کمیشن کے سامنے پیش ہونے کا موقع دیا۔ میں انٹرویو سے پہلے میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہو گیا۔ یہ رمضان شریف کی 27 ویں شب تھی۔ تقریباً 2 بجے کا وقت تھا۔ میں اور میاں حضورؒ سدری میں اکیلے بیٹھے تھے۔ میاں حضورؒ نے میرے والد کا نام لے کر پوچھا: ''ابے عبدالرحمان! کے کیا چاہوے؟'' اس کے بعد آنکھیں بند فرما کر دونوں ہاتھوں کو تین بار اپنی کمر کے گرد گھمایا اور فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پنجاب پبلک سروس کمیشن میں انٹرویو کے لیے گیا تو چیئرمین کے علاوہ پانچ دوسرے ماہرین بھی موجود تھے۔ میاں حضورؒ کی دعا برکت سے میرا انٹرویو بہت اچھا ہوا۔ جب میں کمرے سے نکلنے لگا تو مجھے چیئرمین کی آواز سنائی دی: ''ٹھیک ہے۔'' چیئرمین کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ بالکل وہی تھے جو میاں حضورؒ نے ارشاد فرمائے تھے۔ رزلٹ آیا تو الحمدللہ میں پنجاب بھر میں اول آیا۔ یوں میاں حضورؒ کی دعا برکت سے میری پروفیسری پکی اور مراد پوری ہوئی۔

۹۔ ملک محمد ارشدؒ، فیصل آباد

(اللہ غریق رحمت کرے ملک محمد ارشد مرحوم کو۔ بہت ہی مرنجاں مرنج، نفیس طبع اور خاموش مزاج انسان تھے۔ انھوں نے 25-05-2011ء کو راقم الحروف (ڈاکٹر افضال احمد انور) کو ایک انٹرویو دیا تھا۔ اس کے بعض گوشے انھی کی زبانی درجِ کتاب ہیں:)

مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ میاں حضورؒ نے میری کار کو اپنی سواری کے لیے بارہا استعمال کیا۔ میں نے یہ کار 25 اکتوبر 1969ء کو بائیس ہزار چار سو روپے میں خریدی تھی۔ پہلے اس کا نمبر LRA 127 تھا۔ جب لائل پور، فیصل آباد بنا تو ہمیں اس کا نمبر FDA 127 الاٹ ہوا۔ میں اس وقت ٹھیکیدار تھا اور اس وقت پیر محل سے شورکوٹ تک کی سیکنڈ فیز سڑک کا ٹھیکہ میرے پاس تھا۔ میرے دو قریبی دوست صاحبزادہ عارف صاحب اور سعید خان صاحب ہیں۔ میں ان دوستوں کے ہمراہ ہر جمعرات کو لاہور حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر اسی کار میں جایا کرتا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کا فرمان ہے کہ جسے پیرومرشد کی تلاش ہو، وہ چالیس جمعراتوں تک ہر جمعرت کو دربار داتا صاحبؒ پر حاضری دے یا ان کی کتاب ''کشف المحجوب'' کا مطالعہ کرے تو اسے پیرومرشد کی نشان دہی ہو جائے گی۔ جب ہمیں چالیس جمعراتیں ہو چکیں تو میں اپنے گھر B/1362، پیپلز کالونی فیصل آباد میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ (جن کا بعد میں پتہ چلا کہ خود میاں حضورؒ تھے) اپنے ایک عقیدت مند (خالد خان صاحب) کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ ان کے جلال اور نورانیت کا یہ عالم تھا کہ میں تاب نہ لا سکا اور سوتے میں یک لخت چارپائی سے نیچے گر پڑا۔ میرے سر پر معمولی چوٹیں

Marfat.com

آئیں۔ بعد میں مجھے اس بزرگ کا کوئی پتہ نہ چلا کہ کہاں ہوتے ہیں؟ ایک دفعہ میں بچوں کو سکول سے لینے جا رہا تھا کہ پیپلز کالونی میں واقع غوثیہ دربار سے میاں حضورؒ کو نکلتے دیکھا۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں، جن کی مجھے خواب میں زیارت ہوئی تھی۔ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے صاحبزادہ عارف صاحب نے بتایا کہ یہ بزرگ پیپلز کالونی میں ابراہیم خان اور یٰسین خان کے پاس آتے رہتے ہیں، لیکن کسی سے ملتے نہیں۔ کوئی ملنے کی کوشش کرے تو گالیاں دے کر بھگا دیتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو گھر چھوڑ کر ان کے پاس آتے ہیں۔ جب ہم ابراہیم خان کے گھر پہنچے تو میاں حضورؒ سرگودھا واپس جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ان پر جلال اور نورانیت کی وہی کیفیت تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ ابراہیم خان نے تعارف کرایا کہ حضورؒ یہ ہمارے دوست صاحبزادہ عارف ہیں۔ ان کے والد بھی پیر ہیں اور اریگیشن انسپکٹر ہیں۔ آپؒ نے عارف کو گلے لگا لیا۔ میں ان کے رعب سے کانپ رہا تھا۔ ابراہیم خان نے میرا تعارف بھی کرایا، یہ ہمارے دوست ملک ارشد ہیں۔ میاں حضورؒ نے کمال محبت سے مجھے دیکھا اور مجھے بھی گلے سے لگا لیا۔ پھر وہ سرگودھا تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں بعد مجھے ایک مقدمہ کے سلسلے میں سرگودھا جانا پڑا۔ صاحبزادہ عارف صاحب کے کلاس فیلو قاضی محی الدین پہلی مرتبہ میاں حضورؒ کے آستانے پر مجھے لے گئے۔ آپؒ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''ابے بابو! تو' تو پکڑا ہوا ہے۔ (یعنی اب تو قابو میں آ گیا ہے۔) اس دن آپؒ پہلی مرتبہ میری گاڑی LRA 127 میں بیٹھ کر لائل پور آئے اور داؤد فاروق کے گھر ٹھہرے۔ مجھے فرماتے تھے کہ ابے بابو! تجھے تیری ماں نے میرے پاس بھیجا ہے۔ جب بھی میں کوئی بات کرنے لگتا' آپؒ فرماتے: ''ابے! چپ رہ باپ کو بتایا نہیں کرتے۔ اسے سب پتہ ہووے۔'' یوں پندرہ برس تک میاں حضورؒ نے مجھے بولنے ہی نہیں دیا۔ میاں حضورؒ کے پاس میری پہلی حاضری 1971ع میں ہوئی تھی۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جون 1986ع تک چلتا رہا۔ جون 1986ع کے ایک دن آپؒ مسجد میں تشریف فرما تھے' مجھے پاس بلایا اور پانچ سو روپے عطا کیے نیز فرمایا: '' تجھے مبارک ہو۔ اب تو داتا صاحبؒ حاضری دے لیا کر۔ ساتھ ہی طریقہ بھی ارشاد فرمایا کہ سونے والے گیٹ کی سیڑھیوں کو پہلے بوسہ دیا کر پھر گلے میں پانچ پیسے ڈالا کر' کچھ پھول کی پتیاں اور اگربتیاں بھی ساتھ لے لیا کر۔ سیڑھیاں چڑھ کر جونہی صحن میں پہنچے' ایک بار خواجہ بزرگؒ کا یہ شعر پڑھ لیا کر۔:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل' کاملاں را رہنما

اور ہاں اب اسی وقت آئیو جب تجھے بلائیں۔ جون 1986ع کے بعد میرا وہاں جانا بند ہو گیا۔ دسمبر

Marfat.com

1992ع میں، میں سخت بیمار ہو گیا۔ مجھے ٹانگ کا درد (شیاٹیکا) تھا۔ تکلیف میری برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ میں اس پریشانی میں ان سے ملنا چاہتا تھا، لیکن مجھ پر پابندی تھی۔ پھر آپ 21 دسمبر 1992ع میں میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''اے بابو! صبح آ جائیو، حافظ شفیق سے تعویذ لے لیو۔ ٹھیک ہو جاؤ گے۔'' میں میاں حضورؒ کے ایک چہیتے عقیدت مند زبیر بھٹی کے ساتھ آستانہ میں حاضر ہو گیا۔ تب میں نے چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ آپ مسجد میں تھے۔ آپؒ نے حافظ شفیق نابینا سے فرمایا: ''اے حافظ جی! دیکھیو ارشد آ گیا۔ اس نے داڑھی رکھ لی۔'' مجھے فرمایا: ''حافظ جی سے مل لو۔'' حافظ صاحب نے تعویذ دیے۔ اللہ کا کرم ہوا اور میرا درد جاتا رہا۔ تب سرکارؒ نے میرا نام حیرت شاہ رکھ دیا۔ (حالانکہ اس سے پہلے مجھے بابو کہہ کر بلاتے۔) اس کے بعد ایک جمعہ کے دن میں اکیلا آستانہ میں حاضر ہوا۔ آپؒ سدری میں تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے داؤد فاروق سے فرمایا: ''اے داؤد! اسے منع کیا تھا۔ یہ حیرت شاہ پھر آ گیا۔ تو بھی اسے اپنی طرف سے کچھ دے دے۔'' وہاں ایک S.E بھی ملنے آیا ہوا تھا اسے فرمایا: ''حیرت شاہ کو اڈے پر چھوڑ دیو۔'' آپؒ نے مجھے کچھ آم وغیرہ دے کر واپس بھجوا دیا۔

میں نے پہلا حج جولائی 1989ع میں کیا۔ میں نے وہاں ایک جائے نماز مکہ مکرمہ سے اور ایک مدینہ منورہ سے خریدا۔ واپس آ کر میں نے یہ دونوں جائے نماز، میاں حضورؒ کی خدمت میں پیش کر دیے لیکن ان کے جلال کی وجہ سے ایک لفظ نہ نکال سکا۔ آپؒ نے حافظ جی ظہیر کو نام لے کر فرمایا: ''اے ظہیر! دیکھیو اس نے ایک جائے نماز مکہ سے خریدا ہے ایک مدینہ منورہ سے۔'' آپ نے دونوں جائے نماز قبول فرمائے لیکن کچھ لمحوں بعد مجھے واپس کر دیے اور فرمایا: ''کہ گھر میں بچھا دینا۔ اب میں تیرے پاس خود ہی آؤں گا۔'' 1971ع سے 1986ع تک مجھے آستانے میں حاضری کی اجازت تھی تو آپؒ اکثر گشت فرمایا کرتے تھے۔ کبھی لاہور، کبھی ٹوبہ ٹیک سنگھ اور کبھی گوجرہ وغیرہ کا گشت فرماتے۔ گشت کرتے تو کار میں آٹھ آٹھ دس دس آدمی بٹھا لیتے (بلکہ ٹھونس لیتے) آپؒ شہر کے بازاروں میں پھرتے۔ 12 دسمبر 1975ع جمعہ کے دن میں سرگودھا میں آپؒ کے پاس حاضر تھا۔ آپؒ نے فرمایا: ''اے حیرت شاہ! لائلپور چلنا ہے۔ (لائلپور 1977-09-01ع کو فیصل آباد بنا تھا۔) میں گاڑی چلا رہا تھا اور اگلی دو سیٹوں پر میرے علاوہ میاں حضورؒ، بابا علیا (علی محمد) اور داؤد فاروق موجود تھے۔ جب ہماری گاڑی لائلپور ڈسٹرکٹ کونسل کے پاس کارونیشن لائبریری کے نزدیک پہنچی تو کسی طرح گاڑی کا سگریٹ لائٹر پریس ہو گیا۔ اور تاروں سے آگ نکلنے لگی۔ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''اے! جلدی گاڑی کھڑی کرو آگ لگ گئی آگ لگ گئی، پانی لاؤ پانی لاؤ...'' کارونیشن لائبریری کے پاس ہی ایک کھالہ (کھال) بہتا تھا، وہاں سے ہم پانی لائے اور میاں صاحبؒ نے وہ پانی لائیٹر سے نکلتی

Marfat.com

آگ پر ڈال دیا اور پھر فرمایا: ''واپس چلو، بھی چلو' ہم نے سرگودھا جا کر جمعہ پڑھنا ہے۔'' میں نے گھڑی دیکھی اور وقت نوٹ کر لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اسی دن' منیٰ میں حاجیوں کے کیمپوں میں ٹھیک اسی وقت آگ لگی تھی۔ جب سرگودھا پہنچے تو فرمایا: ''بازار چلو' ہم نے یہ پرزہ (لائیٹر) خریدنا ہے۔ ہم نے حیرت شاہ کو معاوضہ دینا ہے۔'' جمعہ کی وجہ سے بازار بند تھے۔ ہفتہ کی صبح اٹھتے ہی بازار گئے اور وہاں سے آپؒ نے کار کا لائیٹر خریدا اور فرمایا: ''ہم نے ارشد کو معاوضہ دے دیا۔'' میں نے وہ لائیٹر گاڑی میں لگا دیا یہ سو روپے کا آیا تھا اور آج بھی گاڑی میں موجود ہے۔ مجھے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ میاں صاحبؒ نے میرے بچوں کو بھی اپنی شفقت سے نوازا اور انھیں کھلایا ہے۔

۱۰۔ محترمہ بہن جی مسز عتیق قریشی' لاہور

میاں حضورؒ کی پہلی زیارت مجھے 1961ء میں ہوئی۔ میں شادی کے بعد لاہور سے اپنے سسرال میں لائلپور (اب فیصل آباد) میں آئی تھی۔ اُس وقت میرے سسر واپڈا میں S.E. تھے ان کو ہم سب ڈیڈی جان اور ساس محترمہ کو امی جان کہتے تھے۔ ایک دن میں اور میری نند ایک کمرے میں مطالعہ کر رہی تھیں کہ اچانک ایک بارعب شخصیت کمرے میں داخل ہوئی۔ ان کی ڈاڑھی گھنی سیاہ تھی' چہرہ بے حد نورانی تھا۔ ان کے پیچھے میری ساس بھی تھیں۔ ہم نے اٹھ کر سلام عرض کیا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور فرمایا: ''یہ ہے عتیق کی بہو' (میرے شوہر کا نام عتیق ہے۔ لیکن میاں حضورؒ نے ہمیشہ مجھے عتیق کی بہو ہی کہا۔) پھر انھوں نے اپنے منہ میں انگلی ڈالی اور پان کے کتھے سے دیوار پر اللہ لکھ دیا۔ پھر آپؒ نے اپنے منہ مبارک سے پان کا تھوڑا سا حصہ نکالا اور میرے منہ میں ڈال دیا۔ امی جان کے اشارے پر میں نے فوراً نگل لیا۔ پھر آپؒ نے فریج میں سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور کپڑوں سمیت اپنے اوپر انڈیل دی۔ پھر آپؒ نے اپنی کھڑاویں (لکڑی کی جوتیاں) پاؤں سے نکال کر انگھیٹی پر رکھ دیں۔ امی جان نے ان کے لیے انواع و اقسام کے لذیذ اور پر تکلف کھانے تیار کرا کے میز پر رکھے ہوئے تھے۔ آپؒ نے امی جان سے فرمایا: ''بوبو یہ تمام کھانے بھینس کے گتاوے (ونڈا) میں ڈال دے۔'' امی جان نے ایسے ہی کیا۔ اس وقت سرکارؒ مکمل مجذوبی اور سخت جلالی کیفیت میں ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ کئی لوگ ہوتے اور ان کی بعض حرکات عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہوتیں۔ وہ جب بھی گھر آتے ان کے ساتھ کئی لوگ ہوتے۔ بعض اوقات کوٹھی کے گیٹ پر کھڑے ہو جاتے اور سائیکل سواروں کو پکڑ پکڑ کر لے آتے اور فرماتے چلو تمھارا کھانا عبداللہ کے گھر ہے۔ مجھے ہر بار سرکارؒ کی زیارت سے اتنی خوشی ہوتی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ یوں لگتا کہ جیسے مجھے بہت بڑا خزانہ مل گیا ہے۔

Marfat.com

1964ء میں ہم حیدر آباد سے ٹرانسفر ہو کر لاہور آئے اور شاہدرہ پاور ہاؤس میں رہائش پذیر ہوئے تو میاں حضورؒ یہاں بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ ہر بار چھ سات لوگ ان کے ساتھ ہوتے وہ آ کر ڈرائنگ روم کے قالین پر بیٹھ جاتے۔ ایک بار چائے آئی تو میاں حضورؒ نے اپنے دستِ مبارک سے ڈیڈی جان کی پیالی میں آدھی پیالی بھر بجری ڈال دی۔ (میاں حضورؒ چینی کو بجری فرمایا کرتے تھے) اُدھر ڈیڈی جان شوگر کے مریض تھے لیکن میاں صاحبؒ کی شیرہ چائے پینے کے بعد انھوں نے پیشاب کا ٹیسٹ کرایا تو شوگر Nill نکلی۔ عتیق صاحب کو کچا مکھن پسند نہیں ہوتا تھا لیکن جب بھی سرکارؒ کے سامنے کھانا کھایا جاتا وہ عتیق صاحب کی رکابی میں بہت زیادہ مکھن ڈال دیتے۔ 1966ء میں ڈیڈی جان (جب وہ لائلپور انجینیئرنگ انسٹیٹیوٹ کے پرنسپل تھے) کا انتقال ہو گیا۔ سرکارؒ نے سرگودھا سے اپنے تمام عقیدت مندوں کو بھیجا کہ جاؤ اور جنازے میں شرکت کرو لیکن خود نہیں تشریف لائے۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ سرکار! آپ عبداللہ قریشی کے جنازے میں کیوں نہیں تشریف لے گئے تو فرمایا: ''ابے میرا کلیجہ نہ پھٹ جاتا!''

ایک بار میرے شوہر عتیق صاحب کو کسی نے بتایا کہ سرگودھا میں بابا حضورؒ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ عتیق صاحب اسی وقت سرگودھا کے لیے روانہ ہوئے۔ سرگودھا پہنچے تو تیز بارش ہو رہی تھی اور بے پناہ آندھی چل رہی تھی۔ شام کا وقت تھا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عتیق راستہ بھول گئے۔ ایک سائیکل والے سے لفٹ لی لیکن تھوڑا آگے چل کر وہ بھی ہمت ہار گیا اور انھیں سائیکل سے اتار دیا۔ سخت سردی سے ان کا جسم کپکپا رہا تھا۔ وہ پریشان تھے کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ ان کے بقول اسی لمحے پیچھے سے کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا: ''ابے عتیق! تو آ گیا؟'' اگلے ہی لمحے عتیق صاحب نے خود کو میاں صاحب کے حجرے میں پایا۔ عتیق صاحب کا لباس بارش میں مکمل بھیگا ہوا تھا۔ میاں صاحبؒ نے اپنی ایک دھوتی اٹھائی اور عتیق صاحب کے کوٹ پر ڈال دی۔ اگلے ہی لمحے ان کی ساری سردی ختم ہو گئی۔ عتیق صاحب نے عرض کیا حضورؒ میری والدہ پریشان ہیں۔ دو بیٹیوں کی شادی کرنی ہے اور میری ترقی بھی نہیں ہو رہی۔ آپ نے فرمایا: ''ابے! سب ٹھیک ہو لیا۔'' تھوڑے ہی عرصے بعد دونوں کام بخیر و خوبی انجام پا گئے۔ میں اپنے شوہر کی اجازت سے اپنے بھانجے کے ساتھ ہر ماہ میاں حضورؒ کو سلام کرنے سرگودھا حاضری دیتی۔ کبھی عتیق صاحب بھی ساتھ ہوتے۔ ایک مرتبہ میری بڑی بیٹی حمیرا نے سر کے بالوں میں سرخ ربن لگایا ہوا تھا۔ میاں حضورؒ نے دیکھا تو فرمایا: ''لال پٹی والی سترہ جماعتیں پڑھے گی۔'' ہم حیران ہوئے کہ سترہ جماعتوں سے کیا مراد ہے۔ جب حمیرا نے ایف ایس سی کے بعد پانچ سالہ بی فارمیسی کا امتحان پاس کیا تو پتہ چلا کہ اس کی سترہ جماعتیں پوری ہو چکی ہیں۔ ایک دفعہ ہم آستانے میں حاضر تھے سرکار نے راشن والے کمرے میں بٹھا لیا۔ بابا جی

Marfat.com

سرکارؒ نے کافی سارے کریلے بنانے کے لیے مجھے دیے۔ کریلے سائز میں بہت چھوٹے تھے۔ کاٹتے کاٹتے میری انگلی زخمی ہوگئی۔ سرکارؒ نے دیکھا تو اتنے ہی کریلے اور دے دیے۔ جب وہ بھی کٹ گئے تو آپؒ بڑے سائز کے قرآنِ مجید اٹھا کرلے آئے اور قرآنِ پاک پڑھنے کا فرما کر چلے گئے۔ میں نے پہلے سپارے سے شروع کیا۔ جب تین پارے پڑھ چکی تو میاں حضورؒ تشریف لائے اور اپنی گول شیشوں والی عینک اپنے ہاتھوں سے مجھے لگادی' جس کے بعد میری پڑھنے کی رفتار تیز ہوگئی' اسی دوران میں کھانا بھی کھلایا گیا۔ میں نے کہا جب تک حضورؒ نہیں کہیں گے نماز نہیں پڑھوں گی۔ تب تک صرف قرآنِ مجید پڑھتی رہوں گی۔ جب میرے سات سپارے مکمل ہوگئے تو میاں حضورؒ تشریف لائے اور فرمایا: ''عتیق کی بہو تو نے نماز بھی پڑھی ہے کہ نہیں۔'' میں نے عرض کیا حضورؒ نہیں فرمایا: ''مسجد میں جا' وہاں جائے نماز بچھ رہے' وہاں پڑھ لے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا ایک جگہ آٹھ عدد جائے نماز اکٹھے اوپر نیچے پڑے ہیں۔ میں نے انھی کے اوپر نماز ادا کی۔ جب میں مسجد سے باہر آئی تو میں نے دیکھا کہ سرکارؒ لہسوڑے کے درخت کے پاس (جہاں اس وقت مزار مبارک ہے) گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے حقہ تیار کر رہے تھے۔ ان کے پاس ہی ایک لڑکا کھڑا تھا' جس کے ہاتھ میں تھیلا تھا۔ آپؒ نے اسے فرمایا: ''ابے! اس ماں کو ساتھ لیتا جا۔'' اور مجھے جانے کا حکم دے دیا۔ میں کمرے میں گئی اپنا پرس اٹھایا سرکارؒ کی عینک لائی انھیں پیش کی اور قرآنِ پاک ایک مٹکے کے اوپر رکھ کر چل پڑی۔ ہم چلتے رہے کافی دور پیدل جانے کے بعد اس لڑکے نے مجھے پوچھا۔ آپ نے لائلپور جانا ہے؟ میں نے کہا نہیں' میں نے تو لاہور جانا ہے۔ وہ کہنے لگا نہیں' حضورؒ نے آپ کو میرے ساتھ فیصل آباد جانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا چلو واپس حضورؒ سے پوچھ لیتے ہیں۔ ابھی ہم مسجد کے گیٹ پر پہنچے ہی تھے کہ سرکارؒ باہر نظر آئے۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور اونچی آواز میں فرمایا: ''ابے! اس کو لاہور کی بس پر چڑھا دیو۔'' جب میں گھر پہنچی تو میں نے عتیق صاحب کو بتایا کہ میاں حضورؒ نے خود میری آنکھوں پر عینک لگائی ہے۔ وہ کہنے لگے اس کا مطلب ہے کہ تمھاری نظر کمزور ہوگئی ہے۔ اسے فوراً چیک کراؤ۔ جب نظر چیک کرائی گئی تو سچ مچ کمزور نکلی۔ بس اسی دن سے مجھے قریب کی عینک لگ گئی۔ حالانکہ مجھے عینک لگانے کا کبھی خیال تک نہیں آیا تھا۔

1979ء میں عتیق صاحب وفات پا گئے۔ میں کچھ عرصہ بعد سرگودھا حاضر ہوئی۔ میاں حضورؒ کے سامنے بیٹھ کر بہت روئی۔ میاں صاحبؒ خاموشی سے دیکھتے رہے۔ فرمایا: ''عتیق میرے پاس آتا ہے۔ خوش ہے۔'' پھر فرمایا: ''نفلاں پڑھ لو' سرکارؒ نے ایک بار اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں مجھے سبز رنگ کا دوپٹہ عطا فرمایا تھا جو میں نے آج تک سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

Marfat.com

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آستانے میں رنگ برنگ زردہ کے چاول پکے ہوتے' جن میں خوب گھی ڈالا گیا ہوتا۔ سرکارؒ جب ہمیں جانے کی اجازت دیتے تو چاولوں سے بھری کچھ پلیٹیں اپنے نئے کرتے میں باندھ دیتے اور فرماتے: ''پلیٹیں واپس لے آئیو۔'' ہم یہ تبرک رشتہ داروں میں بھی بانٹتے اور خود بھی کئی دن تک کھاتے رہتے۔ میں میاں حضورؒ کے کرتے کا ماپ لے کر نیا کرتا سلواتی اور نئی دھوتی لے کر سرکارؒ کی خدمت میں پیش کر دیتی۔ دیسی گھی کا حلوہ بنا کر بھی لے جاتی جو میاں حضورؒ سب میں تقسیم کر دیتے۔ جب 19 جولائی 1994ء کو میں آپ سے ظاہری طور پر آخری دفعہ ملنے سرگودھا پہنچی تو میں نے گھر کے درخت کے پکے ہوئے چھ عدد آم میاں حضورؒ کے لیے ساتھ لے لیے۔ میاں حضورؒ نے وہ رکھ تو لیے لیکن فرمایا: ''اب یہ کچے ہیں۔'' ظہر کے بعد جب ہمیں جانے کی اجازت دی تو خاموش تھے اور اداس نظر آ رہے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ چار دن بعد کیا ہونے والا ہے؟ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حادثہ اتنی جلدی پیش آ جائے گا۔ جب میاں حضورؒ کی شہادت کی خبر پہنچی تو ہمارے گھر کا ہر فرد روتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اب ہم یتیم ہو گئے ہیں۔

ہمیں جس ہستی نے عمر بھر اتنا پیار دیا ہم اسے کیسے بھول سکتے ہیں؟ انھوں نے ہمیں ماں باپ سے بڑھ کر شفقت دی۔ میرے شوہر عتیق صاحب کی وفات کے بعد میاں حضورؒ ہی وہ واحد ہستی تھے' جنھوں نے یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا' ان کی روزیاں لگوائیں' بچیوں کی شادیاں کرائیں اور ہمیں کسی چیز کی کمی نہ آنے دی۔ میں نے بچوں کو وصیت کی ہے کہ جہاں بھی جاؤ' جو کام بھی کرو ہمیشہ میاں صاحبؒ کو اپنی نظروں اور دماغ میں رکھو۔

(محترمہ بہن جی' مسز عتیق صاحبہ نے یہ خط راقم الحروف (ڈاکٹر اِفضال احمد انور) کے نام 31-08-1995ء کو لکھا تھا۔ ان کا خط 21 صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے خط کے کچھ واقعات کتاب کے پچھلے صفحات میں تحریر کر دیے گئے ہیں' جن کو یہاں دہرایا نہیں گیا۔)

۱۱۔ ڈاکٹر غلام علی مسافر

ساہیوال کے ڈاکٹر غلام علی مسافر نے بتایا: ایک بار مجھے مقعد کے بیرونی حلقے میں زخم کی تکلیف ہو گئی۔ مقعد پر سوجن بڑھتی گئی اور شدید درد بے حال کرنے لگا۔ جب لیٹرین میں جاتا تو قضائے حاجت کے وقت شدتِ تکلیف سے ہائے ہائے کرتا۔ بہت دوا دارو سے کام لیا لیکن مرض بڑھتا ہی رہا۔ مختلف اَدویات اور مرہمیں استعمال کیں لیکن سب بیکار گئیں۔ مقعد کے باہر کی طرف گوشت مُڑ کر اکٹھا ہونا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں شوگر کا بھی مریض ہوں لہٰذا آپریشن میرے لیے اتنا آسان نہیں تھا' اس پر طُرّہ یہ کہ آپریشن کے وقت مجھے

Marfat.com

بے پردہ ہونا پڑتا۔ مَیں اس تصوّر ہی سے کانپ اُٹھتا تھا۔ مَیں نے اِس لاچارگی اور بے بسی میں روتے ہوئے عرض کیا:
''اے میرے پیارے اللہ! اور اے میرے مرشد میاں صاحب! آپ دونوں کو علم ہے کہ میں کبھی غیر محرم کے سامنے برہنہ نہیں ہُوا۔ آپ کرم کریں اور مجھے آپریشن سے بچائیں تاکہ میرا پردہ رہ جائے۔ میاں صاحبؒ ! میری عرض منظور ہو جائے اور مجھے اس کریہہ اذیّت سے نجات مل جائے' تو مَیں آستانے میں حاضری دوں گا۔ یا اللہ' میرے مرشد کریم کے تصدق میری دعا قبول کرلے۔'' یہ عرض معروض عصر کے وقت ہوئی۔ شام کے وقت مجھے ذرا افاقہ محسوس ہُوا۔ مَیں نے کسی بھی طرح کی دوا کھانا اور مرہم لگانا' بند کردی۔ اگلے دن بہت ہی بہتر محسوس کیا اور شام تک نہ سوجن رہی نہ زخم نہ زخم کا نشان۔ الحمدُ للہ۔ مَیں نے سکھ کا سانس لیا۔ مجھے ایسے لگا کہ سرکار میاں صاحبؒ کو میری بات پسند آ گئی تھی اور آپؒ نے مجھے اللہ کریم سے شِفا لے دی۔ الحمدُ للہ۔

غلام علی ساہیوال نے اپنے ایک خط محررہ 27 ستمبر 2014ع میں لکھا:

1993ع میں' میری والدہ کے معدہ میں شدید درد شروع ہو گیا۔ ڈاکٹروں سپیشلسٹوں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔ میرے ایک دوست چودھری محمد اشرف نے مشورہ دیا کہ سرگودھا میں حضرت میاں عبدالرشید سے جا کر دعا کراؤ۔ میں اپنے بڑے بھائی حاجی غلام محمد کے ساتھ آپ کے آستانہ میں پہنچا۔ وضو کرنے کے بعد ایک آدمی سے آپؒ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اندر مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ مسجد میں جا کر دیکھا تو آپ رضائی لپیٹے ہوئے نیم دراز ہیں اور کافی لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا' سرکار ساہیوال سے آئے ہیں۔ والدہ شدید بیمار ہیں۔ ان کے معدے میں بہت درد ہے۔ آپؒ نے فرمایا حافظ جی کے پاس چلا جا۔ ان کے اشارے پر ہم محراب میں بیٹھے ہوئے حافظ شفیق صاحب نابینا کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ میاں صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ والدہ صاحبہ بیمار ہیں۔ انھوں نے اپنی تسبیح کان سے لگائی اور مجھے ایک تعویز دے دیا جو فوٹوسٹیٹ کرایا گیا تھا۔ میرے کچھ اور سوالوں کے جوابات بھی دیے مثلاً میں نے پوچھا کہ کیا میں جلد سعودی عرب جاسکوں گا؟ انھوں نے پھر تسبیح کان سے لگائی اور فرمایا نہیں۔ ایسے ہی تین چار سوالات کے جوابات تسبیح کو کان سے لگانے کے بعد دیے۔ بعد میں ان کا ہر جواب صحیح ثابت ہوا۔

ظہر کے بعد میاں صاحبؒ آستانے کے صحن میں آ گئے تو ہم دونوں بھائی بھی ان کے پاس چلے گئے۔ یہاں میاں صاحبؒ زمین پر بیٹھے ہوئے ایک کونڈی میں موٹے سے ڈنڈے سے لہسن رگڑ رہے تھے۔ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ باباجی میں رگڑ دوں؟ فرمایا ابے! تو کوٹے گا؟ (یوں آپؒ نے میری تصحیح بھی فرمادی کیونکہ میں

Marfat.com

نے ''رگڑ دوں'' کہا تھا۔) میں نے عرض کیا جی ہاں۔فرمایا لے کوٹ لے۔اسی دوران میں باباجی کی مٹھی میں یک لخت نہ جانے کہاں سے لہسن کی کچھ پوتھیاں آگئیں۔(کیونکہ میں نے کسی سے لیتے یا کسی کو پکڑاتے نہیں دیکھا اور نہ وہاں پوتھیاں پہلے سے موجود تھیں) قریب ہی زمین میں ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس کا پانی بہت سیاہ ہو چکا تھا۔لگتا تھا کہ اس میں کسی نے برتن دھوئے ہیں یا اس میں راکھ گرا دی ہے۔اس میں چند چھوٹی چھوٹی جڑی بوٹیاں بھی اُگی ہوئی تھیں۔ آپؒ نے لہسن بھری وہ مٹھی زور سے اس گڑھے کے سیاہ پانی میں گرا دی۔ساتھ ہی آپؒ نے خادمین کو گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تمھاری ایسی تیسی۔نکالو اسے۔انھوں نے سیاہ کیچڑ میں لتھڑے ہوئے اس لہسن کو نکال کر میاں صاحبؒ کو دے دیا۔آپؒ نے مجھے فرمایا اس کو بھی کوٹ لے ۔(بظاہر یہ پانی سیاہ اور سخت نامناسب لگتا تھا لیکن اللہ نے میری مدد کی اور میرے ذہن میں لہسن کے ناپاک یا کیچڑ بھرے ہونے کا تصور تک نہ آیا۔یہ یقیناً قلندر صاحب کی طرف سے میرا امتحان تھا۔اگر ذرا سا وسوسہ بھی آجاتا تو یقینا میں فیل ہو جاتا) میں سر جھکا کر لہسن کوٹتا رہا کچھ دیر بعد آپؒ نے فرمایا: ''ابے بس بھی کر'' کالا ہو جائے گا (جس کا مطلب میں نہ سمجھ سکا) رات کو کھانے کے بعد کسی نے ایک خادم کو آواز دی کہ میاں صاحبؒ کے لیے گرم دودھ لاؤ۔پھر آواز آئی اس میں ایک چمچ دیسی گھی کا بھی ڈالنا۔تھوڑی دیر بعد گھی ملا گرم دودھ میاں صاحبؒ کی خدمت میں ایک کپ اور پرچ میں پیش کیا گیا۔آپ نے اس میں سے بس دو ہی چسکی دودھ پیا پھر فرمایا وہ ساہیوال والے کدھر ہیں۔میں بھاگ کر گیا اور کہا حضور! میں حاضر ہوں۔آپ نے پرچ اور دودھ کا کپ مجھے دیا اور فرمایا: ''لو خود بھی پیو اور اپنے بھائی کو بھی دو'' میں نے اس دودھ کو اپنے لیے آبِ حیات سے بڑھ کر جانا خود بھی پیا اور بھائی کو بھی دیا۔آج میاں حضورؒ کی یہ شفقتیں یاد آتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔میں نے دیکھا کہ آپ آنے والوں کو یہی فرماتے: ''ابے! وضو کر لے۔نفلاں پڑھ لے۔قرآن پڑھ لے۔'' جب ہم واپس گھر گئے تو والدہ صاحبہ کی طبیعت سنبھل چکی تھی۔والدہ صاحبہ اس کے بعد کافی عرصہ تک حیات رہیں۔ہم ان سے کہا کرتے کہ آپ کو یہ عمر اللہ تعالیٰ سے میاں صاحبؒ نے لے کر دی ہے۔

ایک دفعہ میں میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد ان کے مزارِ پاک پر حاضر ہوا اور دعا کی کہ میری بیٹی کے لیے کوئی بہترین شریف رشتہ آجائے۔تین چار دن بعد رشتہ آ گیا۔اُن کے آتے ہی میں نے آمین! کہہ دی۔نہ لڑکا دیکھا نہ بھالا۔پھر جب ہم ان کے ہاں گئے تو کئی لوگوں نے کہا کہ اتنی جلدی سے ہاں نہیں کرتے' پہلے کچھ اطمینان کر لینا چاہیے۔میں نے کہا جو رشتہ اللہ پاک اور اس کے دوست بھجیں اس پر میں نے نہ کہہ کر کافر نہیں ہونا۔الحمد للہ اس بیٹی کے گھر واقع لاہور سے مجھے ہمیشہ ٹھنڈی ہوا ہی آئی ہے۔اسی بیٹی کی شادی کے دن قریب ہوئے تو میں میاں حضورؒ

Marfat.com

کے مزار اقدس پر حاضر ہوا' اور عرض کیا کہ میری بیٹی کی شادی 16 فروری 2004ء کو ہو رہی ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ اس میں ضرور شرکت کریں تاکہ سب معاملات آپ کی زیر نگرانی انجام پائیں۔ میں دعوت دینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ جب میں واپس آیا تو میں نے ایک کمرے میں میاں صاحبؒ کی خاطر صاف ستھری چارپائی بچھادی اور ایک غیر استعمال شدہ بالکل نئی چادر اس پر بچھا کر ایسا ہی سرہانہ رکھوا دیا۔ دن گزرتے رہے حتیٰ کہ میں بھول گیا۔ شادی کا دن آیا تو گھر مہمانوں سے بھر گیا۔ خوب گہما گہمی تھی۔ میری بیوی دوسری رشتہ دار خواتین کے ساتھ صبح کی چائے تیار کر رہی تھی کیونکہ مہمان ناشتہ کر رہے تھے۔ اچانک صبح آٹھ بجے میری بیوی کو دورہ پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئی اور کہنے لگی: ''اللہ ہو' اللہ ہو' اللہ ہو..... باباجی آئے' باباجی آئے'' سب گھر والے پریشان ہو گئے کہ میری بیوی کو پہلے اس قسم کا کوئی دورہ کبھی نہیں پڑا تھا۔ بیٹوں نے اپنی والدہ کو اٹھایا اور اسی کمرے کی ایک چارپائی پر لٹا دیا' جس میں میاں حضورؒ کے لیے چارپائی بچھائی گئی تھی۔ میں کچھ دیر بعد وہاں گیا تو دیکھا کہ میرا بھتیجا غلام رسول اس چارپائی کو جو میاں حضورؒ کے لیے مخصوص تھی' کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور اسے پکڑے ہوئے زاروقطار رو رہا ہے۔ ہم اسے تسلی دیتے کہ کیوں روتے ہو لیکن اسے تو کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ شادی سے فراغت کے تین چار دن بعد میں نے غلام رسول سے پوچھا کہ اس دن تم اس چارپائی کو پکڑے ہوئے کیوں رو رہے تھے؟ اس نے کہا میں نے چارپائی پر باباجی میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کو تشریف فرما دیکھا تھا۔ میں میاں حضورؒ سے رو رو کر کچھ مانگ رہا تھا۔ مجھے کسی اور چیز کا ہوش نہیں تھا۔ الحمد للہ شادی بخیر و خوبی طے پائی اور تمام معاملات میاں حضورؒ کی دعا و برکت سے حسن انجام سے ہمکنار ہوئے۔

میرے ایک دوست محمد اشرف چودھری (بوائلر انجنیئر) نے بتایا کہ ایک بار وہ میاں عبدالرشیدؒ کو سلام کرنے سرگودھا آستانے میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں کچھ لوگ انڈیا سے بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان ہمارے ملک انڈیا کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ باقی ہے تو ہمارے باباجی' قلندر صاحب' میاں عبدرلرشید کی وجہ سے ہے۔ چونکہ آپ ادھر پاکستان میں رہتے ہیں' اسی لیے انڈیا تمھارے ملک کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر ہمارے قلندر پاکؒ کسی گندگی کو بھی انگلی لگا دیں تو ہم اسے پاک سمجھیں گے۔

۱۴۔ غلام حیدر ولد ڈاکٹر غلام نبی' ساہیوال

میں (غلام حیدر) اپنے چچا زاد غلام رسول کے ساتھ گرمی کے موسم میں میاں حضورؒ کے مزارِ مقدس پر حاضری کی غرض سے فیصل آباد سے سرگودھا کے لیے بس پر سوار ہوا۔ میرے ساتھ محمد ریاض ولد حاجی عباس علی بھی تھے۔ سخت حبس کا موسم تھا اور ہمیں سیٹیں بھی دھوپ والی سائیڈ میں ملی تھیں۔ ریاض نے کہا کہ گرمی سے بُرا حال ہو رہا ہے۔ غلام

Marfat.com

رسول نے جواب دیا کہ جن کے پاس جا رہے ہیں اُن کے طفیل اللہ کرم کرے گا۔ جونہی بس چلنے لگی' اچانک آسمان پر بادل چھا گئے اور ہمارا سارا سفر بادلوں کے سائے میں کٹا۔ یہ پرانی بس تھی۔ جس بھی سٹاپ پر ٹھہرتی' بہت وقت ضائع کرتی۔ مَیں پریشان ہو رہا تھا کہ مجھے صبح کالج جانا ہے اور رات ہی رات میں واپس بھی آنا ہے' مگر یہ بس خراب کر رہی ہے۔ غلام رسول نے پھر کہا کہ میاں صاحبؒ کے پاس جا رہے ہیں جو ہو رہا ہے میاں صاحبؒ کے صدقے' اللہ بہتر ہی کر رہا ہے۔ سرگودھا کے قریب پہنچے تو سڑک پر کئی درخت گرے ہوئے دیکھے لوگ سڑک سے درختوں کو ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے جب سرگودھا میں اُترے تو پتہ چلا کہ سخت طوفانِ باد و باراں آیا تھا۔ ژالہ باری بھی خوب ہوئی تھی۔ ہمارے سرگودھا پہنچنے سے صرف چند منٹ پہلے طوفان ختم ہوا تھا۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خدانخواستہ ہماری بس طوفان میں گھر جاتی تو کیا ہوتا؟ بس کا لیٹ ہونا ہمارے لیے رحمت بن گیا یہ میاں صاحبؒ کی برکت سے تھا۔

میں ایک بار تعطیلاتِ گرما میں چند دنوں کے لیے اپنے سسرال گیا ہوا تھا۔ وہاں کی جامع مسجد کا نقشہ اور وضع قطع بالکل میاں حضورؒ کی پرانی مسجد جیسی تھی۔ میں نے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی تو میرے دل میں رہ رہ کر یہی خیال آتا رہا کہ فرض کریں یہ مسجد میاں حضورؒ والی مسجد ہی ہو۔ میاں حضورؒ بھی اس مسجد میں موجود ہوں اور آپؒ کے بہت سے عقیدت مند بھی یہاں ہوں تو آپ کی جلالی شان کے پیشِ نظر میں ناچیز آپؒ کے قدموں تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ نماز کے بعد گھر آیا تو یہ خیال آیا ختم ہو گیا۔ اسی رات نمازِ فجر کی اذان سے پہلے میں نے خواب میں میاں حضورؒ کی زیارت کی آپؒ نے مجھے ٹانگیں دبانے کی اجازت دی۔ میں نے میاں حضورؒ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ وہ لیٹے رہے اور میں انھیں دباتا رہا۔ ان دنوں میری پوسٹنگ ساہیوال محکمہ تعلیم میں تھی اور میں کرائے کے گھر میں رہتا تھا۔ میاں حضورؒ نے اس حوالے سے فرمایا: ''پریشان نہ ہو' اللہ اپنا گھر دے گا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن''

پڑھا کر۔ پھر آپ نے فرمایا: ''فجر کی اذان ہونے والی ہے' اُٹھ کر نماز پڑھ لے۔'' میری آنکھ کھلی تو اذانِ فجر ہو رہی تھی۔ میں بہت رویا یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس خواب کے تقریباً ایک ماہ کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے مجھے گھر عطا کر دیا۔ الحمدللہ مجھ میں نمازوں کی پابندی بھی آ گئی اور مجھے دلی سکون بھی نصیب ہُوا۔

۱۳۔ محمد یٰسین ولد الحاج شمس الحق

میری والدہ فرماتی ہیں کہ وہ میاں حضورؒ کے پاس حاضری دینے سے پہلے حضورؐ نبی کریم کا نامِ پاک' (محمد ﷺ) سن کر ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے کو بدعت سمجھا کرتی تھیں۔ ایک دن میں میاں صاحبؒ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ حضور پاک ﷺ کا نامِ نامی سنائی دیا۔ میں سوچنے لگی کہ مجھے انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہیں

Marfat.com

؟ باباجی نے دیکھا تو فرمایا حضور پاک ﷺ کا نام پاک آئے تو ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا کرو۔ پھر آپؒ نے اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے ملا کر چومے انھیں آنکھوں کے پپوٹوں پر پھیرا اور فرمایا: ''ادب سے اس طرح۔'' یوں والدہ صاحبہ کی اصلاح ہوگئی اور اب وہ ہمیشہ نام پاک سن کر ادب سے اسی طرح انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتی ہیں۔

میرے والد الحاج شمس الحق کو میاں حضورؒ ہمیشہ شمس دین کہہ کر بلاتے۔ ان کی ریٹائرمنٹ میں ابھی چھ ماہ کا عرصہ باقی تھا کہ انھیں فیکٹو شوگر مل سے جاب کی آفر آئی۔ علاوازیں ستارہ ٹیکسٹائل ملز اور کوہ نور ملز سے بھی ملازمت کی پیش کش ہوئی۔ میرے والد باباجی حضورؒ کے پاس گئے اور پوچھا اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ چھٹی لے کر فیکٹو شوگر ملز چلے جاؤ۔ میرے والد نے واپس آ کر سوچا کہ آخری چھ ماہ ہیں چھٹی کے بجائے ابھی ریٹائرمنٹ لے کر فیکٹو شوگر مل جوائن کر لیتا ہوں۔ انھوں نے ریٹائرمنٹ کے لیے بہت کوشش کی مگر دفتری وجوہات کی وجہ سے انھیں ریٹائرمنٹ نہ مل سکی۔ بالآخر انھوں نے چُھٹی لے لی۔ اس چھٹی کا والد صاحب کو یہ فائدہ ہوا کہ ان کی پینشن میں گورنمنٹ کے ایک نئے نوٹیفیکیشن کے باعث ایک لاکھ روپے کا اضافہ ہوگیا۔ اگر ابا جان پہلے ریٹائرمنٹ لے لیتے تو یقیناً ایک لاکھ روپے کا نقصان ہوتا۔ میاں صاحبؒ کی دعا برکت سے اس نقصان سے بچ گئے۔

میرے والد حاجی شمس الحق صاحب نے بتایا: '' جب میاں حضورؒ کی شہادت ہوئی تو وہ فیکٹو شوگر ملز میں جاب کر رہے تھے۔'' ان کے ساتھ ان کا ایک ماموں زاد بھائی حاجی طارق بھی فیکٹو شوگر ملز ہی میں رہائش پذیر تھا۔ حاجی طارق صاحب کو میاں صاحبؒ سے بے پناہ محبت وعقیدت ہے۔ ایک رات عشاء کے بعد میرے والد اور حاجی طارق آپس میں دیر تک یہ گفتگو کرتے رہے کہ جب کوئی بزرگ فوت ہو جاتا ہے تو اس کا مقام کم ہو جاتا ہے۔ اور اس کا فیض بھی کم ہو جاتا ہے۔ گفتگو کے بعد دونوں صاحبان سو گئے تو حاجی طارق نے خواب میں دیکھا کہ حضرت میاں صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔ وہ دیوار کے پاس کھڑے ہو گئے اور باقاعدہ چارٹ بنا کر دکھایا اور فرمایا کہ دیکھو! اِس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد میرا مقام ومرتبہ بڑھ گیا ہے۔

1980ء کے عشرے میں میرے ماموں نے خانیوال میں ایک بدمعاش کو قتل کر دیا۔ ان کے خلاف دفعہ 302 کا پرچہ درج ہوگیا۔ میری والدہ ان کے انجام پر ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ اسی پریشانی میں وہ میاں حضورؒ کے پاس گئیں اور رو رو کر اپنے بھائی کی جاں بخشی کی درخواست پیش کی۔ آپؒ نے فرمایا: ''کسی کو جان سے نہیں مارنا چاہیے ظلم کیا ہے۔ پیسے دے کر صلح ہوگی۔'' اسی طرح ہوا اور چند لاکھ روپے دے کر صلح ہوئی۔

پروفیسر حاجی ظفر علی احسن کے صاحبزادے ڈاکٹر عتیق نے بتایا کہ میں نے ایف ایس سی کے پیپر پاکستان میں

Marfat.com

دیئے تو میرے 600 نمبر آئے۔ پھر میں ابو کے ساتھ سعودی عرب چلا گیا اور میں نے سوچا کہ مجھے بی اے میں داخلہ لے لینا چاہیئے' لیکن ابو نے کہا کہ ایف ایس سی کے پیپر دوبارہ دو کیونکہ مجھے میاں صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ تیرا بیٹا پڑھے گا' لہٰذا میں نے ایف ایس سی کے پیپرز دوبارہ دیئے' اس مرتبہ میرا داخلہ میڈیکل کالج میں ہو گیا لیکن داخلہ پی ایم سی فیصل آباد میں ہوا۔ یہ کالج مجھے پسند نہیں تھا اور میں صرف لاہور میں پڑھنا چاہتا تھا۔ میں میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا گیا اور عرض کیا کہ لاہور میں پڑھنا چاہتا ہوں۔ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''ابے! لاہور ہی میں ہو جائے گا۔'' میں خوش ہو گیا لیکن کچھ عرصہ بعد داخلہ ختم ہو گیا اور میرا کالج فیصل آباد ہی رہا۔ میں دوبارہ میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا۔ میاں حضور نے فرمایا: ''ابے تو لاہور چلا جائے گا۔'' لیکن کچھ نہ ہوا۔ میں پھر آپؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے پھر فرمایا کہ تو لاہور ہی میں پڑھے گا۔ چار سے پانچ ماہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے بعد عدالت نے ایک رٹ پر فیصلہ سنایا تو حکومت نے میڈیکل کی پچاس سے سو سیٹیں بڑھا دیں اور میرا داخلہ اقبال میڈیکل کالج لاہور میں ہو گیا۔ یوں میاں حضورؒ کی بات سچ ثابت ہوئی۔

میاں حضورؒ نے اپنی ظاہری زندگی میں ایک بار میری والدہ کا منہ دُھلوایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ بوبو! تو حج کرے گی۔ اس فرمان کے چھ ماہ بعد ابا جان کو بھی فرما دیا کہ شمس دین تو بھی حج کرے گا۔ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد 2001ء میں میری والدہ سخت بیمار ہو گئیں۔ ان کا پتّے کا آپریشن ہوا' جو بگڑ گیا یوں ان کی جان کے لالے پڑ گئے لیکن میں بالکل بے فکر تھا کہ میری والدہ نے ان شا اللہ حج کرنا ہے اور چونکہ ابھی حج نہیں کیا لہٰذا وہ ابھی مر نہیں سکتیں۔ ان کا آپریشن دوبارہ ہوا اور جب انھیں آپریشن تھیٹر سے باہر لایا گیا تو ان کا سانس لینا دشوار ہو گیا۔ وہ ایک دو دن تک مشینی تنفس پر رہیں۔ گھر کا ہر فرد سخت پریشان تھا بلکہ میری بڑی بہن جو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی' اس نے دوران نماز ہی میں دیکھا کہ والدہ کا جنازہ جا رہا ہے' لیکن مجھے امید تھی کہ بابا جی کا فرمان اِن شاءاللہ سچ ثابت ہو کر رہے گا۔ الحمدللہ کچھ عرصہ بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں اور اگلے سال انھوں نے حج بھی کیا۔ میرے والد کو بھی حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یوں میاں حضورؒ کے یہ دونوں فرمان بھی پورے ہوئے۔

میاں حضورؒ کی ظاہری حیات مبارکہ میں جب میں (یٰسین) ان سے آخری مرتبہ ملنے سرگودھا گیا تو میں نے بی۔اے کے پیپرز دیے ہوئے تھے۔ میری دلی خواہش تھی کہ میاں صاحبؒ میرے پاس ہونے کی دعا کریں۔ آستانے پر سارا دن گزر گیا نہ میں کچھ عرض کر سکا' نہ آپؒ نے کچھ ارشاد فرمایا۔ جب شام کو اجازت ملی تو آپؒ نے فرمایا: ''ابے تیرا کام ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔'' نتیجہ نکلا تو میں بفضلہٖ تعالیٰ پاس تھا۔

Marfat.com

میں (یٰسین) نے تقریباً آٹھ سال کا عرصہ پروفیسر حاجی ظفر علی احسن کے ساتھ گزارا۔ ایک دن انھوں نے فرمایا کہ ہمارے میاں حضورؒ کو خدا نے اتنی شان دی تھی کہ وہ لوحِ محفوظ کے لکھے کو بدل ڈالتے تھے۔ حاجی صاحب نے مجھے یہ بھی فرمایا کہ بیٹا! اگر یہ بات میں عام لوگوں سے کروں تو شاید وہ سوچیں کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ حاجی ظفر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے ولی ہر حال میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ وہ لوحِ محفوظ دیکھتے ہیں اور اسی حساب سے دعا کرتے ہیں مگر میاں صاحبؒ اللہ کے اتنے لاڈلے ولی تھے کہ وہ اللہ سے اپنی بات منوا لیتے تھے۔ حاجی ظفر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ بعض اوقات میں بہت پریشان ہو جایا کرتا تھا۔ ایسے لمحات میں میاں صاحبؒ سامنے تشریف لاتے اور فرماتے ابے پروفیسر! میں بیٹھا ہوں اور میں تیری سات پشتوں تک کے لیے ہوں یہ بات کرتے ہوئے حاجی ظفر صاحب رونے لگے۔ انھوں نے اپنے بچوں کو بھی وصیت کی تھی کہ باباجی کے علاوہ کہیں اور نہ چلے جانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

۱۴۔ چودھری محمد امین (آفیسر ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ، اسلام آباد)

میاں حضورؒ کی بارگاہ میں میری پہلی حاضری ستمبر ۱۹۹۳ء میں ہوئی۔ آتے ہوئے راستے میں میں نے سوچا کہ حقیقی اولیاء نیتوں کو ٹٹول لیتے ہیں۔ ولی سب کچھ دیتا ہے لہٰذا اس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگنی چاہیے۔ اس سے ولی خوش ہوتا ہے اور یہی اصل مانگنے والی چیز ہے۔ میاں صاحبؒ کے سامنے آئے۔ انھوں نے شفقت فرمائی، کھانا کھلایا اور نماز کے بعد فرمایا چلے جاؤ۔ دوسرے روز دوبارہ عصر سے پہلے آیا تو میرا ایک دوست بھی ہمراہ تھا۔ میں نے راستے میں میاں حضورؒ کے لیے انگور خریدے لیکن قیمت میرے دوست نے ادا کی۔ یہ انگور کالے شاپر بیگ میں بڑی رازداری سے چھپا کر مسجد میں ایسے رکھ دیے کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ کچھ دیر بعد میاں صاحبؒ سیدھے اُسی کالے شاپر کے پاس تشریف لائے اور پوچھا ''اس میں کیا ہے؟ اسے کون لایا ہے؟'' کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم بھی خاموش رہے۔ سرکارؒ نے فرمایا، رکابی لاؤ۔ رکابی میں کچھ انگور رکھ دیے اور سب کو ایک ایک، دو دو دانے تقسیم کر دیے۔ پھر پلیٹ میں کچھ زیادہ انگور رکھ کر (میرے دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ اس دُور بیٹھے بابو کو دے آؤ، اس نے قیمت دی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا واللہ یحب المحسنین۔ ہمیں بہت شرمندگی ہوئی کہ ہمیں پہچان لیا گیا ہے اور ہمیں پختہ یقین ہو گیا کہ آپ کامل ولی ہیں۔

ایک بار جمعہ کے روز میں بہت جلدی تو تقریباً 11 بجے مسجد میں پہنچ گیا۔ سرکارؒ صحن میں پڑی دیگ میں پائپ کے ذریعے پانی بھر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور مجھے دے دیں۔ انھوں نے پائپ مجھے پکڑا دیا۔ جب دیگ

Marfat.com

بھر گئی تو آپ نے پائپ لے لیا اور دوسری دیگ بھرنا شروع کی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ سفید کپڑے دیگ سے خراب ہو جائیں۔ گے ہاتھوں کو پائپ سے سیاہی لگ گئی تھی۔ وضو والی ٹوٹی سے ہاتھ صاف کر کے دوبارہ سرکارؒ کی خدمت میں عرض کیا سرکار پائپ مجھے دے دیں' میں دیگ بھرتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا اب چل' تیرے ہاتھ اور کپڑے خراب ہوتے ہیں یہ ولی کی دیگ ہے۔

ایک روز مسجد میں اپنے پاس لٹا لیا اور فرمایا کہ اِدھر ہی آرام کر لو۔ میں نے آنکھیں بند کیں دل میں درود شریف پڑھنا شروع کیا اور ایسے تربیت کی کہ پھر درود شریف دل جمعی کے ساتھ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھنے کا ڈھنگ سکھا دیا صرف زبان کے الفاظ نہیں۔

ایک دن دسمبر کی سردیوں میں رات 10 بجے آپؒ نے شربت بنوایا۔ اس میں برف ڈالی خود پیا پھر ایک گلاس مجھے بھی عطا فرمایا میں دل میں ڈرتا تھا کہ سینہ جام ہو جائے گا اور نمونیہ سے مر جاؤں گا۔ آپؒ نے فرمایا اب چائے سمجھ کر پی لو برف ہونٹوں کو لگ رہی تھی لیکن وہ ٹھنڈک محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جب پی لیا تو فرمایا کہ یہ کلیر شریف سے آیا ہے۔

ایک روز سرکارؒ نے گھڑے کے اوپر ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں دودھ ڈالا۔ مجھے بلایا اور فرمایا کہ پی لو میں نے اپنے ساتھی کو دینا چاہا فرمایا خود پیو پھر کچھ پی کر ساتھی کو دینا چاہا' پھر فرمایا خود پیو تیسری بار بھی اسی طرح فرمایا۔ جب سارا دودھ پی لیا تو فرمانے لگے۔ "جاؤ فقیریاں کرو" (اس راز کو وہ خود ہی جانیں۔)

ایک روز آپ نے برف مانگی۔ برف مسجد کے صحن میں پڑی تھی۔ میں نے چاہا کہ برف توڑ کر حضورؒ کو لا دوں 'آپ نے فرمایا "اب رہنے دے' یہ برف تھوڑی ہے' یہ تو خون ہووے۔" یہ راز وہ خود ہی جانیں۔

ایک روز مجھے گھر والوں نے کہا کہ بچوں کے لیے دعا کرانا کہ بچے پڑھیں اور پاس ہو جائیں۔ آستانے میں آیا تو مجھے شرم آئی اور میں چپ رہا۔ سرکار سے کچھ کہہ نہ سکا۔ جب واپس جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا۔ "بچے پڑھ بھی جائیں گے' پاس بھی ہو جائیں گے۔"

ایک روز مسجد کی طرف آ رہا تھا۔ راستے میں دیکھا کہ ایک جگہ شادی کے ٹینٹ لگے ہوئے ہیں۔ مسجد میں پہنچا تو عصر اور مغرب کے درمیان آتش بازی کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں نے سوچا کہ اُنکی بارات آ گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی بیٹیوں کا خیال آیا اور میں پریشان ہو گیا کہ ان کی شادیوں کا بندوبست اور خرچہ کیسے کروں گا۔ میں چپ چاپ' اپنی سوچوں میں گم پریشان بیٹھا تھا کہ میاں صاحب مسجد میں آئے اور گزرتے ہوئے جب میرے قریب پہنچے تو فرمایا۔ "اب! بیٹیاں ہیں تو پھر کیا ہے؟ اللہ کی بارگاہ میں درخواست دے دے۔ اس کے

Marfat.com

خزانے بھرے ہیں۔ وہ بہت دے گا"۔ یہ ہمدردانہ الفاظ سنتے ہی میرا ساری پریشانی ختم ہوگئی' اور ساتھ ہی اللہ پر توکل اور یقین بڑھ گیا۔ الحمدللہ' اب جب کہ عرصے بعد بیٹی کی شادی کا موقع آیا ہے تو ہر قسم کا انتظام اللہ نے کر دیا ہے اور مجھے کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ یہ سب میاں حضورؒ کی نگاہِ کرم کا نتیجہ ہے۔

ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے مجھے خیال آیا کہ چونکہ میاں صاحب کی تو شادی ہی نہیں ہوئی اور ان کی کوئی بیٹی نہیں ہے' لہٰذا ان کو کیا پتا کہ باپ کے دل پر کیا گزرتی ہے اور یہ کہ بیٹیوں کا دُکھ کیا ہوتا ہے؟ سرکارؒ بھی مسجد میں بیٹھے تھے آپ نے مجھے غور سے دیکھا اور فرمایا۔ "ہاں بھئی' ہمیں کیا پتہ' بیٹی کا دکھ کیا ہووے۔ ہماری کون سی بیٹی ہووے۔" یہ سنتے ہی میں شرم سے پانی پانی ہوگیا۔

۱۵۔ عبدالحمید (سابق کلرک گورنمنٹ کالج گوجرہ) ولد موذّن مُلّا بشیر

1973ع کا واقعہ ہے کہ میرے ایک دوست سرگودھا تعلیمی بورڈ میں اسسٹنٹ تھے۔ مَیں اُن سے ملنے گیا۔ اُنھوں نے پوچھا اب کہاں جاؤ گے؟ مَیں نے کہا میاں صاحب نوٹوں والی سرکار کی زیارت کے لیے جاؤں گا۔ اُس نے کہا میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ مَیں نے کہا اچھا بھائی اپنے دل میں کوئی بات سوچ لے تو اُس نے بتایا کہ اگر آج میاں رشید صاحب ہم دونوں کو چائے اور رس کھلائیں تو پھر مانوں گا۔ ہم رکشے میں بیٹھ کر سرکار کے آستانے میں پہنچے۔ آپؒ صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ جونہی ہمیں دیکھا تو فرمایا "لو جی' آ گئے چائے پاپے کھانے والے۔" پھر کیا تھا میرے دوست اُن کے دل سے مداح ہو گئے۔

1976ع کی بات ہے کہ ہم گوجرہ سے اختر ڈوگر ولد حافظ خوشی محمد ڈوگر کی بارات میں ظفر کالونی سرگودھا گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ تقریباً تین بجے کا وقت ہو رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد دس بارہ باراتی میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت آپؒ چھوٹے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ کمرے کے اندر جانے کی' کسی کو جرأت نہ ہو رہی تھی۔ سب نے مجھے کہا کہ تم میاں صاحبؒ کو جگا کر لاؤ۔ مَیں کمرے میں گیا تو دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں۔ مَیں نے آپؒ کے قدم کا بوسہ لیا تو اُٹھے اور آنکھیں کھولے بغیر کہنے لگے: "ابے او ملا بشیر والے بابو! بازار سے جا کر قلمی آم لا۔" مَیں نے انبالہ کالج کے بازار سے غالباً دو کلو قلمی آم خریدے اور میاں حضورؒ کی بارگاہ میں پیش کر دیے۔ آپؒ نے فرمایا کچے اُٹھا لایا۔ مَیں نے عرض کیا حضور یہ تو اچھی قسم کے آم ہیں۔ آپ نے سب باراتی حضرات کی چائے مٹھائی سے تواضع کی۔ جونہی چار بجے' قلندرِ وقت جلال میں آ گئے اور فرمایا فوری طور پر سرگودھا چھوڑ دو'

Marfat.com

بڑا زبردست طوفان آرہا ہے۔

اللہ شاہد ہے کہ ہم نے بڑی کوشش سے بارات کی جلد واپسی کرائی۔ ابھی ہم نے سرگودھا چھوڑا نہیں تھا کہ طوفان آ گیا۔ خدا معاف کرے یہ بہت بڑا طوفان تھا۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے تھے۔

1978ء میں چودھری محمد اقبال D.P.E کی اور میری ڈیوٹی بطور سپرنٹنڈنٹ اور نگران امتحان گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا میں لگی۔ مَیں اور اقبال صاحب سرگودھا گئے۔ وہاں ایک دن حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ کی زیارت اور سلام کے لیے آستانے میں حاضر ہوئے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا ابے او ملا والے! تیرے باپ کا کیا حال ہے؟ مَیں نے کہا الحمدُللہ ٹھیک ہیں۔ مَیں نے عرض کیا اقبال صاحب میٹرک کا امتحان لینے سرگودھا آئے ہیں۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا ''ابے او خالد! پروفیسر کے لیے پلاؤ اور زردہ لاؤ۔ یہ بیچارا گوجرہ سے آیا ہے۔'' ہم چاول کھانے لگے اور میاں حضورؒ نے فل آواز سے ریڈیو چلا دیا۔ جب عصر کی اذان شروع ہوئی تو آپ جلال میں آ گئے ریڈیو بند کر دیا اور تمام لوگوں سے فرمایا جلدی وضو کرلو' جنازہ گاہ میں ایک بچے کا جنازہ ہونے والا ہے۔ جب ہم لوگ وضو کر کے میاں صاحبؒ کے ساتھ جنازہ گاہ میں پہنچے تو لوگ قطاروں میں کھڑے تھے اور جنازہ بالکل تیار تھا۔ اگر چہ جنازہ گاہ دوسری سڑک پر واقع ہے لیکن میاں حضور نے یہیں بیٹھے سب کو آگاہ کر دیا۔

پیپلز کالونی فیصل آباد کے سول جج خالد نے اپنی کوٹھی میں میاں حضورؒ کی دعوت کی۔ گوجرہ سے مجھے اور پرفیسر حاجی ظفر علی احسن کو دعوت ملی۔ ہم دونوں چناب ایکسپریس پر سوار ہو کر فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میاں حضورؒ مسافروں سے ٹکٹ وصول کر رہے ہیں۔ حاجی ظفر علی اور مَیں نے قدم بوسی کی۔ آپؒ نے ایک ٹکٹ جو گوجرہ سے فیصل آباد کا تھا' پروفیسر ظفر علی احسن کو پکڑا دیا۔ ٹکٹ دیکھتے ہی وہ کہنے لگے' خدا خیر کرے' لگتا ہے میاں صاحبؒ نے میرا تبادلہ گوجرہ سے فیصل آباد کرا دیا ہے۔ تیسرے دن حاجی ظفر علی احسن کو گورنمنٹ ایجوکیشن کالج فیصل آباد میں ٹرانسفر کے آرڈرز موصول ہو گئے۔

گوجرہ کے گڑھ محلہ کی گلی نمبر 2 میں صوفی حسین شاہ مرحوم' سپرنٹنڈنٹ ڈائریکٹوریٹ آف سکولز' راولپنڈی کی رہائش تھی۔ ایک دفعہ آپؒ صوفی حسین شاہ کے گھر تشریف لائے۔ صوفی سے فرمایا بوبو کہاں ہے؟ اسے فوری بلاؤ۔ صوفی صاحب نے کہا حضور ابھی حاضر ہوتی ہے۔ جب وہ آئی تو آپ نے بوبو کے سر پر پیار دیا اور فرمایا یہ جو بچی تمھارے پیٹ میں ہے' اس کا نام فریدہ رکھنا۔ میاں حضورؒ کے فرمان کے مطابق بچی پیدا ہوئی اُس کا نام فریدہ رکھا گیا۔ جن کی رہائش بعد میں لاہور ہوئی۔

Marfat.com

۱۶۔ انور علی عُرف بریگیڈیر

انور علی بریگیڈیر نے بتایا کہ عرصہ پہلے میرا' اہل حدیث مسلک سے تعلّق تھا۔ ایک دفعہ مَیں سرگودھا کی ایک اہلحدیث مسجد میں تھا کہ وہاں میاں صاحب بھی تشریف لائے۔ تب مَیں اُن کے سخت خلاف تھا۔ اُنھوں نے مجھے دیکھا تو پان کھاتے کھاتے مسجد میں تھوک دیا۔ پھر کیا تھا' میں ان سے لڑ پڑا اور کہنے لگا' تو بے ادب ہے' تجھے مسجد کے احترام کا پتہ نہیں۔ سارے لوگ تجھے جادوگر کہتے ہیں۔ چل نکل یہاں سے۔ میاں صاحبؒ نے مجھے گھور کے دیکھا اور فرمایا۔ ''تو بیس برس بعد ہمارا ہوگا۔'' واقعی بیس برس بعد میاں صاحب روزانہ میرے خواب میں آنے لگے۔ میں ان خوابوں سے تنگ آکر ایک دن ڈنڈا ہاتھ میں لیے' میاں صاحب سے (نعوذ باللہ) لڑنے اُن کے آستانے پر چلا گیا۔ آپؒ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''بہن کا۔۔۔ مجھے مارنے کیلئے آرہا۔'' مَیں قریب گیا تو دیکھا آپ کھیر کھا رہے تھے۔ فرمانے لگے ''لے ابے! کچھ کھالے۔'' مَیں نے کھیر لے لی مگر جادو کے خوف سے خود نہ کھائی۔ قریب بیٹھے ہوئے' ایک آدمی کو دے دی۔ آپؒ نے اِسے فرمایا۔'' اِسے ہی دے دے' یہ اِسی کے مقدر کی ہے۔ تب میں نے پلیٹ پکڑ لی اور کھیر کھالی' کھیر کھانے کی دیر تھی کہ میری دنیا ہی بدل گئی اور میں میاں حضورؒ کی طرف مائل ہو گیا۔ ایک دن آپ نے مجھے کوئی چیز دی اور فرمایا۔ ''اس پر ختم دو۔'' میں نے پوچھا کہ ختم کسے کہتے ہیں اور کیسے دیتے ہیں۔ آپؒ نے کچھ سورتیں پڑھیں پھر دعا مانگی اور فرمایا ایسے ختم دیتے ہیں۔ پھر تو میاں حضورؒ ہی کا ہو کر رہ گیا۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ افضال انور'' ۔۔۔ص 25)

ایک دن آپ مسجد کی صفائی کر رہے تھے۔ آپ پانی گرا رہے تھے اور مَیں (انور علی بریگیڈیر) جھاڑو دے رہا تھا۔ اس دن شدت کی گرمی تھی۔ جب میری کمر تھک گئی تو سوچنے لگا کہ کسی کو جھاڑو دیکر ذرا آرام کرلوں۔ اتنے میں غلام جیلانی ٹوانہ (تب انسپکٹر پولیس' سرگودھا) میرے قریب ہُوا۔ میں نے پوچھا۔ ''تو کون ہے؟'' اُس نے کہا پولیس انسپکٹر ہوں۔ میں نے اُسے جھڑک کر کہا کہ چل جھاڑو دے۔ یہ کہہ کر میں نے جھاڑو اُسے پکڑا دیا۔ تھوڑی دیر بعد میاں صاحبؒ اِدھر متوجہ ہوئے اور مجھے نہ پا کر پوچھا۔ ''بریگیڈیر کہاں ہے؟'' میں نے عرض کی' سرکار! تھک گیا تھا۔ اس لیے اسے جھاڑو دے دیا۔ میاں صاحبؒ نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر مارا اور فرمایا۔'' ۔۔۔ یہ اپنا ٹرانسفر کینسل کرانا چاہتا ہے۔ تو نے جھاڑو اسے کیوں دیا؟ مَیں نے غصّے سے جھاڑو اس انسپکٹر کو مارا' جسے وہ کچھ دیر سہلاتا رہا۔ میں نے اُسے کہا کہ ٹرانسفر تو کینسل تُو کرانا چاہتا ہے اور تھپڑ مجھے لگوا دیا۔ میاں صاحبؒ نے انسپکٹر سے فرمایا۔ ''ابے لے! تیرا ٹرانسفر کینسل کر دیا ہے۔''

Marfat.com

(غلام علی مسافر‘ متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور‘‘ ---ص 28)

ایک دن ایک عورت آستانے کے دروازے سے حال دُوھائی دیتی‘ اندر آنے لگی‘ میاں حضورؒ نے فرمایا ’’لال جھنڈی آ گئی۔‘‘ اُس عورت کا بیٹا گم ہو گیا تھا اور مل نہیں رہا تھا۔ وہ میاں حضورؒ کے پاس فریاد کرنے لگی۔ آپؒ نے فرمایا۔ ’’جاؤ‘ تمھارا بیٹا گھر آ گیا ہے۔‘‘ وہ عورت تیزی سے پلٹی اور گھر کی طرف تیز تیز چلنے لگی۔ مَیں بھی تصدیقِ حال کیلئے کچھ فاصلہ رکھ کر اُس کے پیچھے چلتا رہا۔ وہ عورت دروازہ کھول کر اپنے گھر میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر بعد میں نے دستک دی۔ وہی عورت آئی۔ میں نے پوچھا‘ مائی! تیرا بیٹا آ گیا ہے؟ اُس نے کہا وہ تو میرے آنے سے پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھا میاں صاحب نے مجھے لال جھنڈی کیوں کہا تھا۔ میں نے کہا کہ کیا تو ناپاک نہیں ہے اُس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اُنھوں نے اِسی لیے یہ لفظ استعمال کیا۔ مَیں نے پھر کہا‘ اس حالت میں تجھے آستانے میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ اُس نے کہا میرا تو بیٹا گُم ہو گیا تھا‘ میں میاں صاحب سے عرض نہ کرتی تو کیا کرتی۔ شکر ہے اُن کی دعا برکت اور توجہ سے مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے۔ جب میں آستانۂ پاک پر آیا تو میاں صاحب نے مجھے بہت گالیاں دیں اور فرمایا تو بہت تفتیشیں کرے۔

(غلام علی مسافر‘ متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور‘‘ ---ص 30)

۱۷۔ مولانا دلیل اللہ سرگودھا

سرگودھا کے حافظ دلیل اللہ نے بتایا‘ ہمارے دادا جان حافظ لقاء اللہ بڑے عالمِ دیں تھے۔ اُن کے میاں حضورؒ سے بڑے مراسم تھے۔ ہمارے چچا جان‘ میاں حضورؒ کے پانی پت میں کلاس فیلو تھے۔ میاں حضور کبھی کبھار مٹھائی یا شیر مال وغیرہ بالٹی میں ڈال کر ہمارے گھر تشریف لاتے‘ دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور ہماری والدہ کو بلاتے۔ وہ آ جاتیں تو فرماتے۔ ’’بوبو‘ یہ لے جاؤ‘ بچّے کھائیں گے۔‘‘ ایک بار میاں حضورؒ ہمارے گھر کی سیڑھیوں کو چومنے لگے۔ یہ دیکھ کر میرے چچا دست بستہ‘ بہت ادب سے عرض کرنے لگے کہ حضور! ایسا نہ کریں۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا۔ ’’یہ لقاء اللہ کا گھر ہے‘ ابے! وہ بڑا عالم تھا۔‘‘ (یہ گویا میاں حضورؒ نے ایک عالمِ دیں کی عزّت افزائی کی تھی۔)

ایک دفعہ ہماری ایک بچّی بیمار ہو گئی۔ بہت علاج کرایا لیکن آرام نہیں آ رہا تھا۔ آخر ہماری والدہ نے کہا کہ اِس بیٹی کو حضرت میاں صاحبؒ کے پاس لے جاؤ۔ میرا بھائی اسے لے کر آپ کے آستانے پر حاضر ہوا۔ میاں حضورؒ نے بیٹی کو دیکھا تو فرمایا۔ ’’آ جاؤ‘ میرے پاس آ جاؤ۔‘‘ بس کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ’’اللہ رحم کرے گا۔‘‘ بھائی اِسے

Marfat.com

گھر لایا تو طبیعت بحال ہونے لگی اور جلد ہی تندرست ہو گئی۔‘‘

۱۸۔ میاں محمد یوسف ساقی‘ سرگودھا

1986ء میں میں بچوں سمیت آپ کو سلام کرنے آستانے میں حاضر ہوا۔ تب میں فیصل آباد میں بطور سول جج متعین تھا۔ یہاں آپؒ کے ایک عقیدت مند رشید خان تھے جو محکمہ ہاؤسنگ فیصل آباد میں ہیڈ کلرک تھے۔ آپؒ نے رشید خاں سے فرمایا کہ تم باہر جاؤ‘ فیصل آباد سے سفید گاڑی آئی ہے۔ اس میں اپنا سامان رکھو۔ تمھیں ان کے ساتھ جانا ہے۔ پھر آپؒ نے شوربا منگوایا جو بہت بڑی بالٹی میں آیا۔ آپؒ نے میرے ڈرائیور کو بھی وہیں بلا لیا۔ اسے ثابت روٹیاں کھلائیں اور ہمیں ٹکڑے کھلائے۔ غریب آدمی پر ان کی اس شفقت کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔

میرے ہاں سات بیٹیاں ہی تھیں۔ ایک بار میں حاضر خدمت ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میاں حضورؒ سے اولادِ نرینہ کی دعا کراؤں گا۔ آپؒ مسجد میں گھوم رہے تھے۔ آپؒ نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا یہاں دو پھل دار درخت لگاؤ۔ پھر فرمایا نہیں‘ تین لگاؤ میں نے تین پھل دار درختوں کے پودے آستانے میں لگا دیے۔ اللہ پاک نے مجھے تین بیٹوں سے نوازا۔

رشید خاں کو میاں حضورؒ ’’قاری صاحب‘‘ فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بچے اپنی والدہ کے ساتھ لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ شاہ کوٹ کے نزدیک دو بسوں کا حادثہ ہو گیا۔ یہ خبر رشید خاں کو پہنچی تو وہ گھبرا گیا کہ یہ حادثہ کہیں میرے بچوں ہی کو پیش نہ آ گیا ہو۔ وہ گھر سے لاری اڈے تک بے چینی سے گھوم پھر رہا تھا۔ اس وقت میاں حضورؒ داؤد فاروق کے گھر تھے آپؒ نے فرمایا: ’’قاری کہاں ہے؟ اس بیوقوف کو بلا کر لاؤ۔‘‘ جب اسے بلا کر لایا گیا تو آپؒ نے فرمایا: ’’قاری صاحب حلوہ کھاؤ۔‘‘ لیکن وہ حلوہ کیسے کھاتا اسے تو بچوں کی فکر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ’’تو کھا۔ وہ آ گئے ہیں۔‘‘ دوسری طرف جب بس کو حادثہ ہوا تو رشید خان کی اہلیہ نے زور سے کہا: ’’میاں صاحبؒ! میں نے مرے ہوئے بچے لے کر گھر نہیں جانا۔‘‘ آپؒ نے فرمایا: ’’تیرے بچے زخمی ہوئے ہیں‘ لیکن سب ٹھیک ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا ‘تیری بہو کی چھاتی کے ٹکڑے ہو جاتے۔‘‘ (میاں حضورؒ بیوی کے لیے ہمیشہ بہو کی اصطلاح استعمال فرماتے)

۱۹۔ عبدالخالق عرف مرادی

میں بلاک نمبر 19 میں درزی کا کام کرتا تھا ایک دن میں دکان میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ آج دکان سے چھٹی کر کے میاں صاحبؒ سے مل آؤں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ خود میاں حضورؒ میری دکان کے آگے کھڑے ہیں۔ میں چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپؒ نے فرمایا: ’’ابے او! بیٹھ جا‘ چھٹی نہ کر یۂ شام کو ملنے آئیو آستانے پر۔‘‘

Marfat.com

میرے بیٹے ندیم طارق نے میاں حضورؒ کی شہادت کے تین ماہ بعد سوچا کہ اگر میاں حضورؒ ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہوتے تو ان سے درخواست کرتا کہ سرکارؒ مجھے حج ہی کرا دیں۔ اس نے اسی رات خواب دیکھا کہ میاں حضورؒ اپنے آستانے کے سب خادمین کو لے کر حج کر رہے ہیں۔ انھوں نے سب کو طواف کرایا' اور پھر سب کو موقع دیا کہ وہ حجرِ اسود کا بوسہ لے لیں۔ جب سب اس سے فارغ ہو گئے تو آپؒ نے صحن کعبہ ہی میں کھڑے ہو کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ سب ادھر دیکھو۔ سب نے ادھر دیکھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد اور ان کے روضہ پاک کی زیارت کی۔

ایک دفعہ میں آستانے کے لیے گھر سے نکلا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر آج میاں حضورؒ مجھ سے اذان دلوائیں تو کتنا اچھا ہو۔ میں نے مسجد میں آ کر موذن سے کہا کہ آج مجھے اذان دے لینے دو۔ اس نے جواب دیا کہ اذان تو دی جا چکی۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں باہر سے میاں حضورؒ کی آواز آئی کہ اب او مرادی! جا' اذان دے لے۔ میں نے سپیکر میں اذان دی۔ اس دن میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ آج ایک ہی جماعت کے لیے دو دفعہ اذان دی گئی تھی۔

بیوی کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ مجھے دوسری شادی کر لینی چاہیے۔ جب مجھے یہ خیال آیا تھا تو میں آستانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میاں حضورؒ نے مجھے بھاری بھر کم گالی دے کر فرمایا: ''اب او مرادی! فقیری لینی ہے کہ عورت؟'' میں یہ سن کر کانپ اٹھا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ فقیری۔ میاں حضورؒ یونہی دلوں کے راز جان لیتے تھے۔

۲۰۔ محمد رفیق قریشی' سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر' فیصل آباد

میں نے 1958ء کے ماہِ رمضان میں ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جن کے گلے میں کرتا نہ تھا اور جنھوں نے صرف دھوتی باندھی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے ایک' دوسری گیلی دھوتی کو پکڑے ہوئے اسے ہوا میں خشک کر رہے تھے۔ ان کے چہرے کی معصومیت اور نورانیت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں نے دیکھا کہ دو سفید اونٹ ان کے پیچھے کھڑے ہیں۔ صبح اٹھا تو وہی بزرگ میرے دل و دماغ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ خواب میں اونٹ نظر آئے تو فرشتہ ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ یہ بھی کوئی بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔

ایک دفعہ ایک سکول ٹیچر ذکی صاحب میرے پاس اپنا بل لے کر آئے۔ وہ نقشبندی تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے بل پاس ہو جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ پہلے مجھے کسی بزرگ سے ملائیں۔ اس نے کہا میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ یوں اسی دن عصر کے بعد ذکی صاحب مجھے لے کر میاں صاحبؒ کے آستانے پر حاضر ہوئے۔

Marfat.com

یہ 1962ء کا اواخر تھا۔ میاں حضورؒ محسن خان کے کمرے میں دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خواب والی نورانی شکل فوراً پہچان لی۔ انھیں دیکھتے ہی مجھے ایسا سکون قلب حاصل ہوا جیسا مجھے 1950ء میں حج کے دوران حاصل ہوا تھا۔ میں نے پانچ روپے نذر پیش کی' جو میاں حضورؒ نے کچھ تامّل کے بعد قبول فرمالی۔ ان دنوں محسن علی خان کے گھر سے چار پانچ آدمیوں کا کھانا آجاتا تھا۔ سرکارؒ نے مجھے بھی لنگر کھلایا۔ پھر میرا آستانے میں آنا جانا شروع ہو گیا۔ اس زمانے میں عبداللہ قریشی S.E واپڈا' راجہ تسلیم اختر S.D.O لائل پور' ایس۔ ٹی' غلام محمد لائل پور' ایس۔ ٹی حمید وائیں' لاہور' لائل پور کے گارڈ ریلوے محمد شفیع ملک اور نگ زیب جیسے سینئر لوگ یہاں آیا کرتے تھے۔

آستانے پر ایک مجذوب بہار (بنگال) کا رہائشی رہتا تھا۔ لوگ اسے بنگالی بابا کہتے۔ میاں حضورؒ اسے جانی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؒ نے فرمایا: ''جانی ہر رات ایک بجے مدینہ شریف میں نوبت بجاتا ہے۔'' مجھے اس بات کا بہت تجسس تھا کہ میاں حضورؒ کے رات کے معمولات کیا ہوتے ہیں۔ میں اسی ٹوہ میں رہنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ آپؒ عموماً رات گیارہ سے ایک بجے تک بستر پر بیٹھے رہتے۔ میرے دلی تجسس کو دیکھتے ہوئے ایک رات آپؒ نے فرمایا: ''اب او قریشی! میرے کمرے میں جا اور پھٹا پرانا لحاف لے کر سوجا۔'' میں سدری کے بائیں ہاتھ کے کمرے میں پڑا ہوا ایک پھٹا پرانا لحاف لے کر سو گیا۔ میں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ پاک کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی قبر شریف کچی ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میاں حضورؒ وہاں سر جھکا کر دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپؒ کے دائیں جانب کھڑا ہو کر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنے لگا۔ صبح اٹھا تو بہت ہشاش بشاش اور بے حد خوش و خرم تھا۔ آپؒ نے فرمایا: اب قریشی! میں تو صرف مجاور ہوں۔ مجھے اشارہ مل گیا کہ رات کو آپؒ دوزانو ہو کر جو سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں وہ دراصل آقائے دوجہاں ﷺ کی مجاوری کرتے ہیں۔

جس دن میاں حضورؒ شہید ہوئے اس دن کی نماز فجر کی جماعت میں نے کرائی۔ یوں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میاں حضورؒ نے میرے پیچھے اپنی ظاہری زندگی کی آخری فرض نماز ادا کی۔

جب میں اکاؤنٹنٹ تھا تو سرکارؒ مجھے ہمیشہ منشی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ کلیریکل پوسٹ تھی۔ جب میں درجہ اول کا آفیسر ہوا تو آپؒ نے مجھے حاجی صاحب کہنا شروع کر دیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد میری سب سے بڑی مصروفیت میاں حضورؒ کے آستانے میں حاضری ہوتی ہے۔

محمد رفیق قریشی' سابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر' فیصل آباد نے بتایا کہ ایک بار میاں حضورؒ نے فرمایا: ''فقیری سولی ہے۔ جبکہ درود شریف نوری چادر ہے۔'' (مراد یہ ہے کہ فقیری نہ تلاش کرو' درود شریف پڑھتے رہا کرو۔)

Marfat.com

۲۱۔ تایا ظفر احمد (المتوفی 2000ع) ولد نصیر احمد پانی پتی

میں 1928ع میں پانی پت میں پیدا ہوا۔ ہمارا گھر میاں صاحبؒ کے گھر کے قریب ہی تھا۔ بشیر ہڈی والا میرا حقیقی بھائی تھا۔ میں میاں حضورؒ سے تقریباً دس گیارہ برس چھوٹا ہوں۔ میاں صاحبؒ مدرسہ فیاض العرفان' پانی پت میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یہ مدرسہ ہماری برادری کے لوگوں نے بنوایا تھا' حکومت کا نہ تھا۔ یہاں تمام اساتذہ مسلمان تھے۔ میاں صاحبؒ کو میں نے کبھی کھیلتے کودتے نہ پایا۔ انھیں مسجد میں پایا' یا مدرسہ میں۔ میاں حضورؒ مجھے کبھی ظفرا کہہ کر بلاتے کبھی تایا جی کہہ دیتے۔ میں 1975ع میں یہاں آیا اور تب سے اب (1998ع) تک یہی ہوں۔ میاں حضورؒ نے میری ڈیوٹی کھانا پکانے کی لگائی تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ایک دفعہ آپؒ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''سب دنیا لینے آتے ہیں دین لینے کوئی نہیں آیا۔'' میرا یقین ہے کہ اس آستانے میں صرف وہی آ سکتا ہے جسے میاں حضورؒ خود چاہیں۔ یہاں سے آج تک کوئی خالی ہاتھ نہیں گیا ہے۔ نہ کبھی جائے گا۔ میاں حضورؒ قرآنِ مجید زیادہ پڑھاتے اور درود شریف پڑھنے کی بہت تلقین فرماتے۔ آپؒ نے اکثر فرمایا: ''ابے ظفرے! درود شریف سے افضل کوئی وظیفہ نہیں۔ قبلہ رو ہو کر ادب سے پڑھا کرو۔'' میں نے میاں صاحبؒ کی عمر بھر کی رفاقت میں دیکھا کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ کرامت تھا۔ آپؒ نے جو فرما دیا وہ ہو کر رہا۔ ایک دفعہ میں ہنڈیا پکا رہا تھا کہ آپؒ نے فرمایا: ''ابے! یہاں کا کام فرشتے کرتے ہیں۔'' میاں حضورؒ حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ کے مست اور شیدائی تھے۔ ان کا فارسی کلام شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ میں 1948ع میں میں پاکستان آیا۔ میاں صاحبؒ میرے بعد ایک ٹرک میں لاہور آئے۔ اس ٹرک میں بہت سے مست لوگ تھے وہ سبھی لالیاں پہنچائے گئے جبکہ میاں حضورؒ لاہور میں اتر گئے۔ 1957ع میں میاں صاحبؒ چنیوٹ میں تھے۔ آپؒ کبھی کبھار میاں صاحبؒ سے مذاق کر لیا کرتے تھے۔ 1957ع میں آپؒ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا: ''خبردار! اب مذاق نہ کرنا' اب ہم ظاہر ہو چکے ہیں۔'' میاں صاحبؒ جب گشت پر نکلتے تو لاکھوں روپے کے نوٹ باندھ کر کندھے پر رکھ لیتے۔ نوٹوں کا بڑا خزانہ ہمیشہ آپؒ کے ساتھ ساتھ رہتا۔ میرے نزدیک اسی لیے لوگ آپؒ کو نوٹوں والی سرکارؒ کہتے ہیں۔

سائیں ولایت علی شاہ صاحب (سنولی والی سرکارؒ' کراچی) 1955ع میں سنولی والی سرکارؒ سرگودھا تشریف لائے۔ موجودہ مسجد میں بھی تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ جگہ کسی بڑے بزرگ کی قیام گاہ بنے گی۔'' میاں حضورؒ 1958ع کے بعد سرگودھا تشریف لائے جبکہ آپؒ نے یہ پیشین گوئی چند سال پہلے ہی کر دی تھی۔

Marfat.com

۲۲۔ شیخ سعید اختر عرف ڈاکٹر

میاں حضورؒ کی شہادت سے تقریباً تین چار ماہ پہلے کی بات ہے کہ مجھے میاں حضورؒ نے عرصہ نو ماہ سے یہیں آستانے میں رکھا ہوا تھا۔ یہیں سوتا یہیں رہتا۔ ایک بار آپؒ نے جیون سے فرمایا: ''جیون دیکھیو یہ ڈاکٹر کہیں جائے نہیں۔ پھر عشا کی اذان ہوئی۔ حافظ ظہیر نماز پڑھانے لگے تو اونچی آواز سے فرمایا: ''حافظ صاحب نماز ٹھیک پڑھائیو' لوگوں کی نمازیں نہ خراب کیجیو۔'' اس دن آپؒ نے تقریباً چار پانچ لاکھ روپے ایک بڑی چادر میں باندھ کر اپنے نزدیک رکھ لیے' (حالانکہ وہ عموماً نماز میں اپنے گھٹنوں کے سامنے رکھتے تھے۔) پھر آپؒ نے نیت باندھ لی۔ دوسری رکعت کے رکوع میں ایک نوجوان لڑکا آیا۔ اس کی عمر تیرہ چودہ برس ہوگی۔ اس نے روپوں کی گٹھڑی اٹھائی اور پیر نذر صاحب کے آستانے سے ہو کر قبرستان کی طرف بھاگ گیا۔ میاں صاحبؒ نے شور مچا دیا اب لے گیا' اب لے گیا سب پیسے لے گیا۔ سب نے نیتیں توڑ ڈالیں۔ تقریباً دس بارہ آدمی اسے ڈھونڈنے قبرستان کی طرف نکلے۔ لال ٹینیں منگوائی گئیں۔ مجھے ایک قبر پر یہ گٹھڑی دکھائی دی۔ میں نے مرادی کو بتایا اور یہ گٹھڑی میاں صاحبؒ کے پاس پہنچا دی گئی۔ جب ہم گٹھڑی لے کر آپؒ کے پاس آئے تو آپؒ بڑے آرام سے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس چور لڑکے کو غلامی جیلانی ٹوانہ صاحب' انسپکٹر کرائمز برانچ نے پکڑ لیا۔ اور حوالہ پولیس کر دیا۔ وہ اپنا جرم مان بھی گیا۔ لیکن میاں حضورؒ نے اسے معاف کر دیا۔ بہر حال میرے دیکھنے سے وہ گٹھڑی واپس مل گئی۔

۲۳۔ محمد رمضان بلوچ عرف جٹ

1993ء میں آپؒ آئسکریم کھا رہے تھے۔ آئسکریم سب میں تقسیم کی گئی۔ آپؒ نے اپنی پلیٹ سے دو چمچ لے کر باقی آئسکریم کی پلیٹ مجھے دے دی اور فرمایا: ''اسے ایک کیلہ زمین مل رہی ہے۔'' صبح میرے سسر نے واقعی ایک کیلہ زمین ہمیں دے دی۔ سرکاری ریٹ ہی دکھایا گیا۔ زمین میرے بیٹے محمد زوار کے نام ہونا تھی لیکن غلطی سے نام محمد نواز لکھا گیا۔ یہ بڑی خطرناک غلطی تھی۔ ملی ہوئی زمین غلط نام کے اندراج کی وجہ سے واپس ہو سکتی تھی۔ میں نے میاں حضورؒ کے پاس آ کر فریاد کی۔ آپؒ نے فرمایا: ''ہم نے زمین تجھے دی تھی تیرے بیٹے کو نہیں' لیکن اب تو جا جس کے مرضی نام کرا لے۔'' میں نے اگلے دن ڈی۔سی صاحب کو درخواست دی تو انھوں نے نام نواز سے بدل کر زوار کر دیا۔ اور میرا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوا یہ سب میاں صاحبؒ کی کرامت سے ہوا۔

۲۴۔ غلام شبیر (عرف کپڑے والا)

میاں حضورؒ نے میرا نام کپڑے والا رکھا ہوا تھا۔ آپؒ کے پاس ایک دفعہ ایک نوجوان آیا وہ بے حد پریشان تھا

Marfat.com

۔اس نے اپنی مالی پریشانیوں کا ذکر کر کے اپنا مکان یا دکان بیچنے کی بابت آپؒ سے اجازت طلب کی۔آپؒ ناراض ہوئے اور فرمایا: ''نہ مکان بیچ نہ دکان۔'' تھوڑی دیر بعد فرمایا: ''سامنے کمرے میں' جھاڑو دے لے۔'' اس نے جھاڑو دیا اور چلا گیا۔کچھ عرصے بعد دوبارہ آیا تو اس نے بتایا کہ پہلے میں مالی طور پر اتنا مجبور تھا کہ دکان یا مکان بیچنے ہی والا تھا لیکن میاں حضورؒ کی شفقت اور کرامت سے دکان' مکان بھی نہ بکے اور میرا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

میں ظفر کالونی کا رہائشی ہوں جبکہ میرے قریب کی ایک بستی مجاہد کالونی میں ایک عورت نے بہت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔وہ لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود تقریباً عریاں تھی۔میری اچانک اس پر نظر پڑی تو میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔کچھ دیر بعد جب میں آستانے میں حاضر ہوا تو میاں صاحبؒ نے مجھے موٹی سے گالی دی اور سختی سے فرمایا: ''ابے! تو نظروں سے برا کام کرے' باریک لباس کے اندر جھانکے' بندے کا بن۔'' اس پر میں بہت شرمندہ ہوا' اور میں نے معافی مانگی۔آپؒ نے فرمایا: ''ابے او کپڑے والے! اللہ کے سامنے توبہ کر۔''

میاں حضورؒ نے اپنی شہادت سے ایک دن پہلے جمعہ کے دن صبح ٹھیک ساڑھے دس بجے مجھے فرمایا: ''دیگچہ مانجھ دھولے۔میں دیگچہ لے کر ٹونٹیوں کے پا آیا اور اسے دھونے لگا۔آپؒ میرے بالکل سامنے والی ٹوٹی کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: ''ابے کپڑے والے! یہاں سرگودھا میں ایک قلندر ہوا کرے تھا' ابے وہ قصائی تھا لوگوں نے مار مرا دیا اسے۔''

اگلے روز ہفتہ کے دن جب میں نے آپؒ کی شہادت کا اعلان سنا تو مجھے یاد آیا کہ مجھے تو حضورؒ نے کل ہی بتا دیا تھا۔

۲۵۔عابد علی خان سرگودھا

ہمارے جھجر والے پٹھان خاندان کا میاں حضورؒ سے بہت قدیمی تعلق ہے۔میرے چچا شریف خان المعروف شریف پٹرول پمپ والے میاں حضورؒ کے چہیتے خادم تھے۔مجھے بھی میاں حضورؒ کی خدمت کا شرف حاصل ہے۔

ایک بار مَیں ملائیشیا میں تھا۔مَیں یہاں سے غیر قانونی طور پر سنگاپور میں داخل ہونا چاہتا تھا۔جس ایجنٹ سے بات ہوئی تھی وہ مجھے ایک پُل پر بٹھا گیا اور دوسرے آدمی کو لینے چلا گیا۔اُس کے جاتے ہی ایک باوردی پولیس مین میرے قریب سے گزرا' مجھے دیکھ کر مُڑا' اور میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔چونکہ میرا سارا معاملہ غیر قانونی تھا لہٰذا مَیں سخت وحشت زدہ ہو گیا۔جب وہ مجھے گھورنے لگا تو مَیں اُس سے آنکھیں نہ ملا سکا اور اس گھبراہٹ میں دل ہی دل میں میاں حضورؒ کو یاد کر کے فریاد کرنے لگا۔اتنے میں وہ ایجنٹ دوسرے آدمی کو لیکر آیا اور مجھے سپاہی کے پاس دیکھ کر ڈرتا ہوا دوسری طرف بھاگ اُٹھا۔وہ پولیس مین کچھ دیر مجھے گھورتا رہا پھر کوئی بات کیے بغیر چلا گیا۔کچھ دیر بعد وہی ایجنٹ آیا۔وہ سخت حیران تھا کہ ماما (پولیس والا) نے تجھے کیسے چھوڑ دیا۔میں نے کہا کہ میرے مرشد کی

Marfat.com

برکت ہے پھر وہ مجھے سنگاپور تک لایا۔ وہ مجھ سے بہت خوش تھا۔ اُس نے مجھے کھانا بھی کھلایا اور مجھ سے اضافی رقم بھی نہ لی جبکہ دوسرے آدمی سے رقم وصول کی۔ اُس نے ہوٹل والوں سے جھگڑ کر ہوٹل کا کرایہ بھی کم کرایا۔ وہ یہی کہہ رہا تھا کہ تیرا مرشد زندہ باد۔ یہاں تو آج تک کسی ماما نے کسی اجنبی کو بھی معاف نہیں کیا۔

ایک دفعہ میں نے ایک بہت اچھی گاڑی فروخت کے لیے خریدی اور اُسے اسلام آباد لے آیا۔ مَیں نے مناسب نفع پر اُسے بیچ دیا اور ایک دوسری گاڑی خرید لی۔ اس نئی گاڑی کے علاوہ اُس وقت کم و بیش ایک لاکھ روپے میرے پاس نقد موجود تھے۔ میرے ساتھ ایک دوست بھی تھا۔ ہم دونوں اسی گاڑی کے ذریعے سرگودھا کے لیے واپس ہوئے۔ ایک جگہ جب ہماری کار پہاڑوں میں سے گزر رہی تھی تو گاڑی میں کسی چیز کے جلنے کی تیز بُو پھیل گئی۔ رات کے اس سمے کافی گہرا اندھیرا چھا چکا تھا۔ ہمیں ایک پہاڑ کی چڑھائی پر رکنا پڑا۔ ہم دونوں کافی دیر تک ٹٹول ٹٹول کر نقص تلاش کرتے رہے۔ آخر معلوم ہوا کہ بیٹری کا گرپ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ یہ گاڑی نئی تھی اور ہمارے پاس کوئی اوزار نہیں تھا۔ تاریکی کی وجہ سے کچھ دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ بہت گاڑی والوں کو ہاتھ ہلا ہلا کر روکنے کی کوشش کی لیکن اس چڑھائی پر کوئی رُک نہیں رہا تھا۔ سردیوں کی اس یخ بستہ' تاریک رات میں ہم تھک ہار کر سڑک کے کنارے بیٹھ گئے۔ مَیں نے دل ہی دل میں حضرت میاں صاحبؒ سے عرض کیا کہ سرکار آپ کے بچّے ہیں اور اس خطرناک جگہ بے بسی سے پھنس گئے ہیں۔ کرم کریں۔ اتنے میں میرے دوست کا ہاتھ لوہے کی دو چیزوں سے لگا۔ اُٹھایا تو ایک پلاس تھا اور ایک پیچ کس ان دونوں چیزوں کے اچانک ملنے سے ہمیں جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ ہم نے بونٹ وغیرہ کو کسا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ میاں حضورؒ نے اللہ کے فضل سے ہماری مدد کر دی تھی۔

ہمارے ایک عزیز خوشاب میں ڈپٹی کمشنر تھے وہ جماعتِ اسلامی کے رکن اور شریعت کے بہت پابند تھے۔ اُن کے ایک ملنے والے چکوال میں نائب تحصیلدار اُنھوں نے بتایا کہ کل اتنے بجے میاں حضورؒ خود یہاں ہسپتال میں تشریف لے آئے تھے۔ یہ بالکل وہی وقت تھا جب میرے والد آستانے میں میاں صاحبؒ کو تشریف لانے کی درخواست کر رہے تھے۔ اور کافی دیر تک ان کے پاس رہے۔ میرے ایک ماموں خوشاب میں ڈی۔سی تھے۔ جن کے ایک تعلق دار نائب تحصیلدار تھے۔ وہ ڈی۔سی۔صاحب کے پاس گئے اور اُنھوں نے کہا کہ کئی سالوں سے میری حج کی درخواست منظور نہیں ہو رہی۔ ڈی۔سی۔صاحب نے کہا کہ تم سرگودھا چلے جاؤ۔ وہاں میرے بھانجے عابد علی سے ملو۔ وہ آپکو اللہ کے ایک ایسے بندے کے پاس لے جائے گا جو تمھارا کام کر دے گا۔ وہ نائب تحصیلدار میرے پاس سرگودھا آیا' جسے لے کر مَیں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کی التجا سُننے کے بعد ایک میز کے

Marfat.com

نیچے سے ایک پرانا گرد آلود عید کارڈ نکالا۔ اُس کی گرد جھاڑی اور مجھے دے کر فرمایا ''لے دیکھ' اس پر کیا ہے۔'' مَیں نے عرض کیا' ''سرکار خانہ کعبہ ہے' اللہ کا گھر۔'' فرمایا ''اور کیا ہے؟'' مَیں نے عرض کی ایک معصوم بچہ دعا مانگ رہا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''لے' بے مَیں بھی دیکھوں۔'' آپؒ نے وہ عید کارڈ پکڑا' اُسے ایک نظر دیکھا اور اُس آدمی سے فرمایا۔ ''جاؤ۔'' وہ آدمی یہ سُن کر چلا گیا۔ خوشاب جا کر اس نے ڈی۔سی۔ صاحب کو بتایا کہ آپ نے جہاں بھیجا تھا' انھوں نے مجھے جاؤ کہہ کر واپس بھیج دیا ہے اور حج کے حوالے سے کوئی واضح بات نہیں بتائی۔ ڈی۔سی۔ صاحب نے کہا کہ ان سے ملاقات کی تمام روداد مجھے سناؤ۔ اُس نے اپنی حج کی درخواست پیش کرنے اور میاں صاحبؒ کا عید کارڈ دکھانے' پھر بیت اللہ اور کسی معصوم بچّے کے دعا کرنے کی تصویر کی بات بتائی۔ ڈی۔سی۔ صاحب یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا' تم میاں صاحب کے طریقہء کار کو نہیں جانتے' حالانکہ اُنھوں نے آپ کو حج کی نوید بھی سُنا دی ہے۔ اس نے کہا' کیسے؟ ڈی۔سی۔ صاحب نے بتایا کہ میاں حضورؒ نے تمھیں جو تصویر دکھائی اُس میں ایک معصوم کے دعا کرنے اور سامنے اللہ کے گھر کے ہونے کا منظر ہے۔ یہ واضح اشارہ ہے کہ حضرت میاں حضورؒ کی دعا برکت سے ان شاءاللہ اس دفعہ تمھارا نام حج کی قرعہ اندازی میں نکلے گا اور تم بیت اللہ شریف کا طواف ضرور کرو گے۔ جب حج کی قرعہ اندازی ہوئی تو سب سے پہلے اسی تحصیلدار کا نام نکلا' اور اُسے حج کرنے کا شرف نصیب ہوا۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انور' ---مختلف صفحات 38 تا 41)

۲۶۔ چودھری منظور حسین کھبّہ' برجوالا' ساہیوال

میرا چھوٹا بھائی کیپٹن ڈاکٹر منور حسین فوج میں ڈاکٹر تھا اُس پر غداری کا مقدمہ درج ہو گیا۔ معاملہ بالکل مختلف قسم کا تھا۔ لگتا تھا کہ ساری فوج میرے بھائی کے خلاف ہو گئی ہے۔ جنرل ضیاء الحق بھی میرے بھائی کے خلاف ذاتی دلچسپی لے رہا تھا۔ ہم نے بڑی کوششیں کیں لیکن سب رائیگاں گئیں۔ ہم ہر طرح بے بس ہو چکے تھے۔ قادر آباد کے چودھری سعید نے ہمیں مشورہ دیا کہ تم سرگودھا چلے جاؤ۔ میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں فریاد کرو۔ ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اس سے پہلے مَیں نے بڑے بڑے جاگیرداروں اور اعلیٰ فوجی افسروں سے جنرل ضیاء الحق کو فون کرائے تھے۔ پیر صاحب پگاڑا سے بھی فون کرایا تھا لیکن سب بے اثر ثابت ہوا۔ تھک ہار کر میرا ارادہ حضرت سخی لعل شہباز قلندرؒ کے ہاں جانے کا تھا۔ چودھری سعید صاحب کے کہنے پر مَیں سرگودھا' آستانے میں حاضر ہوا۔ نذر پیش کرنے کی غرض سے میں پھلوں کی ایک ٹوکری بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ سخت گرمی کا موسم تھا اور دن کے گیارہ بجے

Marfat.com

تھے۔ ملنگوں نے مجھے مسجد میں بٹھا دیا۔ مَیں نے دیکھا پندرہ منٹ بعد میاں حضورؒ پانی کا پائپ لے کر حجرے کی چھت پر چڑھ گئے۔ اُس وقت اُن کے جسم پر قمیض نہیں تھی۔ میاں صاحبؒ نے چھت سے درختوں کے پتے اور ٹہنیاں دھو ڈالیں۔ چھت کو بھی جھاڑو دے دے کر اچھی طرح دھو دیا۔ انتہائی سخت گرمی اور شدت کی دھوپ میں میاں حضورؒ مسلسل دو گھنٹے دھونے دھلانے کا یہی کام کرتے رہے۔ پھر آپؒ نیچے تشریف لائے اور مسجد میں پنکھے کے نیچے لیٹ گئے۔ تقریباً چار بجے آپ میرے پاس آئے اور کوئی بات کیے بغیر فروٹ کی ٹوکری اُٹھا کر لے گئے۔ مَیں مسجد ہی میں بیٹھا رہا شام کو آپ پھر مسجد میں آئے اور ہمیں حکم دیا کہ نماز پڑھو۔ چنانچہ میں نے با جماعت نماز ادا کی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو ایک ملنگ کو ساتھ لے کر میرے پاس تشریف لائے اور بیٹھ کر میری روداد سُنی۔ مَیں نے روتے ہوئے بتایا کہ جنرل ضیاء الحق صدرِ پاکستان خود اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہے اور میرے بھائی کیپٹن ڈاکٹر کو سزا دلوانے کے خواہش رکھتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا ''وہ کیا کرے گا' مَیں نے تو سب کچھ دھو دیا ہے۔'' آپؒ نے واضح طور پر فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ مَیں نے سزا کو دھو دیا ہے۔ اب اللہ کے فضل سے سارا معاملہ صاف ہو گیا ہے اور اب ضیاء الحق کچھ بھی کر لے تیرے بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ پھر آپؒ نے سب حاضرین میں خود لنگر تقسیم کیا۔ برتن بھی خود ہی اکٹھے کیے اور ٹونٹی پر خود ہی سب برتن دھوئے۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم وہیں سو گئے۔ رات 2 بجے کے بعد مجھے خواب آیا کہ میرے بھائی ڈاکٹر منور کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں۔ سپاہی اس کو پھانسی گھاٹ کی طرف کھینچ کر لے جا رہے ہیں۔ ہم بھی پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ مجمع بہت زیادہ ہے۔ لوگ پھانسی کی باتیں کر رہے ہیں میں بے حد پریشان ہو رہا تھا اور پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ سپاہی میرے بھائی کو میرے سامنے پھانسی گھاٹ تک لے گئے۔ مَیں بھائی کی پھانسی پر انتہائی پریشان ہو رہا تھا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ ایک سپاہی پھانسی کا پھندہ کھینچنے ہی والا تھا کہ میرے پاؤں کو ایک زور کی ٹھوکر لگی' جس سے مَیں ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ سرکار میرے پاس کھڑے ہیں۔ گھڑی پر دو بج کر پینتالیس منٹ ہو گئے تھے اور مَیں پسینے میں شرابور کپکپا رہا تھا۔ بہت زیادہ خوف کی وجہ سے میرا بُرا حال تھا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''پروفیسر! تو نے جو دیکھنا تھا' دیکھ لیا۔ اب یہ سب نہیں ہو گا یہ تیرے یہاں آنے سے پہلے کا معاملہ تھا۔'' یہ سُن کر مجھے بہت سکون ہوا۔ آپؒ نے فرمایا اُٹھو وضو کرو۔ مَیں وضو کر کے بیٹھ گیا۔ پھر آپؒ نے فرمایا' لیٹ جاؤ۔ مجھے پُرسکون نیند آ گئی۔ جب میں نے کروٹ لی تو دیکھا کہ میاں حضورؒ میرے ساتھ لیٹے ہیں۔ مَیں پھر خوف زدہ ہو گیا۔ آپؒ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں۔ پھر صبح کی اذان ہوئی نماز پڑھی۔ سات' آٹھ بجے آپؒ نے آواز دی کہ ساہیوال والے آدمی کو بلاؤ۔ پروفیسر نے سفر کرنا ہے۔ اُسے پنڈی جانا

Marfat.com

ہے۔اُس کو ناشتہ کراؤ۔ مجھے ایک آدمی بلا کر سرکارؒ کے حُجرے میں لے گیا۔ سرکار نے مجھے ایک پلنگ پر لٹا دیا۔اُس پلنگ پر لیٹتے ہی میں پھر گھبرا گیا اور میرا دل زور زور سے دھک دھک کرنے لگا۔آپؒ نے آواز دی: ''اُبے او پروفیسر! کیوں گھبرا رہا' آرام سے لیٹ۔'' بیس منٹ بعد ایک دیگچہ میں آپؒ نے چاول ڈالے اور اُسے پکنے کے لیے آگ پر رکھ دیا۔ پھر چند ہی منٹوں کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ مہمان نے راولپنڈی جانا ہے' اُسے ناشتہ کراؤ۔ مَیں نے سوچا ابھی چاول دیگچے میں ڈالے ہیں۔ان کچے چاولوں سے پیٹ میں خرابی ہو جائے گی۔ میاں حضورؒ نے پلیٹ میں یہی چاول ڈالے اور ایک خادم کو فرمایا کہ اس میں گھی بھی ڈال دو۔اُس نے ایک بڑا چمچہ دیسی گھی کا اوپر ڈال دیا جب مَیں کھانے لگا تو حیران ہو گیا کیونکہ یہ بالکل صحیح پکے ہوئے' بے حد لذیذ اور نرم چاول تھے۔ مَیں چاول کھا چکا' تو فرمایا کہ اب جاؤ اور واپسی پر مجھ سے مل کر جانا۔ جب مَیں اپنے بھائی ڈاکٹر کیپٹن منور کے پاس پہنچا تو وہ بے حد مطمئن تھا۔اُس نے بتایا خدا جانے کیا بات ہے کہ آج رات سے ساری ٹینشن ختم ہو گئی ہے اور حالات بہت ہی بہتر ہو چکے ہیں۔کیا آپ نے کوئی سفارش کرائی ہے؟ مَیں نے میاں حضورؒ کی ملاقات کا حال بیان کیا اور بتایا کہ مجھے حکم ہے کہ واپسی پر مل کے جاؤ۔ پھر مَیں بہت مطمئن ہو کر سرگودھا واپس ہوا۔ مَیں نے میاں صاحبؒ کو سلام کیا تو آپؒ نے فرمایا' 'اُبے پروفیسر! اب تیرے بھائی کو کچھ نہیں ہو گا۔جاؤ گھر والوں کو تسلی دو۔'' آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ تمھارا بھائی سروس کرنا چاہتا ہے کہ چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ سرکار ہماری جان چھوٹ جائے ہم نے سروس کیا کرنی ہے۔ آپؒ نے فرمایا' ''کچھ اور کر لے پھر چھوڑ دے۔'' کچھ دیر خاموشی کے بعد آپؒ گویا ہوئے۔''جہاں انسلٹ (Insult = بے عزتی) ہو جائے وہاں زیادہ نہیں رہنا چاہئے۔'' چنانچہ آپؒ کے فرمان کے مطابق رہائی کے بعد میرے بھائی نے 3،4 ماہ سروس کی پھر استعفیٰ دے دیا۔ یوں میاں حضورؒ کی شفقت اور توجہ سے میرے بھائی کی پھانسی ٹل گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے نئی زندگی دی۔

(غلام علی مسافر' متاعِ مسافر (غیر مطبوعہ) مملوکہ اِفضال انورؔ' ---ص 44)

۲۶۔شیخ عبدالجبار شہزادہ' فیصل آباد

میاں حضورؒ سے میری پہلی ملاقات 1971ء میں ہوئی' تب میں ایک رکشہ ڈرائیور تھا۔ میاں حضورؒ چناب چوک کے قریب میرے رکشے میں بیٹھے اور ریلوے سٹیشن سے ذرا پہلے واپڈا کے دفتر کے نزدیک اتر گئے۔اُن کے چہرے' اُن کی گفتگو' اُن کی محبت اور اُن کی کشش نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ جب اُن کی محبت میرے دل میں بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تو تیسرے دن پھر اچانک ان سے ملاقات ہو گئی۔ پھر تو یہ معمول بن گیا کہ دوسرے تیسرے دن

Marfat.com

جب میں باباجی کو یاد کرتا وہ چند قدموں کے فاصلے پر سامنے موجود ہوتے۔ وہ عموماً مجھے دن کے ڈیڑھ یا اڑھائی بجے شدت سے یاد آتے اور چند قدم پر مل جاتے' کبھی سٹیشن کے قریب کبھی پی آئی اے کے دفتر کے قریب' کبھی سول ہسپتال کے قریب۔ آپؒ سڑک کے کنارے کھڑے ہوتے۔ میں آپ کو دیکھتے ہی زور سے بریک لگاتا اور بے تابی سے باہر نکلتا۔ آپؒ مجھے دیکھتے ہی فرماتے: ''چلو چلو'' اور اگلے ہی لمحے نظروں سے غائب ہو جاتے۔ جب جدائی کی شدت کافی بڑھ گئی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ سول ہسپتال کے قریب واپڈا کے دفتر میں رہائش پذیر خان فضل الرحمان کے ہاں ٹھہرتے ہیں۔ میں وہاں گیا لیکن بابا حضورؒ نہ ملے۔ اِدھر جدائی میں میرا برا حال تھا۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر اب بابا حضورؒ مل گئے تو میں نے ان کو زبردستی گلے سے لگا لینا ہے اور رکشے میں بھی بٹھا لینا ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سول ہسپتال کے گیٹ کے نزدیک آپؒ مل گئے۔ میں بے تابی سے نیچے اترا اور بابا حضورؒ کو گلے لگانے کی زبردستی کوشش کی اور رکشہ میں بیٹھنے کے لیے عرض کیا۔ آپؒ نے کئی بار انکار کیا۔ یہی فرماتے: '' چل بے چل' ہٹ' اپنا کام کر۔'' میری بہت ہی منت سماجت کے بعد آپؒ رکشے میں تشریف لے آئے اور ریلوے سٹیشن کے چوک پر اتر گئے اور فرمایا: '' بس' یہیں تک'' پھر ایک دن اچانک تقریباً اڑھائی بجے وہ مجھے دکھائی دیے۔ میں نے رکشہ روکا۔ آپؒ نے کمال شفقت سے بیٹھتے ہوئے فرمایا کہ تم فلاں فلاں آدمی کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں۔ اس وقت بابا حضورؒ کی بغل میں ایک گٹھری بھی تھی۔ میں آپؒ کے ہاتھ کے اشارے کے مطابق رکشہ عبداللہ پور کے پل کی طرف دوڑا رہا تھا۔ اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ نہ مجھے نام پوچھنے کی ہمت ہوئی۔

عبداللہ پور کے مین بازار سے گزرتے ہوئے ایک پرنٹنگ ملز میں پہنچے جس کا نام کے۔ آر پرنٹ تھا۔ میاں حضورؒ رکشہ اس کے اندر لے گئے۔ ملز کے دفتر میں اس کا مالک شدید بخار میں تڑپ رہا تھا۔ اس نے بابا حضورؒ کو دیکھا تو بڑی مشکل سے اٹھا اور کپکپاتے ہوئے کہا کہ میاں صاحبؒ مجھے شدید بخار ہے۔ تب مجھے پتہ چلا کہ آپؒ کو میاں صاحب کہا جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا: ''برف اور چینی منگواؤ۔'' جب دونوں چیزیں آ گئیں تو آپؒ نے اپنی گٹھری کھولی اور ایک خربوزہ نکال کر اسے کاٹا۔ اس پر چینی ڈالی اور برف بھی۔ اس کی دو پھانکیں اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں ڈال دیں۔ جونہی خربوزہ مریض کے ہونٹوں سے لگا' وہ آناً فاناً صحت مند ہو گیا اور ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپؒ نے فرمایا: ''پانچ روپے مسجد میں بھجوا دے' اور پانچ روپے اس رکشے والے کو دے دے' پٹرول مہنگا ہو رہا۔'' اس نے پانچ روپے مسجد میں بھجوا دیے اور پانچ روپے مجھے دے دیے۔ پھر میاں صاحبؒ نے پوری پرنٹ کا دورہ کیا۔ ایک جگہ رنگ کا ڈرم پڑا تھا۔ آپؒ رنگ نکال نکال کر دیواروں پر پھینکتے لگے۔ کبھی آپؒ پانی کے چھینٹے در و دیوار پر مارتے' پھر آپؒ

Marfat.com

ایک غسل خانہ میں داخل ہو گئے۔ مجھے فرمایا: ''تو بھی آجا۔'' میاں صاحبؒ نے کپڑوں سمیت غسل کیا اور مجھے بھی کافی دیر تک پانی میں نہلاتے رہے۔ پھر میاں صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ جہاں سے مجھے بٹھایا تھا' وہیں اتار دے' وہاں پہنچے تو فرمایا: ''اوے! بجلی کے دفتر میں' فضل الرحمان کے ہاں۔'' جب میں نے رکشہ وہاں کھڑا کیا تو میاں صاحبؒ فضل الرحمان کے کمرے میں چلے گئے میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔ آپؒ نے فضل الرحمان کو پوچھا ''اوے! اس کو پہچانا؟ یہ مُنّے کا ہے۔'' پھر مجھے فرمایا: ''جا بھئی' چل دے'' اس دن کے بعد میں اکثر و بیشتر فضل الرحمان سے ملتا رہتا۔ اور میاں صاحبؒ کے بارے میں پوچھتا رہتا۔ یوں جب میاں حضورؒ فیصل آباد آئے ہوتے' میری ان سے ملاقات ہو جاتی۔

ایک دن فضل الرحمان نے بتایا کہ بابا حضورؒ ابھی سیدھے سامنے گئے ہیں۔ وہ تجھے یاد بھی کر رہے تھے۔ میں نے سامنے کی طرف رکشہ دوڑا دیا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ میاں صاحبؒ کدھر ہیں اچانک جیل روڈ پر ایک مجسٹریٹ منہاس کی کوٹھی کے سامنے میرا رکشہ از خود رک گیا۔ میں نے دیکھا کہ بابا حضورؒ برآمدے سے گزر کر کمرے کی طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کی طرف لپکا۔ ابھی برآمدے میں قدم رکھا ہی تھا کہ دیکھا کہ بابا حضورؒ کی جھولی بھری ہوئی ہے۔ وہ تیزی سے میری طرف آئے اور فرمایا: ''اوے او! جھولی میں ڈال اور چلتا بن۔'' میں نے جھولی پھیلائی تو میاں صاحبؒ نے ساری جھولی میرے دامن میں انڈیل دی میں حسبِ ارشاد واپس آ گیا۔

میرے چچا حافظ بزرگ عبدالرحمان عرف مُنّا پانی پتی مجھے لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ (علی پور سیداں شریف) کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ میرے اس بچے کو بیعت کر لیں۔ اس وقت میں پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ حضور پیر صاحبؒ نے مجھے غور سے دیکھا اور بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا عبدالرحمان! جنھوں نے اسے بیعت کرنا ہے' وہ اسے خود ہی مل جائیں گے۔ اس کا حصہ وہیں ہے ۔(میرے یہی چچا حافظ عبدالرحمان مُنّا پانی پت میں میاں حضورؒ کے سکول فیلو تھے اور میاں صاحبؒ کے گھر کے قریب ہی رہتے تھے۔) ایک بار میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا آستانے میں حاضر ہوئے۔ انھیں حج کرنے کی بڑی خواہش تھی۔ آپؒ نے دیکھا تو فرمایا: ''اوے مُنّے! تو حج کو گیا نہیں؟'' چچا نے عرض کیا سرکارؒ نہیں۔ آپؒ جلال میں آ گئے اور فرمایا: ''قرآن کی قسم! تیرے لیے پھاٹک کھل گیا۔'' یہ سننا ہی تھا کہ میرے چچا نے' ابھی صرف پاؤں کی ایک جوتی اتاری تھی' دوبارہ پہن لی اور وہیں سے واپسی کی اجازت چاہی۔ بابا حضورؒ نے فرمایا: ''مُنّے! تیرے لیے زردہ پلاؤ تیار ہے' کھا کر جائیو۔'' چچا نے کہا سرکارؒ جب پھاٹک کھل ہی چکا ہے تو حج سے واپس آ کر کھا لوں گا۔ وہ سیدھے سانگلہ ہل آئے۔ اپنے بھائی سے دس ہزار روپیہ لیا اور کراچی روانہ ہو گئے۔ جونہی وہ کراچی کے ساحل پر پہنچے تو ایک افسر

Marfat.com

آوازیں دے رہا تھا: ''ایک سیٹ خالی ہے' کوئی حج پر جانے والا ہے؟ چچا نے نعرہ لگایا جی میں'' انھوں نے بحری جہاز میں بٹھالیا اور سعودی عرب پہنچا دیا۔ یوں انھیں حج کی سعادت حاصل ہوگئی۔

ایک دفعہ میں آستانے میں حاضر ہوا۔ ابھی میں نے سلام ہی کیا تھا کہ آپؒ نے بڑے جلال سے فرمایا: '' یہاں سے جلدی نکل لے اب بھاگ جا'' میں الٹے قدموں واپس ہوا اور گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بس میں بیٹھ کر فیصل آباد چل پڑا۔ جونہی ہماری بس چنیوٹ کے پُل کے اوپر سے گزری تو ہم نے دیکھا کہ پانی کا ایک زبردست سیلابی ریلا بڑھتا چلا آرہا ہے۔ موسم سخت خراب تھا اور موسلا دھار بارش اپنی حد کو چھو رہی تھی۔ میاں حضورؒ نے مجھے اس سیلاب سے بچانے کے لیے بروقت سرگودھا سے روانہ کر دیا تھا۔

(شیخ عبدالجبار (جن کا نام میاں حضورؒ نے شہزادہ رکھا تھا۔) کو آستانے کی ایک عرصہ تک خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے بہت سے واقعات گزشتہ صفحات میں درج ہیں۔ (اِفضال احمد انور)

۴۷۔ خالد مراد

(خالد مراد وہ خوش نصیب شخص ہیں جنھیں میاں حضورؒ کے حالات وکرامات پر ایک کتاب ''یہ تیرے پُراسرار بندے'' لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت سے بہت پہلے انھوں نے راقم الحروف (اِفضال احمد انور) کو ایک خط بتاریخ 23-01-1995 کو لکھا۔ مرحوم خالد مراد نے اس خط کی ایک کاپی سنبھال کر رکھی پھر اسے ماہنامہ اخبارِ سدید، لاہور کی جلد نمبر 1' شمارہ نمبر 2' 1997ع میں شائع کرا دیا۔ جو رسالہ مذکورہ بالا میں صفحہ نمبر 18 تا 24 پر موجود ہے۔ اس تحریر کے اجمالی مندرجات درج ذیل ہیں۔ (ڈاکٹر اِفضال احمد انور)

میں مردان صوبہ سرحد کا رہنے والا ہوں۔ وہاں میں اسلامی جمعیتِ طلباء کا جنرل سیکرٹری تھا۔ اکثر کمیونسٹوں سے اسلام کے سلسلہ میں بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ اُن کی کوشش ہوتی تھی کہ میں اُن جیسا ہو جاؤں اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ جیسے ہو جائیں۔ اس کشمکش میں وہ کامیاب رہے اور جب میں پہلی مرتبہ حضور میاں صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' اُس وقت میں مکمل دہریہ تھا۔ اسلام کی حقانیت سے یکسر متنفر تھا۔

میں میاں حضورؒ کی اجازت سے لاہور آیا اور ایسا آیا کہ پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ میری دکان داتا صاحبؒ کے روضہ کے سونے والے گیٹ کے سامنے تھی۔ نمازیں بھی میں داتا صاحبؒ کی مسجد ہی میں ادا کرنے لگا۔ وہاں چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر' جنرل ضیاء الحق بھی آتے رہتے تھے۔ کئی دفعہ مجھے ان کے آگے یا پیچھے نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔ وہ داتا صاحبؒ کے دربار میں حفاظتی گارڈ کے بغیر آتے تھے۔ کئی دفعہ میری ان سے علیک سلیک اور بات چیت ہوئی۔

Marfat.com

فقراء اور درویشوں سے انھیں خاص عقیدت تھی، جس کے پیش نظر میں نے سوچا کہ میں انھیں کہوں کہ سرگودھا میں میاں حضورؒ سے ملیں۔ کچھ دن میں اسی سوچ میں رہا پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر جنرل ضیاء الحق ملک کا ظاہری بادشاہ ہے تو میاں حضورؒ قطبِ مدار ہونے کے ناتے باطنی بادشاہ ہیں۔ کچھ دنوں بعد میں نے خواب دیکھا کہ میں اور کچھ دوسرے لوگ سرگودھا میں میاں حضورؒ کے آستانے پر حاضر ہیں۔ ہم آستانے کے اس دروازے کے پاس کھڑے ہیں جو قبرستان کی طرف کھلتا ہے۔

قبرستان کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ اتنے میں جنرل ضیاء الحق اپنی فوجی وردی میں وہاں آجاتے ہیں اور سیدھے میرے پاس آکر پوچھتے ہیں کہ میاں صاحب کہاں ہیں؟ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ قبروں پر پانی چھڑک رہے ہیں۔ انہوں نے کہا چلو ذرا اُن سے مل لیں۔ ہم دونوں قبرستان کے اندر جاتے ہیں۔ میاں صاحبؒ سے پہلے میں ہاتھ ملاتا ہوں۔ پھر جنرل ضیاء الحق آگے بڑھ کر میاں صاحبؒ کو سلام عرض کرتے ہیں اور اُن سے دونوں ہاتھ ملاتے ہیں۔

صبح اٹھا تو میری عجیب سی کیفیت تھی۔ میں کچھ دنوں بعد میاں صاحبؒ کے آستانے میں حاضر ہوا تو آپؒ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پاس کھڑے ایک صاحب سے فرمایا: ''یہ ضیاء بھائی کے ساتھ آیا تھا''.....اللہ اکبر! ......یہ شان تھی میرے قلندر پاک کی کہ وہ ہمارے خوابوں تک کو جانتے تھے۔

خالد مراد نے اپنے ایک مکتوب بنام راقم الحروف محررہ 23-01-1995 (مشمولہ ماہ نامہ اخبارِ سدید لاہور، ایڈیٹر محمد ریاض چشتی) میں بتایا کہ میرا برادرِ نسبتی ابوظہبی سے آیا ہوا تھا۔ اس وقت تک اس کی شادی کو آٹھ سال ہو چکے تھے اور وہ تا حال بے اولاد تھا۔ اس کے حال پر مجھے ترس آیا۔ چنانچہ میں اسے ساتھ لے کر سرگودھا میاں حضورؒ کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا حضور یہ ابوظہبی سے آیا ہے اور اس کے اولاد نہیں ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اسے اولاد دے۔ آپ خاموش رہے۔ جب دو دنوں بعد ہمیں واپس جانے کی اجازت ملی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ سو روپے دیتا جا۔ جونہی میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا میرے برادرِ نسبتی نے بھی فوراً دو سو روپے نکال کر پیش کر دیے۔ میں نے راستے میں اُسے مبارک دی اور بتایا کہ اس کا کام ہو گیا ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس کے دو بیٹے ہوئے پھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔

میاں حضورؒ شروع کے چند سال مجھے پرنسپل صاحب فرماتے رہے، بعد میں آپ نے میرا مستقل نام سعید رکھ دیا۔ آستانے پر میرا قیام ہمیشہ ایک دن رات یا دو دن رات رہا۔ البتہ دو مرتبہ مجھے پانچ پانچ دن کے لیے روکا۔ حضرت میاں صاحبؒ کشف القلوب کے انتہائی ماہر اور انتہائی روشن ضمیر تھے۔ دل میں آئی ہوئی بات نا صرف یہ کہ قریب بیٹھے جان لیتے بلکہ سینکڑوں میل دور بیٹھے، مدتوں پرانی بات دہرا دیتے تھے۔

Marfat.com

ایک بار آپؒ نے فیصل آباد کے ساتھیوں کے ساتھ دربار داتا صاحبؒ میں حاضری دی۔ میں بھی ساتھ ہولیا۔ آپؒ دربار کے اندر تشریف لے گئے۔ آپؒ پہلے خواجہ صاحبؒ کی چلّہ گاہ کے سامنے ایک قبر کے جنوبی حصہ کی طرف مغرب کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپؒ کے پاس صرف میں کھڑا تھا۔ جو بھی پیر بھائی آپؒ کی خدمت میں پھول پیش کرتا، آپؒ اُس میں سے ایک یا دو ہار لے کر قبر پر ڈالتے' بقایا ہار پیر بھائی داتا صاحبؒ کے حضور پیش کر دیتا۔ آپ کچھ دیر وہیں کھڑے داتا دربار کے بارے میں بات کرتے رہے۔ اس کے بعد آپؒ داتا صاحب کے حضور پہنچے۔ آپؒ نے دونوں ہاتھوں سے پیتل کی حد (سلاخ) پکڑی اور دربار شریف کے اندر کا بغور جائزہ لیا۔ مشرقی سمت والے سنگِ مرمر کے پلر (ستون) کو بائیں ہاتھ سے چُھوا۔ پھر آپؒ خواجہ صاحبؒ کی چلّہ گاہ کے عقب کی جگہ پر پہنچے' جہاں لوگ اکثر نماز پڑھتے ہیں۔ آپ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ تقریباً پانچ یا چھ منٹ وہاں بیٹھے' بیٹھنے کے بعد آپؒ باہر نکلے اور قدم مبارک کی طرف جو دو قبریں ہیں' آپؒ نے انھیں ہاتھ سے چھو کر سلام کیا۔ پھر مسجد کے صحن کی طرف تشریف لے گئے اور صحن سے ہوتے ہوئے مسجد کی شمالی جانب پہنچ گئے۔ وہاں ایک بزرگ ملے۔ آپؒ نے ہم سب پیر بھائیوں سے فرمایا کہ ان کی خدمت کرو۔ سب پیر بھائیوں نے حسبِ توفیق نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ بزرگ ایک طرف کو چلنے لگے تو فیصل آباد کے داؤد فاروق صاحب نے استفسار کیا کہ میاں صاحبؒ یہ بزرگ کون ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: ''ابے! یہ داتا صاحب ہی تو تھے۔'' بعد میں پیر بھائیوں نے انھیں تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بزرگ نہ مل سکے۔ میں نے عرض کیا حضور! حکومت یہاں نئی مسجد تعمیر کرے گی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہوگا۔ آپؒ نے مسجد کے صحن میں دو رکعت نماز ادا کی اور دربار سے باہر آ گئے۔ پھر سرکار نے مین بازار داتا صاحب سے خوب خریداری کی۔ شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جو خریدنے سے رہ گئی ہو۔ پھر ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر سمن آباد میں ایک پیر بھائی کے گھر گئے۔ میاں حضورؒ نے سارا سامان انھیں دے دیا۔

ایک دفعہ مجھے فیصل آباد لے گئے۔ گاڑی ملک ارشد صاحب چلا رہے تھے۔ داؤد فاروق صاحب ان کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھے تھے۔ میں اور میاں حضورؒ پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے اور ساڑھے تین لاکھ روپیہ ہم دونوں کے درمیان رکھا تھا۔ فیصل آباد میں ادھر اُدھر گھومنے کے بعد آپؒ نے ملک ارشد صاحب کو ایک جگہ گاڑی روکنے کا فرمایا۔ انھیں گوشت لانے کا حکم دیا۔ داؤد صاحب اور ملک ارشد صاحب گوشت لینے چلے گئے۔ میں اور میاں صاحبؒ گاڑی میں بیٹھے رہے۔ میرے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اگر میں رقم اور گاڑی لے کر بھاگ جاؤں تو یہ میرے خلاف کیا کر لیں گے۔ میرے دل میں ابھی اتنی سی بات آئی ہی تھی کہ آپؒ نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر آ گئے۔

Marfat.com

آپؒ کے احترام میں مجھے بھی باہر آنا پڑا۔آپؒ نے فرمایا: ''مسجدوں پر تالے پڑے ہیں' دیکھ کر آتا ہوں۔'' اور سامنے گلی میں چلتے چلے گئے۔اب گاڑی اور رقم میرے پاس تھی مگر بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ مومن کا دل مسجد ہوتا ہے۔ اسی لیے حضورؒ نے میرے دل کی بات جان لی جس میں شیطانی وسوسے نے تالا ڈال رکھا تھا۔اللہ ہمیں ایسے تالوں سے محفوظ رکھے۔آمین!

ایک دفعہ آپ نے محفل میں موجود تمام افراد کو اپنے دستِ مبارک سے تعویذ لکھ کر دیے لیکن مجھے تعویذ نہیں دیا۔سرکار نے مجھے کئی مرتبہ رقوم دیں جو میرے پاس موجود ہیں۔آپؒ نے دو مردانہ گھڑیاں اور ایک زنانہ گھڑی بھی عنایت فرمائی۔آپؒ نے اپنے سر مبارک اور داڑھی مبارک کے کچھ بال مبارک اور کنگھی بھی عنایت فرمائی جو میرے پاس محفوظ ہیں۔

ہر وقت کافی مقدار میں نوٹوں کی موجودگی نے حضورؒ کے معمولات پر کوئی اثر نہیں ڈالا وہ ایسے کہ آپؒ نے آرام کے لیے بھی کبھی نہ اے سی لگوایا اور نہ گاؤ تکیہ یا فوم کے گدے بنوائے۔اس کے برعکس ہمیشہ سخت گرمی میں وقت گزارا۔پھٹے پرانے لحافوں میں آرام کیا اور تمام لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا۔

میاں حضورؒ کے مزارِ اقدس پر میری قلبی کیفیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ مجھے اب بھی یقین ہے کہ سرکار ویسے ہی موجود ہیں....فرق پڑا ہے تو صرف یہ کہ اب سرکارؒ کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

۲۸۔محمد اختر علی گورسی' گوجرہ (سینئر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

میرے والدِ گرامی چودھری غلام محمد (مرحوم) ریلوے میں گارڈ تھے انکی آخری تعیناتی لائل پور (فیصل آباد) میں رہی۔ہم ریلوے کالونی میں کم وبیش دس سال رہائش پذیر رہے۔مَیں نے مسلم ہائی اسکول طارق آباد سے 1964ء میں میٹرک کیا پھر انٹر اور گریجوایشن گورنمنٹ کالج (جو کہ اب جی۔سی یونیورسٹی فیصل آباد ہے) سے کی۔ والد محترم 1969ء میں سروس سے ریٹائر ہو کر اپنے آبائی گاؤں گنڈا سنگھ' گوجرہ آ گئے۔مَیں لاء (Law) کرنے کیلئے چلا گیا۔اب (2011ء) سے 27/28 برس قبل والدِ گرامی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میاں صاحبؒ اُن دنوں سیلانی تھے اور اکثر سفر میں رہتے تھے اس طرح والدِ گرامی سے میاں صاحبؒ کا تعارف اور ملاقات ٹرین کے سفر میں دورانِ ڈیوٹی ہوئی اور کئی سالوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔یوں ایک تعلق بن گیا۔میاں صاحبؒ گاہے بگاہے گھر بھی تشریف لاتے۔ان دنوں میں اوائل عمری (لڑکپن) میں تھا اور اسکول کا طالبعلم تھا۔میاں صاحبؒ پیار سے مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔کبھی نماز باجماعت تو کبھی ختم شریف کا اہتمام

Marfat.com

کروا لیتے۔ کبھی کوئی تسبیح تو کبھی لوٹا' غرض یہ کہ کوئی نہ کوئی چیز گھر میں چھوڑ جاتے۔ پھر کبھی آنا ہوتا تو ان چیزوں کو جہاں وہ رکھ جاتے' وہیں سے اٹھا کر لے جاتے' حتیٰ کہ کرنسی نوٹ بھی چھوڑ جاتے اور اسی طرح لے بھی جاتے۔ میرے گھر میں اب بھی میاں صاحبؒ کے چند کرنسی نوٹ موجود ہیں۔ جن کو ہم نے والدِ گرامی کی ڈائری سے الگ نہیں کیا' لیکن کبھی کبھار ذہن میں آنے پر زیارت ضرور کر لیتے ہیں۔ وہ کرنسی نوٹ تبدیل ہو چکے ہیں اور سرکاری طور پر ان کی حیثیت متروک ہو چکی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے میاں صاحبؒ کے وہ تبرکات ہیں اور باعثِ برکت و رحمت ہیں۔ باقی حکمتیں اللہ ہی جانتا ہے۔ والدِ گرامی کو میاں صاحبؒ ایک بار' بازار (گھنٹہ گھر) لے گئے اور سرتاپا ان کو لباس (کپڑے' جوتا) خرید کر دیا۔ میاں صاحبؒ کی باتیں' انکے معمولات و حرکات سے میں لطف اندوز ہوا کرتا تھا جذب اور مستی کی کیفیت کو سمجھ پانا تو میرے بس کی بات نہ تھی چونکہ کم سنی کی وجہ سے اتنے مشاہدات و تجربات سے گزرا نہ تھا لیکن ایسا ضرور تھا کہ دوسرے لوگوں یا بزرگوں کی طرح میاں صاحبؒ جو فرماتے' ہم بھی سر تسلیم خم کر دیتے۔

والد صاحب کی ریٹائرمنٹ اور میری تعلیم ختم ہونے کے بعد ریل سے ناتا تقریباً منقطع ہو گیا' لیکن میاں صاحب گاؤں میں بھی ایک دو بار تشریف لائے اور گھر کی ایک ایک چوکھٹ پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر' بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آیتِ کریمہ کے نقش و تعویز چسپاں کر کے گئے۔ اس طرح یہ گھر اور اس کی جگہ بھی باعث برکت بن گئی۔ ورنہ ہم تو پرلے درجے کے بھولے بھٹکے اور گناہگار لوگ ہیں۔ میاں صاحبؒ کی قلندرانہ فیاضیاں تھیں کہ بغیر کسی حیل و حجّت اور تردّد کے' ہمیں حاصل ہوئیں۔ یہ اللہ کی نگاہ اور کرم ہے۔ ورنہ۔۔۔۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

میرا حقیقی چچازاد بھائی (اور بہنوئی بھی) محمد اصغر علی جو اپنے والدین کا میری طرح اکلوتا بیٹا تھا' بیمار پڑ گیا۔ اس کے گردے فیل ہو گئے۔ وہ ان دنوں سبّی (کوئٹہ ڈویژن) ریلوے میں ملازم تھا۔ کوئٹہ ریلوے ہسپتال سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد لے آئے۔ ایک دن مَیں انتہائی مایوسی اور پریشانی کی حالت میں سرگودھا وقت نکال کر نمازِ عشاء کے قریب میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد لنگر کھلانے کا حکم ہوا لنگر کے ساتھ چائے بھی ہوئی۔ پھر اُوپر والے کمرے میں سونے اور آرام کرنے کیلئے حکم جاری کر دیا۔ صبح نمازِ فجر کے بعد' حافظ ظہیر صاحب اُوپر کمرے میں آئے اور کہا کہ میاں صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ فیصل آباد والے چلے جائیں۔ میں نے اپنے بہنوئی کی صحت کی دعا کے لیے عرض کیا۔ میاں صاحبؒ میرے بار بار اصرار کرنے اور درخواست کے باوجود مجھے دلاسہ دیتے اور فرماتے رہے کہ جواں تھا مر گیا۔ اب بڑا جواں تھا مر گیا۔ میں بالآخر روانہ ہوتے ہوئے' رُک رُک کر اور مڑ مڑ کر دیکھتا رہا لیکن میاں صاحبؒ مسلسل یہی کہتے رہے کہ جی آپ اب جائیں اور بھائی کی خدمت کر لیں۔

Marfat.com

وقت ضائع نہ کریں۔ جب میں جانے لگا تو مَیں نے دیکھا کہ میاں صاحبؒ نے ایک خوبصورت اور بھاری پھر کم بلا جو کہ چھت پر مرا پڑا تھا۔ اٹھایا اور ایک تغاری میں ڈال کر سر پر اٹھالیا اور قبرستان چل دیے۔ وہ آوازیں دینے لگے کہ جلدی سے وضو کر کے قبرستان میں نماز جنازہ میں شامل ہو جائیں اس طرح وہاں پر زائرین اور مریدین میاں صاحبؒ کے پیچھے پیچھے رواں ہو گئے۔ میرے لیے یہ ایک اشارہ تھا۔

سی۔ایم۔ایچ' راولپنڈی میں اس کے گردے کی پیوند کاری کا آپریشن ہوا' لیکن کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ جواں سال تھا۔ مَیں ہی رشتہ کی قربت کے حوالہ سے کوئٹہ سے راولپنڈی تک اُس کی خدمت ونگہداشت پر مامور رہا۔ جب بھائی کا انتقال ہوا تو پتا چلا کہ میاں صاحبؒ نے تو بڑے پیار سے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا۔

میرے والد کی وفات کے بعد حاجی ظفر علی احسن نے میاں صاحبؒ سے اُن کی بابت بات کرنا چاہی تو آپ خاموش رہے۔ پھر ایک بار مَیں اور حاجی ظفر صاحب اکٹھے سرگودھا میاں صاحبؒ کو ملنے گئے۔ حاجی صاحب نے پھر ایک دو بار میرے والد کی وفات کی بات چھیڑنا چاہی تو جواب میں فرمایا: ''اب بہتر ہو گیا۔ یہاں پریشان تھا۔ دنیا سے کیا لینا۔ اب وہ تو جنت میں جا لیا۔'' کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ مجھے اس فقرے سے کتنی خوشی ہوئی۔ یوں میاں صاحب نے میرے غم کو غلط بھی کر دیا اور اپنے سچے عقیدت مند کے خاتمہ بالخیر کی اطلاع بھی دے دی' جس سے بڑی خوشی میرے لیے کیا ہو سکتی تھی۔

ایک دفعہ مَیں سرگودھا میاں حضورؒ کو ملنے گیا تو میرے ساتھ گوجرہ کی معروف سیاسی وسماجی شخصیت اسلام صاحب بھی تھے۔ ہم نے مٹھائی کے ڈبوں کی نذر پیش کی' جسے قبول فرمالیا۔ مَیں نے پاؤں مبارک دبانے کی کوشش کی تو فرمایا کہ قرآن پڑھ لے۔ مَیں نے ایک رکوع پڑھا اور قرآن پاک الماری میں رکھ کر دوبارہ آپ کے قریب ہوا تو فرمایا: ''اب وقت ضائع نہ کر' ابھی فرضوں میں ٹائم ہے' نفلاں پڑھ لے۔ جب مَیں قرآن کی تلاوت اور نفل پڑھ رہا تھا تو میاں حضورؒ دوزانوں ہو کر خود بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے۔ اتنے میں اُن کا ایک خادم گوشت سے بھری ایک بڑی پرات سر پر اُٹھائے لایا۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد کے صحن میں بلیوں کو ڈال دو۔ جب وہ شخص گوشت ڈال کر واپس ہوا تو آپ نے اُسے بلایا اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''اِسے وکیل صاحب کو مبارک باد دے دی ہے؟'' اُس نے عرض کیا کہ حضور کس چیز کی؟ فرمانے لگے تجھے پتہ نہیں ان کے بیٹا ہوا ہے۔ واقعی دو تین روز قبل اللہ نے مجھے دوسرا بیٹا عطا کیا تھا اور مَیں نے میاں صاحب سے اس کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ اس لیے حیران رہ گیا۔ اس بیٹے کا نام فرید محمد گورسی ہے۔

Marfat.com

ایک بار حکیم شبیر نور پوری کے ساتھ حاضری کے لیے آستانے میں پہنچا۔ کچھ دنوں پہلے میری بہت ذہین اور لائق بیٹی ایک حادثے میں فوت ہوچکی تھی۔ حکیم صاحب نے میری مرحومہ بیٹی کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ خاموش رہے۔ دعا کے لیے دوبارہ اصرار کیا تو فرمایا: ''ابے چُپ رہ' اس کے بچّے پڑھیں گے بہت۔'' میاں حضور کی دعا و برکت سے میرے دونوں بیٹوں نے اچھی تعلیم حاصل کی۔

1989ع میں میاں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا' اور عرض کیا کہ سرکار میرا اِس رمضان المبارک میں حرمین شریفین میں جانے' عمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور حج کر کے واپس آنے کا شوق ہے۔ دعا فرمادیں کہ یہ سب خواہشیں اللہ پوری کردے۔ آپ نے فرمایا حافظ جی شفیق نابینا کے پاس چلے جاؤ۔ اُنھوں نے مجھے دعا دی اور تعویذ بھی دیا۔ فرمایا تیرا کام ہوگیا۔ سب کچھ تو میاں صاحب خود کرتے ہیں' مجھے ظاہری بہانہ یا علامت بنایا ہوا ہے۔ مَیں نے اُن کی کچھ مالی خدمت بھی کی۔ جب واپس میاں صاحب کے پاس آیا تو حافظ جی کی خدمت کے حوالے سے فرمایا کہ غریب آدمی ہے' بیمار ہے' دودھ پی لے گا۔

ہم میاں حضورؒ کے عقیدت مند اُنھیں دل سے ماننے والے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ ہماری بڑی سعادت ہے کہ ہم اُن کی ارادت اور نسبت سے شرف یاب ہوئے۔ ہم پر اُن کا سایہ ہے اور ہم براہِ راست اُن کی نگرانی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ میاں حضورؒ کے درجات بلند کرے اور میاں حضور کے آستانے کے فیوض و انوار بڑھتے ہی چلے جائیں۔ آمین!

۲۹۔ محمد شفیع جیون

یہ 1973ع کی بات ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کا دورِ حکومت تھا۔ میری رہائش جھنگ شہر میں تھی۔ ان دنوں بہت بڑا سیلاب آیا ہوا تھا۔ جھنگ بھی اس کی لپیٹ میں تھا۔ میں اور میرے گھر والے بھی سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ ریلوے سٹیشن پر لوگ بسکٹ اور ٹافیاں وغیرہ تقسیم کیا کرتے تھے' میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ اسٹیشن پر جاتا۔ ہر طرف پانی کھڑا تھا۔ کھڑے پانی میں سے بار بار گزرنا پڑتا جس سے میری نازک جگہوں پر خارش نکل آئی۔ خارش کی تکلیف روز بروز بڑھتی گئی۔ تکلیف میری برداشت سے باہر ہونے لگی تو میرے گھر والوں نے مجھے ہسپتال میں داخل کرادیا۔ میں یہاں آٹھ دن تک علاج کراتا رہا لیکن تکلیف جوں کی توں رہی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ مزید آٹھ دن تک یہیں رہو۔ میری ننھیال سرگودھا شہر میں تھی۔ میرے ننھیالی رشتہ داروں کا سرگودھا میں حضرت میاں صاحبؒ کے پاس آنا جانا تھا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ مجھے میاں حضورؒ کے پاس لے جایا جائے۔ میں اپنے عزیزوں کے ساتھ تقریباً

Marfat.com

بارہ بجے دن میاں صاحبؒ کے آستانے میں حاضر ہوا۔ آپؒ سدری میں تشریف رکھتے تھے۔ میں پہلی دفعہ میاں حضورؒ کی زیارت کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی آپؒ نے فرمایا: ''جھنگ والو! مسجد میں چل دو۔'' پھر آستانے کے ایک خادم ماما منور خان سے فرمایا: ''حافظ شفیق سے کہو' بچے کو دم کر دو۔'' حافظ صاحب نے مجھے دم کیا' پھر میاں حضورؒ خود مسجد میں تشریف لے آئے۔ خالد خان صاحب کو کہہ کر پانی منگوایا گیا۔ آپؒ نے اس میں سے دو گھونٹ پانی پیا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: ''دو گھونٹ خود پی لو اور دو' دو گھونٹ سب کو پلا دو' یہ تبرک ہے۔'' خالد خان (تب وہ نوجوان تھے) سے فرمایا کہ پان لگا لا۔ پان آیا تو آپؒ نے اسے کھانا شروع کیا لیکن چند ہی لمحوں کے بعد وہ پان منہ سے نکال کر مجھے عطا کیا اور فرمایا: ''لے بے کھالے۔'' میں نے بڑی محبت سے اسے کھالیا۔ پھر آپؒ نے فرمایا: ''جھنگ والو! چلو تمھارا کام ہو گیا۔'' ہمارا جانے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن ماما منور نے کہا کہ بس اب چل دو۔ حسب الحکم ہم واپس ہوئے۔ ہم مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے لیکن میاں صاحبؒ کی اونچی آواز ہمیں سنائی دیتی رہی: ''چلو بھئی چلو' تمھارا کام ہو گیا۔'' ہمیں یہ فقرہ بہت پیارا لگا۔ کافی دور تک یہ آواز آتی رہی۔ پھر مجھے آرام تو آ گیا لیکن ایسے لگا کہ جیسے میرا دل میاں حضورؒ کے پاس ہی رہ گیا ہے۔ مجھے ہر وقت انھی کی یاد ستاتی رہتی' چنانچہ میں جب بھی کسی خوشی غم کے سلسلے میں سرگودھا آتا' میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا۔ جونہی میں آستانے میں قدم رکھتا' میاں حضورؒ باآوازِ بلند فرماتے: ''ابے جھنگ والا آ لیا' نکال دو' اسے نکال دو۔'' میں وہاں سے اٹھ کر لہسوڑے کے پاس آ کر بیٹھ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد کسی سے پوچھتے: ''ابے! وہ جھنگ والا بیٹھا ہے یا چل دیا۔'' آستانے کے خادم عرض کرتے کہ سرکارؒ وہ تو لہسوڑے کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ نہیں جانے کا۔ پھر آپؒ مجھے اپنے پاس بلا لیتے اور فرماتے: ''ابے! روٹی کھاوے گا؟'' میں آگے سے چپ رہتا۔ فرماتے: ''ابے گونگا ہے۔'' میں پھر بھی ادباً خاموش رہتا۔ آپؒ حافظ جی شفیق سے فرماتے: ''حافظ جی! یہ تو لوہے کے پاؤں جما رہا۔ میں کہوں' یہاں نہیں دم مارنے کی جگہ۔'' میں پھر بھی چپ رہتا۔ 1989ع میں مجھے اپنے قرب سے نوازنا شروع کیا۔ یہ یکم جولائی 1994ع کی بات ہے۔ میاں حضورؒ کے حجرے میں مصلّوں کی تہہ لگی ہوئی تھی۔ میاں حضورؒ عصر سے مغرب تک مصلّے بچھاتے اور اٹھاتے رہے۔ میں بڑے غور سے ان کی یہ ادا دیکھ رہا تھا۔ آپؒ نے میری طرف دیکھا تو اونچی آواز سے حافظ جی شفیق سے فرمایا: ''حافظ شفیق! جب اس حجرے سے شہباز قلندر نکل جائے گا' تب یہ جیون سر پکڑ کر روئے گا۔ مجھے اس فقرے کی سمجھ نہ آئی لیکن جب آپؒ 23 جولائی 1994ع کو شہید ہوئے تو اسی دن سیہون شریف کے گنبد کا کلس نیچے آ رہا' جس سے وہاں سات آدمی شہید ہو گئے۔ تب مجھے میاں حضورؒ کے اس فقرے کی سمجھ آئی۔

Marfat.com

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ فیصل آباد سے سعید خان آئے ہوئے ہیں۔ میں رات کا کھانا پکانے کی فکر میں ہوں۔ آستانے میں بڑا سا پتیلا ہے، جس میں بچھو اور سانپ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کچھ کتے آئے اور اس پتیلے سے بچھو اور سانپ کھانے لگے۔ پھر میاں حضورؒ گھڑونچی کی جگہ تشریف لے آتے ہیں۔ ان کے ساتھ منشی جاوید بھی کھڑا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ پتیلا دھو دے۔ مجھے لنگر پکانا ہے۔ صبح جھنگ سے حکیم غلام محمد آ گئے اور ملک اورنگزیب سے باتیں کرنے لگے کہ بے نظیر کی اسمبلی ٹوٹ گئی ہے۔ مجھے یہ سب رات کے خواب کی تعبیر لگا۔ اسی دن ماسٹر محمد فاروق نے دس روپے دیے کہ چائے تیار کرو۔ میں حلوہ تیار کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا میں حلوہ لینے کب تک آ جاؤں؟ میں نے کہا کہ بارہ سے ایک بجے کے درمیان آ جانا۔ وہ ٹھیک 45-12 پر آیا۔ میں نے اسے حلوہ ڈال کر دے دیا۔ اس نے حلوہ پکڑا اور اپنے گھر چلا گیا۔ اسی دن ٹھیک تین بجے ان کے گھر سے فون آیا کہ ماسٹر فاروق فوت ہو گئے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔ میاں حضورؒ نے اپنے اس عقیدت مند کو زندگی کے آخری دن بھی اپنے ہاں بلایا اور نوازا۔ مجھے یاد ہے کہ اسی دن صدر فاروق خان لغاری بھی فارغ ہو گیا۔

۳۰۔ عظمت علی خان (الیکٹریشن) ولد حشمت علی خان پھالیہ

میرے والدِ گرامی حشمت علی خان کو شروع ہی سے اولیا اللہ سے بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ ایک دوپہر وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ اچانک کمرے کی سامنے کی دیوار سے ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ والد صاحب ڈر گئے۔ چارپائی سے اٹھ کر بھاگنے لگے تو اس بزرگ نے میرے والد کا ہاتھ پکڑ لیا اور چارپائی پر لٹا دیا۔ پھر فرمایا: ''جس کا ہم ہاتھ پکڑ لیں، ہم چھوڑتے نہیں۔'' یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

میرے والد نے اس بزرگ کو ڈھونڈنا شروع کیا لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود وہ انھیں نہ ملے۔ رشتہ میں ہمارے ایک تایا جی کا نام اسلام بیگ ہے۔ انھوں نے والد صاحب سے کہا کہ آؤ میں تمھیں ایک عظیم ہستی کی زیارت کراتا ہوں۔ وہ میرے والد کو لے کر سرگودھا آستانے میں آ گئے۔ جوں ہی میرے والد نے میاں حضورؒ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جن کی میں نے جیتے جاگتے اپنے گھر کے کمرے میں زیارت کی تھی۔ میاں حضورؒ نے میرے والد کو دیکھا تو فرمایا: ''اے حشمت' آ لیا؟'' میرے والد کا میاں حضورؒ نے ''صاحب'' نام رکھا تھا۔ اسی نسبت سے وہ مجھے بھی کبھی کبھی صاحب کہہ دیتے۔ کبھی صاحب کے (صاحب کا بیٹا) کہہ کر آواز دیتے۔

جب میرے والد مجھے پہلی بار میاں حضورؒ سے ملانے کے لیے سرگودھا میں لائے تو آپؒ نے مجھ سے انگلش میں سوالات کیے۔ میں کچھ سوالوں کا جواب دے سکا۔ زیادہ تر کا نہ دے سکا۔ میاں حضورؒ نے میرے والد سے فرمایا:

Marfat.com

''بچہ انگلش میں کمزور ہے۔'' اس کے بعد میں اپنے والد کے ساتھ اکثر و بیشتر میاں حضورؒ کی زیارت کے لیے آستانے میں حاضر ہوتا رہا۔ میں نے پھالیہ میں الیکٹریشن کی دکان بنالی تھی۔ ایک دن میاں حضورؒ نے والد صاحب سے فرمایا: '' اپنے بیٹے کو لے کر آؤ' اوپر جو نئے کمرے بنے ہیں' ان میں وائرنگ کرانی ہے۔'' میرے والد صاحب اسی دن واپس ہوئے اور مجھے ساتھ لے کر دوبارہ میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ جب ہم آستانے میں پہنچے تو اوپر والے کمروں کی وائرنگ تو ہو چکی تھی لیکن میاں حضورؒ نے مجھے واپڈا میں بھرتی کرا دیا۔ انھوں نے اپنے کمروں کی وائرنگ تو کیا کرانا تھی لیکن بہانے سے میرے لیے رزق روٹی کا بندوبست کر دیا۔

ہمیشہ یوں ہوا کہ میں آستانے میں ہوتا تو میاں حضور مجھے فرماتے کہ اَبے! گھر چلا جا۔ میں نے آستانے سے نکلنا تو والد صاحب نے آستانے میں حاضر ہو جانا۔ یوں ہی میرے دل میں اگر میاں صاحبؒ سے ملنے کی خواہش پیدا ہوتی اور میں پھالیہ سے روانہ ہوتا تو جب میں آستانے میں قدم رکھتا تو پتہ چلتا کہ کچھ دیر پہلے میرے والد کو پھالیہ بھیج دیا ہے۔ خالد خان صاحب نے ایک دن مجھے فرمایا کہ کیا تم باپ بیٹا نے کوئی وائرلیس لے رکھا ہے کہ اِدھر تم جاتے ہو اُدھر تمہارے والد صاحب آ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ دراصل میاں صاحبؒ کا وائرلیس بہت اچھا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں یا میرا والد' ہم دونوں میں سے کوئی ایک لازماً میاں حضورؒ کی خدمت کے لیے آستانے میں حاضر رہتا۔

ایک دفعہ میاں حضورؒ نے مجھے اپنے جوتے پکڑائے اور فرمایا کہ یہ اپنے گاؤں میں لے جا۔ اپنے باپ سے کہنا کہ یہ جوتے اپنے موچی سے مرمت کرائے۔ گاؤں کے موچی جوتوں کی مرمت اچھی کریں۔ میں جوتے گھر لے گیا اور والد صاحب کو پیغام بھی دے دیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو میاں حضورؒ نے مجھے فرمایا: '' اپنے باپ سے کہنا جوتوں کو جلا کر راکھ نہر میں بہا دے۔'' میں نے یہ پیغام اپنے والد کو دے دیا۔ وہ میاں صاحبؒ کے مزاج شناس تھے۔ سمجھ گئے کہ جوتوں کی مرمت میں تاخیر کے باعث میاں صاحبؒ ناراض ہو گئے ہیں۔ انھوں نے فوراً جوتے مرمت کرائے۔ اور آستانے میں حاضر ہو گئے۔ میاں حضورؒ نے دیکھا تو فرمایا: '' اَبے صاحب! لا میرے جوتے۔'' ابو نے سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی۔ انھوں نے پگڑی سر سے اتاری اور اس میں سے میاں حضورؒ کے جوتے نکال کر سامنے رکھ دیے۔ میاں حضورؒ مسکرانے لگے اور ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

ایک دفعہ میں اور میاں حضورؒ دونوں چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکا (جس کا نام ملک پرویز تھا) گیٹ سے اندر داخل ہوا۔ اس نے اسلم خان سے پوچھا کہ میں نے نوٹوں والی سرکار سے ملنا ہے۔ اس نے چھت کی طرف اشارہ کیا تو وہ لڑکا چھت پر آ گیا اور عرض کرنے لگا۔ میرے والد سخت بیمار ہیں۔ موت کے قریب ہیں۔ مہربانی

Marfat.com

فرمائیں۔اس کے لیے دعا کر دیں۔میاں حضورؒ نے مجھے فرمایا: ''اسے نیچے لے جاؤ۔اسے برف والا پانی دے دو اور تھرموس سے آلو بخارہ بھی نکال کر دے دو۔میں نے نیچے آ کر یہ دونوں چیزیں اسے دے دیں اور وہ یہ لے کر چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو مریض بے ہوشی کی حالت میں تھا۔گھر والوں نے کہا کہ ڈاکٹروں نے ٹھنڈی چیزوں نے سختی سے منع کیا ہے۔لڑکے نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے' میاں حضورؒ کا دیا ہوا ٹھنڈا پانی چمچ سے اپنے والد کے منہ میں ڈالا تو مریض نے آنکھیں کھول دیں پھر اسے آلو بخارا کھلایا گیا۔جب رات کا آخری پہر ہوا تو مریض نے شور مچایا کہ میرے پاس ایک بزرگ آئے تھے' جنھوں نے مجھے آم کھلائے ہیں۔بیٹے نے ان کا حلیہ پوچھا تو کہا کہ یہی تو نوٹوں والی سرکارؒ ہیں۔صبح تک مریض بالکل ٹھیک ہو گیا۔کچھ عرصہ بعد وہ مریض اپنے بیٹے ملک پرویز کے ساتھ آستانے میں آیا۔اتفاقاً اس وقت بھی میاں حضورؒ اور میں دونوں چھت پر تھے۔اس نے میاں حضورؒ کو دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔یہی وہ بزرگ تھے جنھوں نے مجھے آم کھلائے تھے۔اس نے عرض کی سرکار! میں سیڑھیوں کا جنگلا بنوا دیتا ہوں۔میاں حضورؒ نے غصے سے فرمایا: ''ابے! بھاگ جا' میں نے تیرے جیسے بہت امیر دیکھے ہیں۔''

ایک دفعہ ایک مجسٹریٹ حاضر ہوا۔وہ شوگر کا مریض تھا۔اس کی شوگر خطرناک حد تک بڑھی ہوئی تھی۔میاں حضورؒ نے مجھے فرمایا: ''بابو جی کو ٹھنڈا شربت پلاؤ۔'' میں نے جرمنی گلاس میں پانی ڈالا' جب چینی ملا کر پیش کرنے لگا تو فرمایا کہ اس میں اور چینی ڈالو۔مجھ سے اتنی چینی ڈلوائی کہ وہ شربت کے بجائے گاڑھا شیرہ ہو گیا۔بابو جی مجسٹریٹ نے گلاس پکڑا تو وہ کبھی گلاس کو دیکھتے کبھی مجھے اور کبھی لوگوں کو۔میاں حضورؒ نے فرمایا: ''ابے بابو! پی لو۔'' انھوں نے وہ پی لیا۔وہ باہر نکلے اور اپنی شوگر چیک کرائی تو نل (Nill) نکلی۔کچھ دنوں بعد مجسٹریٹ صاحب دوبارہ آئے تو میاں حضورؒ کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

۱۳۱۔شیخ مسعود مختار ولد حاجی مختار علی ناز

حاجی مختار علی ناز' نیشنل بینک فیصل آباد کی مین برانچ میں مینجر تھے۔1998ء میں انھوں نے ریٹائرمنٹ لی۔وہ میاں صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند تھے۔میاں حضورؒ کے حوالے سے ان کے کچھ واقعات ان کے بیٹے مسعود مختار نے لکھ کر دیے۔جو درج ذیل ہیں:

1۔ میرے والد حاجی مختار علی ناز بتایا کرتے تھے کہ جب بھی میاں حضورؒ نے مجھے سرگودھا بلانا ہوتا' تو اس رات تقریباً ایک یا دو بجے گھر کے گیٹ کی کال بیل بجتی۔میں گیٹ پر آ کر پوچھتا ''کون ہے؟'' باہر سے آواز آتی کہ آپ کو سرگودھا بلا رہے ہیں۔جب میں گیٹ کھول کر دیکھتا تو باہر کوئی شخص نہ ہوتا۔صبح میں سرگودھا کے لیے روانہ ہو جاتا۔

Marfat.com

ایک بار ایسے ہی ہوا' اور میں حاضرِ آستانہ ہو گیا۔ میں نے میاں صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپؒ ہمارے گھر تشریف لائیں ۔آپؒ نے فرمایا: ''ابے! میں تو رات ہی تیرے گھر سے آیا۔''

2۔ ایک دفعہ کسی بات پر امی ابو کا جھگڑا ہو گیا تو امی' میاں صاحبؒ کو یاد کر کے بہت روئیں۔ روتے روتے سو گئیں تو خواب دیکھا کہ باباجیؒ ایک بہت بڑی بس میں تشریف لائے ہیں۔ ان کے ساتھ کافی اونچے لمبے قد والے جوان ہیں' جن کی عمریں بھی ایک جیسی ہیں۔ وہ سب ہمارے دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میاں حضورؒ نے پوچھا' بتاؤ بُوبو تجھے کون پریشان کرتا ہے؟ امی ان آدمیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئیں کہ ان آدمیوں نے میرے شوہر کو نہیں چھوڑنا' چنانچہ وہ میاں صاحبؒ کی منتیں کرنے لگیں کہ انھیں معافی دے دیں۔ میاں حضورؒ مسکرانے لگے اور دس روپے کے نوٹوں کا نیا بنڈل امی کو تھما دیا۔ امی نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے مسعود کے ابو ڈانٹیں گے۔ میاں صاحبؒ نے آدھا بنڈل واپس لے لیا اور آدھا امی کو پھر پکڑا دیا اور فرمایا کہ آئندہ تجھے کسی نے کچھ کہا تو میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ صبح امی نے یہ خواب میرے ابو کو بتایا تو وہ کافی دنوں تک ناراض رہے کہ تم میاں صاحبؒ سے میری شکائتیں لگاتی ہو۔

3۔ میرے ابو ایک دفعہ میاں حضورؒ کے پاس حاضر تھے۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ آم لے آ۔ میرے ابو ایک دکان سے تین آم لے کر آ گئے۔ میاں صاحبؒ نے ان میں سے دو آم کسی اور آدمی کو دے دیے اور فرمایا کہ تمھیں دو پوتے دیے ہیں پھر تیسرے آم کی نوک والے حصے کو تھوڑا سا مسلا تو اس کی تھوڑی سے نوک لمبی ہو گئی۔ میاں صاحبؒ نے یہ آم میرے والد کو دے دیا اور فرمایا: ''اللہ بیٹا دے گا۔'' پھر آدھی رات کو فرمایا کہ بینک والے گھر چلا جا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کو دوسرا بیٹا دیا (جس کا نام ہارون مختار رکھا گیا) تو اس کے کان کے پاس اسی طرح آم کی نوک جیسا ابھار تھا۔ تمام لوگ کہنے لگے کہ یہ نوک بری لگ رہی ہے۔ آپریشن کرا کر اسے کٹوا دو۔ لیکن میرے والدین نے اسے میاں صاحبؒ کی نشانی سمجھ کر نہ کٹوایا' البتہ والد اور والدہ دونوں نے رات کو دعا کی۔ میاں صاحبؒ کا تصور کر کے بھی عرض کیا کہ سرکارؒ اس کان کا کیا کریں۔ صبح اٹھے تو کان کی نوکیلی ڈنڈی والا حصہ سوکھ چکا تھا۔ اور شام تک وہ خود ہی جھڑ گیا۔ میرے بھائی ہارون کا' کان نارمل ہو گیا۔ میرے والد صاحب سرگودھا دوڑے تو میاں حضورؒ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''ابے او بینک والے! لوگ تیرے بیٹے کے کان کا اب تو کچھ نہیں کہیں گے۔''

4۔ ایک دفعہ میرے والد صاحبؒ میاں حضورؒ کو ملنے سرگودھا جانے لگے تو ان کے پیچھے گھر میں میرا یہی ایک برس کا چھوٹا بھائی ہارون واکر (Walker) میں کھیلتے ہوئے ان کے پیچھے لپکا اور سیڑھیوں سے گر پڑا۔ وہ لڑھکتے لڑھکتے گیٹ تک جا پہنچا۔ واکر تو ٹوٹ گیا لیکن اللہ نے بھائی کو بچا لیا۔ گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا لیکن میرے والد چونکہ جا چکے

Marfat.com

تھے انھیں کچھ خبر نہ ہو سکی۔ میرے والد جب آستانے پر پہنچے اور میاں صاحب کو سلام عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا: ''اے او بینک والے! تیرے بچے کو کچھ نہیں ہوا، ہم پہنچ گئے تھے۔'' والد صاحب کو اس فقرے کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ وہ حیران تو ہوئے لیکن بولے کچھ نہیں۔ جب شام کو گھر آئے تو انھیں پتا چلا کہ ہارون سیڑھیوں سے گر گیا تھا لیکن اللہ کے فضل سے اسے کچھ نہیں ہوا۔

5۔ ہارون بھائی کے بعد ہمارے گھر پھر اللہ کی رحمت ہوئی تو میرے والدین میاں حضورؒ کے پاس سرگودھا گئے۔ میاں صاحبؒ نے میری والدہ کو تین کھجوریں دیں اور فرمایا بوبو یہ لے لو۔ میری والدہ نے کھجوریں لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس تو پہلے ہی دو بیٹیاں ہیں۔ باباجی نہ مانے اور فرمایا: ''اس دفعہ کھجوریں لینا پڑیں گی، آئندہ دیکھیں گے۔'' پھر ان کے گھر بیٹی پیدا ہوئی جو سات دنوں کے بعد فوت گئی۔ اس بچی کا نام ماریہ رکھا گیا تھا۔ اس کی وفات کے پانچ، چھ دن بعد میرے والد سرگودھا گئے۔ میاں حضورؒ برآمدے میں کھڑے تھے فرمایا: ''بینک والا ایک اور خبر لے آیا۔ ماریہ فوت ہو گئی ہے۔'' میرے ابو حیران رہ گئے کہ آپؒ کو اس بچی کے نام کا بھی پتا تھا اور اس کی وفات کی بھی خبر تھی۔

6۔ 2009ء میں میاں حضورؒ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر مزار شریف کے غسل کا وقت آیا تو انتظامیہ نے عورتوں کو دربار سے باہر نکال دیا۔ میری والدہ نے اس کا بہت دکھ محسوس کیا۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ وہ غسل مزار میں شامل ہوں لیکن انتظامیہ نے ان کی منت سماجت کے باوجود انھیں اندر نہیں جانے دیا۔ وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں اور سسک سسک کر رونے لگیں تو میری بڑی بہن (جو ان کے پاس موجود تھیں) نے جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھا کہ میاں حضورؒ امی کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بوبو چپ ہو جا ہم تمھیں اس کے بدلے حج کرا دیں گے۔ واقعی والدہ صاحبہ نے اسی برس حج کی سعادت حاصل کی۔

۳۲۔ فقیر ڈاکٹر نور محمد، سابق چیئرمین بلدیہ چوک اعظم

فقیر نور محمد میاں حضورؒ کے بڑے عقیدت مند ہیں۔ انھوں نے اپنے خط محررہ 24 ستمبر 1995ء میں راقم الحروف کو میاں صاحبؒ کی کچھ کرامات لکھ کر بھیجیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

میں اپریل 1983ء سے اپریل 1994ء تک میاں حضورؒ کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضری دیتا رہا۔ میں جب بھی قلندرِ اعظمؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، انھوں نے میرے دل کا مقصد میرے بولنے سے پہلے کسی دوسرے کو مخاطب کر کے بیان فرما دیا۔ اس کے پورا ہونے یا نہ ہونے کی خبر بھی وہیں دے دی۔ جیسے آپؒ فرما دیتے

Marfat.com

ویسے ہی ہوتا۔

ایک بار چند امیر لوگ کار میں آئے اور انھوں نے میاں صاحبؒ کے قدموں میں نوٹوں کا ڈھیر لگا دیا۔ سب لوگ اتنی بڑی رقم کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انھوں نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا سرکار اسے قبول فرمالیں۔ آپؒ نے انھیں ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا: ''ابے! اٹھاؤ اس کو یہ دنیا مردار ہے۔'' وہ منتیں کرتے رہے لیکن آپؒ نے وہ رقم قبول نہ کی چنانچہ وہ اسے اٹھا کر باہر نکل گئے۔

فقیر نور محمد، چوک اعظم نے اپنے خط محررہ 24 ستمبر 1995ء میں راقم الحروف کو لکھا:

''ایک بار میں آپؒ کے پاس چند ساتھیوں کے ہمراہ سرگودھا حاضر ہوا۔ صبح اشراق کے وقت آپؒ چھت پر تشریف لے گئے۔ چھت پر بنے ہوئے ایک کمرے میں ایک مجذوب بزرگ پلنگ پر لیٹے رہتے تھے۔ ہمیں بھی اوپر بلا لیا۔ جب ہم چھت پر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ وہاں کچھ بلیاں بھی موجود ہیں۔ میاں حضورؒ نے ایک بلے کو ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''باباجی کی جھولی میں بیٹھ جا۔'' وہ بلا دوڑ کر میری گود میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بلے کو فرمایا: ''بس اب اٹھ جا۔'' چنانچہ بلے نے میری گود سے چھلانگ لگائی اور ایک طرف کو چل دیا۔ اس واقعے کو عرصہ گزر گیا لیکن اس دن سے آج تک سب چھوٹے بڑے مرد و زن مجھے ''باباجی'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

۳۳۔ طارق ملک (سابق ڈائریکٹر محکمہ پنجاب سوشل سکیورٹی) فیصل آباد

1979/1980ء میں میرا تقرر بطور ایڈیشنل ڈائریکٹر پنجاب سوشل سکیورٹی، سرگودھا میں ہوا۔ دفتر 12، اولڈ سول لائن میلہ منڈی میں واقع تھا۔ مَیں اکثر شام کو مغرب کی نماز آستانہ شریف میں میاں حضورؒ کے ہاں پڑھا کرتا تھا اور رات کو دیر بعد لنگر وغیرہ کھا کر واپس ہوتا تھا۔ میرے ساتھ وزیر آباد کے ایک نوجوان آفیسر ملک محمد انور کام کرتے تھے۔ مارچ 1980ء میں شیو کرتے ہوئے ملک انور صاحب کو چہرے پر شدید الرجی ہو گئی۔ انھوں نے بہتر سے بہترین علاج کرائے لیکن ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ انگریزی علاج کے علاوہ دیسی ٹوٹکے، روحانی دم درود اور تعویذ دھاگہ وغیرہ بھی کراتے رہے۔ اپریل کے شروع میں دل برداشتہ ہو گئے کیونکہ اُنکی شادی میں 20/25 روز رہ گئے تھے۔ اگر چہرے کی یہی حالت رہی تو دیگر تکالیف کے علاوہ شادی بھی لیٹ ہو سکتی تھی۔

ایک شام مَیں نے انکی پریشانی اور رنجیدہ حالت دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ میرے ساتھ میاں حضورؒ کے آستانے پر چلیں اور میاں صاحبؒ سے دعا کیلئے عرض کریں۔ اُسی شام مغرب کے بعد آستانہ میں حاضری ہوئی۔ میاں حضورؒ اُس وقت شام کے کھانے کیلئے برآمدہ میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے ابھی وہاں جوتے اتار کر سلام

Marfat.com

پیش ہی کیا تھا کہ میاں حضورؒ نے ملک انور کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اس بھائی کو بہت تکلیف ہو رہی۔ ہمدردی اور پوری توجہ کے ساتھ ملک انور کے بارے میں فرماتے رہے۔ میاں حضورؒ نے میرا نام ''ڈاکٹر'' رکھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے: اوے او ڈاکٹر! بھائی کے علاج کیلئے کونسی دوا مناسب ہوگی۔ مَیں چُپ رہا۔ میاں صاحبؒ کے دائیں جانب ایک دیا (جو بجلی کے بلبوں کے روشن ہونے کے باوجود جل رہا تھا۔) آپؒ نے اپنے دستِ مبارک کو اُس دیے کے تیل میں ڈبو کر ملک انور صاحب کے پورے چہرے پر مل دیا۔ داڑھی کے بال بڑھے ہوئے تھے' یوں اُن کا پورا چہرہ تیل سے تر بتر کر دیا۔ اس کے بعد کھانا لگ چکا تھا۔ ملک انور صاحب اور مجھے پاس بٹھایا اور کھانا کھاتے ہوئے بار بار ملک انور کی تکلیف اور مرض کے بارے میں فرماتے رہے۔ چند لقمے اپنے ہاتھ مبارک سے بھی اُس کے منہ میں ڈالے۔ جب ہم جانے لگے تو میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی گھر جا کر سرسوں کے تیل میں سیندور ملا کر ایک دو دفعہ لگا لیا کریو۔ اللہ شفا دے گا۔ اللہ کے فضل اور اس دن کی سرکار کی توجہ سے شادی سے 3 / 4 روز پہلے ملک محمد انور صاحب کا چہرہ بالکل صاف ہو گیا اور بیماری کا نام ونشان نہ رہا۔ وہ بھلے چنگے اور صاف چہرے کے ساتھ دولہا بنے اور شادی میں اُنکا چہرہ نہایت پُر رونق اور پُر نور تھا۔

ہمارے پیر بھائی زبیر بھٹی جو ستارہ کیمیکل انڈسٹری فیصل آباد سے بطور پرسنل مینجر ریٹائر ہوئے اور آجکل اپنے بیٹے کے ساتھ دوبئی میں رہائش پذیر ہیں' سے میاں صاحبؒ بڑی محبت رکھتے تھے۔ بی۔اے کا امتحان دینے کے بعد' رزلٹ آنے پر گزٹ میں اُن کا رول نمبر نہ تھا' جس سے بڑے دل برداشتہ تھے۔ میاں حضورؒ کے ہاں حاضری دی۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا اے زبیر! تو پاس ہولیا' مبارک ہو۔ زبیر نے رونے کے انداز میں عرض کیا کہ حضور میں تو فیل ہو گیا ہوں۔ رزلٹ گزٹ میں میرا رول نمبر ہی نہیں ہے۔ آپؒ نے فرمایا: ''اوے تو سیکنڈ ڈویژن میں بڑے اچھے نمبروں سے پاس ہوا''۔ جا' اور جا کر گزٹ دوبارہ دیکھ۔ تجھے غلطی لگے۔ زبیر بھٹی نے پنجاب یونیورسٹی سے پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں' تاہم جنرل گزٹ میں پتہ نہیں کس وجہ سے اُن کا رول نمبر شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا میں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقعہ پر میاں حضورؒ گشت فرماتے ہوئے جیل میں داخل ہو گئے۔ جیل کے سب حکام میاں حضورؒ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ قیدیوں میں جا کر میاں حضورؒ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے فقیریا (جو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نعت خواں بھی تھا) کو حکم دیا کہ قیدی بھائیوں کو نعت سناؤ۔ اُس وقت فقیریا نے فلمی گیت' بہارو پھول برساؤ مرا محبوب آیا ہے' گایا۔ یقین کریں' اس فلمی گانے سے جو روحانی سماں بندھا' وہ بیان سے باہر ہے۔ لوگ نعت کے سحر میں گانے کے بولوں پر بھی سر دھنتے رہ گئے۔

Marfat.com

فیصل آباد میں گرمیوں کے دن تھے۔عصر کے بعد میاں حضورؒ کچہری بازار کے ''آسکومیوزیم'' میں تشریف فرما تھے۔یہ جناب داؤد فاروق اور محمود خالد کے والد' چودھری عبدالرحمٰن کی شہر میں سب سے بڑی اور معیاری کھیلوں (Sports) کی دکان تھی۔وفاقی حکومت کے ایک سینئر بیوروکریٹ سیکریٹری فنانس' شاہد آفتاب خان' سفاری سوٹ میں حاضرِ خدمت ہوئے۔آپ نے آفتاب خاں کو دیکھتے ہی وہاں موجود کچھ عقیدت مندوں سے کہا کہ بھائی دُور سے آیا ہے اور بڑا غریب آدمی ہے' اسکی مدد کرنی چاہے۔اُسے لیکر کچہری بازار میں ذیل گھر کی طرف چل پڑے اور راستے میں پھل کی ریڑھی والوں سے فرماتے کہ یہ آفتاب خاں بہت غریب آدمی ہے۔اسکی اللہ کے واسطے امداد کردیں اور پھل وغیرہ اُٹھاتے اور آفتاب خاں سے فرماتے کہ اپنی جھولی پھیلا۔اب سفاری سوٹ اور جھولی والا معاملہ نہایت مشکل تھا' لیکن انھوں نے شرٹ کو دونوں ہاتھوں میں لیکر جھولی بنائی اور اس میں مختلف ریڑھی والے 2/3 دانے پھل ڈالتے رہے اور اسی طرح پیدل اسی حال میں واپس دکان پر تشریف لائے۔آفتاب خاں اُن دنوں سخت محکمانہ کارروائی کا شکار تھے اور دعا کیلئے آئے تھے۔بعد میں معلوم ہوا کہ اُن کے تمام معاملات میاں حضورؒ کی توجہ اور نظر سے حل ہوگئے۔(بھیک منگوانے سے آفتاب خان کا اندر کا خان ٹوٹ پھوٹ گیا اور جس کا دل ٹوٹ جائے وہ تو اللہ کی رحمتوں کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔یہی اصول میاں صاحبؒ نے آفتاب خان کے ساتھ برتا۔)

۴۳۔ملک محمد شریف بریار' ایڈووکیٹ' گوجرہ

گوجرہ کے میرے ایک عزیز دوست ملک محمد شریف بریار نے اپنی ایک تحریر (جو انھوں نے 2011-05-01ء کو لکھی) میں بتایا:

1990ء میں' مَیں (ملک محمد شریف بریار) کالج کا طالبِ علم تھا۔ایک دن مجھے خیال آیا کہ میاں حضورؒ کو ملنے سرگودھا جاؤں۔میں نے فیصلہ کیا کہ آج آستانہ کے لنگر کے لیے سبزی گوجرہ سے لے کر جاؤں گا۔ان کے بقول ''میں اپنے ایک دوست کے ساتھ گوجرہ کی سبزی منڈی میں چلا گیا اور مختلف سبزیاں جیسے آلو' گوبھی' بینگن' کدو' بھنڈی توری اور ٹینڈے وغیرہ خرید خرید کر دو توڑے بھر لیے۔ایک پھڑی والے سے پیاز بھی خریدا لیکن پیسے دینے کے باوجود اسے اٹھانا بھول گئے اور پیاز وہیں پڑا رہ گیا۔جونہی سرگودھا آستانہ عالیہ میں پہنچے دیکھا کہ میاں صاحبؒ دروازے کے ساتھ ٹہل رہے ہیں۔مجھے دیکھتے ہی فرمایا: ''آجا بیٹے آجا' کافی دیر سے تیرا انتظار ہو رہا'' پھر آپؒ نے فرمایا: ''توڑوں کی سبزیاں مسجد کے صحن میں رکھ دے۔'' جب میں اور میرا دوست سبزیاں لے کر مسجد کے صحن میں پہنچے تو وہاں میاں صاحبؒ کے ایک خادم نے بتایا کہ آج میاں حضورؒ نے ہمیں صبح ہی صبح سبزی وغیرہ خریدنے سے منع کر دیا تھا اور

Marfat.com

فرما دیا تھا کہ آج کا لنگر گوجرے کا ہے۔ مجھے میاں حضورؒ نے کھانے کے لیے کوئی چیز دی جب میں وہ کھا رہا تھا تو معاً مجھے یاد آیا کہ پیاز تو خریدنے کے باوجود ہم لا ہی نہیں سکے۔ اس سے مجھے شرمندگی بھی ہوئی اور گھبراہٹ بھی۔ میں چپ چاپ پیاز کے متعلق سوچ رہا تھا کہ میاں حضورؒ نے مجھے آواز دی: ''اے بیٹا! ادھر آ۔'' میں اٹھا اور حاضرِ خدمت ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر آپؒ نے ایک خادم سے پوچھا اے! یہاں پیاز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضورؒ پیاز تو بہت ہی زیادہ ہے۔ بلکہ دیگیں بھری ہوئی ہیں۔ آپؒ نے مجھے فرمایا: ''اے او بیٹے! سوچ سوچ کر ہلکان نہ ہو۔ پیاز تو یہاں پہلے ہی سے گھنا موجود ہے۔ وہیں پڑا رہ گیا تو کیا حرج ہے؟'' سبحان اللہ! میاں حضورؒ کی نگاہِ بصیرت نے نہ صرف میرے دل کی بات بھانپ لی بلکہ مجھے بڑے پیار سے تسلی بھی دی۔

۳۵۔ عبدالرحمان ولد سجاول خان، فیصل آباد

میاں حضورؒ نے میرا نام بھنگی رکھا ہوا تھا۔ میاں حضورؒ میرے ساتھ ہمیشہ شفقت فرماتے۔ ہمارے گھر میں میاں حضورؒ کی ایک تصویر اس کمرے میں لگی ہوئی تھی، جہاں میری والدہ محترمہ سویا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اچانک وہ فوٹو نیچے گر گیا اور اس کا فریم بھی ٹوٹ گیا۔ میں نے وہ فوٹو اٹھا کر ایک دراز میں رکھ دیا اور فریم کی جگہ کسی دوسرے بزرگ کی تصویر آویزاں کر دی۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اس بزرگ کا فوٹو اتار کر الماری میں رکھ دو اور وہی پرانا فوٹو ہی یہاں دوبارہ لگا دو۔ میں نے پوچھا، ماں جی وہ کیوں؟ میری والدہ نے جواب دیا یہ تصویر نہیں تھی بلکہ میاں حضورؒ خود تھے۔ آپؒ ہر رات اسی تصویر میں لب ہلاتے ہوئے فریم سے باہر نکلتے اور باقاعدہ میرے پاس نیچے تشریف لے آتے اور مجھ سے باتیں فرمایا کرتے۔ میں نے فریم درست کرایا اور تصویر دوبارہ اسی جگہ پر لگا دی۔ والدہ صاحبہ کے ساتھ میاں حضورؒ کے باتیں کرنے کا عمل دوبارہ شروع ہو گیا۔

عبداللہ پور چوک میں محمد عالم نامی شخص پکوڑے بیچا کرتا تھا۔ میری اس سے ملاقات ہوتی تو وہ مجھے ہمیشہ یہ کہہ کر چھیڑتا کہ میں اکسی نہ کسی دن تمھارے میاں صاحب کا امتحان لوں گا۔ یہ سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ میاں صاحبؒ کے آستانے میں ضرور چلے جانا لیکن ان کا امتحان لینے یا انھیں آزمانے کا کبھی سوچنا بھی نہ۔ لیکن اس کی یہی ضد رہی کہ میں میاں صاحبؒ کی ولایت دیکھوں گا۔ بالآخر ایک دن وہ میاں حضورؒ کے آستانے پر جا پہنچا۔ میاں حضورؒ سدری میں تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے اسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ میاں حضورؒ کے پاس ایک مٹی کی صراحی پڑی تھی جس کی گردن بہت تنگ تھی، اتنی تنگ کہ انسانی ہاتھ بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ میاں حضورؒ نے اس صراحی کو پکڑا اور اس کی گردن میں اپنا ہاتھ داخل کر دیا اور ایک بہت بڑا آم نکال کر اسے کھانے کو دیا۔ وہ بڑا

Marfat.com

حیران ہو رہا تھا کہ صراحی کی جس گردن میں وہ ہاتھ نہیں ڈال سکتا' میاں صاحبؒ نے اس میں بازو ڈال کر اتنا بڑا آم کیسے نکال دیا؟ اس نے یہ آم کھایا تو یہ آم معمولی نہیں تھا۔ بے حد لذیذ تھا' جس کی لذت بھلائی نہیں جاسکتی۔ جب اس نے آم کھانا شروع کیا تو میاں حضورؒ اس کے پاس سے اٹھ کر مسجد میں چلے گئے۔ جب اس نے آم کھالیا تو اس نے اس کی گھٹلی اس صراحی کی گردن میں داخل کرنے کی کوشش کی لیکن پوری کوشش کے باوجود وہ آم کی گھٹلی بھی اس میں داخل نہ کرسکا کیونکہ آم کی گھٹلی بہت بڑی تھی اور صراحی کی گردن بہت ہی تنگ تھی۔ جب اسے کوشش کرتے ہوئے کچھ دیر گزر گئی تو میاں حضورؒ کی آواز سنائی دی کہ ابے تو! مجھے کیا آزمائے گا؟ وہ سخت شرمندہ ہو کر آستانے سے باہر نکل گیا۔

فیصل آباد ریلوے اسٹیشن کا ایک قلی' میاں صاحبؒ کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا۔ وہ اکثر آپؒ سے عرض کیا کرتا کہ سرکارؒ میں غریب آدمی ہوں لیکن میں نے آپؒ کی دعوت کرنی ہے۔ آپؒ ٹال جاتے ایک دن اس نے بہت ہی ضد کی تو آپؒ نے فرمایا: ''اگر تو ہمارے کہنے کے مطابق کرے گا تو آئیں گے۔'' اس نے عرض کیا کہ سرکارؒ ویسا ہی کروں گا۔ فرمایا: ''تم نے صرف چار عدد روٹیاں' دو پیسے کا نمک اور چار آنے کی سرخ مرچ لانی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ لانے کی اجازت نہیں۔'' اس نے وعدہ کرلیا۔ دعوت والے دن آپؒ نے کے۔ آر پرنٹس کے مالک شیخ محمد یعقوب' اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ مینجر لال خان' مجسٹریٹ اقبال منہاس' ریلوے کے ملک اورنگزیب سے اور ظفر پٹرول پمپ کے مالک' ان سب سے فرمایا کہ ایک دعوت مشترکہ کرو' چنانچہ ہر شخص حسبِ توفیق لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر لے آیا۔ آپؒ نے دعوت میں شامل تمام لوگوں کو کھانے کی اجازت دی کوئی بکرے کے گوشت کے مزے اڑا رہا تھا۔ کوئی پلاؤ کھا رہا تھا۔ کوئی زردہ سے دل بہلا رہا تھا اور کوئی مزے دار کھیر سے لذتِ کام و دہن حاصل کر رہا تھا۔ آپؒ سب کو کھانا کھلا رہے تھے اور خود نہیں کھا رہے تھے۔ سب کے بار بار کہنے کے باوجود آپؒ نے کچھ نہ کھایا۔ آپؒ یہی فرماتے کہ جب تم کھالو گے تو میں آخر میں کھاؤں گا۔ جب اس قلی سمیت سب نے کھانا کھالیا تو آپؒ نے حاضرین کو چلے جانے کا حکم دیا۔ جب سب چلے گئے تو آپؒ نے اس قلی سے فرمایا: '' ہمارا کھانا لاؤ۔'' آپؒ نے ایک رکابی میں تھوڑا سا نمک ڈالا' اس میں سرخ مرچ ملائی اور اس سے روٹی تناول فرمائی۔ سبحان اللہ ساری عمر آپؒ نے دوسروں تک نعمتیں پہنچائیں اور اپنی ذات کو کبھی سامنے نہ رکھا۔

عبداللہ پور کے ملک عبدالمجید مٹھائی فروش کے بڑے بھائی عبدالحمید پر قتل کا کیس چل رہا تھا۔ عدالت نے اسے پھانسی کی سزا سنا دی تھی' جس کے خلاف اس نے لاہور ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر رکھی تھی۔ وکلاء پریشان تھے

Marfat.com

اور بظاہر ان کے بچنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ فیصلے سے ایک دن پہلے ملک عبدالمجید بے حد پریشان تھے۔ اسی پریشانی میں انھوں نے سوچا کہ کاش! اس وقت میاں حضورؒ ہی آ جائیں۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ میاں حضورؒ سامنے سے قلفی کھاتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ جب آپؒ عبدالمجید کے پاس پہنچے تو فرمایا: ''اے پہلوان! لے قلفی کھا لے' سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے بڑی محبت اور عقیدت سے میاں صاحبؒ کی پس خوردہ قلفی کھالی۔ اگلے دن فیصلہ سنایا گیا اور ملک عبدالحمید بری ہو گیا۔

ایک دفعہ میاں حضورؒ نے آک کے پودے کا دودھ ایک پیالی میں بھرا اور اپنی آنکھوں میں بھی ڈالا اور آستانے میں موجود باقی تمام لوگوں کی آنکھوں میں بھی قطرہ قطرہ ڈلوایا۔ شبنم نامی نعت خواں نے (جو مرید تو پیر برہان الدین صاحب کا تھا' لیکن رہتا میاں حضورؒ کے پاس تھا) اپنی آنکھوں میں آک کے دودھ کے قطرے ڈلوانے سے انکار کر دیا بلکہ چھلانگ لگا کر آستانے سے بھاگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ واپس آیا اور ایک خالی چارپائی پر لیٹ گیا۔ میاں حضورؒ اس کے پیٹ پر بیٹھ گئے اور اس کی آنکھوں میں بھی ایک ایک قطرہ آک کا دودھ ڈال دیا۔ وہ چیخنے لگا کہ میری آنکھیں گئیں۔ میاں حضورؒ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''اے بھنگی! اسے بول کہ کہیں نہیں جاتیں۔'' میں نے ایسے ہی بول دیا۔ بہرحال کسی کی آنکھوں کو کچھ نہ ہوا۔

میری میاں حضورؒ سے پہلی ملاقات 1960ء میں ہوئی۔ میں ان دنوں میں کے۔ آر پرنٹس میں بطور نائب منشی ملازمت کرتا تھا۔ کپڑے پر پرنٹ چھاپنے کی اس فیکٹری میں میاں حضورؒ اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ وہاں پانی پت کے ایک شخص محمد عثمان بھی تھے جن کے ہاں میاں حضورؒ تشریف لایا کرتے تھے۔ محمد عثمان ہی کے کہنے پر میں مرید ہونے کے لیے سرگودھا گیا۔ شام کو وہاں پہنچے رات وہاں قیام کیا۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں پانی پت میں میاں حضورؒ کے ساتھ حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ کے دربار پر حاضر ہوں۔ میاں حضورؒ قبر کی ایک طرف کھڑے ہو گئے دوسری طرف میں کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے مجھے فرمایا: ''اے بھنگی! نکال ہاتھ'' میں نے ہاتھ نکال کر میاں صاحبؒ سے ہاتھ ملایا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ صبح میں نے بھائی عثمان کے ساتھ آپؒ کے پاس حاضری دی میں نے عرض کیا حضورؒ میں بیعت ہونے کے لیے آیا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا: اے بیعت چھوڑ اب تو ہمارا ہے۔'' کچھ دنوں بعد سرکارؒ کے۔ آر پرنٹس میں تشریف لائے اس فیکٹری کے مالک شیخ یعقوب نے میاں صاحبؒ سے پوچھا: ''سرکارؒ کیا یہ عبدالرحمان آپ کا باقاعدہ مرید ہے؟ آپؒ نے فرمایا: ہاں' اسے پانی پت میں کیا تھا۔''

ایک مرتبہ میاں حضورؒ کے۔ آر پرنٹس میں تشریف لائے آپؒ کے پاس ایک گدڑی تھی جو آپؒ نے بغل میں

Marfat.com

دبائی ہوئی تھی آپؒ نے چپکے سے یہ گدڑی میری بغل میں دے دی اور فرمایا: ''لے بے بھنگی! اسے چھپا لے۔ جب اسے اوڑھے گا' قلندر ہو جائے گا۔'' یہ گدڑی میں نے آج (2012ع) تک سنبھالی ہوئی ہے۔

شیخ مختار ناز مرحوم کی اہلیہ محترمہ' ہماری بہن (والدہ مسعود مختار) کو پتہ چلا تو انھوں نے بہت ضد کی اس گدڑی کا کچھ حصہ مجھے دے دو میں نے قینچی سے ایک بالشت کاٹ کر انھیں دے دی اسی رات میاں حضورؒ میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''ابے او بھنگی! فقیری بانٹتے نہیں۔''

ایک بار میں بھائی محمد عثمان کے ساتھ آپؒ کے پاس سرگودھا آیا ہوا تھا۔ مجھے ساتھ لے کر رات کو بھائی محمد عثمان نے میاں حضورؒ کو بتایا کہ میرا (عثمان) کا =/56000 روپے کا کلیم (Claim) منظور ہوا ہے۔ اس نے اس منظور شدہ کلیم کے کاغذات جیب سے نکال کر میاں حضورؒ کے سامنے رکھ دیے لیکن آپؒ نے کوئی بات نہ کی اور بالکل خاموش رہے۔ صبح ابھی ناشتے کے لیے چائے تیار ہونا شروع ہوئی تھی کہ آپؒ نے محمد عثمان کو فرمایا: ''ابے! یہ کلیم (Claim) کے پیسے تجھے ہلاک کر دیں گے۔'' عثمان نے اسی وقت اپنی واسکٹ کی جیب سے کلیم کی دستاویز نکالی اور انگیٹھی کی آگ میں ڈال دی جو آناً فاناً جل کر خاکستر ہوگئی آپؒ نے فرمایا: ''لے عثمان اب تیری جان چھوٹ گئی۔'' بھاگ دو نفل پڑھ آ۔ اس دور میں 56000/= ہزار روپیہ کتنی بڑی رقم تھی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان دنوں عبداللہ پور میں جگہ کی قیمت 25 سے 35 روپے فی مرلہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ میں سرگودھا آستانہ میں حاضر تھا۔ میاں حضورؒ نے مجھے (عبدالرحمان کو) باہر آرے سے لکڑی کا بُورا لینے کے لیے بھیج دیا۔ آرے والوں نے لکڑی کا یہ برادہ (بُورا) باہر پختہ سڑک کے کنارے پر گرایا ہوا تھا۔ میں نے وہاں سے بالٹی بھر لی۔ آرے کا مالک دوڑا آیا اس نے مجھ سے بالٹی چھینی اور واپس الٹا کر بُورا نیچے پھینک دیا۔ مجھے سخت سست بھی کہا۔ میں خالی بالٹی لیے واپس آیا تو آپؒ نے فرمایا: ''ابے بُورا کیوں نہیں لایا۔'' عرض کیا سرکار آرے کے مالک نے لینے نہیں دیا۔ اس نے بھری ہوئی بالٹی وہیں الٹا دی۔ یہ سنتے ہی آپؒ جلال میں آ گئے۔ آپؒ نے دو انگلیوں سے زمین پر دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''ابے! یہ پانی کہاں سے آ گیا؟'' رات ہوئی تو سڑک کے ساتھ ساتھ پانی آنا شروع ہو گیا۔ صبح تک آرا اور اس کی چھت گر پڑی تھی۔ اس آرے میں مالک کا بچہ سویا ہوا تھا صرف وہ بچا باقی ہر چیز تباہ ہو گئی۔ آپؒ نے فرمایا: ''بچے کی وجہ سے آرے کا مالک بچ گیا ہے۔''

ایک دفعہ دس محرم کی رات 9:00 بجے کے قریب محلے کے ایک آدمی (جو دودھ سے مکھن نکال کر بیچا کرتا تھا) نے میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارا۔ تنگ آ کر میرے منہ سے نکلا' خدا کرے' اگلا محرم تیری زندگی میں نہ آئے۔ تیری

Marfat.com

ماں سڑک سے تیری لاش کے ٹوٹے اکٹھے کرے۔) اس نے کہا اگر ایسا نہ ہوا تو' تُو کیا کرلے گا۔ میں نے کہا کہ میں نوٹوں والی سرکارؒ کو مانتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو انھیں ماننا چھوڑ دوں گا۔ اگلے دن سرکارؒ فیصل آباد میں تشریف لے آئے اور اس سے پہلے کہ میں کچھ عرض کرتا خود فرمانے لگے: ''ابے او بھنگی! فقیری کو ٹھوکر ماردی تونے' اگر صبر کرتا تو ولی ہو جاتا' مگر اب تو ویسے ہی ہوگا جیسا تونے کہہ دیا۔'' اللہ کے حکم سے ایسا ہی ہوا۔ اور وہ شخص اگلے محرم سے بہت پہلے کسی کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ قاتل نے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے۔

میرے دوست محمد عثمان' جھنگ بازار میں مولانا سردار صاحبؒ کی مسجد کی پچھلی گلی کے کسی گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ نمازِ فجر کی ادائیگی میں بعض اوقات ان سے کوتاہی ہوجاتی تھی۔ پھر یوں ہونے لگا کہ جب فجر کی اذان ہوتی کوئی ان دیکھی ہستی اسے پاؤں سے پکڑ کر الٹا لٹکا دیتی۔ وہ ایک دن روتا پیٹتا سرگودھا گیا اور میاں حضورؒ کے پاؤں پکڑ کر زور زور سے رونے لگا۔ خالد خان اور ان کے چچا (محسن خان) نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ سرکارؒ نے فرمایا: ''ابے! اس کے پیسے گم ہوگئے۔'' اس نے چیخ ماری اور کہا کس کے پیسے گم ہوئے؟ میاں صاحبؒ! مجھے سونے تو دو آپؒ تو رات کو سونے بھی نہیں دیتے۔ آپؒ یہ سن کر مسکراتے رہے لیکن عثمان کے ساتھ پھر ایسا کبھی نہ ہوا' لیکن اس کا اندر بدل گیا پھر اس نے داڑھی بھی رکھ لی اور تقریباً مولوی بن گیا۔

۳۶۔ میاں محمد احمد' مالک نورانی کاٹن فیکٹری' ٹوبہ ٹیک سنگھ

میاں محمد احمد نے ایک تحریر راقم الحروف کو فیصل آباد کے عبدالرحمان بھنگی کے ہاتھوں بھجوائی۔ ان کے مطابق:

جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہماری کاٹن فیکٹری ہے۔ بہت پہلے جب میاں عبدالرشیدؒ کبھی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تشریف لاتے تو ہماری فیکٹری کو بھی قدم بوسی کا شرف ضرور بخشتے۔ میرے والد میاں انوار مرحوم کراچی کے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے داماد تھے۔ میاں حضورؒ میرے والد میاں انوار کو ہمیشہ صوفی صاحب کہہ کر یاد کرتے۔

ایک دفعہ حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ میرے والد میاں انوار احمد کے پاس فیکٹری میں تشریف لائے اور میرے والد کو حکم دیا کہ ابے صوفی صاحب! نوٹوں والی پیٹی کھول۔ میرے والد نے فیکٹری کے منشی کو اشارہ کیا کہ قلندر صاحبؒ کے حکم پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ منشی نے نوٹوں کی سیف کھول دی۔ میاں حضورؒ نے ایک بڑا رومال بچھایا اور سیف میں موجود چھوٹے بڑے تمام نوٹ اس میں ڈال کر اپنے ساتھ لے گئے۔ شام ہوئی تو حسبِ معمول میرے والد میاں انوار صاحب نے فیکٹری کے منشی سے کہا کہ روکڑ کھولو اور آج کے دن کا تمام حساب کر کے مجھے بتاؤ۔ منشی نے کہا کہ جناب تمام رقم تو حضرت قلندر صاحب اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اب میں کیا روکڑ کھولوں اور کیا حساب کروں؟

Marfat.com

میرے والد نے منشی سے کہا کہ تم بے خوف ہو کر حساب کرو اور ٹوٹل حساب میں سے جو رقم کم ہو وہ میرے کھاتے میں ڈال کر مجھ سے دستخط کروالو تا کہ تمھارا روزنامچہ مکمل رہے۔ تمھارا کام حساب کتاب کرنا ہے اگرچہ بیلنس زیرو ہی کیوں نہ نکلے۔ والد صاحب کے کہنے پر منشی نے بے دلی سے نوٹوں کی الماری یعنی سیف کھولی تو اس نے دیکھا کہ الماری تو اسی طرح نوٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ جب اس نے روزنامچہ ملایا تو رقم پوری نکلی اور ٹوٹل میں سے ایک پیسہ بھی کم نہ ہوا تھا۔ منشی اور دیگر لوگ حیران رہ گئے کہ جو نوٹ قلندر صاحب لے گئے تھے وہ واپس کیسے پہنچ گئے۔ میرے والد نے اور ان کو بتایا کہ یہ قلندر صاحبؒ کی ادائیں ہیں۔ انھوں نے کبھی کسی کا ایک پیسہ نہیں لیا۔ وہ جتنی رقم بھی اٹھاتے ہیں دراصل ان کی اپنی ہوتی ہے۔ یہ ان کا کوئی روحانی و تکوینی نظام ہے جو عام دنیادار کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

ایک دفعہ میاں عبدالرشیدؒ میرے والد صاحب کے پاس نورانی کاٹن ملز میں تشریف لائے۔ میرے والد نے سلام عرض کیا۔ میاں حضورؒ نے فرمایا کہ اے صوفی صاحب! ادھر میرے پاس آ اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جا۔ میں نے آج تیری کمر میں مکّے مارنے ہیں۔ میرے والد' قلندر صاحبؒ کے ہر حکم کو بجالانا دین و دنیا کی سعادت سمجھتے تھے' چنانچہ وہ خوشی خوشی وہاں آئے اور میاں حضورؒ نے ان کی کمر میں تین مکّے رسید کیے۔ اس وقت ایک بینک کے مینجر اعتماد الدین صدیقی بھی موجود تھے۔ تین مکّے مارنے کے بعد میاں حضورؒ نے ہاتھ روک لیا۔ میرے والد نے عرض کیا کہ حضورؒ مہربانی فرمائیں مجھے اور زیادہ مکّے مار دیں۔ آپؒ نے فرمایا: ''ابے! چل بے چل' تین بہت ہیں۔'' اور یہ فرمایا اور میاں حضورؒ فیکٹری سے باہر تشریف لے گئے۔ مل کے ملازم خصوصاً منشی حیران و پریشان تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے' لیکن میرے والد بہت مطمئن اور خوش تھے۔ انھوں نے بتایا کہ میری بات لکھ لو اس سیزن میں ہمیں پورا تین لاکھ روپیہ منافع ہو گا نہ کم نہ زیادہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سیزن کے بعد جب مجموعی حساب کیا گیا تو کل منافع پورا پورا تین لاکھ روپیہ تھا۔ سب فیکٹری والے حیران اور خوش تھے لیکن میرے والد بتا رہے تھے کہ یہ تو قلندر پاکؒ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان گنت شانیں دی ہوئی ہیں۔

سابق صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں نیشنلائزیشن کا مرحلہ شروع ہوا تو ہماری کاٹن فیکٹری بھی حکومت نے اپنے قبضے میں لے لی۔ میرے والد صاحب کافی عرصہ پہلے وفات پا چکے تھے ان کے بعد فیکٹری کا ہاتھوں سے جاتے رہنا کوئی کم المیہ نہیں تھا۔ ہمارا سارا گھرانہ کافی پریشانی کا شکار تھا۔ ایک دن میری والدہ مرحومہ نے میرے چھوٹے بھائی میاں مسعود احمد کو کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو؟ تمھیں فیکٹری واپس مل جائے گی۔ طریقہ میں تمھیں بتا دیتا ہوں۔ تم سرگودھا چلے جاؤ اور وہاں حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان سے دعا کراؤ۔

Marfat.com

والدہ کے حکم پر میرے چھوٹے بھائی میاں مسعود احمد سرگودھا پہنچے اور قلندر صاحبؒ کے پاس حاضر ہو گئے اس وقت میاں حضورؒ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ مسعود بھی دیگر لوگوں کے ساتھ وہاں بیٹھ گئے۔ میاں حضورؒ سے کوئی بات چیت نہ ہو سکی۔ تھوڑی دیر کے بعد میاں حضور نے جلالی آواز میں فرمایا: ”ابے! سب لیٹ جاؤ' سواری آ رہی ہے“ مسجد میں موجود تمام لوگ آنِ واحد میں لیٹ گئے۔ میاں حضورؒ سمیت ہر شخص خاموش تھا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے فرمایا: ”ابے! سواری گزر گئی ہے بیٹھ جاؤ“ اور سب لوگ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میرے بھائی میاں مسعود احمد' قلندر صاحبؒ سے پہلے کبھی ملے نہیں تھے ان کے دل میں یہ بات آئی کہ میں میاں حضورؒ کو بتاؤں کہ میں میاں انوار احمد کا بیٹا ہوں اور ٹوبہ ٹیک سنگھ سے آیا ہوں۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا ہی تھا کہ میاں صاحبؒ تیزی سے اٹھے میرے پاس تشریف لائے اور اسے کھانے کے لیے انجیر دی۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ آپ کی فیکٹری آپ کو واپس ہو جائے گی۔ جب اس نے واپس آ کر والدہ صاحبہ کو یہ سب بتایا تو انھوں نے کہا کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ کچھ ہی عرصہ بعد جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کا تختہ الٹ دیا اور ہماری فیکٹری ہمیں واپس مل گئی۔

۳۷۔ ملک شفاعت احمد خالد ولد ملک نذیر احمد

(سابق پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج فیصل آباد۔ ملک صاحب نے 22-07-2011ء کو راقم الحروف کو بتایا:) میری رہائش سرگودھا کے محلہ نذیر کالونی میں تھی میں اس کی گلی نمبر 4 مکان نمبر 37 میں رہتا تھا۔ ہمارا گھر حضرت میاں عبدالرشیدؒ کی مسجد کے قریب ہی واقع تھا' لہٰذا میں بعض اوقات نماز کی ادائیگی کے لیے حضرت میاں صاحبؒ کی مسجد میں جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اس مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلنے کے لیے جوتے پہن رہا تھا کہ میری نظر میاں عبدالرشیدؒ پر پڑی جو اس وقت وضو کی ٹونٹیوں کو صاف کر رہے تھے۔ ان دنوں میرا ایم ایس سی باٹنی کا رزلٹ آنے والا تھا۔ میں دل میں خواہش رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے فرسٹ ڈویژن میں پاس کر دے کیونکہ میرے نزدیک صرف فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونا ہی پاس ہونا تھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں اس بارے میں میاں صاحبؒ سے دریافت کروں کہ میرا کیا بنے گا؟ پھر دل میں خیال آیا کہ انھیں اس بارے میں کیا علم ہے؟ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ انھوں نے خود مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ دیا: ”ابے او! تیرا کام بن جائے گا۔“ انھوں نے یہ دو مرتبہ فرمایا: ”میں نے کہہ دیا' تیرا کام بن جائے گا۔“ میں نے میاں صاحبؒ کی بات سن لی لیکن آگے سے کچھ نہ بولا۔ بعد میں' میں یہ واقعہ ایسے بھول گیا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ جب رزلٹ آیا اور میری آرزو کے مطابق میری فرسٹ کلاس آئی تو مجھے اچانک میاں صاحبؒ کی کہی بات یاد آ گئی جس کی تصدیق رزلٹ سے ہو چکی تھی۔ اب

Marfat.com

مجھے یہ محسوس ہوا کہ لوگ سچ ہی کہتے تھے کہ میاں صاحب دلی جذبات پہچان لیتے ہیں اور دلی بات جان کر بندے سے کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ خود میرے ساتھ پیش آچکا تھا۔

حاجی عزیز احمد ولد ملک فدا بخش نذیر کالونی کی گلی نمبر 5 کے مکان نمبر 28 میں رہتے تھے۔ یہ رشتہ میں میرے چچا تھے۔ یہ میاں صاحبؒ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ میرے اس چچا نے مجھے بتایا کہ میں صرف یہ جاننے کے لیے کہ میاں عبدالرشید کیا کرتے ہیں اور مجھے کیا کہتے ہیں ان کے پاس چلا گیا۔ وہاں ان کے پاس بہت سے دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں وہاں جا کھڑا ہوا اور خاموشی سے میاں صاحبؒ کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیتا رہا۔ میرے دل کی خواہش تھی کہ مجھے پتہ چلے کہ اصل میں میاں صاحبؒ کرتے کیا ہیں؟ چانک میاں صاحبؒ نے مجھے' (حاجی عزیز کو) مخاطب کر کے فرمایا: ''اے او! تو میرا امتحان لینے آ گیا ہے؟'' جس پر میں نے محسوس کیا کہ میرا وہاں جانا واقعی کچھ امتحان ہی لینے کے انداز میں ہی تھا اور مجھے محسوس ہوا کہ میاں صاحبؒ نے میری دلی کیفت کو پہچان لیا ہے' جس پر مجھے بہت حیرت ہوئی اس کے بعد میری دلچسپی عقیدت میں ڈھلتی چلی گئی۔

۳۸۔ ماسٹر غلام حیدر چیمہ (ایس ایس ٹی)

میری رہائش شمشیر ٹاؤن گلی نمبر 1 سرگودھا میں ہے۔ میں انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ سرگودھا میں ملازمت کرتا تھا۔ میں پہلی دفعہ میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے فرمایا: ''کیوں بے ماسٹر! آ گیا؟'' میں نے سوچا کہ میں تو ماسٹر نہیں ہوں لیکن یہ بزرگ قلندر ہیں' ان کی تصحیح نہیں کرنی چاہیے لہٰذا میں چپ رہا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے بعد میں جب بھی میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا' انھوں نے ہمیشہ مجھے ماسٹر ہی کہا۔ بعد میں واقعی مَیں ایک سکول میں ٹیچر میں بھرتی ہو گیا اور اپنے پرائے' چھوٹے بڑے سب مجھے ماسٹر کہنے لگے یوں میاں حضورؒ کا ارشاد پورا ہو کر رہا۔ یونہی ان کی ہر بات سچ ہی ثابت ہوتی۔ بعض اوقات ان کی بات سمجھ میں نہ آتی لیکن بعد میں ہوتا وہی جو آپؒ فرما دیتے۔

میں بطور ٹیچر شاہ پور صدر میں تعینات تھا' جبکہ میری رہائش سرگودھا میں تھی۔ روز روز کے سفر نے مجھے تھکا ڈالا تھا اور میں پریشان رہنے لگا تھا۔ میں نے میاں حضورؒ سے ٹرانسفر کی درخواست کی۔ آپؒ کی دعاؤں سے میرا ٹرانسفر شاہ پور سے سرگودھا ہو گیا۔ سرگودھا میں میرے لیے جگہ بنانے کی خاطر جس آدمی کو ٹرانسفر کیا گیا تھا وہ بڑی حیثیت والا تھا اور وہ ڈپٹی ڈائریکٹر کے بچوں کو پڑھاتا بھی تھا۔ اس ٹیچر نے مجھے کہا: ''کل تیرا ٹرانسفر کینسل ہو جائے گا۔'' میں بہت فکر مند ہوا میں نے میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضری دی اور عرض کیا کہ سرکارؒ وہ ماسٹر بہت حیثیت والا ہے۔ اس نے مجھے کہہ دیا

Marfat.com

ہے کہ کل تیرا ٹرانسفر کینسل ہو جائے گا۔ میاں صاحبؒ یہ سن کر جلال میں آ گئے اور غصے سے فرمایا: ''ابے او ماسٹر! جا بے جا! اپنا کام کر' یہ تبادلہ خود میں نے کیا ہے۔ یہ کینسل نہیں ہونے کا' جا کچھ نہیں ہونے کا۔'' اگلے دن ڈائریکٹر صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور پوچھا کہ آپ نے ٹرنسفر کرانے کے لیے کتنے پیسے دیے ہیں؟ میں نے سچ سچ کہہ دیا: ''حضور! میں نے کچھ نہیں دیا صرف کلرک کو چائے پانی کے لیے ایک سو روپیہ دیا ہے۔'' ڈائریکٹر صاحب مسکرائے اور بڑی شفقت سے کہنے لگے آپ بے فکر ہو جائیں' جب تک میں ڈائریکٹر ہوں' یہ تبادلہ نہیں کینسل ہونے کا۔ میں حیران رہ گیا کیونکہ میاں صاحبؒ نے بھی بالکل یہی فرمایا تھا: ''یہ کینسل نہیں ہونے کا۔'' واقعی یہ کینسل نہ ہوا۔

ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا میں بچے کی ولادت پر خوشی سے مٹھائی کا ڈبہ لے کر میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً شیرینی اور مٹھائی خود بھی کھاتے اور حاضرین میں تقسیم بھی کرتے۔ لیکن اس دن نہ آپ نے مٹھائی خود کھائی اور نہ تقسیم کی نہ کسی قسم کی خوشی کا اظہار کیا۔ آپؒ نے ایک آدمی سے فرمایا: ''یہ ڈبہ تو لے جا' بچہ تو بیمار ہے۔'' میں گھر آیا تو میرا بیٹا فوت ہو چکا تھا۔

۳۹۔ صاحبزادہ محمد عارف' فیصل آباد

محمد ابراہیم ایس۔ ڈی۔ او۔ محکمہ انہار' فیصل آباد' میرے عزیز دوست اور درویش صفت انسان تھے۔ وہ ہر نوچندی جمعرات کو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے دربار میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے دفتر کے ایڈمن آفیسر نے ان کی ملاقات حضرت میاں عبدالرشیدؒ سے کرائی۔ وہ میاں صاحبؒ کی زیارت سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اب انھوں نے میاں صاحبؒ کی عقیدت میں سرگودھا شریف جانا بھی شروع کر دیا۔ میاں حضورؒ بھی ان کے گھر میں کبھی کبھار تشریف لے آیا کرتے۔ ابراہیم صاحب عرصہ پہلے جوانی کی حدوں سے بہت آگے نکل آئے تھے۔ ان دنوں وہ اور ان کی اہلیہ بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکے تھے۔

ایک دفعہ ان کے گھر میں حضرت میاں صاحبؒ تشریف لائے۔ آپؒ نے ابراہیم کی بوڑھی اہلیہ سے فرمایا: ''لے بوبو! سر کی مالش کر لے۔'' اس نے خوش ہو کر میاں حضورؒ کے سرِ اقدس کی مالش سرسوں کے تیل سے کی۔ جب مالش سے فراغت ہوئی تو آپؒ نے ابراہیم کی موجودگی میں ان کی اہلیہ کو فرمایا: ''بوبو! تو نے مالش کر کے خوش کر دیا' اللہ تجھے خوبصورت بیٹا عطا کرے۔'' یہ سن کر محمد ابراہیم' ان کی اہلیہ اور سب حاضرین کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔ اس بڑھیا نے کہا کہ پیر جی! ہم دونوں تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اب اس بڑھاپے میں بیٹا کیا کرنا ہے۔ آپؒ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا: ''بوبو! جب میں نے کہہ دیا تو بیٹا ہو لیا۔'' سب اس بات کو حضرت قلندر صاحبؒ کی ایک ادا سمجھے۔ یوں بات آئی

Marfat.com

گئی ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد جب ابراہیم کی اہلیہ محترمہ کے ہاں امید کے آثار نمایاں ہونے لگے تو سب حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت خوبصورت اور نہایت سعادت مند بیٹے سے نوازا جو آج بھی (2010ع) میں زندہ و سلامت ہے۔ خدا اُسے ہمیشہ خوش وخرم رکھے کیونکہ وہ میاں حضورؒ کی بشارت کا عملی پیکر ہے۔

۴۰۔ پروفیسر محمد اقبال شاد، فیصل آباد

یہ جنرل محمد ضیاالحق کے مارشل لاء کے دور کا واقعہ ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی جا چکی تھی۔ فضا سوگوار اور ماحول بہت کشیدہ تھا۔ یہ دور پیپلز پارٹی کے لیے خاص طور پر بے حد پریشانی کا دور تھا۔ کسی کو پیپلز پارٹی کا جھنڈا اپنے گھر پر لگانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ پولیس اسے بھی مسئلہ بنا لیتی تھی۔ انھی دنوں میں میاں حضورؒ سے ملنے سرگودھا ان کے آستانے پر حاضر ہوا۔ میاں حضورؒ اپنی ہی شان کے قلندر تھے۔ انھوں نے اس زمانے میں بھی اپنے آستانے کی دیوار پر ایک بڑے بانس پر پیپلز پارٹی کا جھنڈا لگایا ہوا تھا۔ ابھی میں آپؒ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ کسی نے بتایا کہ سرکارؒ باہر پولیس آ گئی ہے۔ میاں حضورؒ یہ سن کر آستانے سے باہر سڑک پر تشریف لے آئے۔ ایک باوردی پولیس آفیسر جس نے ہاتھ میں آفیسر سٹک پکڑی ہوئی تھی، (جس کی توند کافی آگے کو بڑھی ہوئی تھی)۔ وہ اپنے کچھ سپاہیوں کے ساتھ میاں حضورؒ سے پوچھنے لگا کہ یہ جھنڈا کس نے لگایا ہے؟ کس کی اتنی جرات ہے؟ یہ سنتے ہی آپؒ جلال میں آ گئے اور آپؒ نے فرمایا: ''ابے او پتیلے! تو کون ہووے؟'' اس نے کہا: ''میں پولیس آفیسر ہوں۔'' آپؒ نے فرمایا: ''ہوں نہیں تھا۔ اب تو نہیں رہا۔'' ابھی آپؒ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا ہی تھا کہ ایک پولیس والا تیزی سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا آیا اور اپنے اس آفیسر سے کہنے لگا کہ ابھی آپؒ کی یہ چٹھی آئی ہے۔ اس نے کھول کر دیکھی تو اس میں اُسے ملازمت سے برطرفی کا پروانہ ملا۔ وہ سخت پریشانی کے عالم میں واپس چلا گیا۔ سچ کہا ہے علامہ اقبالؒ نے

نیشتر بر قلبِ درویشاں مزن
خویش را در آتشِ سوزاں مزن

۴۱۔ وقار محمود ملک، گوجرہ

یہ 1988ع کی بات ہے۔ جب میں ایف۔ اے کا سٹوڈنٹ تھا۔ میں اپنے دادا جان کے پاس گوجرہ رہتا تھا جبکہ میرے والدین خوشاب میں رہتے تھے۔ میرے والد جوہر آباد کے ایک بینک میں ملازمت کرتے تھے۔ مجھے اہلِ گوجرہ سے حضرت میاں عبدالرشیدؒ کی کرامات سن سن کر ان سے ملنے کا شوق ہوا۔ اس وقت تک میں نے یا

Marfat.com

میرے والدین میں سے کسی نے میاں حضورؒ سے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ ایک دن قسمت چمک اٹھی تو میں اپنے دوست سجاد وڑائچ کے ساتھ سرگودھا ان کے آستانے پر جا پہنچا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ صبح دس بجے کا وقت ہوگا۔ بتایا گیا کہ میاں حضورؒ مسجد میں سو رہے ہیں۔ میں مسجد میں جا پہنچا۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ اللہ کے اتنے بڑے ولی اور اتنے سادہ' میرے منہ سے بے اختیار سبحان اللہ نکلا۔ ہم وہاں بیٹھ کر میاں حضورؒ کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد میاں حضورؒ بیدار ہو گئے۔ اور مسجد کے صحن کی طرف چل دیے۔ ہم بھی ان کے پیچھے لپکے۔ صحن میں پہنچے تو میاں حضورؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

''ابے کہاں سے آئے؟''

گوجرہ سے جی

کیا نام ہے؟

وقار جی

ابے کس کا؟

ملک امتیاز کا جی

ابے وہ خوشاب والا

سبحان اللہ میں نے اسی لمحے اپنا دل ان کے قدموں میں رکھ دیا۔ اس کے بعد میری ان کی بارگاہ میں اکثر حاضری ہونے لگی۔ ایک بار میں سرگودھا گیا۔ تقریباً دس بارہ دنوں سے مسلسل بوندا باندی ہو رہی تھی۔ تمام راستہ میں بھی یہی برساتی موسم رہا۔ سرگودھا میں پہنچا تو وہاں بھی مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ ظہر کی نماز میاں حضورؒ کے ساتھ ان کی مسجد میں باجماعت ادا کی۔ فرض ادا کرنے کے بعد حافظ جی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میاں حضورؒ فرمانے لگے: ''حافظ جی دعا کیجیو' سورج نکل آئے۔'' ابھی ان کا یہ فرمانا ہی تھا کہ یک لخت بوندا باندی رک گئی اور سورج نکل آیا۔

میری ہمشیر مصباح نے ظاہری زندگی میں کبھی میاں صاحبؒ کی زیارت نہیں کی البتہ ان کی ایک تصویر ہمارے گھر کے ڈرائنگ روم میں آویزاں رہتی ہے۔

میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد میری بہن نے ان پر لکھی گئی تعارفی کتاب ''یہ تیرے پراسرار بندے'' پڑھی تو اسی رات اسے خواب میں میاں حضورؒ کی زیارت ہوئی۔ میری بہن نے ان سے پوچھا میرا کام کب ہوگا؟ فرمانے لگے: ''ابے! اسی سال ہو جائے گا۔''

Marfat.com

مجھے میاں صاحبؒ ہمیشہ ابے اوگوجرے والے کہہ کر بلاتے ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے۔ میاں صاحبؒ نے مجھے حقے کی نال پکڑا دی۔ فرمانے لگے: ''ابے اوگوجرے والے اس کو کھول۔'' (حقے کی سنگل نلکی' جہاں سے جوڑ لگا ہوتا ہے) میں نے بہت کوشش کی لیکن جوڑ نہ کھل سکا۔ میاں حضورؒ سے عرض کیا کھل نہیں رہی جی۔ فرمایا لا مجھے پکڑا۔ ایک طرف سے آپؒ نے پکڑ لی اور نلی کا دوسرا سرا مجھے پکڑا دیا۔ نلکی اب بھی نہ کھل سکی۔ آپؒ نے فرمایا اسے باہر آرے سے کٹوا لا۔ میں آرے کی طرف چلا۔ ایک پاؤں مسجد کی دہلیز پر تھا کہ نال خود بخود کھل گئی۔ میں بڑا حیران ہوا کہ اب یہ کیسے کھل گئی۔ میں نے عرض کیا حضورؒ یہ تو خود بخود ہی کھل گئی۔ فرمانے لگے اچھا سٹور میں پھینک آ۔ ایک دفعہ آپؒ کی شہادت کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ آپؒ اپنی مسجد کے احاطہ میں سادہ نان اور چینی تقسیم فرما رہے ہیں۔ آدھا نان اور چینی مجھ خوش قسمت کو بھی عطا ہوئی۔ مسجد کے صحن کے ایک کونے میں وہ لڑکا بھی بیٹھا تھا' جس نے آپؒ کو شہید کیا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اس کو بھی دے دوں؟ آپؒ نے فرمایا: ''ابے اس کو دفعہ مار۔'' اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس کی تعبیر اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

۴۲۔ محمد رفیق پینٹر گوجرہ

رفیق پینٹر کہتے ہیں کہ میں نے جواں سالی میں پنواڑی کا کام گوجرہ میں شروع کیا تھا۔ کبھی کبھار نئی منڈی والی مسجد میں نماز پڑھنے چلا جاتا تھا۔ یہاں میاں صاحبؒ سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ وہ قرآنِ مجید پڑھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ قرآنِ پاک کے اوراق الٹ پلٹ کر کے ان میں کرنسی نوٹ رکھ رہے ہیں۔ میں قریب ہی بیٹھا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کیوں نہ میں قرآنِ پاک میں رکھے ہوئے نوٹ نکال لوں اور راہِ فرار اختیار کر لوں۔ میں نے دائیں بائیں دیکھ کر الماری کھولنے کی کوشش کی' بلکہ دو تین بار پورے زوردار جھٹکے کے ساتھ الماری کی دستی پکڑ کر الماری کھولنے کی کوشش کی مگر مجھ سے الماری نہ کھلی حالانکہ الماری کو کوئی تالا وغیرہ نہ لگایا گیا تھا۔ بالآخر میں پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحوں بعد دو اشخاص نے یکے بعد دیگرے الماری کھولی' قرآنِ پاک پڑھنے کے لیے نکالے اور الماری بند کر دی۔ میں نے ایک بار پھر اسی نیت سے کوشش کی مگر الماری نہ کھلی۔

۲۔ ایک دفعہ میں گوجرہ ریلوے اسٹیشن چوک والی مسجد میں نماز پڑھنے' میاں صاحبؒ کے ساتھ دیگر ساتھیوں سمیت چلا گیا۔ ان لوگوں میں ریلوے کے ایک STE بھی شامل تھے جو کہ ان دنوں خانیوال میں تعینات تھے۔ میاں صاحبؒ مسجد میں قریب ہی بیٹھے اس STE کو فرمانے لگے کہ حج کی تیاری کر لی ہے؟ پھر فرمایا کہ جا کے حج کی تیاری کر۔ STE صاحب نے ساتھیوں کو بتایا کہ نہ تو ابھی کوئی ارادہ ہی کیا ہے اور نہ ابھی مالی وسائل ہی ہیں۔ ویسے میری

Marfat.com

خواہش تو ہر حال میں ہوتی ہے۔

جب وہ STE صاحب خانیوال ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو ان کو اپنے ریلوے کے دوستوں کے پاس لاہور سے آئے ہوئے کوئی اجنبی حضرات ملے۔ پتہ چلا کہ بیس افراد کی فہرست مکمل کر رہے ہیں جنکو اللہ کا کوئی صاحب ثروت بندہ حج کروار رہا ہے۔ STE صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اپنی خواہش اور میاں صاحبؒ کا واقعہ تفصیل سے سنایا تو انہوں نے بلا تامّل حقدار سمجھ کر سرِ عام درج کر لیا جبکہ ان کے پاس انیس نام پہلے ہی درج ہو چکے تھے۔ حج سے واپسی پر جب ہماری STE صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حیران کن انکشاف کیا کہ حرمِ پاک میں میاں صاحبؒ پہلے ہی موجود تھے۔

۳۔ کرنسی نوٹوں کے بارے میں ایک کہانی بڑی دلچسپ ہے۔

میاں صاحبؒ نے مجھے (رفیق پینٹر) اور گوجرہ کے رہائشی بشیر پردیسی مرحوم STE ریلوے کو حکم دیا کہ یہ نوٹ تڑوا کر لاؤ۔ ہزار ہزار والے نوٹوں کے پیکٹوں کی ڈھیری لگا دی۔ رقم لاکھوں میں بنتی ہوگی۔

بشیر پردیسی صاحب STE (ریلوے) نے اگلی صبح لاہور ٹرین کے ساتھ ڈیوٹی پر جانا تھا اور اسی روز شام واپسی تھی۔ میں پردیسی صاحب کے ساتھ ہولیا۔ اسٹیٹ بنک لاہور سے چھوٹے کرنسی نوٹوں کی ریزگاری بآسانی مل گئی۔ اڑھائی من کی بوری ہوگی۔ گاڑی میں بحفاظت لے کر گوجرہ پہنچ گئے۔ میاں صاحبؒ ہمیں کواپریٹو بنک گوجرہ کے باہر مل گئے۔ ملتے ہی پوچھا کہ لے آئے ہو؟

ہم نے بوری وہیں زمین پر رکھ دی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے وہ امانت میاں صاحبؒ کے سپرد کر دی اور اپنی ڈیوٹی سرانجام دیدی۔ وہیں کھڑے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ چند ہی لمحوں میں مشرقی سمت سے قاعد اعظم بازار سے سیاہ رنگ کی ایک کار آ کر میاں صاحبؒ کے پاس آ کر رکی' جس میں ایک سیاہ رنگ کا لمبا تڑنگا یعنی بہت قد آور شخص باہر نکلا 'اس نے کسی سے کوئی بات کیے بغیر' وہ نوٹوں کی بوری اٹھائی' اپنی گاڑی کی ڈگی میں رکھی اور خاموشی سے رفو ہو گیا۔ آج تک ہم اس کا راز نہیں سمجھ سکے۔

۴۔ سانحہ مشرقی پاکستان رونما ہونے کے ایام میں میں نے اکثر میاں صاحب کو کہتے سنا کہ میرا بازو ٹوٹ رہا ہے۔

۵۔ مجھے پنواڑی سے پینٹر میاں صاحبؒ نے بنایا۔ خورشید ٹائپ والے کی دوکان سے آپؒ نے ایک قلم دوات میرے ہاتھ میں تھمائی اور حکم دیا کہ پینٹری کر۔ یوں میں نے پینٹر بن کر بے پناہ عزت پائی اور اس طرح استاد رفیق کہلوایا۔ یہ مجھ پر میاں صاحبؒ کا خصوصی کرم ہے۔

Marfat.com

۴۳۔ صوفی امجد علی رشیدی، گوجرہ (تن ساز)

میرے والد نصیر احمد گوجروی، میاں حضورؒ کے اُس وقت کے عقیدت مند تھے، جب آپؒ گوجرہ میں قیام پذیر تھے۔ غلہ منڈی گوجرہ کے مین بازار کے مین گیٹ کے نزدیک، گلزار ہوٹل کے سامنے اُن کی سبزی کی دکان تھی۔ میاں حضورؒ کبھی کبھار یہاں تشریف لاتے اور اپنی شفقتوں سے نوازتے۔ اُنھوں نے اکثر اپنی قمیض کی جھولی بنائی ہوتی تھی۔ وہ کسی دکان سے گڑ، کسی ریڑھی سے پھل اور ہماری دکان سے اپنی پسند کی سبزی لے کر اُس میں ڈالتے جاتے۔ کوئی دکان دار یا ریڑھی والا اُن کا ہاتھ نہیں روکتا تھا، کیونکہ جس ریڑھی یا دکان سے وہ کوئی چیز لے لیتے، وہاں اُس روز بے تحاشا نفع کی بارش ہونے لگتی اور سب خردہ فروش یہ دعائیں مانگتے کہ کاش میاں صاحبؒ ہمارے ہاں پھر چکر لگائیں۔ سب لوگوں کی طرح میرے والد بھی میاں حضورؒ کی تشریف آوری کو باعث برکت سمجھتے اور اُن کے آنے کے منتظر رہتے۔

1981ء میں میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میاں صاحبؒ کو سلام کرنے سرگودھا جاؤ۔ اُس وقت مَیں تقریباً 19 برس کا نوجوان تھا۔ مَیں سرگودھا آپؒ کے آستانے پر حاضر ہوا۔ مَیں نے اِس سے پہلے میاں حضورؒ کی کبھی زیارت نہیں کی تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں ایک بزرگ پانی کا پائپ پکڑے مسجد دھو رہے ہیں۔ کسی نے بتایا کہ یہی میاں حضورؒ ہیں۔ مَیں اُن کے قریب گیا اور سلام عرض کیا۔ اُنھوں نے پوچھا ''اب کہاں سے آیا؟ عرض کیا سرکار گوجرہ سے۔ یہ سُننا ہی تھا کہ میاں صاحب نے مجھے ایک تگڑی سی گالی دی اور ساتھ ہی پانی کے پائپ کا رُخ میری طرف کر دیا۔ اب مَیں تھا اور مجھ پر ہونے والی گالیوں اور پانی کی بارش۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مَیں کیا کروں۔ سچی بات یہ ہے کہ میں سخت گھبرا گیا اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ میاں حضورؒ بھی میرے پیچھے بھاگے۔ اور میرے آستانے سے نکل جانے تک مجھ پر پانی گراتے اور گالیاں سناتے رہے۔ جب مَیں واپس گوجرہ پہنچا تو میرا دل ٹوٹا ہوا تھا۔ والد صاحب نے پوچھا کہ میاں صاحبؒ کے آستانے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ مَیں نے کہا اُنھوں نے مجھے بھگو دیا اور گالیوں سے نوازا۔ میرے والد مسکرانے لگے۔ اور کہا کہ یہ قلندر پاک کی ادائیں ہیں۔ ابھی تم چھوٹے ہو بعد میں تمھیں خود ہی سارا پتہ چل جائے گا۔ پھر یہ ہوا کہ چند دنوں کے بعد میرے دل میں میاں حضورؒ کی شدید محبت پیدا ہو گئی۔ جی چاہتا تھا کہ مَیں اُڑ کر اُن کے پاس چلا جاؤں۔ چنانچہ مَیں نے والد صاحب سے اجازت لی اور دوبارہ حاضرِ آستانہ ہو گیا۔ اس بار میاں حضورؒ بہت ہی شفقت اور محبت سے پیش آئے پوچھا کہاں سے آیا؟ عرض کیا جی گوجرہ سے۔ فرمایا اچھا وضو کر کے نفل پڑھ لے۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اب کھانا کھا لے۔ اس دفعہ میرے دل میں میاں صاحبؒ کی جو کشش اور محبت پیدا ہوئی الحمدُ للہ وہ بیان سے باہر ہے، پھر تو اس محبت اور کشش میں ہر لمحہ

Marfat.com

اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

1985ع میں میری والدہ میاں صاحبؒ کو سلام کرنے سرگودھا گئیں۔ میاں صاحبؒ کی زیارت کے بعد اُن سے واپسی کی اجازت طلب کی تو فرمایا ''بو بو آج نہ جا' کل چلی جانا۔ تو ایسے کر کہ نفل پڑھ لے' والدہ صاحبہ نے نفل پڑھ لیے اور وہیں رات بسر کی۔ صبح ہوگئی تو میاں حضورؒ فرمانے لگے ''اری بو بو اب چلتی بن۔ اللہ نے کرم کر دیا' نہیں تو اپنے اس نوجوان بیٹے کے ساتھ روتی ہوئی جاتی۔ والدہ کے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ پتہ نہیں گھر میں کیا ہو گیا ہے۔ جب واپسی ہوئی تو اُنھیں پتہ چلا کہ اُن کا بڑا لڑکا کسی کے آگے کھڑا تھا۔ کسی نے گولی چلائی جو بھائی کے جسم سے پار ہو کر پچھلے آدمی کو لگی اور اُس نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔ میرے بھائی کو گولی لگنے کے باوجود کچھ نہ ہوا۔ اُنھوں نے کہا کہ مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ کب گولی مجھ سے نکل کر میرے پیچھے کھڑے آدمی میں پیوست ہوئی۔

1987ع میں مَیں میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضر تھا جمعہ کا دن تھا میاں حضورؒ نے پانی کا پائپ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ آپؒ نے مجھے حکم دیا اب جھاڑو پکڑ۔ آپؒ پانی پھینکتے اور مَیں جھاڑو سے اچھی طرح فرش دھوتا رہا۔ اسی اثنا میں ایک لھسوڑا گرا۔ آپؒ نے اُسے اُٹھا لیا اور مجھے فرمایا اب منہ کھولیو۔ مَیں نے منہ کھولا تو وہ لھسوڑا میرے منہ میں رکھ دیا۔ مَیں نے اُسے کھا لیا۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا ''لے بے! اب تجھے ساری عمر یرقان نہیں ہوگا۔'' یہ اُس وقت کی بات ہے کہ مجھے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ یرقان کسے کہتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے مجھے کبھی یرقان نہیں ہوا۔

یہ 1988ع کا واقعہ ہے۔ مَیں آستانے میں حاضر تھا۔ مَیں آستانے کی مسجد میں نمازِ فجر ادا کر رہا تھا کہ مجھے اچانک دردِ گردہ شروع ہو گیا۔ یہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ درد نے مجھے بے حال اور لاچار کر کے رکھ دیا۔ میاں حضورؒ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے؟ مَیں نے عرض کیا حضور بہت درد ہو رہا ہے۔ فرمایا نہا لے۔ مَیں مسجد کے غسل خانے میں نہانے لگا نہا کر باہر نکلا تو درد کی کچھ شدت ختم ہوئی تھی لیکن درد بالکل ختم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ مَیں نے اجازت لی اور اپنی ہمشیر کے گھر بلاک نمبر چار میں آ گیا۔ جو مجھے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ ڈاکٹر نے مجھے دردِ گردہ کی دوا دی اور کہا کہ چاول اور بڑے گوشت سے پرہیز کرنا۔ انہیں کھانا تو کجا ان کے پاس بھی نہ جانا۔ اگلے دن مَیں نے گوجرہ آنا تھا' لہٰذا اجازت کے لیے آستانہ میں آیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میاں حضورؒ نے دو بڑی بڑی بھری ہوئی پلیٹوں پر دو پلیٹیں اُلٹا کر رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: ''اب مَیں صبح سے تیرا انتظار کر رہا۔'' پھر فرمایا کہ یہ دونوں پلیٹیں کھا لے۔ یہ فرما کر آپؒ دوسری طرف چلے گئے۔ مَیں نے پلیٹیں اُٹھا کر دیکھا تو ایک میں چاول تھے اور دوسری میں بڑا گوشت تھا اور انھی چیزوں سے ڈاکٹر نے سخت منع کیا تھا۔ مَیں نے پلیٹیں اُسی طرح

Marfat.com

ڈھانپ دیں کہ کہیں درد پھر شروع نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد میاں حضورؒ آئے اور پلیٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ابے اسے کھالے'' مَیں نے پھر بھی نہ کھایا کچھ دیر کے بعد میاں حضورؒ تیسری بار میرے پاس تشریف لائے اس بار اُن کا جلال دیدنی تھا۔ آپؒ نے میری کمر میں زور سے ایک لات ماری اور ایک تگڑی سی گالی دے کر فرمایا: ''کھاتا کیوں نہیں؟ میں نے کہہ دیا اسے کھالے۔'' پھر آپؒ نے آہستہ سے فرمایا: ''ابے امجد اسے کھالے اللہ شفا دے گا۔'' گالی اور لات کھاتے ہی میرے ہوش و حواس ٹھکانے پر آ گئے اور مَیں نے ایک مشین کی طرح چاولوں کی سالم پلیٹ اور بڑے گوشت کی پوری پلیٹ کھالی۔ پھر مجھے گوجرہ جانے کی اجازت مل گئی۔ جب مَیں گوجرہ پہنچا تو گھر والے مجھے چیک اپ کے لیے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے' جس نے الٹرا ساؤنڈ کرانے کا مشورہ دیا۔ جب الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ آئی تو ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کے گردے' مثانے' پتے میں کوئی پتھری نہیں۔ دراصل میاں حضورؒ نے میرا علاج کر دیا تھا۔ الحمدُ للہ اُس کے بعد مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

1992ء کے ایک دن میری والدہ' میاں حضورؒ کو سلام کرنے کے لیے سرگودھا گئیں۔ حکم ہوا مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ والدہ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا بابا جی بہت پیاس لگی ہے۔ آپ نے فرمایا اری بوبو کہاں سے تجھ کو پانی پلائیں؟ برف تو اتنی مہنگی ہو رہی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی کو حکم دیا ارے بوبو کو مٹی کے پیالے میں پانی پلا دے۔ جب میری والدہ پانی پینے لگیں تو حکم دیا بوبو کعبہ کی طرف منہ کر کے پانی پی۔ میری والدہ پانی پی رہی تھیں اور میاں حضورؒ فرما رہے تھے ''اری بوبو تیرے پر تو قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ میں کیا کروں؟ اب اُس کی زندگی ہی اتنی تھی۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اُس کے گردے فیل ہو لیے۔ میری والدہ یہ باتیں سُن کر بہت ہی پریشان ہو گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا دیکھ بوبو مَیں نے تجھے صبر کا پیالہ پلا دیا اب تو صبر کریو۔ پھر جانے کی اجازت دے دی۔ گھر آ کر والدہ نے سارا واقعہ مجھے (امجد کو) سنایا۔ میں نے کہا کہ امی جان آپ پریشان نہ ہوں بابا جی حضورؒ اکثر ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال گھر کے کسی فرد کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اگلے دن ہمیں فون آیا کہ تمھاری خالہ جان لاہور میں فوت ہو گئی ہیں۔ اُن کی طبیعت خراب ہوئی تو اُنھیں ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے کہا اس کے تو گردے فیل ہو لیے۔ آپ اسے واپس گھر لے جائیں۔ واپسی راستے میں ہی اُنھوں نے دم توڑ دیا۔

4 مارچ 2007 (میاں حضورؒ کے تیرھویں عرس کے آخری دن کی بات ہے۔ ہم سرگودھا سے واپس گوجرہ آ رہے تھے۔ ہم گیارہ افراد تھے اور سپر ٹرین پر سفر کر رہے تھے۔ میری والدہ نے کہا کہ بیٹے گھر فون کر دو کہ ہمارے لیے کھانے کا انتظام کر دیں ہم آ رہے ہیں مَیں نے جواب دیا کہ امی جان ہم بابا جی کے مہمان ہیں۔ اُن کے عرس سے

Marfat.com

واپس جا رہے ہیں۔ اگر بابا جی نے کھانا کھلانا ہے تو اُن کی مرضی اور اگر بھوکا سلانا ہے تو اُن کی مرضی۔ ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک ٹرین رک گئی اور پتہ چلا کہ اس کا انجن فیل ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد آس پاس کی مساجد میں علان ہونے لگے کہ ایک ٹرین خراب ہوگئی ہے۔ اس میں بچے بوڑھے اور عورتیں بھی ہیں۔ سب مسافروں کے لیے پانی کھانا اور دودھ بھیجا جائے۔ تھوڑی ہی دیر بعد لوگوں کا ایک ہجوم طرح طرح کے سالن روٹیاں اور دودھ سے بھرے ہوئے ڈول لا لا کر مسافروں کو دینے لگے۔ ہم نے بھی خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد مَیں اپنے ڈبے سے نیچے اُترا تو دیکھا کہ سامنے حضرت سائیں رنگ علی سرکارؒ کا دربارِ گوہر بار ہے۔ مَیں نے والدہ صاحبہ کو کہا کہ لگتا ہے بابا جی رنگ علی سرکارؒ نے میاں حضورؒ کے مہمانوں کی دعوت کی ہے۔

یہ جمعرات 20 جولائی 1994ء (میاں حضورؒ کی شہادت سے صرف تین دن پہلے) کی بات ہے۔ مَیں آستانے میں آیا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا ''اب گوجرہ چل دے۔ اپنے باپ سے کہیو کہ گوجرہ سے تمہارا رزق ختم ہوگیا ہے۔ تم سرگودھا آجاؤ اور گھر کا سامان بھی لیتے آؤ۔ مَیں آستانے سے باہر نکلا تو پہلے ایک مکان کا بندوبست کیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی سی کوشش کے بعد بلاک نمبر 4 کی گلی نمبر 4 کے لالہ کے ہوٹل کی بالائی منزل پر دو کمروں پر مشتمل گھر کرایہ پر مل گیا۔ مالکِ مکان سے معاملہ طے کر کے گوجرہ پہنچا۔ اور والد کو میاں حضورؒ کا پیغام پہنچایا میرے والد نے لبیک کہا اور اُسی وقت کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر گھر کا ضروری سامان برتن اور چار پائیاں ایک ڈالے پر رکھ کر اُسی شام سرگودھا پہنچ گئے۔ رات ہم نے کرایہ کے اسی مکان میں بسر کی۔ ہم اگلی صبح جمعہ کے دن تقریباً 11 بجے سب گھر والے میاں حضورؒ کے آستانے میں پہنچے۔ میاں حضورؒ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا کہ اب آ لیے؟ میرے والد نے عرض کیا جی حضور حاضر ہوگئے۔ پھر آپؒ نے پوچھا مکان کہاں لیا؟ مَیں نے عرض کیا بلاک نمبر 4 کی گلی نمبر 4 میں حضور۔ آپ نے پوچھا مکان کی رجسٹری کرالی؟ مَیں نے عرض کیا کہ وہ تو کرائے کا ہے جی۔ آپ نے فرمایا اچھا' اپنا بھی مل جائے گا۔ یہ شہادت سے صرف ایک دن پہلے کی بات ہے۔

۴۴۔ حاجی نوید اختر گوجرہ

مَیں ایک طویل عرصے سے گوجرہ کے ماسٹر حاجی طفیل صاحب کے ساتھ میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضری دیتا رہا ہوں۔ ایک بار آپؒ کی شہادت کے بعد ہم دونوں آپؒ کے مزار پر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ ہمارا شروع سے یہ معمول تھا کہ جب بھی گوجرہ سے سرگودھا آتے بس سے اُترتے ہی رکشہ پر سوار ہو کر پہلے پھولوں والے بازار میں جاتے اور وہاں میاں حضورؒ کے خادم رحمت پھولوں والے سے پتیاں خرید کر آستانے میں پہنچ جاتے۔ مزارِ اقدس پر جا

Marfat.com

کر پھولوں کی پتیاں اُن کی خدمت میں پیش کرتے۔ ہمیں دل ہی دل میں محسوس ہوتا کہ میاں حضورؒ ہمارے پھولوں کی وجہ سے بہت خوش ہو رہے ہیں۔ لیکن اُس دن ایسا ہوا کہ ہم نے اپنی دانست میں شارٹ کٹ لینے کا فیصلہ کیا اور پھولوں کے بازار کے بجائے کسی دوسرے قریبی راستے سے آپ کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ اُس دن ہم نے نہ پھولوں کی پتیاں خریدیں' نہ آپ کے مزار اقدس پر اُنھیں ڈالنے کی سعادت حاصل کی۔ رات ہم نے آستانے پر ہی گزاری۔ صبح ہم گوجرہ واپس چلے آئے۔ گوجرہ آ کر ہم اپنے روزمرہ کے معمولات میں مصروف ہو گئے اور یہ یاد بھی نہ رہا کہ ہم سے پھولوں کی پتیاں پیش نہ کرنے کی لاپروائی سرزد ہو گئی ہے۔ ایک دن بعد میرے عزیز دوست صوفی امجد رشیدی میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ آپ ایک دو دن پہلے کہاں گئے تھے؟ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں اور طفیل صاحب سرگودھا میاں حضورؒ کے آستانے پر سلام کے لیے حاضر ہوئے تھے صوفی امجد نے پوچھا کہ وہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہوا تھا۔ چونکہ کوئی خاص واقعہ یاد نہیں تھا لہٰذا کہا کہ نہیں۔ اس پر صوفی امجد نے کہا کہ گزشتہ رات میاں حضورؒ میرے خواب میں تشریف لائے تھے اور مجھے فرما رہے تھے کہ اے امجد! وہ گوجرہ سے تیرا حاجی نوید آیا تھا وہ خالی ہاتھ ہی آ گیا اور اس مرتبہ میرے لیے پھول نہیں لایا اُسے پیغام دو کہ میرے لیے پھول لے کر آئے۔ یہ سُننا تھا کہ میری کیفیت عجیب ہو گئی۔ مَیں نے اُسے مرشدِ کریم کا کرم جانا کہ مجھے پیار سے سمجھا دیا۔ نہ سزا دی اور نہ ڈانٹا۔ مَیں نے اُسی وقت سرگودھا جانے کی ٹھان لی۔ سرگودھا پہنچ کر مَیں پھولوں والے بازار میں آیا۔ مَیں نے ڈھیر سارے پھول خریدے اور میاں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے معافی کا طلب گار ہوا۔ جب میں یہ پھول پتیاں اُن کے مزارِ مبارک پر ڈال رہا تھا تو میرے دل کو بہت ہی سکونِ قلب حاصل ہوا اور مجھے محسوس ہوا کہ میرے میاں حضورؒ نے مجھے معاف بھی کر دیا ہے' اور خوش ہو کر مجھے تھپکی بھی دے رہے ہیں۔ مزارِ اقدس سے فارغ ہو کر سدری میں آیا تو بھائی جیون نے پوچھا کہ حاجی صاحب کیا بات ہے؟ ابھی تو دو دن پہلے آپ حاضری دے گئے تھے آج پھر کیسے؟ مَیں نے جیون بھائی کو سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ یہ واقعہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور بلند آواز میں کہنے لگے کہ حاجی نوید احمد آج ہمارے خاص مہمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں حضورؒ واقعی زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کی ایک ایک بات سے باخبر بھی ہیں۔

۴۵۔ شیخ محمد جاوید ایڈووکیٹ' گوجرہ

یہ 10 ستمبر 1991ء کی بات ہے کہ میرا پہلا بیٹا بڑے آپریشن سے پیدا ہوا جو چند گھنٹوں کے بعد ہی فوت ہو گیا۔ اگرچہ یہ بڑے دکھ کا مقام تھا تاہم شکر کی بات یہ تھی کہ اللہ نے میری اہلیہ کو نئی زندگی عطا کی۔ اگلے برس ستمبر کے مہینے ہی میں دوسرے بچے کی ولادت کا موقع آیا۔ میں اور میری اہلیہ سخت پریشان تھے۔ پچھلے برس کا بڑے آپریشن کا

Marfat.com

تجربہ بہت تکلیف دہ تھا۔ میں اپنے ایک دوست پروفیسر محمد الیاس صاحب (شعبہ انگریزی گورنمنٹ کالج گوجرہ) کے ساتھ سرگودھا میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؒ پرانی مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا اور پاس بیٹھ گئے۔ میں نے کچھ عرض کرنا چاہا لیکن میری زبان نے میرے جذبات کا ساتھ نہ دیا اور میں چپ چاپ میاں حضورؒ کی ٹانگیں دبانے لگا۔ میں پریشان اور شرمسار تھا کہ اہلیہ کے بڑے آپریشن کی دعا کے لیے کیسے عرض کروں؟ اتنے میں میاں حضورؒ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: ''چل بے! بھاگ' تیرا کوئی مسئلہ نہیں۔'' میں نے یہ سنا تو میرے دل کی کلی کھل اٹھی اور میں نے اجازت لے کر واپسی کی راہ لی۔ اگلے دن 7 ستمبر 1992ع کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بیٹی عطا کی جو بغیر کسی آپریشن اور پریشانی کے بالکل نارمل پیدا ہوئی۔ الحمدللہ آج (اکتوبر 2014ع) کو وہی بیٹی ایم۔بی۔بی۔ایس۔ کے تیسرے برس میں پڑھ رہی ہے۔ یہ میاں حضورؒ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے کہ واقعی مجھے کبھی کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا۔ اللہ کرے کہ میاں حضورؒ کے طفیل آئندہ زندگی میں بھی یہی کرم میرے شاملِ حال رہے۔

◆◆◆

کچھ خادمین آستانۂ عالیہ

قلندر' تیغ بے نیام کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی پسند' ناپسند اور خوشی و غم کا معیار عام لوگوں جیسا نہیں ہوتا۔ اس کے اصول بھی خاص اس کے اپنے ہوتے ہیں' لہٰذا عام آدمی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اُس کی کس بات سے قلندر کب راضی یا ناراض ہو جائے۔ اسی لیے لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قلندر کے ساتھ چلنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ درویشِ لاہوری علامہ اقبالؒ نے بھی عام آدمی کو یہی مشورہ دیا تھا۔

ہنگامے ہیں میرے' تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا' بنگاہِ قلندر سے گزر جا

خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں' جنھیں کسی قلندر نے سینے سے لگایا' اپنا بنایا اور پھر انھیں خدمت کی سعادت سے بہرہ مند کیا۔

حضرت میاں عبدالرشید قلندر اعظمؒ کی بارگاہ میں خدمت کی سعادت پانے والوں میں سے پانی پت کے حاجی عبدالسلام عرف حاجی بھورا' بشیر ہڈی والا' چنیوٹ سے شیخ نثار علی اور الحاج محبوب علی نادر کے والدِ گرامی شیخ عبدالغفور

Marfat.com

گوجرہ سے تجمل حسین شاہ، ڈاکٹر فقیر محمد، صوفی حسین (گڑھ محلہ)۔ گوجرہ پھر فیصل آباد میں میاں حضورؒ کی خدمت کا شرف خان فضل الرحمان صاحب کو نصیب ہوا۔ یوں تو آپؒ کا ہر عقیدت مند آپؒ کا سچا خادم تھا لیکن کچھ احبابِ نسبت ایسے بھی تھے جنھیں میاں حضورؒ کی اور آپؒ کے آستانے کی خدمت کا بہت زیادہ شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے بعض ہستیوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1۔ خالد خان صاحب

ہندوستان کی سابق ریاست جھجر کے بزرگوں کے اخلاف میں سے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی عمر میں میاں حضورؒ کے پاس آئے۔ انھیں میاں حضورؒ کی خدمت کا بے پناہ شرف حاصل ہوا۔ میاں حضورؒ انھی کے ہاتھ سے ناشتہ پسند کرتے۔ میاں حضورؒ کے آرام و آسائش کا بہت خیال رکھتے۔

ان کے حقے، پان کا بندوبست بھی کرتے۔ میاں حضورؒ کے مہمانوں کا بھی بہت خیال رکھتے۔ آپؒ کی شہادت کے بعد آپ نے جس طرح آستانے کی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کی رہنمائی کی وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ ہر برس عرس کے موقع پر ان کے انتظامات قابلِ دید ہوتے ہیں۔ لڑکپن اور جوانی میاں حضورؒ کے قدموں میں گزار دی اور اب بڑھاپا بھی آستانے ہی پر گزار رہے ہیں۔ میاں حضورؒ کے ظاہری زمانہ میں بھی ان کا الگ کمرہ ہوتا تھا اور آج بھی آستانے میں ان کا کمرہ مخصوص ہے۔ دانا بینا، پابند صوم و صلوٰۃ اور معاملہ فہم بزرگ ہیں۔ آستانے میں آنے والے ہر مہمان کی دل سے خاطر تواضع کرتے ہیں۔ ان کا وجود میاں حضورؒ کے خادموں میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

2۔ تایا جی ظفرؒ پانی پتی

ان کا تعلق پانی پت سے ہے اور یہ میاں صاحبؒ کے عزیزوں میں سے بھی تھے۔ ان کے بھائی بشیر ہڈی والا کے قصے اکثر پیر بھائیوں کو یاد ہیں۔ یہ بہت پہلے میاں حضورؒ کے آستانے میں آئے اور دل و جان سے میاں صاحبؒ کی خدمت میں کمر بستہ رہے۔ آپ آستانے میں تیار ہونے والے لنگر کے انچارج بھی سمجھے جاتے۔ میاں صاحبؒ کی محبت میں مٹے ہوئے تھے۔ طبعیت میں عاجزی اور فروتنی بہت زیادہ پائی جاتی تھی۔ اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور ان کا کام صرف اور صرف مرشدِ کریمؒ کی ہر حال میں خدمت گزاری ہوتا تھا۔ آستانے میں ایسے آئے کہ پھر واپس جانے کا نہ سوچا۔ آستانے ہی میں وفات پائی اور میاں حضورؒ کے پڑوس میں سرگودھا کے بڑے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

Marfat.com

3۔ حافظ محمد شفیقؒ

انھیں بھی میاں حضورؒ کی بے پناہ خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حافظِ قرآن بھی تھے اور آنکھوں سے نابینا بھی۔ آستانے میں انھیں بڑے حافظ جی کہا جاتا۔ میاں حضورؒ ان کا بہت خیال کرتے اور ان کا بہت لحاظ رکھتے یہ آستانے کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ میاں حضورؒ نے انھیں ایک طرح سے اپنا نائب بنا کر رکھا ہوا تھا۔ ان کا لباس صاف ستھرا اور پرکشش ہوتا۔ ان کی ظاہری وجاہت کے باعث اجنبی آدمی انھیں ہی میاں حضورؒ سمجھ لیتا اور ان کی دست بوسی کرتا۔ یہ بھی دست بوسی کرنے والے کو بعد میں بتاتے کہ آپ جن میاں حضورؒ کو ملنے آئے ہیں، میں تو خود ان کا ایک غلام ہوں۔ میاں حضورؒ نے انھیں کچھ تعویذ لکھ کر دیے ہوئے تھے جن کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں وہ اپنے پاس رکھتے۔ میاں حضورؒ اکثر آنے والوں کے مسائل سن کر انھیں حکم دیتے کہ بڑے حافظ جی سے تعویذ لے لو۔ میاں صاحبؒ اپنے عقیدت مندوں کو کہہ کر ان کی مالی خدمت بھی کراتے۔ بڑے پرہیز گار اور متقی بزرگ تھے۔ انھیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ قیوم دوراں، قطبِ مدار، قلندرِ اعظم حضرت میں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت انھی کے حصے میں آئی۔ میاں حضورؒ کے مزار مبارک کی پچھلی طرف کوٹ فرید روڈ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

4۔ عبدالطاہر خان ولد شاہ نواز خان عرف حافظ جی ظہیر

یہ ابھی لڑکپن میں تھے اور سرگودھا کے ایک دینی مدرسے میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے کہ قلندرِ زماںؒ کی نگاہِ انتخاب نے انھیں پسند کر لیا۔ میاں حضورؒ انھیں سرگودھا کے ایک دینی مدرسے (انوار العلوم) سے اپنی مسجد میں لے آئے اور حافظ جی شفیق نابینا صاحب کی ڈیوٹی لگائی کہ انھیں باقی قرآن مجید حفظ کرائیں۔ میاں صاحبؒ کی نگاہِ شفقت وکرم ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہتی۔ جب انھوں نے قرآنِ مجید مکمل حفظ کر لیا تو میاں حضورؒ نے انھیں اپنی مسجد میں بچوں کو قرآنِ مجید پڑھانے کی ڈیوٹی سونپ دی۔ پھر یہ مسجد میں امامت بھی کرانے لگے۔ میاں حضورؒ کے بے حد مخلص اور چہیتے خادم تھے۔ میاں صاحبؒ کے مزاج کو سمجھتے تھے۔ میاں حضورؒ ان کی اور ان کے اہل خانہ کی دنیاوی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے اور اشیائے خورد ونوش کے علاوہ تحائف سے بھی اکثر و بیشتر نوازتے رہتے۔ اپنے عقیدت مندوں سے ان کی مالی خدمت بھی کراتے۔ انھیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ میاں حضورؒ نے ان کے پیچھے ایک مدت تک نمازیں ادا کیں۔

Marfat.com

5۔حافظ عبدالستار پانی پتی

حافظ جی تارا جہلمی کے نام سے مشہور تھے۔بشیر ہڈی والا کے لختِ جگر تھے۔آستانہ کے دیرینہ خادم' تایا جی ظفران کے حقیقی چچا تھے۔میاں حضورؒ نے جب اوائل نوجوانی میں چلّہ کشی کی تو یہ حاجی عبدالسلام بھورا کے گھر سے روٹی لایا کرتے تھے۔میاں حضورؒ یہ کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ اکثر دوسرے لوگ کھا لیتے۔کبھی ایک دو نوالے لے بھی لیتے۔ایک عرصہ تک سرگودھا آستانے میں خدمات سرانجام دیں۔ایک طویل عرصہ تک سفر و حضر میں میاں صاحبؒ کی رفاقت بھی انہیں میسر رہی۔

6۔فقیر محمد

میاں حضورؒ انھیں فقیریا کے نام سے بلاتے۔ان کی رہائش گول مسجد (سرگودھا) کے قریب تھی۔بہت خوش الحان تھے اور ایک لحاظ سے آستانہ کے درباری نعت خواں تھے۔میاں حضورؒ کو نعتِ محبوب خدا سے والہانہ لگاؤ تھا لیکن نعت خوانی میں دولت کی نمائش اور بے ادبی کی کسی حرکت کو برداشت نہیں کرتے تھے۔فقیریا سے اکثر نعتیں سنا کرتے تھے۔

7۔محمد طالب' فیصل آباد

یہ فیصل آباد کے محلہ غلام محمد آباد کے رہنے والے تھے۔ان کے ہاں اکثر میاں حضورؒ تشریف لایا کرتے تھے۔بقول ملک ارشد مرحوم یہ لیبر ڈیپارٹمنٹ فیصل آباد میں کیئر ٹیکر تھے۔انھیں یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ میاں حضورؒ پر ایک کتاب لکھنے کا خیال سب سے پہلے انھی کے ذہن میں آیا' چنانچہ وہ ایک کاپی پر متعلقہ معلومات لکھتے جاتے۔انھوں نے یہ معلومات میاں حضورؒ کے والدِ ماجد حضرت مولوی عبدالمجیدؒ سے براہ راست حاصل کیں۔ان کی اس کاپی سے راقم الحروف نے استفادہ بھی کیا ہے۔

8۔محمد فاروق

سرگودھا کے رہائشی اور محکمہ اری گیشن میں کلرک تھے۔ ان کی رہائش نوری گیٹ کے پاس تھی۔انھیں میاں حضورؒ سے بے پناہ محبت تھی' گویا ان کے عاشق تھے۔میاں حضورؒ کا بستر بچھایا کرتے تھے۔سیڑھیوں کے پاس بیٹھ کر مرشد کریم کو دیکھتے رہتے تھے۔بولتے بہت کم تھے۔ایک دفعہ میاں حضورؒ نے فرمایا: ''مانگ! کیا مانگتا ہے؟'' عرض کیا' آپؒ کے قدموں میں موت۔فرمایا: ''تجھے عطا ہوئی۔'' اس کے بعد بولنا اور بھی کم کر دیا۔بس

Marfat.com

میاں حضورؒ کو چپ چاپ دیکھتے رہتے حتیٰ کہ میاں حضورؒ کے سوالوں کا جواب بھی صرف سر ہلا کر دینے لگے۔ ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد میاں حضورؒ نے فرمایا: اے فاروق! میرا بستر سدری میں بچھا دے۔'' یہ چھت سے بستر لینے اوپر گئے۔ میاں حضورؒ سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ بستر لے کر اتر رہے تھے ابھی چند ہی سیڑھیاں باقی تھیں کہ فوراً پلٹے اور اور میاں حضورؒ کے قدموں کی طرف جھکنا شروع کر دیا۔ ہاتھوں میں میاں صاحبؒ کا بستر اور سر جھکتا چلا گیا یہاں تک کہ جب ان کا چہرہ میاں صاحب کے قدموں پر ٹک گیا تو ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی:

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یوں ان کی آخری آرزو بھی پوری ہوئی۔

عاشق کی موت ہجر ہے تو عاشقی کی وصل
یارب وصالِ یار میں میرا وصال ہو
(افضال انور)

اس زمانے میں اس سے زیادہ خوبصورت موت کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ جان محبوب مرشد کے قدموں میں نکلے۔

9۔ الحاجہ شریفن

ان کے شوہر کا نام محمد شریف تھا۔ اسی نسبت سے شریفن کہلاتی تھیں۔ دونوں میاں بیوی دل سے میاں صاحبؒ کے سچے عقیدت مند تھے۔ محمد شریف فیصل آباد سے کپڑا لا کر سرگودھا میں بیچتے۔ دونوں میاں بیوی اکثر میاں حضورؒ کی بارگاہ میں حاضری دیتے۔ سرکارؒ ان پر بے حد مہربان تھے۔ ان کے ہاں اکثر کھانا اور استعمال کی چیزیں بھجوایا کرتے تھے۔ میاں حضورؒ شریفن کے شوہر کو شریف شاہ فرمایا کرتے تھے۔ ملک ارشد مرحوم نے مجھے (افضال انور کو) ایک بار بتایا کہ ایک دن مَیں (ارشد) زبیر بھٹی اور سعید خان آستانے میں موجود تھے۔ اچانک میاں حضورؒ نے فرمایا کہ جاؤ' شریف شاہ کی زیارت کر آؤ۔ حسب الحکم ہم ان کے گھر پہنچے' تو دیکھا کہ ان کے گھر کے آگے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ پتہ چلا کہ محمد شریف انتقال کر چکے ہیں اور ان کی میّت گھر کی ڈیوڑھی میں رکھی ہوئی ہے۔ ہم شریف کی میّت کے قریب گئے تو میں (ملک ارشد) نے میّت سے کہا کہ میاں حضورؒ نے ہمیں آپکی زیارت کے لیے بھیجا ہے۔ سب نے دیکھا کہ یہ فقرہ میرے منہ سے نکلا ہی تھا کہ شریف شاہ کی میّت نے جنبش لی اور کان ہماری سمت کر دیے۔ ہم اس پر حیران رہ گئے ہم نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا تھا' لہٰذا آستانے میں واپس آ کر میاں حضورؒ

Marfat.com

سے اس بابت بات کرنے لگے تو آپؒ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر فرمایا: ''اے! خاموش رہو۔ اے! خاموش رہو۔ اللہ کے راز ظاہر نہیں کریں۔''

شریفن میاں حضورؒ کی گویا سچی خادمہ تھی۔ میاں حضورؒ نے اسے حج بھی کرایا۔ میاں حضورؒ کے مزار کی دیوار کے نزدیک تایا ظفر، محمد فاروق، فقیر محمد اور حافظ شفیق نابینا جیسے عاشقان میاں حضورؒ کے پاس آسودہ خاک ہیں۔

10۔ حکیم ملک محمد اورنگ زیبؒ

میاں حضورؒ کے سینئر خدام میں سے تھے۔ ریٹائرمنٹ تک ریلوے میں ملازمت کی، چونکہ طب کا کورس بھی کیا ہوا تھا لہٰذا حکمت کے عملی شغل سے بھی تعلق رکھا۔ میاں حضورؒ کے چہیتے عقیدت مند تھے۔ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد انھوں نے چھوٹے چھوٹے کئی پمفلٹ، کتابچے ترتیب دیے۔ مختصر ہونے کے باوجود ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مثلاً سرالاسرار الصلوۃ معراج المومنین اور متعدد اخبارات و رسائل میں معلومات افزا مضامین۔ میاں حضورؒ کی شہادت کے بعد حافظ جی ظہیر کے ساتھ تھانہ کچہری اور چھوٹی بڑی سب عدالتوں میں ہر تاریخ پر پیش ہوتے۔ آپ کا وجود میاں حضورؒ کے عقیدت مندوں میں رہنما کی حیثیت رکھتا تھا۔

11۔ محمد شفیع جیون

میاں حضورؒ کے مخلص ترین عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ نام و نمود سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مرشدِ کریم کی محبت میں مٹے ہوئے ہیں۔ میاں صاحبؒ نے ان کا نام جیون رکھا ہوا تھا، جس کا مطلب ہے زندگی۔ آستانے پر لنگر کے انتظامات بڑی چابکدستی سے کرتے ہیں۔ گھر بار چلانے کے لیے دن کا کچھ حصہ سرگودھا کی سبزی منڈی میں گزارتے ہیں، جہاں ایک پھڑی پر سبزیاں فروخت کرتے ہیں۔ دوپہر کو آستانے میں حاضر ہو جاتے ہیں اور رات دیر تک آستانہ ہی میں رہتے ہیں۔ میاں حضورؒ کے سب عقیدت منداں کا دل سے احترام کرتے ہیں۔

12۔ شریف پٹرول پمپ والا

شریف خاں سرگودھا کے رہائشی تھے۔ وہ A/92 سیٹلائٹ ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے۔ وہ پہلے ایک پٹرول پمپ پر سیلز مین تھے۔ ان کا پٹرول پمپ نہر کے کنارے میانوالی روڈ پر واقع تھا۔ آپؒ نے ایک بار اس سیلز مین (شریف) سے پانی مانگا۔ اس نے دودھ پیش کیا، تو آپؒ نے فرمایا: ''لے بے سارا دودھ ہو جائے گا۔'' وہیں سے اسے جاگ لگی۔ اس کی چٹیں چلتی تھیں۔ میاں حضورؒ جس آدمی کے لیے جتنی رقم کا ارشاد فرماتے یہ چٹ پر وہ رقم لکھ کر

Marfat.com

اس آدمی کو دے دیتے۔ وہ چٹ لے کر شریف پٹرولیم پر چلا جاتا۔ ملازم چٹ رکھ لیتے اور اتنی رقم دے دیتے۔ گویا یہ میاں حضورؒ کا منی بینک تھا۔ اسی طرح پٹرول کی چٹیں بھی چلتیں۔ ایک لیٹر' دو لیٹر' 50 لیٹر۔ جس گاڑی والے کو جس مقدار کے پٹرول کی چٹ مل جاتی' اتنی ہی مقدار کا پٹرول وہ شریف پٹرول پمپ سے حاصل کر لیتا۔

یہ تاثر قطعاً غلط ہے کہ شریف صاحب میاں حضورؒ کو رقمیں دیا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں صاحبؒ ہی نے انھیں پاؤں پر کھڑا کیا تھا اور میاں حضورؒ وقتاً فوقتاً انھیں لاکھوں روپے کی مدد بھی در پردہ بہم پہنچایا کرتے تھے۔ اس سے میاں صاحبؒ کا پردہ بھی رہ جاتا اور شریف صاحب کی بات بھی بنی رہتی۔

مندرجہ بالا فہرست خادمین قطعاً حتمی اور آخری نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو میاں حضورؒ کے آستانے میں بے لوث خدمت کا وافر حصہ ملا ہے۔ جن میں درج ذیل اسمائے گرامی کسی صورت نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔

محترم ماما منور' محترم بچُو شاہ' محترم بدّو' محترم اللہ دتہ' محترم منشی جاوید' محترم محمد کاشف' محترم محمد بلال حیدر' محترم شیخ عبدالجبار شہزادہ' محترم حشمت خان (عرف صاحب)' محترم عظمت علی خان (بجلی والا)' محترم ڈاکٹر محمد لطیف' محترم ڈاکٹر سعید اختر مرحوم' محترم غلام نبی' محترم محمد رمضان بلوچ (جٹ)' محترم عبدالستار (سعید)' محترم رحمت (پھولوں والا)' رحمت پھولوں والے کے صاحبزادگان' محترم پروفیسر محمد اشرف مرحوم' محترم محمد انور (موٹا)' محترم عبدالغفار آف سرگودھا' محترم محمد یعقوب (رنگ والا' انھیں میاں حضورؒ ''جن'' بھی فرمایا کرتے)' محترم عبدالخالق (مرادی) مرحوم' محترم نصیر احمد گوجروی مرحوم' محترم صوفی امجد رشیدی' محترم عبدالرحمان عرف بہروپیا' محترم حاجی محمد حسین' محترم ساجد' محترم غلام مصطفیٰ' محترم محمد اشرف (پالشیا)' محترم محمد خالد (دابہ) ولد محمد نواز' محترم داؤد فاروق' محترم شیخ مختار علی ناز' محترم ملک ممتاز خوشاب' محترم افتخار (روٹیوں والا) اور محترم شیخ طارق۔

حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے' آستانہ عالیہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی نعت خوانی کرنے والوں میں جناب شبنم' ملک اورنگ زیب ارشاد رشیدی' صوفی امجد رشیدی اور سعید خان مرحوم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

آستانہ عالیہ میاں حضورؒ کے تمام انتظامات انجمن آستانۂ عالیہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کرتی ہے۔ اس انجمن کی بڑی ہیئت (Body) کو مجلسِ شوریٰ اور انتظامیہ کو مجلسِ عاملہ کہا جاتا ہے۔ مجلسِ عاملہ کے اراکین کا چناؤ مجلسِ شوریٰ کے ممبران کرتے ہیں' جن کا تعلق ملک بھر سے ہے۔ موجودہ (2014ع) مجلسِ عاملہ کے اراکین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

۱۔	الحاج میاں اعجاز احمد صاحب' لاہور	صدر
۲۔	حکیم شبیر نور پوری صاحب' سرگودھا	سینئیر نائب صدر
۳۔	مہر لیاقت جہان صاحب' اسلام آباد	نائب صدر
۴۔	جان محمد چودھری صاحب ایڈووکیٹ' لاہور	جنرل سیکرٹری
۵۔	خالد لطیف ناگرا صاحب' فیصل آباد	فنانس سیکرٹری
۶۔	نور عالم ناگرا صاحب' فیصل آباد	جوائنٹ سیکرٹری
۷۔	پروفیسر شیخ غلام رسول صاحب' گوجرہ	آڈٹ آفیسر
۸۔	مرزا محمد منیر صاحب ایڈووکیٹ' سرگودھا	پریس سیکرٹری
۹۔	راؤ محمد ریاض' صاحب لاہور	چیئرمین کنسٹرکشن کمیٹی
۱۰۔	محبوب علی نادر' صاحب چنیوٹ	ممبر
۱۱۔	خالد خان صاحب' سرگودھا	ممبر
۱۲۔	چودھری شمس الحق صاحب' فیصل آباد	ممبر
۱۳۔	اختر علی گورسی صاحب ایڈووکیٹ' گوجرہ	ممبر
۱۴۔	عظمت علی خان صاحب' پھالیہ	ممبر
۱۵۔	ملک آفتاب کاشف صاحب' فیصل آباد	ممبر
۱۶۔	شیخ محمد طارق صاحب' سرگودھا	ممبر فنانس
۱۷۔	لیاقت علی قریشی صاحب ایڈووکیٹ' لاہور	ممبر
۱۸۔	مسعود مختار صاحب' فیصل آباد	ممبر

آستانہ عالیہ میں اکاؤنٹینٹ ((Accoutant کی خدمات سرانجام دینے والوں میں ڈاکٹر سعید اختر' شمس الحق' غلام نبی' جاوید منشی' پروفیسر محمد اشرف اور ماسٹر رشید احمد جاوید کے اسمائے گرامی معروف ہیں۔ خالد ناگرا نے بطور فنانس سیکریٹری اور پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی آف گوجرہ نے بطور آڈیٹر آستانہ عالیہ سرگودھا شریف خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔

انجمن آستانۂ عالیہ ہٰذا کے سابق اراکین کی خدمات بھی کچھ کم نہیں۔ اُن کے ذکر کے بغیر خادمینِ آستانہ کی

Marfat.com

فہرست بہر حال نامکمل رہے گی۔ ان میں پروفیسر حاجی ظفر علی احسنؒ (مدفون بقیع شریف، مدینہ منورہ)، ملک اورنگ زیبؒ، سہیل ضیا، خالد مراد، شیخ مختار علی ناز، سعید خانؒ اور اس عاجز راقم الحروف ڈاکٹر اِفضال احمد انور نے بھی گذشتہ ارکانِ انجمن کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم آستانے کے جملہ خدمت گزاران کو اجرِ جمیل سے سرفراز کرے۔ آمین! واضح رہے کہ یہ فہرست حتمی نہیں ہے۔ بے شمار لوگ جو اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے اس وقت راقم کو یاد نہیں آ رہے۔ میں ان سب کی خدمتوں اور عظمتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہوں۔

باآں گروہے کہ از مئے وفا مستند

سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

(اُس تمام گروہ کو جو مئے وفا سے مست ہیں، ہمارا اسلام پہنچاؤ، وہ جہاں کہیں بھی ہیں۔)

◆◆◆

میاں حضورؒ کے متعلق بعض بزرگوں کے ارشادات

1۔ حضرت سائیں ولایت علی شاہ المعروف سنولی والی سرکار

کراچی کی بزرگ ہستی پیر ولایت علی شاہ ایک بار سرگودھا تشریف لائے۔ بڑے قبرستان کی ایک جانب محسن خاں کے چھوٹے بھائی نے مسجد پٹھانوں والی بنوائی تھی، اس وقت مسجد اور ملحقہ حجرے بن چکے تھے، حجرہ کے ساتھ ایک لہسوڑے کا درخت بھی تھا، سائیں سنولی والی سرکارؒ نے اس لہسوڑے کے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا: ”ایک وقت آئے گا جب یہاں بہت بڑا ولی اللہ قیام فرمائے گا، تب اس کے پائے کا ولی نہیں ملے گا۔“

(روایت حافظ عبدالستار عرف حافظ جی تارا جہلمی، یہ میاں حضورؒ کے عزیز اور آستانے کے لانگری تایا ظفر کے بھتیجے تھے)

یہی واقعہ خود تایا ظفرؒ نے بھی اس عاجز کو سنایا لیکن ان کے ہاں کچھ قیمتی معلومات زیادہ ہیں۔ ان کے بقول: ”سائیں ولایت علی شاہ صاحب (سنولی والی سرکارؒ کراچی) 1955ع میں سنولی والی سرکارؒ سرگودھا تشریف لائے۔

Marfat.com

موجودہ مسجد میں بھی تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ جگہ کسی بڑے بزرگ کی قیام گاہ بنے گی۔'' میاں حضورؒ 1958ع کے بعد سرگودھا تشریف لائے جبکہ آپؒ نے یہ پیشین گوئی چند سال پہلے ہی کردی تھی۔''

اسی مسجد اور مسجد کے انہی حجروں میں بعد میں میاں حضورؒ نے قیام فرمایا' لھسوڑے کا درخت مزار شریف کی تعمیر کے سلسلے میں کاٹ دیا گیا تھا۔

2۔حضرت پیر فیض محمد خان صاحبؒ (میاں صاحبؒ کے مرشد گرامی)

ایک بار جہلم تشریف لائے' محلہ باغ کی مسجد میں ٹھہرے' آپ نے لوگوں سے فرمایا:

''میاں عبدالرشید کے پائے کا ولی نہ آج ہندوستان میں ہے' نہ پاکستان میں۔''

(روایت حاجی عبدالسلام بھورا محلہ باغ' جہلم)

3۔حضرت پیر اسماعیل شاہ صاحبؒ (پیر صاحب کرمانوالے)

نے فرمایا:

''میاں عبدالرشید شاہینوں کے سردار ہیں۔''

(روایت از فاروق صاحب۔ بقلم خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' ص 45)

4۔حضرت پیر سید شہسوار علی شاہ صاحبؒ (بانی مدرسہ جامعہ چراغیہ گوجرہ)

نے فرمایا:

''سرزمینِ گوجرہ پر جن ولیوں کی باقاعدہ ڈیوٹی رہی ہے' ان میں میاں صاحب بھی ہیں۔ واقعات و احوال کو ہم بھی من وعن دیکھتے ہیں' ہمیں کوئی لب کھولنے نہیں دیتا اور میاں صاحب کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ جب' جہاں' جیسے چاہیں راز فاش کردیں۔ دراصل ان کی ہر ادا اللہ کو پسند ہے۔''

(روایت پروفیسر شیخ غلام رسول قریشی گوجرہ)

5۔حضرت پیر سید ولی محمد شاہ ملتانی (المعروف چادر والی سرکارؒ)

نے فرمایا:

''اس وقت دنیا میں کل چار ولی ایسے ہیں کہ مردے کو پاؤں ماردیں تو وہ باذن اللہ زندہ ہوجائے' ان میں تین شام میں ہیں اور ایک پاکستان میں' جو بزرگ پاکستان میں ہیں' ان کا نام میاں عبدالرشید ہے

Marfat.com

جنھیں لوگ ''نوٹوں والی سرکارؒ'' بھی کہتے ہیں اور جو سرگودھا میں رہتے ہیں۔''

روایت:

(1) حمید صاحب سابق کلرک گورنمنٹ کالج گوجرہ

(2) عبدالرشید صاحب بیڑیوں والے گوجرہ

(3) یہی روایت میاں صاحبؒ کے آستانے کے ایک خادم پروفیسر ڈاکٹر سعید اختر (جو آستانۂ عالیہ میں فنانس سیکریٹری بھی رہے' اور وہ چادر والی سرکارؒ کے مرید باصفا بھی تھے) نے بھی بتائی' جو رانا ارشاد علی نے ماہنامہ نظامِ جمہوریت' سرگودھا مئی 2000ء کے صفح نمبر 18 پر تحریر کی ہے۔

6۔مولانا الطاف حسین نیروی:

خالد مراد رقم طراز ہیں۔

''بقول جناب مولانا الطاف حسین نیروی صاحب (نائب خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ) ''آپؒ کے مقام کا تو پتا نہیں چل سکا البتہ میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ میاں صاحبؒ اس دور کے زندہ داتا صاحبؒ ہیں۔''

(خالد مراد' یہ تیرے پُراسرار بندے' طبع دوم' ص 146)

7۔پیر جی غلام رسول علوی مدظلہ

گوجرہ کی ہردلعزیز روحانی شخصیت میاں حضورؒ کے بڑے عقیدت مند ہیں۔ بے شمار دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے پاس کوئی اپنی الجھن لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ میاں صاحبؒ کے پاس چلے جاؤ' کام ہو جائے گا۔ میاں حضورؒ کی ظاہری حیات ہی میں آپ اپنے جن عقیدت مندوں کو میاں حضور تک سلام پہنچانے کیلیے بھیجا کرتے تھے' ان میں یہ خاکسار (ڈاکٹر افضال احمد انور) بھی ہے۔ میں جب بھی میاں صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا' ضرور عرض کرتا کہ سرکار قبلہ علوی صاحب نے سلام بھیجا ہے۔ ایک دفعہ میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں ہمیشہ علوی صاحب کا سلام دیتا ہوں' پتہ نہیں میاں حضور اس سے کون سے علوی صاحب مراد لیتے ہیں؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ''اب وہ تیرا ماسٹر'' اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ دونوں ہی بزرگ ایک دوسرے کو بہتر جانتے ہیں۔ علوی صاحب اکثر فرماتے ہیں کہ ''لوگوں کو میاں صاحب کے مقام کا پتہ نہیں' تم میاں حضورؒ کی مسجد کے علاوہ راستے کی کسی اور مسجد میں پہلے میاں صاحب کو نذر پیش کرنے کے لیے چھ نفل پڑھنا' پھر ان سے ملنا۔ چنانچہ میرے دیگر ساتھیوں سمیت میرا بھی

Marfat.com

ہمیشہ یہی معمول رہا کہ میاں صاحب کے پاس ان کی ظاہری حیات میں بھی آنے سے پہلے کسی اور مسجد میں میاں حضور کی نذر کرنے کے لیے چھ نوافل پڑھ کر اللہ سے دعا کرتا کہ یا اللہ! میاں صاحب کی بارگاہ میں ادب نصیب کرنا۔ پھر میاں صاحبؒ سے ملتا تو ان کی شفقتیں دیکھنے والی ہوتیں۔ آپ اکثر میاں حضورؒ کے سر مبارک کی ایک ٹوپی زیب سر رکھتے ہیں اس کے اوپر صافہ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔

8۔ پروفیسر حاجی ظفر علی احسن (مدفون بقیع شریف مدینہ منورہ)

کا بیان ہے:

''ہمارے مرشد سب ولیوں کے پیارے ہیں وہ ولایت کے دولہا ہیں ان کے مقامات اتنے بلند ہیں کہ عام انسان کے بس میں نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔''

(میاں حضورؒ کے چہلم کے ختم شریف پر تقریر)

9۔ چودھری ثناء اللہؒ: (سابق ماہر شماریات ایوب ریسرچ انسٹیٹوٹ فیصل آباد)

ہمارے محلہ علی ہاؤسنگ کالونی فیصل آباد میں اللہ کے ایک بہت پیارے انسان چودھری ثناء اللہ مرحوم بڑے پاکیزہ انسان تھے۔ ان کے ایک قریبی رشتہ دار منظور احمد مرحوم پراپرٹی ڈیلر کا چھوٹا بھائی برطانیہ میں کسی معاملے میں پولیس کی تحویل میں تھا اس کی جان کو سخت خطرہ تھا۔ منظور صاحب نے چودھری ثناء اللہ صاحب کو کہا انھوں نے مجھے دعا کے لیے کہا، میں نے کہا دعا تو میں کروں گا ہی لیکن سرکار علوی صاحب مدظلہ کے پاس جاتے ہیں ان سے دعا کراتے ہیں۔ ہم تینوں گوجرہ گئے سرکار علوی صاحب نے معاملہ سن کر فرمایا' آپ کا بھائی انگلینڈ یا' بخیر و عافیت پاکستان آ جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے دربار پر حاضری دو رات بھر ان کے مزارِ پاک کے پاس رہو میاں صاحب کی دعا کی برکت سے اللہ کام کر دے گا۔ چنانچہ ہم تینوں سرگودھا گئے رات بھر مزار مبارک پر حاضری دی اللہ نے کرم کیا اور منظور صاحب کا بھائی باعزت پاکستان پہنچ گیا۔ چودھری ثناء اللہ نے میاں حضورؒ کا مزار مبارک دیکھا اور فرمایا' میاں صاحب درجہ محبوبیت پر فائز ہیں۔ میں نے پوچھا اس سے ولایت کا کون سا درجہ مراد ہے کہنے لگے یہ آگے کی بات ہے۔ یہ دراصل محبوبیت کا درجہ ہے جس میں اللہ کو محبوب بندے کی ہر ادا پسند آتی ہے۔

10۔ صوفی اشفاق اللہ واجد مجددی (بانی خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ گوجرہ)

لکھتے ہیں:

ا) ''اس دور میں حضرت قلندر صاحبؒ جیسی شخصیت نظر نہیں آتی۔ میں نے آپ کو اخلاق محمدی صاحبہا الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام اور فقر محمدی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا کامل نمونہ پایا۔ سارے جہاں کو چھان ماریے ایسا درویش جو تفرید و تجرید کے مقام پر مکمل فائز ہو ملنا مشکل تھا' جو محض اللہ تعالی کی رضا کے لئے لوگوں میں محبتیں تقسیم کرتا ہُوا' دکھی انسانیت کے لئے تڑپ تڑپ جاتا ہو۔ اور جس کی بات سے اخلاص الٰہی برستا ہو' ایسا ولی اللہ زمانے میں آپ نہ دیکھ سکیں گے اور نہ دیکھا ہوگا۔ الا ماشاء اللہ''

(اشفاق اللہ واجد مجددی' صوفی' قلندر زماں' ص 11)

ب '' (میں اشفاق اللہ)...... نے اپنی زندگی میں حضرت قلندر زماں جیسا سخی فقیر نہیں دیکھا۔ غریب پروری تو آپ کے لوں لوں (.................. کذا رُواں رُواں) میں رچی ہوئی تھی۔ غربا' مساکین اور بیوگان کے دروازوں پر جا کر امداد دینے والے قلندر تھے۔ ہر زائر و سائل کی ظاہری و باطنی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے۔''

(ایضاً ص 97)

ج '' فقیر نے اپنی زندگی کے لیل و نہار میں حضرت قلدر زماں جیسا ظاہری و باطنی طور پر سخی نہیں دیکھا۔''

(ایضاً ص 112)

د ''اپنی ذات کی مکمل نفی کرنے والا فقیر میں نے (میاں صاحبؒ کے سوا) اور کوئی نہیں دیکھا۔''

(ایضاً ص 113)

ہ ''آپ ہی کی ذات وہ واحد ذات تھی' جس سے فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ عیاں ہوتا تھا۔ بڑے بڑے متشدد لوگ زیارتِ قلندر کرتے ہی فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلدادہ ہو جاتے۔''

(ایضاً ص 114)

'' یہ فقیر حلفاً کہتا ہے' حضرت قلندر زماں جیسی برگزیدہ ہستی اس دور میں پیدا نہیں ہوئی۔ صدیوں بعد ایسی روحیں زمین پر آتی ہیں' جن کے دل عشقِ الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں' اور وہ اپنی نظر سے ہزاروں قلوب میں یہ محبتِ الٰہیہ پیدا فرماتے ہیں۔''

(ایضاً ص 159)

❖❖❖

Marfat.com

میاں صاحبؒ کے حضور اہلِ علم کا خراجِ تحسین

ا۔ پروفیسر مرزا محمد منوّر مرحوم (ماہرِ اقبالیات اور سابق چیئرمین اقبال اکیڈمی، لاہور):

پروفیسر مرزا منوّر مرحوم بھی میاں حضورؒ کے نیازمندوں میں سے تھے۔ وہ اپنے برادرِ اصغر مرزا مظفر کے ساتھ سلام کرنے جایا کرتے۔ ایک بار اُنھوں نے مرزا مظفر صاحب سے کہا کہ آج میاں صاحبؒ سے ایک بے تکلفی کروں گا۔ مظفر نے کہا "کیا" بولے "میں کہوں گا چائے پلایئے۔"

مظفر صاحب نے کہا ٹھیک ہے۔ گرمی کے دن تھے عصر کا وقت تھا۔ ہم میاں صاحبؒ کے پاس بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ایک منٹ بھی نہ ہُوا تھا کہ آپ نے آواز دی۔ "او فقیریئے جلدی چائے بناؤ' پروفیسر صاحب کو چائے پلاؤ۔ اُنھوں نے میاں حضورؒ کے متعلق لکھا:

"کوئی عقیدت مند آئے اور اسے شدید انفلوئنزا ہو رہا ہو تو اُسے شربت پلا دیں گے عزیزم مرزا منیر نے بتایا کہ سردی کے دن تھے مجھے بخار تھا گرم لوئی اوڑھے ہوئے میاں صاحبؒ کے یہاں حاضر ہوا۔ دور سے دیکھتے ہی حکم دیا' گھس جا' غسل خانے میں' نہالو اور پھر یہاں آؤ۔ منیر کا بیان ہے کہ وہ یہ سن کر لرز گیا مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ کمیٹی کے نل کا پانی بالکل یخ' نہایا اور لرزتا' کانپتا نکل آیا' چند ہی منٹ بعد بخار بھاگ گیا...... میں دمے کا مریض ہوں گرمی کے موسم میں بھی حتی الامکان ٹھنڈا پانی نہیں پیتا۔ ہر اس شے سے پرہیز کرتا ہوں جو گلا خراب کرے...... میاں صاحب نے ایک بار ابلتی ہوئی چائے کی پیالی میرے آگے رکھ دی پھر دوسری پھر تیسری اور ابھی میرے دانت' گلا' رگیں جل رہی تھیں کہ شربت کا گلاس جس میں فقط شربت تھا اور برف' گویا خالص برف پینے کو دے دی' میں نے میاں صاحبؒ کی طرف دیکھا' بولے پی لیں' کچھ نہیں ہوگا...... میں نے شربت پی لیا...... کچھ نہیں ہُوا' نہ دمہ حملہ آور ہوا...... میاں رشید قلندر قائداعظمؒ کی بڑی قدر کرتے ہیں کوئی بے ادب اگر ذرا گستاخی کا کلمہ قائداعظمؒ کی شان میں کہے تو وہیں پھکڑ سے نواز کر کہہ دیتے ہیں۔

"ولیاں کی باتاں دخل نہیں دیویں"

اُن کے نزدیک حضرت قائداعظمؒ کا مقام کسی بلند مرتبہ ولی قلندر کا مقام ہے اسی طرح اُنھیں علامہ اقبالؒ سے

Marfat.com

بے پناہ عقیدت ہے، سنا ہے کہ جب دل گھبرائے تو اچانک...... لاہور پہنچ کر حضرت داتا گنج بخش اور حضرت علامہ اقبالؒ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں......ہم اُن کی عملی غریب پروری کو داد دیتے ہیں وہ ہزار ہا روپیہ روزانہ کار خیر میں بڑی بے نیازی اور سرشاری کے عالم میں خرچ کرتے ہیں''

(مرزا منور، میاں رشید قلندر باہوش مجذوب (مضمون) ہفت روزہ ''شجاعت'' سرگودھا 7 مارچ تا 14 مارچ 1986ء ص نمبر 4، کالم نمبر 1)

۲۔ حافظ لدھیانوی:

معروف نعت گو شاعر حافظ لدھیانوی نے میاں حضورؒ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

''لوگ میاں عبدالرشید قلندرِ وقت کے اصل مرتبہ و مقام سے قطعاً ناواقف اور نابلد ہیں۔ میاں رشید صاحب کو خودنمائی پسند نہیں اور جذب و ظرف کی انتہاء ہے کہ خود کو گدڑی میں چھپا رکھا ہے حالانکہ منازلِ سلوک کے اعلیٰ و ارفع مقام پر متعین ہیں کہ ظاہر ہو جائے تو جہاں ٹوٹ پڑے''

(حافظ لدھیانوی، میاں عبدالرشیدؒ پانی پتی (مضمون) ہفت روزہ ''شجاعت'' سرگودھا، 7 مارچ تا 14 مارچ 1986ء ص نمبر 4، کالم نمبر 4)

۳۔ عبیداللہ دُرّانی:

خالد مراد نے، حافظ عبدالستار کے حوالے سے عبیداللہ درانی صاحب کا قول یوں نقل کیا ہے۔

''پرنسپل عبیداللہ درانی صاحب (انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور) ہم لوگوں کو دیکھ کر اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میجر (امین منہاس) صاحب سے ہاتھ ملایا اور مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ وہ مجھے (حافظ عبدالستار کو) جانتے تو نہ تھے مگر پھر بھی مخاطب ہو کر فرمانے لگے'' ہم تو (میاں عبدالرشیدؒ) قلندر کے پاؤں کی خاک کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈالتے ہیں''

(خالد مراد، یہ تیرے پُراسرار بندے، طبع دوم، ص 148)

۴۔ پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول:

پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول نے یونیورسٹی آف سرگودھا کے ریسرچ پراجیکٹ میں میاں حضورؒ کا ذکر مبارک ان الفاظ میں کیا ہے (یونیورسٹی آف سرگودھا کے شعبہ انگریزی کے معروف استاد علاّمہ نذیر احمد کے خصوصی شکریے کے ساتھ اقتباس درج ذیل ہے کیونکہ یہ کتاب علامہ نذیر احمد نے راقم الحروف کو فراہم کی ہے۔) :

Marfat.com

"Baba Abdur Rashid: He has been a famous'Majzoob generally known as'Notan Wali Sarkar for he could produce any number of currency notes at will. Originally a disciple of Sain Tawakkul Shah of Ambala, he became Majzoob and passed a part of his life at the'Mazaar of Bu Ali Qalandar (Panipat.(After Partition he settled at Sargodha and took abode in the main graveyard, where he was martyred by an assassin in 1994.A grand Mausoleum has been constructed by his followers".

(M Abdul Rasul",HISTORY OF SARGODHA "

University of Sargodha,2006,P-299)

(ترجمہ): باباعبدالرشیدؒ: وہ ایک معروف مجذوب تھے جو "نوٹوں والی سرکارؒ" کے نام سے جانے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی مرضی سے کرنسی نوٹوں کی کوئی سی بھی تعداد (کسی بھی وقت) پیش کر سکتے تھے۔ وہ اساسی طور پر انبالہ کے (حضرت) سائیں توکل شاہؒ کے مرید تھے۔ جب وہ مجذوب ہو گئے تو انھوں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ (حضرت) بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی کے مزار پر گزار دیا۔ وہ تقسیم (ہند) کے بعد سرگودھا میں آباد ہوئے اور بڑے قبرستان میں رہائش پذیر رہے۔ 1994ء میں وہ ایک قاتل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے پیروکاروں نے ان کا عظیم الشان مقبرہ تیار کرایا۔

مہر و مہ انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر
(علامہ اقبالؒ)

◆◆◆

Marfat.com

نوادرات

1۔ ہفت روزہ شجاعت سرگودھا:

جلد نمبر 1، ۷ مارچ تا ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء

ہفت روزہ شجاعت سرگودھا نے مارچ ۱۹۸۶ء میں حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے حوالے سے اُن کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں قلندر نمبر شائع کیا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر شیخ رشید احمد پراچہ، ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ اس اخبار کے پہلے صفحے پر میاں حضورؒ کی جو تصویر مبارک شائع کی گئی تھی اُس پر بہت واضح اور جلی حروف میں

"قلندر اعظم، قطبِ مدار حضرت میاں عبدالرشید پانی پتی المعروف نوٹوں والی سرکار سرگودھا"

تحریر کیا گیا تھا۔ (اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ میاں حضورؒ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی اُنھیں قلندر اعظم 'قطبِ مدار کہا اور لکھا جاتا تھا۔ میاں حضورؒ کی زندگی میں شائع ہونے والے اس اخباری نمبر کی تاریخی اور دستاویزی اہمیت ظاہر ہے۔ بہت سے عقیدت مندوں کو میاں حضورؒ نے اپنے دستِ مبارک سے یہ نمبر عطا کیا تھا۔ اس نمبر میں لکھنے والوں میں پروفیسر مرزا محمد منور، چیئرمین اقبال اکیڈمی، لاہور (عالمی سطح کے ماہرِ عربی، پاکستانیات واقبالیات)، حافظ لدھیانوی (معروف نعت گو شاعر)، مولانا مجاہد الحسینی، پروفیسر محمد اقبال (اسلامیہ کالج قصور)، اور ملک حکیم اورنگ زیب (ہیڈ ٹکٹ کلکٹر، محکمہ ریلوے پاکستان، فیصل آباد) جیسے نابغہ روزگار شخصیات کے نام شامل ہیں۔ یہ نمبر اب دستیاب نہیں۔ چند ہی لوگوں کے پاس یہ نمبر محفوظ ہوگا۔ جن خوش نصیب عقیدت مندوں کے پاس اس کی کوئی کاپی محفوظ ہے بھی، تو وہ مرورِ زمانہ کے باعث نیز کاغذ کے انتہائی ناقص اور لکھائی کے بہت باریک ہونے کی وجہ سے عام آدمی کے لیے اُس کا مطالعہ بہت دشوار ہوگیا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اسے اس کی تاریخی اہمیت اور عدم دستیابی کے باعث اسے کتاب ہذا میں شامل کیا جائے، لہٰذا اس تاریخی دستاویز کو مذکورہ بالا اخبار کے مدیر نیز جملہ مضمون نگاروں کے شکریے کے ساتھ شاملِ کتاب کیا جارہا ہے۔ اس نمبر میں پروف کی غلطیاں بھی کچھ کم نہیں، جنھیں درست کرنے کی عاجزانہ کوشش بھی کی گئی ہے، جس سے اس کی افادیت اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گی۔ (ڈاکٹر افضال احمد انور)

میاں رشید قلندر، باہوش مجذوب

از قلم: پروفیسر مرزا محمد منور (چیئرمین اقبال اکیڈمی، لاہور)

Marfat.com

آج سے کوئی چھ سات برس قبل عزیزم مظفر مرزا کے ہمراہ جناب رشید صاحب کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوا تھا۔ سرگودھا کے گورستان میں محترم والدِ بزرگ محوِ خواب ہیں۔ کئی عزیز اور بزرگ دوست وہاں آرام فرما ہیں۔ لہٰذا سرگودھا جاؤں تو گورستان ضرور جاتا ہوں۔ دو برس قبل والدہ مکرّمہ بھی اسی شہرِ خموشاں کے مکینوں میں شامل ہو گئیں۔ والدہ اور والد صاحب کی قبروں پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرنے کے بعد چوہدری محمد حسین شوق کے یہاں پہنچتا ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے' گویا وہ مجھے اپنی قبر میں دیکھ کر اور اپنے آپ کو قبر میں محسوس کر کے سر ہلا ہلا کر مسکرا رہے ہیں۔ پھر سردار محمد شاہ' میرے بچے کے ساتھی' خاص دوست' سراپا اخلاص دوست وہاں ہیں۔ انھیں سب چھوٹے بڑے چاچا سردار شاہ کہا کرتے تھے' حتیٰ کہ بڑے بھائی پیر زمان شاہ بھی چاچا ہی کہا کرتے تھے۔ وہاں فاتحہ پڑھتا ہوں۔ مجھے یقین ہوتا ہے کہ حضرت چاچا' خواہ جہاں سے بھی مجھے دیکھ رہے ہوں' بہت ہی خوش ہوتے ہوں گے۔ اسی طرح خان بہادر حافظ عبدالحکیم صاحب کی مرقد منور ہے۔ عمر بھر غریبوں کے کام کئے' اور دعا لی۔ کسی نے شکریہ ادا کیا تو ناراض ہو گئے جواب ہوتا تھا' بھائی لوگوں کے کام کرنا میرا اجمادرو مرض ہے۔ میں عادت سے مجبور ہوں' پھر شکریہ ادا کر کے مجھے چڑاتے کیوں ہو؟ خان صاحب بہادر کٹڑ وہابی تھے۔ قبروں پر فاتحہ وغیرہ کے قائل نہ تھے' لہٰذا میں وہاں اور زیادہ زور سے فاتحہ خوانی کرتا ہوں۔ وہ دوسروں کی قبروں پر فاتحہ خوانی نہیں کرتے تھے لہٰذا یوں سمجھ لیجئے میں اُن سب کی طرف سے انتقاماً فاتحہ عرض کرتا ہوں انور گوئندی کی لحد کا راستہ یاد نہیں رہتا' بہت اندر کی طرف ہے' کوئی ساتھی ہو' راہ جانتا ہو تو وہاں بھی فاتحہ عرض کرنا فرض ہوتا ہے' اب بیچارے میر عبدالرشید اشکؔ بھی وہیں پہنچ گئے ہیں۔ اب ان کی لحد پر بھی حاضر ہوں گا۔ بیچارے انورؔ اور اشکؔ نے زندگی کے کوہِ بے ستوں کو کس کس طرح اور کن کن تیشوں سے کاٹا' اور کس حوصلے کے ساتھ اپنے لئے راہ پیدا کی' تصور کرتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔

چھ سات قبل کی بات ہے' مظفر نے کہا اسی گورستان کے پرلے گوشے میں ایک قلندر بزرگ میاں رشید بھی ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اگر ہمت ہے' تو ہو آئیں۔ ان کی بھی زیارت کر لیں۔ یہ ضرور خیال رہے کہ حضرت جلالی مزاج کے ہیں بہت کم لوگوں کو قریب پھٹکنے دیتے ہیں۔ جب جلال میں ہوں (اور یہ کیفیت اکثر طاری رہتی ہے) تو ملاقاتیوں اور خادموں کو بڑے بڑے اور بھاری بھرکم ''تبرکات'' اور اعزازی کلمات سے نوازی تے ہیں۔

میں نے یہ سنا تو جھجکا۔ میں بخیالِ خویش حضرت علامہ اقبال کا مرید ہوں' ایسے ہی جیسے حضرت علامہ خود حضرت مولانا روم کے مرید تھے۔ گو علامہ اقبال نے حقِ مریدی ادا کیا۔ اور میں ادائے حقِ مریدی کے باب میں قاصر ہوں۔ دیگر کسی بھی درگاہ یا بارگاہ پر بیعت نہیں ہوں۔ پیروں فقیروں سے رغبت کے باوصف ملاقات کا شوق کم کم ہی رکھتا ہوں۔ خصوصاً جن بزرگوں کے بارے میں یہ سنا ہو کہ وہ جلالی طبیعت کے مالک ہیں۔ خود جلالی ہوں۔ لہٰذا جلالیوں سے

Marfat.com

دور بھاگتا ہوں، مگر مظفر نے کچھ اس انداز سے کہا کہ میں نے میاں صاحب کے یہاں جانے کی ہامی بھر لی۔

ہم دونوں بھائی حاضر ہوئے، مظفر نے ان کو بتایا کہ یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ سنا تو اپنے قریب ہی ایک بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ دو چار اور افراد بھی اِدھر اُدھر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں بھائی خاموش بیٹھے تھے۔ میاں رشید صاحب کسی خادم کو کوئی حکم دے رہے تھے اور کسی کو کوئی اور۔ اگر سمجھنے کی بات میں کسی سے ذرا سی کوتاہی ہو جاتی تو تبرکات برتانے شروع ہو جاتے، جن میں مخاطبین کی ماؤں بہنوں کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے، مگر مجھے حفیظ جالندھری مرحوم کا قول بار بار یاد آتا رہا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میری گالیاں کثرتِ استعمال کے باعث بے معنی اور مہمل ہو کر رہ گئی ہیں۔ اسی طرح جلالی حضرات کی گالیاں بھی شاید گالی کے مفہوم سے معرّیٰ ہو جاتی ہیں، بلکہ بعض حضرات بقدرِ عقیدت انہیں پر زور دعائیں جانتے ہیں۔ جس قدر دشنام شدید ہوں اُسی قدر جلالی حضرات حلِّ مشکلات ٹھہرائیں۔ بہر حال حیاتِ انسانی بڑا دلچسپ فعل ہے۔ دلچسپی باقی رہنی چاہیئے، خواہ کوئی گالی کھا کر دعایاب ہو یا گالی دینے کا شکار ہو، یا بے شک ہدف پیزار و پاپوش ہو۔

میں کوئی آدھ گھنٹہ وہاں رہا، پھر مظفر کو اشارہ کیا، اُس نے اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی۔ ہم اُٹھ آئے۔ اس کے بعد گویا معمول ہی بن گیا کہ اگر میں سرگودھا جاؤں تو براستہ گورستان میاں رشید قلندر صاحب کے ڈیرے پر پہنچ جاتا ہوں۔ تاہم اکیلا آج تک کبھی نہیں گیا۔ گورستان میں بھی جاتا ہوں تو مظفر، منیر یا معظم ساتھ ہوتے ہیں۔

دوسری یا تیسری ملاقات کو جانے کا ارادہ ہُوا۔ چک نمبر ۵۴ شمالی سے میں اور مظفر ہمشیرہ سے مل کر لوٹ رہے تھے، سائیکلوں پر سوار تھے۔ راستے میں میں نے کہا کہ آج میاں صاحب سے ایک بے تکلفی کروں گا۔ مظفر نے پوچھا کیا؟ میں نے کہا جاتے ہی کہوں گا ''میاں صاحب چائے پلایئے۔'' مظفر نے کہا ٹھیک ہے۔ گرمی کے دن تھے، عصر کا وقت تھا۔ ہم پہنچے۔ میاں صاحب کے یہاں حاضر ہو کر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ایک منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ اُنھوں نے زور سے آواز دی ''ابے او فقیر یے! جلدی چائے بناؤ۔ پروفیسر صاحب کو چائے پلاؤ۔ مظفر نے میری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا، مطلب یہ تھا کہ میاں صاحب نے آپ کو بولنے کی بھی تکلیف نہیں دی اور خواہش پوری کر دی ہے۔''

میاں صاحب جلالی ہیں، مگر بھنگ پی کر اول فول ارشاد کرنے والوں میں سے نہیں وہ متشرع ہیں۔ اپنے ڈیرے میں جو مسجد ہے اس میں با قاعدہ با جماعت نماز پڑھتے ہیں اکثر ملنے والوں سے کہتے ہیں کہ جاؤ وضو کرو، دو نفل پڑھو، پھر ادھر آؤ۔ میرے ساتھ اور مظفر کے ساتھ بھی بارہا یہ سلوک ہوا ہے، یعنی وضو کرا کے اور نفل پڑھا کے چھوڑا ہے، بلکہ بعض اوقات حکم ہوتا ہے ٹھہر جائیں، مغرب کی نماز یہیں ادا کریں پھر کھانا کھائیں، بعد ازاں چلے جائیں۔

Marfat.com

میاں صاحب عموماً نماز مغرب کے فوراً بعد مسجد ہی میں حلقہ بنا لیتے ہیں' اور کھانا کھلا دیتے ہیں۔ خود بمشکل دو چار لقمے لیتے ہیں۔ یہی حال چائے کا ہے۔ پیالی میں سے دو چسکی لے کر باقی کسی شاملِ حلقہ کو دے دیتے ہیں۔

میاں صاحب علاج بالمثل کے بجائے علاج بالضد کرتے ہیں۔ کوئی عقیدت مند آئے اور اُسے شدید انفلوئنزا ہو رہا ہو تو اُسے یخ شربت پلا دیں گے۔ عزیز مرزا منیر نے بتایا کہ سردی کے دن تھے مجھے بخار تھا' گرم لوئی اوڑھے ہوئے میاں صاحب کے یہاں حاضر ہوا۔ دور سے دیکھتے ہی حکم دیا "گھس جاؤ غسل خانے میں' نہاؤ اور پھر یہاں آؤ۔ منیر کا بیان ہے کہ وہ یہ سن کر لرز گیا۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ کمیٹی کے نل کا پانی بالکل یخ' نہایا اور لرزتا کانپتا نکل آیا چند ہی منٹ بعد بخار بھاگ گیا۔

میں دمے کا مریض ہوں۔ گرمی کے موسم میں بھی حتی الامکان ٹھنڈا پانی نہیں پیتا۔ ہر اُس شے سے پرہیز کرتا ہوں جو گلہ خراب کرے' اور پھر نتیجہ نزلہ ہو کیونکہ اس کے بعد دمے کا حملہ تو بالکل حاصلِ منطقی ہوتا ہے' مگر میاں صاحب کو ایک بار کیا سوجھی کہ اُبلتی ہوئی چائے کی پیالی میرے آگے رکھ دی۔ پھر دوسری' پھر تیسری اور ابھی میرے دانت' منہ' گلہ' رگیں جل رہی تھیں کہ شربت کا گلاس جس میں فقط شربت تھا اور برف۔ گویا خالص برف پینے کو دے دی۔ میں نے میاں صاحب کی طرف دیکھا' بولے پی لیں' کچھ نہیں ہوگا۔ میں اس یقین کے ساتھ شربت پی گیا کہ اب کئی دن اس تعمیل حکم کی سزا بھگتوں گا' لیکن واقعی کچھ نہیں ہوا' نا دمہ حملہ آور ہوا۔۔۔۔ بہر حال یہ علاج بالضد! میاں صاحب بضد ہو کر کرتے ہیں۔

مجھے میاں صاحب کے ایک ہم جماعت صاحبزادہ جمیل پانی پتی مقیم لاہور نے بتایا ہے کہ میاں صاحب گھر سے نکلتے تھے پڑھنے کے لئے مگر بستے سمیت حضرت بوعلی قلندرؒ کے مزار پر جا کر بیٹھ رہتے تھے۔ نویں (کلاس) تک یہی حال رہا۔ دسویں کا امتحان کیوں کر پاس کرتے وہ روز بروز حضرت بوعلی قلندرؒ کی جانب کھنچتے گئے۔ نیم بے ہوش سے رہنے لگے مجذوب سے ہو گئے۔ واضح رہے کہ میاں صاحب کا وطن پانی پت ہے۔

پارٹیشن کے بعد اعزہ انھیں بھی لیکر پاکستان پہنچ گئے۔ وہ اسی جذب کی کیفیت میں اپنے کنبے کے ہمراہ چنیوٹ پہنچے۔ وہاں سال ہا سال نالیاں صاف کرتے رہے۔ یہی بات اُن کا ہر عقیدت مند بتاتا ہے۔ وہاں کسی حلوائی کی دکان پر بھی برتن مانجھتے رہے۔ مگر جب کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوتی' نکل جاتے اور حلوائی انتظار کرتا رہ جاتا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ سرگودھا میں میاں صاحب کا آنا جانا ۱۹۶۰ میں شروع ہوا۔ اور پھر یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ انھیں نوٹوں والے میاں صاحب کہا جاتا ہے۔ سو سو اور پچاس پچاس کے نوٹوں کی بھاری بھرکم گٹھیاں پڑی

Marfat.com

ہوتی ہیں۔ ایک روز میں وہاں گیا تو کسی خادم سے کہا کہ وہ نوٹوں والی گٹھڑی اٹھالاؤ' وہ لے آیا' مجھ سے کہا ہر گڈی کے اوپر کے نوٹ پر اپنے دستخط ثبت کرو۔ میں نے دستخط کرنا شروع کیے۔ ان پر مجھ سے قبل بریگیڈیر اکرم ظفر صاحب کے دستخط بھی ثبت تھے۔ ان کے اہل حلقہ بتاتے ہیں کہ اپنی سمجھ میں نہیں آتا کہ نوٹ کہاں سے آجاتے ہیں۔ خود میں نے بھی کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے عقیدتمندوں سے کبھی نذرانہ قبول کیا ہو۔ کوئی زبردستی مصلّے کے نیچے رکھ کر بھاگ جاتا ہو تو الگ بات ہے مگر نہ تو زیادہ ملاقاتی ہوتے ہیں اور نہ ایسے مالدار ہوتے ہیں کہ لاکھوں روپے کے نوٹ وہاں چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ میاں صاحب نوٹوں کی گٹھڑی اسی طرح اٹھوا کر لائل پور (فیصل آباد) کے مرکزی بینک میں اس گٹھڑی کے عوض لے آتے' پر خدا جانے وہ نئے نوٹ کہاں چلے جاتے۔ اب بتایا جاتا ہے کہ سرگودھا میں میاں شریف صاحب' پٹرول پمپ والے ان کا بنک بن گئے ہیں۔ تمام نوٹ ان کے پاس بھیج دیتے ہیں اور پھر اہل حاجت کو پرچیاں دیتے رہتے ہیں۔ وہ پرچی چیک ہوتی ہے۔ جو میاں شریف صاحب لے لیتے ہیں، ہر پرچی پر لکھی ہوئی رقم ادا کرتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ اس طرح غریب بچیوں کی شادیوں کے ضمن میں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔ عقیدت مندوں میں سے جس کی حاجت روائی چاہیں' اچانک اس کے ہاتھوں میں پرچی پکڑا دیتے ہیں۔ وہ پرچی ایک ہزار کی بھی ہوسکتی ہے' چالیس ہزار کی بھی' پچاس ہزار کی بھی' جاننے والے حیرانی کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ نوٹ آتے کہاں سے ہیں؟ اور پھر حق یہ ہے کہ میاں صاحب کی زندگی کا کوئی پہر ایسا نہیں ہوتا جو لوگوں کے سامنے نہ ہو۔ وہ پوشیدہ تو ہوتے نہیں۔

میاں صاحب کے ملنے والے اکثر انہیں لمبی ربڑ کی نلکی (پائپ) پکڑے مسجد کا صحن اور غسلخانے اور سقاوے صاف کرتے دیکھتے ہیں۔ اور اس میں بھی وقت کی کوئی قید نہیں' جب جی چاہا دن ہو' خواہ رات اور یہی سب سے بڑا مشغلہ ہے۔ مسجد کو دھونا اور سقاووں کو صاف کرنا۔ میاں صاحب کے اہلِ حلقہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ رات کو ایک گھنٹہ سے زیادہ بہت کم سوتے ہیں۔ تہجد عموماً پڑھتے ہیں۔

انھیں بھٹو صاحب سے بھی لگاؤ تھا۔ ان کے خاص مرید پیپلز پارٹی کا جھنڈا اٹھائے ہوئے سرگودھا شہر میں گھومتے رہتے تھے۔ خود اپنے ڈیرے پر بھی بڑا سا پیپلز پارٹی کا جھنڈا گاڑھ رکھا تھا۔ مگر مظفر مرزا نے بتایا کہ بھٹو صاحب کی پھانسی سے کوئی اڑھائی ماہ قبل کی بات ہے کہ میں جب ملنے گیا تو دُور ہی سے کہا ''اب پرفیسر! اب کسی بھی قلندر کی پیش نہ جاوے۔ بھٹو تو لگ لیا پھانسی' یہ بھی یاد رہے کہ میاں صاحب کسی کی بیعت نہیں لیتے کسی کو اصطلاحی معنی میں مرید نہیں کرتے۔

Marfat.com

لگے ہاتھوں اب اپنی مجبوری عرض کر دوں، مجھے ان کے اہلِ خانہ نے بتایا ہے کہ میاں رشید قلندر قائد اعظم کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ کوئی بے ادب اگر ذرا گستاخی کا کلمہ قائد اعظم کی شان میں کہے، وہیں پھکڑ سے نواز کر کہہ دیتے ہیں۔ ''وَلیاں کی باتاں دخل نہیں دیویں''

ان کے نزدیک قائد اعظم کا مقام کسی بلند مرتبہ ولی قلندر کا مقام ہے۔ اسی طرح انہیں علامہ اقبال سے بے پناہ عقیدت ہے۔ سنا ہے کہ جب دل گھبرائے تو اچانک حاضر عقیدت مندوں سمیت ویگن پکڑتے ہیں۔ لاہور پہنچ کر حضرت داتا (گنج بخشؒ) اور حضرت علامہ اقبال کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ مظفر نے ایک بار ذکر کیا کہ سرگودھا سے کسی نیاز مند کی بارات میں شامل ہوئے۔ بارات کو سیالکوٹ جانا تھا مگر شیخوپورہ پہنچ کر میاں صاحب نے کار کا رخ گوجرانوالہ کرنے کے بجائے لاہور کی طرف کر دیا۔ بارات والوں سے کہا کہ میں لاہور کی طرف سے آتا ہوں۔ تم چلو۔۔۔۔ اور پھر سارا دن حضرت علامہ اقبال کے مزار پر بیٹھے رہے اور وہیں شام کو سرگودھا کی راہ لی۔۔۔۔

ہمیں معلوم نہیں! آیا وہ قلندر ہیں یا نہیں۔ ان کا درجۂ ولایت کوئی ہے یا نہیں۔ ہاں ہم دنیا دار گناہ گار لوگ ہیں۔ یہ ہمارا شعبہ نہیں۔ ہماری لائن نہیں۔ ہاں ہم ان کی عملی غریب پروری کو داد دیتے ہیں۔ وُہ ہزار ہا روپیہ روزانہ کارِ خیر میں بڑی بے نیازی اور سرشاری کے عالم میں خرچ کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر ہم اُن کی عزت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ قائد اعظم کے مقام سے آگاہ ہیں۔ وہ حضرت علامہ اقبال کے مقام سے آگاہ ہیں۔ وہ اس باب میں انتہائی جذب کے عالم میں بھی ہوشیار اور بیدار رہتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ انہیں پاکستان سے بے پناہ محبت ہے۔ اور وُہ اشاروں، کنایوں میں بتاتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا مستقبل بڑا روشن اور تابناک ہے۔ انہیں یقین ہے کہ پاکستان کی سرحدیں پھیلنے والی ہیں۔ پھر ایسے آدمی کی ہم کیوں عزت نہ کریں، جو نغمۂ بہار سنائے۔ خوشخبریاں دے، حوصلے بڑھائے، اور عملاً مخیر بھی ہو۔

قلندر کی پہچان

مجاہد الحسینی

قلندر جز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا۔ علامہ اقبال نے ''ضرب کلیم'' میں قلندر کی پہچان کے زیرِ عنوان اپنے کلام میں فرمایا ہے۔

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

Marfat.com

اقبال کا ''مردِ قلندر'' کون ہے' قلندرانہ ادائیں کیا ہیں اور ''چہ قلندرانہ گفتم'' کے موضوع پر کیا کچھ لکھا جا سکتا ہے' اور'' قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' اپنے اندر مطالب و معانی کی کس قدر پہنایاں رکھتا ہے۔ اس عنوان سے تو اللہ کو منظور ہوا تو پھر اظہارِ خیال ہوگا۔ آج چونکہ برادرم مکرم ملک اورنگ زیب صاحب نے ہفت روزہ شجاعت سرگودھا کے قلندر نمبر کے لئے چند سطور جلد لکھنے کا تقاضا کیا ہے لہٰذا۔۔۔ مختصراً کچھ تاثرات پیش خدمت ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم اس طرح ہے۔ کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض ایسے پراگندہ حال' غبار آلودہ اور پریشان خاطر لوگ ہوتے ہیں' کہ اگر وہ قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی ضرور لاج رکھے۔ (اوکمال قال)

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق واقعی بعض برگزیدہ اور مقبول بارگاہ الٰہی ایسی شخصیات ہوتی ہیں جن کی زندگی عام لوگوں سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔ ان کا حال' ان کا قال' ان کی چال ڈھال نرالی ہوتی ہے۔ لوگ ان کی بابت معلومات حاصل کرنا چاہیں بھی تو آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آسکتیں کیونکہ ''ولی راہ ولی می شناسد'' کی طرح ''قلندر راہم قلندر می شناسد'' والی بات ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دورِ حاضر میں اس کا مصداق کون ہے؟ اس کی نشاندہی تو نہیں کی جاسکتی۔ یہ پہچان صرف اُسے ہو سکتی ہے جو قلندرانہ اداؤں سے بخوبی آگاہ ہو' مجھ ایسا فقیر جو ابھی اپنی ذات' اپنے آپ کی پہچان سے بھی کماحقہٗ ناآشنا ہے' اور ابھی معرفتِ نفس کے دائرے سے بھی نہیں نکل سکا ہے' وہ معرفتِ قلندر کے موضوع پر کیا گفتگو کر سکتا ہے؟ یہ بات نہ اسے زیب دیتی ہے اور نہ یہ اس کا حق ہے' البتہ یہاں صرف دو چشم دید واقعات پیش کیے دیتا ہوں۔ شاید ان کی روشنی میں کچھ نظر آئے۔

1۔ سو روپے کے نوٹ کو سجدہ

حضرت میاں عبدالرشید قلندر پانی پتی سے فیصل آباد میں کئی دفعہ ملاقات کا موقع ملا۔ اُن کی شخصیت ہر مرتبہ خصوصی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ میں ہمیشہ اسی سوچ میں ڈوبا رہتا کہ یہ کون ہیں؟ ان کا مسلک کیا ہے؟ اور کہاں رہتے ہیں؟ ریلوے اسٹیشن کی حدود ان کی توجہ اور نگاہ التفات کا مرکز ہیں۔ ایک دن گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کے سابق ڈسٹرکٹ مینجر میاں محمد عبداللہ کے ہاں ملاقات ہوئی تو اُن کی گفتگو سن کر محوِ حیرت رہا۔ میاں صاحب کیا باتیں کہہ رہے ہیں۔ پھر سوچا' پانی پت کے حضرت بوعلی قلندرؒ کے شہر سے تعلق رکھنے والا شخص ضرور اپنے اندر کوئی جوہر رکھتا ہے۔ چند روز بعد جمعہ کی ادائیگی کے لیے حضرت مولانا تاج محمودؒ مرحوم کی مسجد میں گیا۔ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری تھی۔ مسجد کے آخری حصے میں جوتیوں کے پاس مجھے جگہ مل سکی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میاں صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔

Marfat.com

اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ دیکھا کہ مسجد میں جگہ پُر ہوگئی ہے' تو اُوپر جانے والی سیڑھی کے پہلے حصے میں بیٹھ گئے' اور جیب سے سو (۱۰۰) روپے کا نوٹ نکال کر سامنے سیڑھی کی دیوار کے ساتھ چسپاں کر دیا۔ میاں صاحب کی یہ حرکات وسکنات میرے سامنے تھیں۔ میاں صاحب پورے احترام کے ساتھ اسی سیڑھی پر نماز ادا کرتے رہے اور نوٹ ان کے سامنے تھا۔ یوں دکھائی دے رہا تھا' گویا میاں صاحب نوٹ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ میں اس سوچ میں گم۔۔۔ خدایا یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے جمعہ سے فراغت پا کر مولانا سے اس کا تذکرہ کیا۔ مولانا ہنس کر ٹال گئے۔ فرمانے لگے 'یہ شخص مجذوب ہے' اس کی عجیب حرکات ہیں۔ لیکن میں کافی دیر تک اسی سوچ میں ڈوبا رہا کہ اس کا پس منظر اور محرک کیا ہوسکتا ہے؟ معاً رہوارِ فکر اِدھر مڑ گیا۔۔۔ کہ اس مجذوب کی حرکت درحقیت ہمارے معاشرے کی عکاسی ہے' کہ دولت وسرمایہ آج کل ہمارا معبود بن گیا ہے' اور ہم سب دولت کے پجاری بن گئے ہیں۔ دولت وسرمایہ والے کے پیچھے ہم اندھا دھند دوڑے جا رہے ہیں۔ کیا یہ صداقت وحقیقت نہیں؟

2۔ بے موسم تازہ شہتوت

میاں صاحب سے ایک دن فیصل آباد کے کچہری بازار میں ملاقات ہوئی۔ ملک اورنگ زیب سمیت آپ کے مریدوں اور مداحوں کی خاصی تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ میاں صاحب کی خدمت میں سلام کہا۔ مصافحہ کیا۔ میاں صاحب میرا ہاتھ پکڑے کچھ فرماتے رہے۔ میری نگاہیں میاں صاحب کے چہرے پر جمی تھیں۔ میاں صاحب کبھی دکانوں کی جانب دیکھتے کبھی گھنٹہ گھر کی طرف نگاہ کرتے کہ یکایک اپنی جیب سے کچھ نکالا اور مجھے حکم دیا' منہ کھولو۔ میں حیران تھا کہ آپ نے یہ کیا فرما دیا۔ ان کا ہاتھ میرے منہ کے سامنے تھا۔ میں نے منہ کھولا تو ایک تازہ شہتوت میرے منہ میں تھا۔ نہایت شیریں' مزیدار شہتوت۔ میں حیران ہوا کہ یہ موسم شہتوت کا نہیں اور نہ ہی شہتوت گلا سڑا' مرجھایا ہوا۔ ذائقہ ایسا کہ تازہ بتازہ' (گویا) ابھی پودے سے توڑا گیا تھا۔ اس شہتوت کی مٹھاس اور ذائقہ کئی دن محسوس ہوتا رہا۔ بعد میں میاں صاحب سرگودھا تشریف لے گئے اور فیصل آباد میں اُن سے ملاقاتوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب جب کہ محترم اورنگزیب صاحب نے ہفت روزہ شجاعت سرگودھا کے ادارے سے رابطہ قائم کرلیا ہے۔ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ محترم ومخدوم میاں صاحب کے ساتھ نیاز مندانہ مراسم پھر قائم ہوں گے' اور میاں صاحب بھی اپنی دعاؤں اور یادوں میں اپنے نیازمندوں کو فراموش نہ کریں گے ہم سب اُن کے چشم براہ۔۔۔ اور دعا جو ہیں۔

(حضرت مولانا مجاہد الحسینی سابقہ مدیر آزاد لاہور ومغربی پاکستان لاہور وخدام الدین لاہور وماہنامہ ترجمان اسلام لاہور۔ حال مدیر صوتِ اسلام فیصل آباد۔)

Marfat.com

میاں عبدالرشید پانی پتی

حافظ لدھیانوی، فیصل آباد

آج سے برسوں پہلے ایک نجی محفل میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ والہانہ انداز، وارفتگی و شگفتگی کی کیفیت، ٹوپی کے دونوں طرف بال بکھرے ہوئے تھے۔ پان چباتے ہوئے ایسی گفتگو، جس کا کچھ حصہ بمشکل سمجھ آتا تھا۔ بے ربط کلام ہونے کے باوجود پُراثر تھا۔ خدا جانے نہ سمجھ آنے والا کلام کس مقام کا تھا۔ وہ درپردہ کتنے رازہائے سربستہ کے پردے اُٹھا رہے تھے۔ کیا احکامات صادر فرما رہے تھے۔ اپنی روحانی ڈیوٹی ادا کر رہے تھے۔ بہر کیف اس والہانہ انداز میں ایک پُرکشش صورت، ایک روحانی شخصیت سامنے تھی۔ چہرے پہ نور کا ہالہ کہ انسان دیکھتا چلا جائے۔

ع تجھ کو دیکھوں کہ تجھ سے بات کروں

میاں عبدالرشید صاحب قلندر پانی پتی اہالیانِ سرگودھا کے لیے عرصہ ۳۵ سال سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، برکتوں اور رحمتوں کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ میدانِ سلوک کے یہ راہرو ایسے اعلیٰ ظرف اور جذب کے حامل ہیں کہ باید و شاید۔ روحانیت کے نظام میں اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود خود کو ظاہر نہ ہونے دینا ہی اُن کا سب سے بڑا کمال ہے۔ ہمہ نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود فقر کا عالم اور لوگوں کو بے پناہ فیوض سے سرفراز کرتے رہنے کے باوجود اظہارِ نمود و نمائش کے بجائے عزلت و بوریا نشینی اس مردِ قلندر کا ہی حصہ ہے۔

عقیدت مندوں کا ہجوم پشاور سے کراچی تک کے لوگوں کی آمد سے جاری رہتا ہے۔ ہر مہمان کی ضیافت اور اُس کے آرام و آسائش کا ذاتی طور پر اس طرح خیال رکھتے ہیں کہ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میاں صاحب سب سے زیادہ اس سے محبت و الفت رکھتے ہیں۔ لوگوں کی مرادیں اور خواہشات اس آستانے سے طلب کیے بغیر پوری ہوتی ہیں۔ ان کی بے ربط باتوں کا مطلب ہر شخص اپنے پیرایہ میں کر کے اپنے من کو راضی کرتا رہتا ہے، لیکن اُن کے پُرانے سے پُرانے عقیدت مند بھی اُن کے افکار اور ان کی باتوں کے اظہار کا سو فیصد درست ترجمہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اپنے گرد ایسے لوگ جمع رکھتے ہیں یا اس طرح کے افعال ان سے سرزد ہوتے ہیں کہ لوگ میاں عبدالرشید صاحب قلندرِ وقت کے صحیح روحانی مرتبہ و مقام کو نہ پا سکیں۔ پابندیٔ شریعت سے راہِ سلوک کے اس مردِ حق نے فیض کا جو چشمہ جاری و ساری کر رکھا ہے اس سے اہالیانِ سرگودھا بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ اہلِ طریقت اور روحانیت کی دنیا کے باسی میاں عبدالرشید کے اصل مقام و منزلت سے آگاہ ہیں، لیکن ہمارے جیسے دنیا دار لوگ میاں عبدالرشید قلندرِ وقت کے اصل مقام و مرتبہ

Marfat.com

سے قطعاً ناواقف اور نابلد ہیں۔ عقیدت مند کریں بھی تو کیا خود میاں رشید صاحب کو خود نمائی پسند نہیں اور جذب و ظرف کی انتہا ہے کہ خود کو گدڑی میں چھپا رکھا ہے۔ حالاں کہ منازلِ سلوک کے اعلیٰ وارفع مقام پر متعین ہیں کہ ظاہر ہو جائے تو جہان ٹوٹ پڑے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کا سایۂ عافیت اور نظرِ فیض تمام عقیدت مندوں کے لیے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک جاری و ساری رہے' اور لوگ اُن سے روحانی فیض و دنیاوی عروج حاصل کرتے رہیں۔ آمین

میاں عبدالرشید صاحب پانی پتی

پروفیسر محمد اقبال اسلامیہ کالج قصور

میاں عبدالرشید صاحب پانی پتی کی ذاتِ اقدس سے متعلق چند سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ خداوندِ کریم مجھے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میاں صاحب سے میری پہلی ملاقات پُرآشوب حالات میں ہوئی تھی۔ اگر آپ خود ستائی نہ سمجھیں تو میں عرض کروں کہ شروع ہی سے مجھے رشوت لینے اور دینے سے نفرت تھی۔ بندہ اس سے بہت احتراز کرتا تھا' اس سے بچنے کے لیے قربانی دینے کے لیے بھی تیار رہتا تھا۔ ہُوا یوں کہ میرے افسر بالا نے مجھے فرمایا کہ ایک ٹھیکیدار کا کام جو غیر معیاری تھا' اسے معیاری قرار دے کر گورنمنٹ کے خزانے سے رقم ادا کر دوں۔ جوانی کا جوش تھا اور قوم کی خدمت کے جذبہ سے سرشار۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا' جس کی پاداش میں مجھ پر عذاب نازل کر دیا گیا۔ بندہ شروع ہی سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے اپنی مصیبت کا ذکر کیا تو اُس نے مجھے حضور میاں صاحب کا پتہ دیا۔ میں سرگودھا پہنچا اور میاں صاحب کے آستانہ پر حاضر ہو گیا ایک صاحب پگڑی باندھے بیٹھے تھے۔ میں انھیں میاں صاحب سمجھا اور ان سے مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھ گیا' لیکن انھوں نے بتایا کہ وہ میاں رشید صاحب نہ ہیں بلکہ انکے مرید رفیق قریشی صاحب ہیں۔ چنانچہ میں انتظار میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد ایک پُرنور شخصیت نیلا قمیض' نیلی ٹوپی اور ٹخنوں سے اُوپر دھوتی باندھے ہوئے تشریف لائی۔ یہ میاں صاحب تھے۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ میاں صاحب نے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ سب بیٹھ گئے۔ میاں صاحب کو دیکھتے ہی میرے مضطرب دِل کو سکون آ گیا اور مجھے یقین آ گیا کہ یہ ہستی مجھے خدا سے انصاف دلوائے گی۔ سب کے لیے کھانا لانے کا ارشاد ہوا سب لوگوں نے برآمدہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میاں صاحب کے لیے خاص جگہ یا خاص تکیہ کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد مجھے ایک صاحب نے اشارہ سے میاں صاحب کے قریب بیٹھنے کا کہا جس پر میں نے عمل کیا۔ جونہی میں قریب ہوا' میاں صاحب نے فرمایا

Marfat.com

مجھے پتہ ہے تو مظلوم ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں کچھ عرض کرنے لگا تو ایک صاحب نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مجھے وہاں سے اٹھالیا۔ انھوں نے مجھے کہا کہ اِن شاء اللہ آپ کا کام ہو جائے گا۔ اس کے دو گھنٹے بعد' بعد از نمازِ عصر مجھے گھر جانے کی اجازت مِل گئی۔

ٹھیک چار روز کے بعد میرے اوپر سے تکلیف ختم ہو گئی اور میں اس پوزیشن میں ہو گیا کہ اپنے آفیسر کو نقصان پہنچا سکوں لیکن میں نے ایسا نہ کیا کہ میرا کام ایک بزرگ کی دعا سے ہوا تھا جن میں رحم ہی رحم ہے۔

اس کے بعد سے آج تک بندہ وقفہ وقفہ سے میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ دینی و دنیاوی امور میں میری رہنمائی فرمائی۔ میں نے آج تک آپ میں دنیا دار پیروں والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ آپ شرک و بدعات کے سخت خلاف ہیں اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو اُسے سختی سے منع کر دیتے ہیں۔ آپ ہمیشہ نماز اور قرآن پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ میرے پاس کچھ نہ ہے۔ سب کچھ اُس کے حکم کے تابع ہے۔

میاں صاحب کی کرامات نہ لکھنے کی معذرت چاہتا ہوں کیونکہ آپ تشہیر کو ناپسند فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

ملک اورنگ زیب

جنگ ۶۵ ء ختم ہوئی ہی تھی۔ فوجیں بالمقابل تھیں۔ راقم ریلوے میں بطور ہیڈ ٹکٹ کلکٹر' وزیر آباد تعینات تھا۔ ریلوے میں ہر حیثیت کا مسافر سفر کرتا ہے' خواہ شہنشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ دورانِ سفر مسافر ہی شمار ہوتا ہے۔ وزیر آباد جیسے جنکشن پر مختلف اطراف سے لوگ آتے اور جاتے ہیں۔ جس میں ہر ذوق کے آدمی شامل ہوتے ہیں۔ اکثر سیلانی درویشوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ملک بشیر احمد چیف پارسل کلرک وزیر آباد صاحبِ نسبت اور اہلِ ذوق' فقیر دوست تھے۔ میں ہیڈ ٹکٹ کلکٹر وزیر آباد تھا۔ دونوں کا ٹیبل ورک نہ تھا۔ بلکہ سپر وائزری ڈیوٹی تھی۔ وقت مل بیٹھنے کا نکل آتا تھا۔ اپنے ذوق کا کوئی آدمی مِل گیا تو پہروں گپ شپ رہتی۔ کوئی درویش مل گیا تو اگر کچھ ہو سکا اس کی خدمت کر دی ورنہ ''دیدارِ درویشاں کفارہَ گناہ'' سمجھتے ہوئے زیارت کر لی۔ یونہی دن بیت رہے تھے کہ ایک روز میں اسٹیشن پر پہنچا تو برادرم ملک بشیر احمد صاحب نے بلایا اور کہا آؤ آج ایک مرد سے ملاقات کریں۔ جناب ملک بشیر احمد صاحب نے بتایا کہ آپ کا اسمِ گرامی میاں عبدالرشید ہے۔ پانی پت کے رہنے والے ہیں۔ آج کل لائلپور میں

Marfat.com

قیام ہے۔ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک فقیر، بے نیاز بمع دو خادمانِ خاص کے تشریف فرما ہیں۔ ملک بشیر احمد صاحب نے تعارف کروایا یہ ملک اورنگزیب ہیڈ ٹکٹ کلکٹر وزیر آباد ہیں۔ فرمایا میں جانتا ہوں۔ ناشتہ بازاری حلوہ پوری منگوایا گیا۔ (آپ نے خود) تھوڑا کھایا، بہت کھلایا۔ سیالکوٹ کی گاڑی پر پھر ملنے کا وعدہ فرما کر سوار ہوئے۔ یہ راقم کی (حضرت میاں صاحب) سے پہلی ملاقات تھی۔ چند دنوں کے بعد پھر ایک روزِ سعید آیا کہ آپ وزیر آباد تشریف لے گئے۔ شرفِ ملاقات بخشا اور:

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے
تم ہمارے، ہم تمھارے ہو گئے

چند ماہ کے بعد اسپیشل ٹکٹ ایگزامینر ترقی ہوئی، باوجود دنیاوی تمام کوششوں کے کہ وزیر آباد ہی رہ جاؤں تبدیلی فیصل آباد ہوگئی۔ ایک دفعہ تو دماغ چکرا گیا۔ گزارا کیسے ہوگا؟ فیصل آباد شہر میں مکان کا کرایا گراں، ریلوے کوارٹر کی نایابی۔ مرتا کیا نہ کرتا، بیوی کو گاؤں بھیجا۔ کوارٹر کو تالا لگایا اور فیصل آباد ڈیوٹی پر حاضر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ایک دوست کے ہاں قیام وطعام کا بندوبست آرام دہ ہوگیا۔ رات کو خیال آیا کہ حضرت میاں صاحب کے دیس میں آئے ہیں، دیکھیں کب ملاقات ہوتی ہے۔ صبح ہی پلیٹ فارم پر زیارت ہوئی۔ فرمایا ''آ گئے پیر جی''۔ عرض کیا کہ حضور میں وزیر آباد واپسی کے لیے درخواست دینا چاہتا ہوں۔ فرمایا وہ کیوں؟ عرض کیا، وہاں کوارٹر میرے پاس ہے۔ فرمایا یہیں ملے گا۔ میں نے ہتھیار ڈال دیے۔ راقم چند روز کے بعد فیصل آباد ریلوے کوارٹر میں رہائش پذیر تھا۔

ڈیوٹی کے دوران ریلوے پولیس کے نائیک حوالدار سے جھگڑا ہوگیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ غلطی پولیس مین کی ہے، محکمہ ریلوے پولیس نے وقار کا مسئلہ بنالیا (اور) ریلوے کے بد دیانت افسران سے ملی بھگت کر کے مجھے تبدیل کرا دیا۔ تنخواہ بھی بند ہوگئی۔ گھر کی صفائی کے لیے جھاڑو والے کو دو روپیہ ماہانہ دیا کرتے تھے۔ مہینہ ختم ہوا تو پلیٹ فارم پر جھاڑو والے نے روایتی سلام کیا۔ اپنی جیب میں صرف سوا روپیہ تھا۔ مطالبہ دو روپیہ کا تھا۔ پھر کسی وقت کا کہہ کر ٹالا گیا۔ پریشانی سی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کے دوسری دفعہ کے سلام سے پہلے کسی دوست سے کچھ قرضہ حسنہ (۔۔۔کذا۔۔۔قرضِ حسن) مل جائے تاکہ ادائیگی ہو جائے۔ اتنے میں حضرت میاں صاحب تشریف لائے اور فرمایا چلو تجھے تاندلیانوالہ کی سیر کرائیں۔ ہم اگلے روز تاندلیانوالہ سے واپس فیصل آباد آئے۔ شیڈ والی مسجد میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد از نماز صحنِ مسجد میں صف پر خود لیٹ گئے اور (مجھے) فرمایا ''لیٹ جا، لیٹ جا'' جیب سے دس روپیہ کا نوٹ نکال کر میری طرف بڑھایا اور خرچ کرو۔ میں نے لے کر جیب میں ڈال لیا۔ پھر اُٹھ کر مجھے ساتھ لیا،

Marfat.com

پلیٹ فارم نمبر 1 پر تشریف لائے۔ حکم فرمایا کہ بکنگ آفس سے ایک ایک کے نوٹ لے لو۔ تعمیل کی گئی۔ ابھی میں بکنگ افس سے (دس کے روپے کے نوٹ کی چینج لے کر) نکلا ہی تھا کہ میرا جھاڑو والا سامنے سلام کرتے ہوئے کھڑا تھا۔ دو روپیہ ادا کیے۔

ازاں بعد (کچھ) ریلوے افسران کی ضد کی وجہ سے تقریباً تین سال مجھے ڈیوٹی نہ ملی اور تنخواہ بھی نہ ملی، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضرت صاحب کی دعاؤں کی برکت سے جیب خالی نہیں ہوئی۔ کوئی نہ کوئی سبب بن ہی جاتا تھا۔ تین سال کے بعد ڈیوٹی دلوانی چاہی تو متعلقہ کلرک کو خواب میں تین رات حکم فرماتے رہے کہ اورنگ زیب کا کام کردو جیسا کرو گے ہو جائے گا۔ نتیجۃً مجھے میرے گریڈ سے اوپر والے گریڈ پر بطورِ ہیڈ ٹکٹ کلکٹر فیصل آباد لگا دیا گیا۔

شاہ فیصل مرحوم شہید ہوئے۔ اور بھٹو مرحوم کو شاہ خالد نے چاندی کی تلوار دی تھی۔ بھٹو مرحوم کی وہاں سے واپسی کے چند روز کے بعد ایک روز سرگودھا میں آستانۂ عالیہ پر راقم اور مہر محمد رفیق تحصیلدار دونوں سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ہماری طرف اشارہ کرکے (میاں صاحب نے) فرمایا کہ ''ہم نے بھٹو کو چاندی کی تلوار اس لیے دی ہے کہ ان دو کے حج کا اسے انتظام کرنا ہوگا۔'' یونہی شب و روز گزرتے رہے کہ حج کی درخواستیں دینے کا موسم آیا۔ برادرم مہر محمد رفیق کے والد صاحب مہر غلام حیدر مرحوم نے اپنے چند عزیزوں کے ساتھ حج کی درخواست دی اور سرگودھا حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو حضور نے انہیں فرمایا کہ اپنے بیٹے رفیق کے بھی پیسے جمع کروا دو۔ اس کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ انہوں نے حامی بھر لی (کذا۔۔۔ ہامی بھر لی۔) لیکن عذر عرض کیا کہ درخواست دینے کی تاریخ ختم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اگلے روز ہی اعلان ہو گیا کہ دس روز کے لیے میعاد بڑھا دی گئی ہے۔ مِل جُل کر باپ بیٹے نے درخواست کی رقم جمع کرا دی اور حج کی تیاری شروع ہو گئی۔

حضرت میاں صاحب بمعہ چند غلاموں کے فیصل آباد کچہری بازار آسکو میوزیم (محترم داؤد اور مسعود صاحبان کی دکان) پر تشریف فرما تھے۔ راقم اور مہر محمد رفیق صاحب بھی موجود تھے مہر صاحب نے اجازت چاہی کہ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر کے دفتر میں جا کر حفاظتی ٹیکے لگوانے ہیں۔ اجازت مل گئی۔ مجھے بھی ساتھ ہی حکم فرمایا کہ تو بھی لگوا لے۔ میری درخواست نہ پیسے پلے لیکن حکم کی تعمیل میں عذر نہ کیا کہ کون سی مضر شے ہے۔ ٹیکے لگوائے گے۔ مجھے بچپن میں چیچک نکل چکی تھی اس لیے میں نے کوئی احتیاط نہ کی دو تین گھنٹے بعد نہا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ انجکشن کا زخم پھول گیا۔ دوسرے دن فیصل آباد ایک ٹیلی فون پر بیٹھے ہوئے راولپنڈی برادرم شورش ملک ایڈیٹر جنگ، راولپنڈی

Marfat.com

کو ٹیلی فون کیا' حضرت میاں صاحب پاس تشریف فرما تھے۔ (اُدھر سے) جواب ملا کہ اچھا کیا' آپ نے ٹیلی فون کر لیا میں ملنا چاہتا تھا۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے آپ کے حج کا انتظام کیا ہے۔ حکومت بحری جہاز کا سکینڈ کلاس کا فری پاس دے گی اور باقی خرچہ اپنا کریں گے۔ بھائی کو حضرت میاں صاحب کا بتایا۔ وہ بات کرنے کے مشتاق تھے۔ میں نے حضرت کو خوشخبری سنائی اور ریسیور حضرت صاحب کے ہاتھ میں دیا کہ بات کریں۔ آپ نے ہیلو کہا اور پھر مجھے واپس دے دیا۔ مجھ سے بات نہ کریں۔ بھائی نے دوبارہ کہا کہ بات کرائیں تو میں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف جہاز کا ٹکٹ فری منظور نہیں۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ میرے ٹیکے کے زخم جب ذرا ٹھیک ہونے لگے تو آئیوڈیکس لگا دیں وہ پھر پھول گیا۔ کپڑے بچانے لیے بازو ننگا بھی رکھنا پڑتا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بازاروں اور گلیوں میں سے گزرتے وقت جب کوئی واقف کار پوچھتا کہ ملک جی! یہ کیا ہوا؟ تو میرے جواب سے پہلے سرکار فرماتے کہ نشتر لگوایا ہے' حج پر جانا ہے۔ ''نشتر لگوایا'' اونچا اور ''حج پر جانا ہے'' آہستہ آواز میں فرماتے جو کہ صرف میں ہی سُن سکتا۔ ٹیکے کا زخم جب بھی ٹھیک ہونے لگتا تو حضرت اس پر آئیوڈیکس لگا دیتے۔ وہ پھر پھول جاتا' حتیٰ کہ راولپنڈی سے خبر آئی کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ خرچ بھی دیا جائے گا۔ زخم بھر گیا۔ راقم ریلوے کا فری پاس فرسٹ کلاس کا لے کر حسبِ ارشاد کراچی روانہ ہوا۔ کراچی حاجی کیمپ میں تقریباً ساڑھے نو بجے صبح پہنچا۔ درخواست فارم بھی وہاں ہی پُر کیا گیا۔ پانچ ہزار کے حج نوٹ بھی وصول کیے اور اسی روز مغرب کی نماز سفینۂ حجاج میں ادا کی اور یوں آج میں بھی حاجی کہلا سکتا ہوں۔

چکوال میں ایم این اے قتل ہوگیا۔ میرے برادرِ نسبتی چوہدری محمد اشرف کو بھی ملزموں کی لسٹ میں شامل کر لیا گیا۔ وہ ڈر کے مارے روپوش ہوگیا۔ تمام عزیز و اقارب پولیس کے مظالم کا شکار (تھے۔ اور) پکڑ دھکڑ جاری (تھی۔) مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ہم میاں بیوی کو بھی پولیس پکڑ کر نہ لے جائے۔ بڑی بے عزتی ہوگی۔ آستانہ یاد آیا اور درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ کچھ نہیں ہوتا چنانچہ کچھ نہ ہوا۔ جب ضمانت کے بعد چودھری محمد اشرف سلام کرنے کے لیے آیا تو فرمایا کہ کوئی مقدمہ نہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے سیشن جج جہلم کی عدالت سے تمام ملزم صاف بری ہوگئے۔

اہلِ شریعت اہلِ طریقت' سچّے دین دے اندر
نالے زاہد سالک صوفی ' نالے مست قلندر

Marfat.com

2۔انٹرنیٹ پرڈاکٹر قاضی محمد محی الدین کا خراجِ عقیدت

ڈاکٹر محمد محی الدین قاضی مرحوم پاکستان کے سینیئر وکلاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ وہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی المعروف نوٹوں والی سرکارؒ کے بہت چہیتے عقیدت مند تھے۔انھیں میاں حضورؒ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں میاں صاحبؒ کی بارگاہ میں بے شمار حاضریوں کا شرف حاصل رہا۔ان کی شہادت کے بعد بھی وہ اکثر مرشدِ کریمؒ کے مزارِ مقدس پر حاضری دیتے رہے۔اہلِ علم ونظر ان کی تحریروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔انھوں نے اپنی وفات سے پہلے میاں حضورؒ کی حیات اور خدمات کے حوالے سے جو تحریر ویب سائیٹ کے لیے پیش کی،اس کی تاریخی حیثیت کے پیشِ نظر اسے تاریخ کا حصہ بناتے ہوئے شاملِ کتاب کیا جارہا ہے۔یہ مضمون بروز اتوار،۲۱ ستمبر ۲۰۱۴ء کو ویب سائیٹ www.notanwalisarkar.com/urdu.html سے ڈاؤن لوڈ کیا گیا۔ ویب سائیٹ تیار کرنے والے لاہور کے محترم میاں عرفان بشیر اوراُن کے رفقائے کار کے خصوصی شکریہ کے ساتھ یہ مضمون یہاں پیش کیا جارہا ہے۔واضح رہے کہ اس مضمون میں پروف کی غلطیاں موجود ہیں، جنھیں یہاں درست کرنے کی عاجزانہ کوشش کی گئی ہے۔۔۔ڈاکٹر افضال احمد انور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی المعروف نوٹاں والی سرکار سرگودھا

انسانی زندگی تجربات کا مرکب ہے اور ان تجربات کے حصول میں انسان ہزار ہا لوگوں سے ملتا اور تعلقات استوار کرتا ہے۔کچھ لوگ نگاہوں میں ہمیشہ سے رہتے ہیں اور بیشتر نگاہوں سے اوجھل ہونے پر فراموش کر دیے جاتے ہیں، لیکن وہ لوگ جو یادوں میں اپنا مستقل مسکن بنائے رکھتے ہیں، وہ تنہائی کے لمحات میں بھی اپنی مہک اور رنگینی بکھیرتے رہتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کا تعلق روح سے استوار ہو چکا ہوتا ہے۔وہ ہستی، قناعت اور استقامت کا پیکر اور نفسِ مطمئنہ کا مجسم ثبوت ہے جن کا ہر قدم اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے احکامات کے مطابق اٹھتا تھا، جن کی محفل میں ہمیشہ تمام حاضرین کے لیے محبت کا اظہار ہوتا، بالآخر وہ صبر آزما وقت بھی آن پہنچا جب محبتوں کا وہ پیامبر اپنی جادونگری لپیٹ کر نئی بستی بسانے کے لیے رخصت ہو گیا۔کیا اب کوئی ہر صبح آنے والے شخص کو پُرتپاک

Marfat.com

انداز سے گلے لگا کر اس کے تمام دکھ اپنے اندر سما لے گا؟ کیا اس کے چہرے پر بھی وہی مسکراہٹ سجی ہوگی جو بہتی آنکھوں کو خوشی کی نوید سنا سکے۔ یقیناً ایسا کوئی دوسرا نہ ملے گا۔ حضور میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ نے اپنی محبت کے بے پناہ خلوص کی جس چھاؤں میں عرصہ زائد از نصف صدی ہمیں اپنی چھاؤں میں رکھا۔ آج ہم خود کو کڑکتی دھوپ میں برہنہ سر و برہنہ پا کھڑا پاتے ہیں' لیکن حضورؒ کا فیض ہم سب چاہنے والوں پر سایہ فگن ہے اور تا قیامت سایہ فگن رہے گا۔ اِن شاءاللہ۔

اس مومن ہستی نے دین سے نابلد مجھ جیسے شخص کو بتایا کہ شبِ نور کیا ہے؟ ہمارے دل کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں جس کا پیار اور جذبہ اپنائیت موجزن ہے۔ وہ بھلا کس طرح اس پر خلوص فرشتہ صفت انسان کو فراموش کر سکتا ہے۔ اس شخص نے اداس لوگوں سے پیار کرنا سکھایا جس نے بے کیف لمحات کو رنگین بنایا۔ جس نے محبتوں کے پھول اُگائے۔ جس نے خزاں میں بہار رقم کرنے کا ملکہ حاصل کر رکھا ہو۔ جس نے گلوں کی خوشبو کو قید کرنے کا سحر از بر کر رکھا ہو۔ لاکھ کوشش کریں مگر اس شخص کی محبت کے اتنے گرداب ہیں کہ ان سے نکلنا عبث ہے' لہٰذا اس جہانِ فانی میں اگر کوئی شخص ایسا ہو' جو دبے پاؤں آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہو اور عزیز از جان ہستی کا روپ دھار گیا ہو تو اس کے لیے اس سے اذیت ناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ زندگی سے قیمتی شئے کو اپنے سے دُور جاتے ایک پر ملال بے بس تماشائی کی حیثیت سے دیکھتے رہیں۔ ہماری آنکھیں بہہ رہی ہوں' دل رو رہا ہو' مگر لب و دست بے جان ہوں کہ آپ کی دسترس میں وہ گوہرِ بے بہا' نہ ہو' جس کے عوض ان کو ہمیشہ ظاہری حیات میں اپنے پاس رکھنے کا اہتمام کیا جا سکے۔

آیئے حضور میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی حیاتِ ظاہری کے چند پہلوؤں کا ذکر کر کے ان کی یادوں کی شمع اپنے دلوں میں روشن کرتے ہیں۔ حضور میاں صاحبؒ کا چہرہ نورانی جس پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی تھی' کیونکہ حضور میاں صاحبؒ ہمیشہ ہمہ وقت باوضو رہتے۔ آپ جتنا میاں حضورؒ کے بارے میں سوچتے جائیں اور جانتے جائیں تو حضورؒ کی شخصیت کے وہ متعدد مخفی پہلو عیاں ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ تہہ در تہہ ایک ہمہ گیر اور یگانۂ روزگار فرد کا پتہ دیتا ہے۔ ایک ایسا سورج جو طمع و لالچ' خود غرضی و حسد کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نویدِ صبح کی علامت ہے' جو اپنوں اور غیروں سب کے لیے یکساں چشمہ فیض ہے۔ ایک ایسا شجرِ سایہ دار جس کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کے سایہ میں کس نے پڑاؤ ڈالا اور کس نے اس کے سایہ کی تقسیم کا ساز چھیڑا۔ ایک شخصیت جسے کسی قسم کا کوئی طمع اور لالچ نہ ہو جو دنیاوی جاہ و حشم کو کوئی اہمیت نہ دیتی ہو۔ جس کے نزدیک صرف اور صرف اجتماعی بھلائی اور ہر مستحق شخص کو فیض پہنچانے کا نہ صرف یہ

Marfat.com

کہ جذبہ ہو بلکہ اس کے لیے عملی جدوجہد اور ذاتی کوششوں کا بھی دخل ہو اور ایسی تگ ودو، جس کی مثال نہ ملتی ہو۔

اک شخص جزیرہ رازوں کا، ہم سب اس میں رہتے ہیں
اک گھر ہے اس کی یادوں کا، ہم سب اس میں رہتے ہیں

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی ولادت باسعادت پانی پت (انڈیا) میں ہوئی۔ بچپن میں پرائمری سکول میں پڑھائی کے دوران حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی درگاہ میں حاضر رہتے۔ وہاں صحن میں بڑا کنواں تھا اس سے زائرین اور نمازیوں کے لیے پانی بھرتے۔ مسجد کی صفائی کرتے۔ میاں حضورؒ مادرزاد ولی تھے۔ بوقت تقسیم انڈیا میاں حضور کو بھی دیگر مجذوبوں وفقیروں کے ہمراہ ٹرک میں لاد کر پاکستان بارڈر کے پار پہنچا دیا گیا۔ سرگودھا میں دہلی اور کرنال وغیرہ کے معروف علاقہ جھجھر کے پٹھان خاندان ہجرت کر کے سکونت پذیر تھے۔ ان کے پیرومرشد حاجی فیض محمد خان صاحبؒ (مزار علاقہ سوات مینگورا سے آٹھ دس کلومیٹر فاصلہ پر کانجو نامی گاؤں میں واقع ہے۔) وہ بھی دہلی سے سرگودھا تشریف لے آئے۔ جھجھر کے پٹھان خاندان کے سرکردہ اصحاب نے حاجی فیض محمد صاحبؒ کے اپنے آبائی وطن سوات رخصت ہونے پر دریافت کیا کہ پیرومرشد کی عدم موجودگی میں ان کی کون مشکل وقت میں شنوائی کرے گا تو حضرت فیض محمد خانؒ نے فرمایا اور پیش گوئی فرمائی کہ ان کا ایک ''بگڑ'' آئے گا' جو اُن کی حق رسی کرے گا' لہٰذا حضرت فیض محمد خان صاحبؒ کے رخصت ہونے پر حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ سرگودھا تشریف لائے اور مسجد افغاناں (پٹھانوں والی مسجد) میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے تو بہت سخت گیر مجذوب تھے۔ لیکن 1957ء میں فرمایا ''میں ظاہر ہو چکا ہوں' اس کے بعد اکثر و بیشتر جذب کی حالت سے باہر آ کر عام معمولاتِ زندگی بسر فرمانا شروع کر دیے۔ حضرتِ بوعلی قلندرؒ نے ہی میاں حضور کی ملاقات حضرت بابا ولایت علی شاہ قلندرؒ سے کرائی (۔۔۔کذا۔۔۔کرائی) جن کا مزار ملیر' کراچی میں ہے۔ جن کو حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ سائیں سنولی والی سرکارؒ (کے نام) سے یاد فرماتے۔ ان سے میاں صاحبؒ کو روحانی فیض حاصل ہوا۔ جناب حضرت ولایت علی قلندرؒ کا سوا سو سال کی عمر میں وصال ہوا۔ میاں صاحب اکثر سرگودھا سے کراچی حضرت ولایت علی قلندرؒ کی درگاہ پر حاضری دیتے حتیٰ کہ راقم الحروف کی شادی (1963ء) کے بعد (راقم کو) بھی ہمراہ بیگم' خود (اُن کے) آستانہ پر حاضری کی ہدایت دی تھی۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کا سلسلہ خلافت حضرت سائیں توکل شاہؒ انبالہ (انڈیا) سے ملتا ہے۔ پاکستان ہجرت کے بعد حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ نے مغل پورہ (لاہور) کے قبرستان کے پاس اینٹوں کے بھٹہ' جو بند ہو چکا ہے وہاں ایک خستہ حال کمرہ میں قیام فرمایا۔

Marfat.com

لاہور کچھ عرصہ قیام کے بعد چنیوٹ تشریف لے آئے۔ اس دوران فیصل آباد اور سرگودھا آنا جانا شروع کر دیا۔ بالآخر جھجھر کے خاندان کے بزرگ محسن خان (ریٹائرڈ پولیس آفیسر والدِ محمد اسلم خان) اور حضرت حاجی فیض محمد خان صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ نے کوٹ فرید روڈ پر واقع مسجد افغاناں (مسجد پٹھاناں والی) کے ملحقہ حجرہ مع سہ دری میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپؒ مجرد تھے۔ کبھی شادی نہ کی۔ آپؒ کے والد مولوی عبدالمجید صاحب حیات تھے جو چنیوٹ سے ملنے آتے تھے۔ جہاں ان کی دوسری زوجہ سے اولاد کا رویہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ سے کبھی اچھا نہ رہا۔ حتیٰ کہ ایک سوتیلے بھائی کے ایک فرزند نے ہی حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کو جب وہ مسجد میں سوئے تھے' پستول کی گولی کنپٹی میں مار کر شہید کر دیا۔

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کی وصیت کے مطابق مسجد سے ملحقہ جگہ پر مزار بنا' جو اَب ایک عالی شان مسجد اور پُرشکوہ دربار کی صورت میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے خصائل اور بود و باش موجودہ دور کے خانقاہی نظام کے بزرگوں سے بالکل مختلف تھے۔ اس دور میں صوفیائے کرام عموماً قیمتی لباس پہنتے' اعلیٰ مرغن غذائیں تناول فرماتے اور پرتعیش زندگی اعلیٰ عمارات میں گزارتے ہیں۔ مریدین سے علیحدہ خود اونچی جگہ پر براجمان ہوتے جبکہ مریدین نیچے پاؤں کے قریب بٹھائے جاتے ہیں۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کا وطیرہ بالکل مختلف رہا۔ تمام زندگی ایک کرتا اور تہبند میں' جاڑا گرمی برسات اسی میں گزارتے۔ اپنے عقیدت مندوں کو اوپر پلنگ پر بستر لگوا کر دیتے اور خود نیچے فرش پر بیٹھے رہتے۔ آپؒ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ باہر سے کوئی نامعلوم شخص اگر شرفِ ملاقات کے لیے آتا تو پہچان نہ پاتا کہ پیر صاحب کون ہیں اور مرید کون ہے؟ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ مسجد کو ہر روز پانی' اور جھاڑو سے صاف کرتے۔ حتیٰ کہ وضو کی نالی اور بیت الخلا کی بھی صفائی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ باہر کے گٹر میں جہاں گندہ پانی جمع ہوتا وہ باہر نکال کر خالی کرتے۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ بہت کم کھاتے ماہِ رمضان کے علاوہ تمام سال اکثر و بیشتر ایام میں روزے رکھتے۔ سعودی عرب سے لائی گئی کھجور کا تھوڑا سا ٹکڑا لے کر روزہ افطار فرماتے اور نمازِ مغرب کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے۔ مسجد کے صحن میں دسترخوان بچھا کر طلبا' مزدور اور حاضرین دربار کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ چائے اور پان کا شوق آخر دم تک رہا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حقہ پینا معمولاتِ زندگی میں شامل تھا۔ اکثر حاضرین مجلس کو بھی حقہ پینے کے لیے بڑھا دیتے' حتیٰ کہ خود چلم بھر کر دوسرے معتقدین کو حقہ پلاتے۔ حقہ پینے والے کی' حقے کا' کش لگانے کے بعد کیفیت ہی کچھ اور ہوتی۔ جذب کی کیفیت کے دوران آپ کے منہ سے جو الفاظ نکلتے وہ بہت تند و تیز انداز گفتگو ہوتا مگر اس کی کسی کو سمجھ نہ آتی کہ

Marfat.com

کیا فرمایا ہے' کیونکہ ہمیں تمام الفاظ کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنے سے مفہوم سمجھ میں آتا ہے' لیکن انھی الفاظ کو بے ربط طریقہ سے ادا کرنے سے کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کو ایک نئی طرز کی بولی یا نئی زبان کہا جاسکتا ہے' لیکن اس کا مفہوم جاننے والی مخلوق کوئی اور ہوگی جس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ بعض اوقات جلال میں آکر بے نقط گالیوں سے بھی نوازا جاتا بلکہ ایک دو' دو تھپڑ بھی رسید کردیے جاتے لیکن اس کا بھی مخاطب کوئی اور ہوتا۔

ماہِ رمضان میں سحر و افطاری کا مسجد میں خصوصی اہتمام کراتے۔ ختم قرآن 27 رمضان اور بارہ ربیع الاول کو دیگیں پکوا کر لنگر عام تقسیم ہوتا۔ کئی لوگوں کے گھروں پر کھانا بھجوایا جاتا۔ یتیم' بیواؤں اور سکول کے امتحان دینے والے بچوں کے لیے بے حد شفیق تھے اور ان کی مالی امداد بھی فرماتے۔ عید الفطر' عید الاضحیٰ پر نئے کپڑے شیروانی ٹوپی ہلکے نیلے آسمانی رنگ کا کرتا یا قمیص' سفید شلوار' تہبند رنگین چار خانوں والی' زیبِ تن فرماتے۔ نئے کپڑے صرف سنت پوری کرنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے زیب تن فرماتے' پھر اتار کر گٹھڑی میں باندھ کر رکھ دیتے یا پھر کسی کو عطیہ فرما دیتے۔ نوٹاں والی سرکار یوں مشہور ہوئے کہ اکثر عقیدت مند جو رقم بطورِ نذرانہ پیش کرتے وہ جمع ہو کر زرِ کثیر لاکھوں میں بن جاتا۔ اس کو بینک بھجوا کر ہر ہفتہ نئے نوٹوں میں تبدیل کرایا جاتا اور پھر ان نئے نوٹوں کی گڈیوں کے اوپر خاص خاص لوگوں سے دستخط کروائے جاتے۔ بعض وقت قریب بیٹھے تمام لوگوں سے بھی دستخط کروا لیے جاتے۔ اس راز کا علم انھیں ہی تھا' لیکن یہ ضرور ہے کہ اتنی کثیر رقم ان کے پاس ہونے کے باوجود اسے کبھی اپنی ذات پر خرچ نہ کیا بلکہ مسجد' لنگر یا کسی مالی امداد پر صرف ہوتی دستخط کے بعد عام دھوتی میں وہ نوٹوں کی گڈیاں باندھ کر حجرہ کے کونوں میں ڈال دیتے۔ شاید اتنی کثیر رقم کی جھلک دکھلا کر بھتیجے کی نگاہوں میں لالچ پیدا ہوا اور کچھ رقم جو رات سوتے ہوئے مسجد میں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کے سرہانے رکھی تھی اس کو لوٹنے کے لیے پستول کی گولی مار کر شہید کردیا اس طرح نوٹوں کو اپنی شہادت کا ذریعہ بنالیا۔ سہ دری کے دونوں جانب حجروں اور دیگر کمروں میں لائٹیں روشن کروا کر رکھی جاتی تھیں۔ نیز اکثر تصاویر اور اشیا جو ایک حجرہ یا سہ دری میں رکھی ہوتیں ان کی جگہ ادھر سے اُدھر تبدیل فرماتے رہتے۔

چائے پینے کے شوقین تھے۔ حضور کو چائے پرچ پیالی میں پیش کی جاتی۔ آپؒ شہادت کی انگلی چائے کی پیالی میں ڈبو کر اس تر انگلی کو دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ چائے پیالی سے پرچ میں انڈیل کر نوش فرماتے اور نصف پیالی چائے پی کر برابر بیٹھے کسی بھی حاضر مجلس کو پینے کے لیے دے دیتے تھے۔ برف تمام سال سہ دری میں رہتی۔ اس کا شربت جاڑوں میں بھی بنوا کر پلواتے موسم سرما میں سہ دری میں آگ جلی رہتی اس میں لکڑیاں جلائی جاتیں اور اس کے قریب بیٹھے ہاتھ سینکتے رہتے اور دیگر قریب بیٹھے افراد بھی گرمائش حاصل کرتے۔ ہر روز' دن میں کئی بار کلامِ حکیم' قرآنِ مجید کی

Marfat.com

تلاوت فرماتے۔ صبح کے وقت خاص طور پر یہ آپ کا معمول تھا۔ بعض اوقات نمازوں میں خود امامت فرماتے لیکن بیشتر امام کے پیچھے آخری صف میں بائیں طرف کونے میں اپنی علیحدہ جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرتے۔ اس طرح معلوم ہوتا کہ گویا آپ نادیدہ مخلوق کی خود امامت کروا رہے ہیں۔ اکثر کسی خاص منظورِ نظر کو اپنے پاس دائیں جانب بٹھا کر نماز پڑھنے کو کہہ دیتے۔ نماز کی امامت اور تلاوتِ قرآن حکیم میں کبھی غلطی نہ ہوتی جس طرح عام گفتگو میں مختلف قسم کی بے ربط زبان میں ادائیگی فرماتے۔ اکثر شب خیزی کا عالم رہتا۔ اکثر راتوں کو اپنے قریب سونے والوں کو اُٹھا کر فرماتے کہ ''مسجد میں جا کر نفل پڑھ آ''۔ رات کو بھی حقہ اور چائے کا دور چل جاتا۔ سرگودھا شہر میں جانب خوشاب جاتی نہر میں اکثر غسل فرمانے تشریف لے جاتے۔ اس کے علاوہ لاہور جاتے ہوئے شیخوپورہ شہر سے آٹھ نو میل فاصلے پر بڑی نہر پر رک کر اکثر غسل فرمایا کرتے۔ اکثر کوئی معتقد اگر کراچی' لاہور' فیصل آباد یا کسی بھی شہر سے شرفِ ملاقات کے لیے روانہ ہوتا' تو سرگودھا مسجد میں اس کی آمد کا متعدد بار ذکر پہلے ہی کر دیتے۔ کوئی معتقد اگر کوئی تمنا یا آرزو دل میں لے کر آتا تو حضور میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کو معلوم ہو جاتا اور خود اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی جواب دے دیتے۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ اس کرۂ ارض پر کسی بڑے روحانی منصب پر فائز تھے' لیکن کبھی اپنی زبان سے اپنی مرتبت اور منزلت کو نہ جتلایا' ورنہ کسی کو ذرا کچھ حاصل ہو جائے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اپنی تعریف و توصیف کے خود ہی (گُن گانا) شروع کر دیتا ہے جبکہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ میں جذب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا' اور خود کو میلے کچیلے کپڑوں میں چھپائے رکھا۔ یہی وہ گدڑیوں کے لعل ہیں' جنھیں دنیا سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے ولی ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ بندے دنیا کی رغبت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ان بندوں کے ہاتھ کان اور آنکھ اللہ تعالیٰ کی ہو جاتی ہے جس سے دنیا و مافیہا کی ہر چیز کو چھو سکتے ہیں۔ دنیا جہان کی ہر بات دور بیٹھے سن سکتے ہیں اور مخفی ہر چیز دیکھ سکتے ہیں۔ وہ مُشک کی طرح مہکے اور ہم سب عقیدت مندوں نے ان کی خوشبو محسوس کی۔

۲۔ خاکپائے قلندرؒ: ڈاکٹر محمد محی الدین قاضی

پی ایچ۔ ڈی (امریکہ) سینیئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان منصف و مولف: جج مبرور' محسنِ کائنات' اسلام و جدید مسائل' ہزار سالہ جدوجہدِ آزادی' سوانح نفوسِ قدسیہ مع انساب الانبیاء والصالحین۔

◆◆◆

Marfat.com

۳۔حدیثِ نعمت

حکیم ملک محمد اورنگ زیب

پانی پت کو کفر و دین، حق و باطل کی رزم گاہ ہونے کی وجہ سے تاریخی شہر شمار کیا جاتا ہے، لیکن عاشق الٰہی شاہ شرف الدین بوعلی قلندرؒ کے مسکن کی وجہ سے بھی اسے خصوصی شہرت و شرف حاصل ہے۔ آستانۂ عالیہ کے پروردہ عرفان الست کے متوالے بھی حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ کی سرکردگی میں ایک قافلہ کی صورت میں پاکستان ہجرت کر کے تشریف لائے۔ جن کو قلندرؒ نے لالیاں پہنچایا۔ اور خود لاہور باغبانپورہ کی ایک چھوٹی سی مسجد جو نہر پر واقع تھی 'میں ڈیرے ڈال دیے۔

والدین و اقرباء نے چنیوٹ ضلع جھنگ میں سکونت اختیار کی۔ یاد رہے کہ حضرتؒ کا تعلق بڑا گوشت کرنے والے قصائی قبیلہ سے ہے۔ ہندوستان کے کفر گڑھ میں جہاں گائے کی پوجا کی جاتی ہے وہاں گائے کُشی کا پیشہ اختیار کرنا، مجاہدوں اور جوانمردوں کا کام ہے۔ یہ کام بہادر اور اولوالعزم اور قوی قوم ہی کر سکتی ہے۔ معین (یعنی کمی کاری) کا کام نہیں۔ یہ کام کوئی وہ قوم ہی کر سکتی ہے جو کفر میں بھی بہادر مشہور ہو اور جب مشرف بہ اسلام ہوئی تو اس فریضہ کو ایمان کے طور پر نبھا رہے ہیں۔ یہ راجپوت یا جاٹ ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ کچھ عرصہ چنیوٹ اور پھر کافی عرصہ گوجرہ میں قیام پذیر رہے۔ گوجرہ کے قیام کے دوران کشف کرامات کا اظہار عام شروع ہوا۔ اہلیان گوجرہ عطاء و وفا کے رشتے میں منسلک ہوئے۔

قلندر ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جو عربی کے لفظ صدیق کا ہم معنی ہے۔ مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس کو فارسی میں متعارف کرایا۔ یوں یہ لفظ پاک و ہند میں مستعمل ہوا۔ اہل وطن نے قلندروں کی تین اقسام بتائی ہیں۔ قلندران مہری۔ قلندران دہری و قلندران قہری۔ قلندران مہری آبادی سے دور قبرستان کے کنارے اپنا تکیہ بناتے ہیں۔ عدلیہ کے امور ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ قلندران دہری اکثر گشت و گردآوری یعنی ''سیر فی الارض'' میں رہتے ہیں۔ قلندر قہری سنسان جنگلوں یا سنگلاخ پہاڑوں میں قیام کرتے ہیں۔ قانون کے امور ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ قلندران دہری میں ایک قلندر اعظم ہوتا ہے۔ دو نائب ہر وقت اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بڑے کشف و کرامات کا مالک ہوتا ہے۔

فقر حقیر راقم 1965ء میں وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر بطور ہیڈ ٹکٹ کلکٹر تعینات تھا۔ جنگ ہندی ہونے کے

Marfat.com

دوسرے روز حضرت میاں عبدالرشید قلندرؒ وزیر آباد تشریف لائے۔ محسن خان اور محمد شریف آپ کے ساتھ تھے۔ ملک بشیر احمد چیف پارسل کلرک جو اس سے پہلے لائل پور پارسل کلرک رہا تھا اور سرکار سے متعارف تھا' نے میری ملاقات آپؒ سے کرائی۔ یوں میاں حضورؒ سے میرا تعلق خاطر پیدا ہوا۔

بیعت کی کئی اقسام ہیں: مثلاً بیعتِ جہاد۔ بیعتِ ہدایت۔ بیعتِ حقیقی۔ بیعتِ رسمی۔ بیعتِ ضلالت (پیر بھی گمراہ اور مرید بھی گمراہ۔) قلندر بیعتِ حقیقی کرتے ہیں۔

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو گئے

کچھ دنوں کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی میری تبدیلی لائل پور (فیصل آباد) ہو گئی۔ پھر کیا تھا کرم وعطاء کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ڈیوٹی سے فارغ ہوتے ہی طلبی ہو جاتی اور صحبت کی نعمت سے فیض یاب ہوتے رہے۔

راقم 'ایک دفعہ حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ سٹیٹ بینک فیصل آباد گیا۔ بینک سے فارغ ہو کر کمروں سے باہر نکلے تو میاں صاحبؒ نے ایک توت کے ٹنڈ منڈ درخت کے تنے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر اس ہاتھ کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ جیسے کہ کوئی چیز جیب میں ڈالی ہے۔ یہ سردی کا موسم تھا۔ سردیوں میں توت کے درختوں کی شاخیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ چلتے چلتے کچہری بازار کی طرف چل نکلے۔ کچہری بازار میں ہم آسکو میوزیم کی طرف جا رہے تھے کہ سامنے سے حضرت مولانا مجاہد الحسینی تشریف لا رہے تھے۔ مولانا سے میرے نیاز مندانہ مراسم ہیں۔ سلام دعا ہوئی۔ حضرت میاں صاحب سے مولانا کا تعارف کرایا ہی تھا کہ آپ نے اپنی جیب سے کچھ نکال کر حضرت میاں مجاہد صاحب کے منہ میں ڈال دیا۔ مولانا کھا گئے۔ اور جدا ہوئے۔ چند دنوں کے بعد جب مولانا سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے کہا کہ اس روز حضرت میاں صاحب نے میرے منہ میں شہتوت کا دانہ ڈالا تھا جو کہ اتنا لذیذ اور خوشبودار تھا کہ مَیں اسی وقت فوراً کچہری بازار کے شروع میں جو پھلوں کی دوُ دکانیں ہیں' ان پر گیا کہ یہ کوئی بازار میں نایاب شہتوت آیا ہے۔ کیوں نہ بچوں کیلئے تحفہ لے کر گھر جائیں۔ دکانداروں سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ابھی شہتوت کا موسم نہیں آیا۔ مَیں گھنٹہ گھر کے پاس شہر کی سب سے بڑی دکان پر گیا۔ کہ شاید وہاں سے حضرت میاں صاحبؒ نے لیا ہو۔ دکاندار سے جان پہچان تھی وہ کہنے لگا کہ مولانا! اس موسم میں تو شہتوت کے درخت کے ساتھ پتے بھی نہیں ہوتے۔ آپ پھل کی بات کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا اس کے بعد آپؒ کے گرویدہ ہو گئے۔ اکثر ملاقاتوں میں عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے ہیں گویا کہ جنت کا شہتوت توڑ کر منہ میں ڈال دیا۔ یہ فقیر کی رسائی اور تصرف کا کرشمہ

Marfat.com

ہے۔ سردیوں کی شب تقریباً ایک بجے حضرت میاں صاحب سرگودھا میں اپنے آستانہ عالیہ پر پانی کے پائپ سے مسجد اور آستانہ کے صحن کو دھو رہے تھے۔ سعید خان کو جھاڑو دے رکھا تھا۔ چاندی شاہ نامی درویش یہاں رہا کرتے تھے۔ وہ آ گئے۔ انھوں نے پوچھا میاں حضور اس وقت یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرمایا: چپ کرو چاندی شاہ بلائیں ٹال رہا ہوں۔ آفت کو آگے بھیج رہا ہوں۔ دوسرے روز اخباروں میں آیا کہ چین میں آدھ آدھ کلو کے اولے پڑے ہیں۔ بڑی تباہی ہوئی گردش گردوں میں تصرف کرنے والے کو "قیوم دوراں" نہ کہا جائے تو اور کیا نام دیا جائے۔

1985/86 سے پہلے حضرت میاں صاحبؒ اکثر سیر و تفریح میں مشغول رہتے تھے۔ رات سرگودھا، صبح فیصل آباد، وہاں سے کبھی لاہور چند روز کے بعد کبھی خانیوال، کبھی جھنگ، گاہے بگاہے پندرہ بیس غلاموں کو ساتھ لیکر کراچی تشریف لے جاتے۔

1986ء کے بعد ہم نے دیکھا کہ آپ اکثر اوقات آستانہ عالیہ پر ہی قیام فرماتے۔ سرگودھا شہر کا گشت بھی کم ہو گیا، حتیٰ کہ 1990ء کے بعد آستانہ عالیہ کی حویلی سے باہر نکلنا بھی موقوف ہو گیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ سرکارؒ کی ڈیوٹی بدل گئی ہے احقر نے اپنے فیصل آباد والے دوستوں کو عرض بھی کر دیا کہ اب حضرت میاں صاحبؒ غالباً قطب مدار کے جلیل القدر مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ تا آنکہ ایک روز اتفاق سے ہم آستانہ عالیہ پر سہ دری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اُٹھ کر اعلان فرمایا "ہم قطب مدار ہیں"۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو تصوف کی دنیا میں سلطان الہند سے ملقب کیا جاتا ہے اور حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندرؒ کو بخشیِ ہند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بخشی وزیر خزانہ کو کہا جاتا تھا۔ آج بھی انگریز کی اصطلاح میں ضلع خزانہ کو بخشی خانہ کہا جاتا ہے۔ کرنسی کے اتار چڑھاؤ اور نوٹوں کی تبدیلی حتیٰ کہ سٹیٹ بینک کے گورنر کی تبدیلی کا آپؒ اکثر پیشگی اعلان فرما دیا کرتے تھے۔ معمول تھا کہ اپنے پاس سے پرانے نوٹ سٹیٹ بینک فیصل آباد بھیج کر وہاں سے نئے نوٹ منگوائے جاتے اور اپنے متعلقین سے ان نوٹوں پر دستخط کروائے جاتے۔ پھر ان کو سرگودھا کے کسی بینک میں دے کر بدلوا لیا جاتا۔ پھر پرانے نوٹوں پر بھی گاہے دستخط کروائے جاتے اور تین چار لاکھ کے نوٹوں کا یہ چکر چلتا رہتا۔ ایک دفعہ سٹیٹ بینک کے افسروں نے انکار کر دیا۔ دوسرے روز کلرکوں نے ہڑتال کر دی۔ اور افسروں کو کلرکی کرنی پڑ گئی۔ پھر چند روز کے بعد جب ہمارا نمائندہ بینک میں گیا تو افسروں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور نوٹ بدل کر دے دیے۔

بندہ نے ایک دفعہ آستانہ کی مسجد میں حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے حضرت میاں محمد صاحب کے سیف

Marfat.com

الملوک کا ایک شعر

پیر مرا ہے دمڑی والا پیراے شاہ قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا دوہاں جہاناں اندر

کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مرشدِ کریم حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے اس طرح پڑھا:

پیر مرا ہے زلفوں والا میاں رشید قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا دوہاں جہاناں اندر

میاں حضورؒ نے سنا تو فوراً فرمایا کہ اس طرح کہو "نوٹوں والا۔" مَیں نے تبدیلی کے ساتھ یہ شعر یوں پڑھا:

پیر مرا ہے نوٹوں والا پیر رشید قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا دوہاں جہاناں اندر

پھر یہ معمول بن گیا کئی دفعہ سنا اور پسند فرمایا۔

(محمد اورنگزیب حکیم، حدیثِ نعمت (مضمون) مشغولہ ماہنامہ نظامِ جمہوریت سرگودھا جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 8، مئی 2000ء، ص -- 11 تا 14)

◆◆◆

۴۔ حضرت میاں عبدالرشیدؒ

محمد اسلم خان غوری (ایس ایس پی)

میرا یقین ہے کہ مادیت پرستی کے اس دور میں بزرگوں کے دربار اور صحبت ہی واحد ذریعہ ہے جو ہمارے ذہن اور رُوح کو سنوار سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ اپنی طرف رجوع ہونے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ انھی اولیاء اللہ میں ایک ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں، جنھوں نے کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیے تھے۔ وہ اُمّی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو علمِ لدنّی سے نوازا تھا۔ میری مراد قطبِ مدار، قیوم زماں اور قلندرِ اعظم میری سرکار حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید المعروف نوٹوں والی سرکارؒ ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے جن کے فیوض و برکات مجھے ہمیشہ حاصل رہتے ہیں۔ میاں صاحبؒ کا تعلق پانی پت ضلع کرنال (بھارت) سے تھا۔ 1917ء کو آپؒ

Marfat.com

مولوی عبدالمجید صاحب کے گھر پیدا ہوئے آپ مادرزاد ولی تھے۔ انھوں نے بچپن ہی سے دنیا سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ بچپن ہی میں آپؒ سے کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ اکثر وقت حضرت بو علی شاہ قلندر، پانی پتیؒ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری دیتے اور روحانی فیض حاصل کرتے۔ آپؒ نے بچپن ہی میں فرما دیا تھا کہ ہمیں مرشد قلندرؒ نے مانگ لیا ہے۔ اب ہم بقیہ زندگی ان کی خدمت میں گزاریں گے۔ آپؒ سائیں ولایت علی شاہ (سنولی والی سرکارؒ) کے سلسلہ قادریہ سے مستفیض ہوئے۔ آپؒ پر اکثر قلندری رنگ غالب رہتا تھا۔ آپؒ عجز و نیاز، انکساری اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ ان میں تکبر و غرور برائے نام بھی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مجلس میں آنے والے لوگوں کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہاں مرشد کون ہے اور مرید کون ہے؟ آپؒ کا سر گودھا میں کوٹ فرید روڈ پر مزار شریف ہے۔ جہاں ہر وقت لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ آپؒ سے کرامات کا ظہور ہر وقت ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ہمارے جیسے دنیادار لوگوں کو ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ آپؒ بھی اپنے آپ کو دنیا والوں سے چھپا کر رکھتے تھے تاکہ لوگوں کو آپؒ کے بارے میں علم نہ ہو سکے۔ جب آپؒ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو ایک یوم قبل آپؒ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کا صحن، مسجد کی لیٹرینوں کی خوب صفائی کی۔ میرے ایک پیر بھائی ملک غلام جیلانی ٹوانہ صاحب (انسپکٹر رینج کرائمز سرگودھا) اس وقت وہاں موجود تھے۔ انھوں نے عرض کی حضرت آپ جھاڑو اور واٹر ٹیوب مجھے دے دیں۔ میں صفائی کرتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا بیٹے کل میرے کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں ان کے لیے میں خود اپنے ہاتھوں سے صفائی کرنا باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ ہم سوچ میں پڑ گئے کہ آپؒ ایک مجذوب شخصیت ہیں۔ آج تک آپؒ نہ کسی کے آگے جھکے ہیں اور نہ کسی دنیادار کی اتنی تعظیم کی ہے۔ آج کیا وجہ ہے؟ کون کل آنے والا ہے، جن کے لیے حضرت صفائی کا اتنا اہتمام فرما رہے ہیں۔ دوسرے دن صبح جب آپؒ کو چنیوٹ کے رہائشی بدبخت عبدالخالق عرف خالد نامی شخص نے شہید کر دیا تو بہت سے لوگ جن کا تعلق سرگودھا یا گردونواح سے نہیں تھا۔ جنہوں نے سفید لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، تمام لوگ ہم عمر اور باریش تھے، کو وہاں موجود دیکھا۔ انھوں نے آپؒ کی قبر تیار کی غسل دیا حتیٰ کہ تدفین تک کا تمام کام انھوں نے کیا اور وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے جن کا تعلق سرگودھا سے نہیں تھا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت کل جن خاص مہمانوں کا ذکر فرما رہے تھے، وہ یہی مہمان تھے۔

خود میرے متعلق ایک واقعہ جو کہ ملک غلام جیلانی ٹوانہ صاحب نے مجھے بتایا، وہ کچھ اس طرح ہے کہ شہادت سے ایک یوم قبل حضرت نے فرمایا ملک صاحب!

اب ہماری محمد اسلم خان غوری سے ملاقات نہ ہو گی۔ اس کو میرا ایک پیغام پہنچا دینا کہ ہم نے حضور پر

Marfat.com

نور سید المرسلین خاتم النبین رحمت للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں اس کو ایس پی بنانے کی منظوری لے لی ہے۔ ان شاء اللہ وہ بہت جلد ایس پی بن جائے گا۔ اس سے کہنا کہ وہ مسجد میں سفیدی وغیرہ کرادے۔ یہ واقعہ حضورؒ کی شہادت کے بعد ملک صاحب نے مجھے بتایا آج الحمدللہ میں حضورؒ کے کرم سے ایس پی کے عہدہ پر ترقی کر گیا ہوں۔

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا' نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمھارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

یہ واقعات اور یہ کرامات ایک ایسی ہستی سے صادر ہوئیں' جس نے کسی کالج سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی نہ کسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے اور نہ کسی اتالیق یعنی مفتی سے سندِ فضیلت حاصل کی ہوئی تھی' بلکہ وہ اُمّی رسول اکرم ﷺ کے شیدائی تھے اور اُن کے فرامین پر عمل کرنے والے تھے۔ آپؒ نے اپنی تمام زندگی میں بے انتہا سخاوت' صدقہ' خیرات سے کام لیا' اور غریبوں اور بیواؤں کی امداد فرماتے رہے۔ ہمیشہ کی طرح آپؒ کے مزار شریف میں لنگر کا انتظام ہوتا ہے آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یا جن حادثات کا ہم کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے متعلق ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ اس مصیبت میں ہم کیوں گرفتار ہیں؟ اگر ہم ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اپنے گریبان میں جھانکیں اتو ہماری غلطیاں ہماری کوتاہیاں ہمارے اندر موجود ہیں ہمیں صاف نظر آئیں گی میں ایک پولیس آفیسر ہوتے ہوئے یہ بات فخر سے کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنے آپ کو کسی مرشد کے حوالے کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر اور حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلیں تو ہماری اصلاح ہو سکتی ہے۔

(محمد اسلم غوری' پیغام' (مضمون)' خیر پور ٹامیوالی' ماہنامہ خیر البلاد' جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 12' س۔ن' ص: 1 تا 3)

◆◆◆

Marfat.com

شجرۂ مبارکہ (سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ' توکلیہ' رشیدیہ)

الحمدللہ رب العالمین' الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ والدیک والک واصحابک یا حبیب اللہ۔

یااللہ العالمین' یاربّ العالمین' یاارحم الرّاحمین اپنے پیارے حبیبِ پاک' ہمارے آقاومولا

1۔ حضرت محمدِ مصطفیٰ' احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے

2۔ اور امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وسیلے سے

3۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے وسیلے سے

4۔ اور حضرت امام قاسم بن محمدؒ کے وسیلے سے

5۔ اور حضرت امام جعفر صادقؒ کے وسیلے سے

6۔ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے وسیلے سے

7۔ اور حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے وسیلے سے

8۔ اور حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ کے وسیلے سے

9۔ اور حضرت ابوعلی فارندیؒ کے وسیلے سے

10۔ اور حضرت خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانیؒ کے وسیلے سے

11۔ اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے وسیلے سے

12۔ اور حضرت خواجہ محمد عارف ریوکریؒ کے وسیلے سے

13۔ اور حضرت خواجہ محمود الخیرؒ کے وسیلے سے

14۔ اور حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ کے وسیلے سے

15۔ اور حضرت خواجہ محمد باباسماسیؒ کے وسیلے سے

16۔ اور حضرت شمس الدین سیّد امیر کلالؒ کے وسیلے سے

Marfat.com

17۔ اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے وسیلے سے
18۔ اور حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے وسیلے سے
19۔ اور حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے وسیلے سے
20۔ اور حضرت مولانا محمد زاہد وخشیؒ کے وسیلے سے
21۔ اور حضرت خواجہ درویش محمدؒ کے وسیلے سے
22۔ اور حضرت خواجہ امکنگیؒ کے وسیلے سے
23۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے وسیلے سے
24۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وسیلے سے
25۔ اور حضرت خواجہ معصومؒ کے وسیلے سے
26۔ اور حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے وسیلے سے
27۔ اور حضرت خواجہ محمد عابدؒ کے وسیلے سے
28۔ اور حضرت خواجہ محمد محسنؒ کے وسیلے سے
29۔ اور حضرت سید نور محمد بدایوانیؒ کے وسیلے سے
30۔ اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے وسیلے سے
31۔ اور حضرت شاہ غلام علیؒ کے وسیلے سے
32۔ اور حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے وسیلے سے
33۔ اور حضرت محمد شریف قندھاریؒ کے وسیلے سے
34۔ اور حضرت حاجی محمود شاہؒ کے وسیلے سے
35۔ اور حضرت خواجہ قادر بخشؒ کے وسیلے سے
36۔ اور حضرت سائیں توکل شاہؒ کے وسیلے سے
37۔ اور حضرت خواجہ محبوب عالمؒ کے وسیلے سے
38۔ اور حضرت ملائے رولاؒ کے وسیلے سے
39۔ اور حضرت خواجہ ادولکؒ کے وسیلے سے

Marfat.com

40۔ اور حضرت محمد شاہ عالمؒ کے وسیلے سے

41۔ اور حضرت حاجی فیض محمد خانؒ کے وسیلے سے

42۔ اور حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے ہماری حاضری، ختمِ پاک اور تمام دعائیں قبول فرما۔ آمین! بحرمتِ سید العالمین۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّمْ۔

◆◆◆

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

(علامہ اقبالؒ)

Marfat.com

نگار خانۂ عظمت

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

قلندرِ اعظم، قیّومِ دوراں، قطبِ مدار
حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی
(1965ء کی یادگار تصویر)

Marfat.com

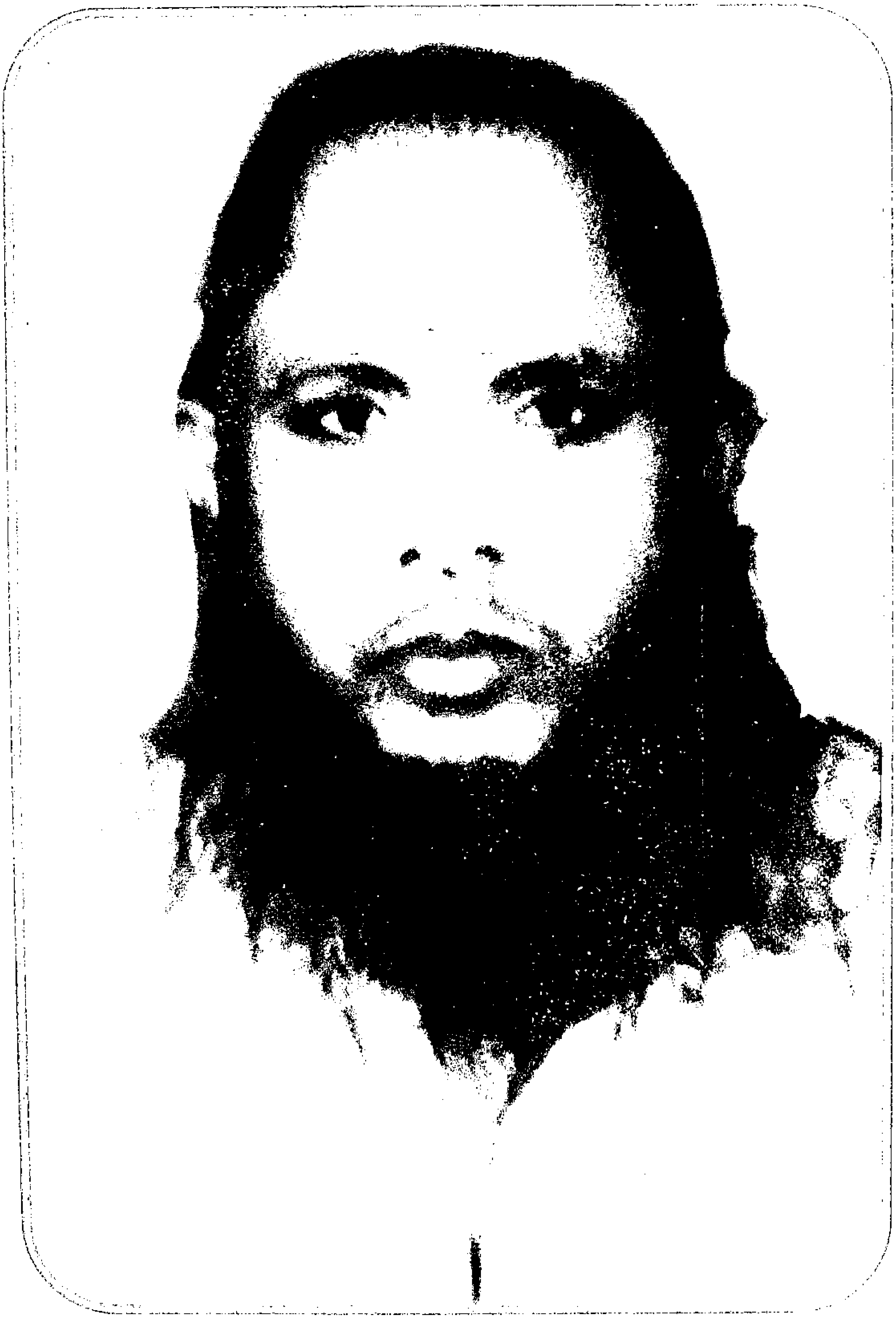

قلندرِ اعظم حضرت میاں عبدالرشیدؒ ——— جوانی میں

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی

Marfat.com

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی

Marfat.com

میاں حضورؒ پانی کی تیز دھار سے مسجد دھوتے ہوئے

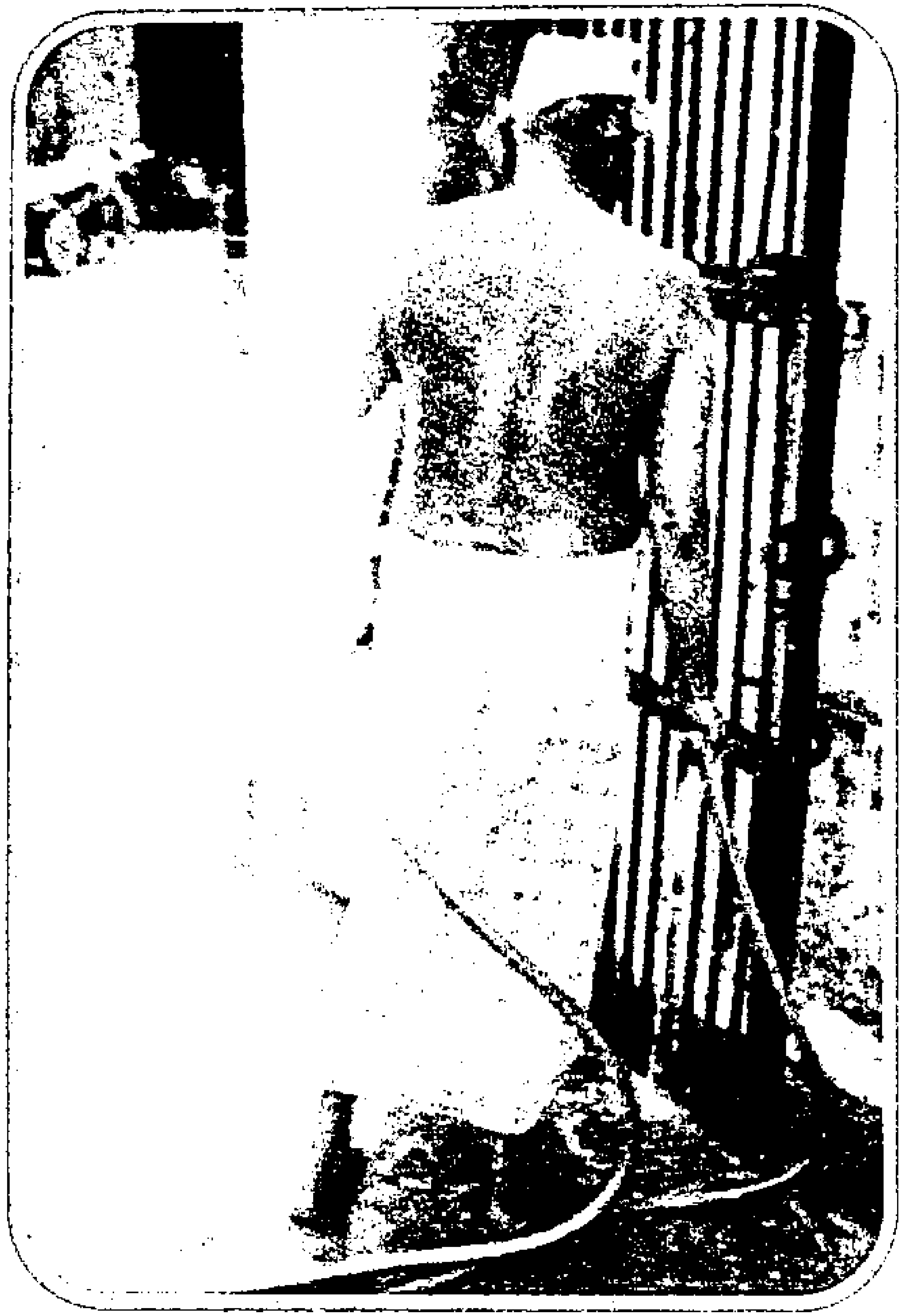

حضرت میاں صاحبؒ پرانی مسجد کا بیرونی گیٹ دھوتے ہوئے

Marfat.com

نوٹوں والی سرکار، قلندرِ اعظم حضرت میاں عبدالرشیدؒ پانی پتی

میاں حضورؒ تہہ بند مبارک نچوڑتے ہوئے

Marfat.com

میاں حضورؒ سِدری میں تشریف فرما ہیں

قلندرِ اعظم میاں صاحبؒ دونوں ہاتھوں میں ٹائم پیس اُٹھائے ہوئے

Marfat.com

حضرت میاں صاحبؒ ـــــ توجہ فرمانے کا ایک انداز

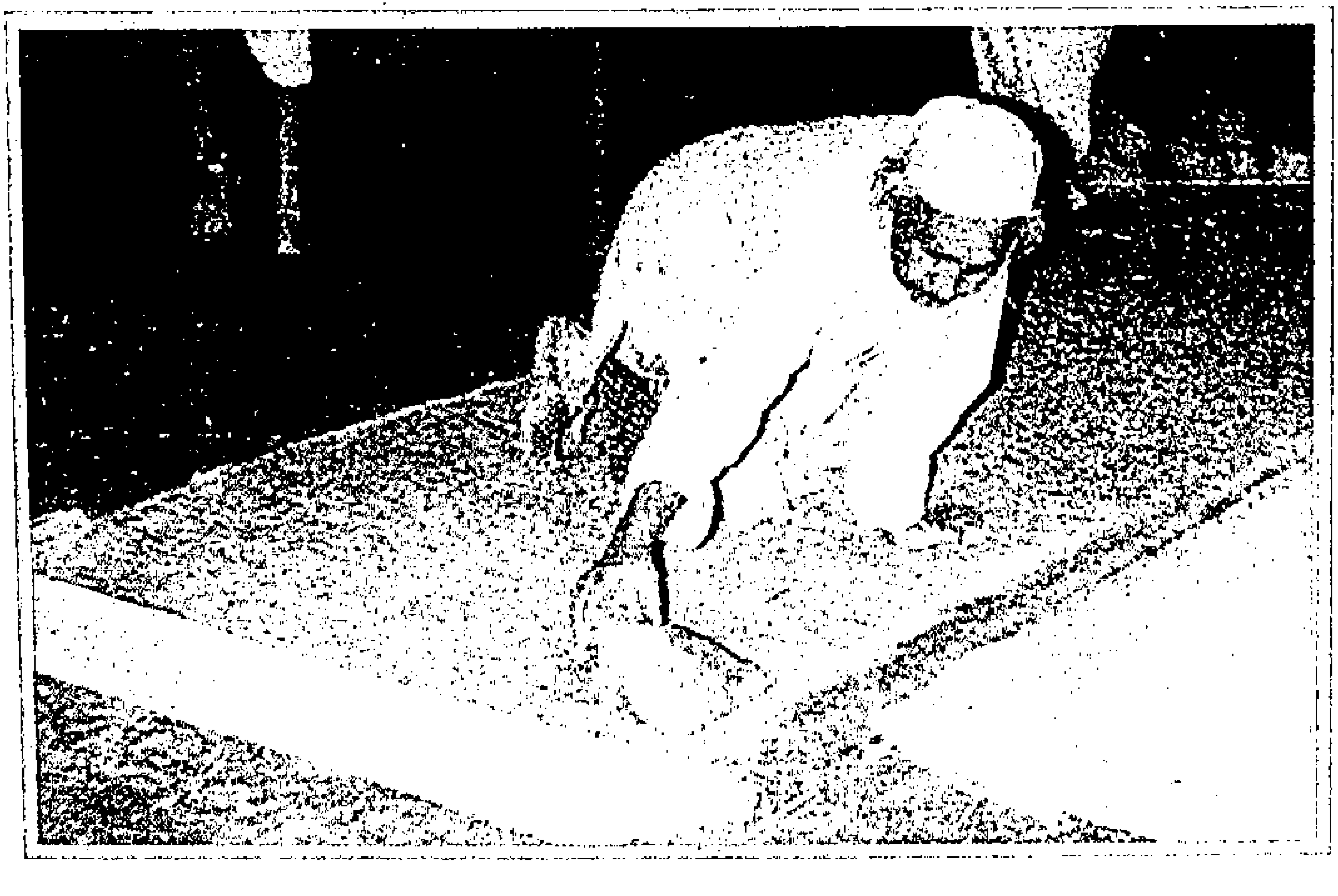

میاں حضورؒ مسجد کی صف پر ـــــ قلندرانہ انداز کے ساتھ

Marfat.com

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

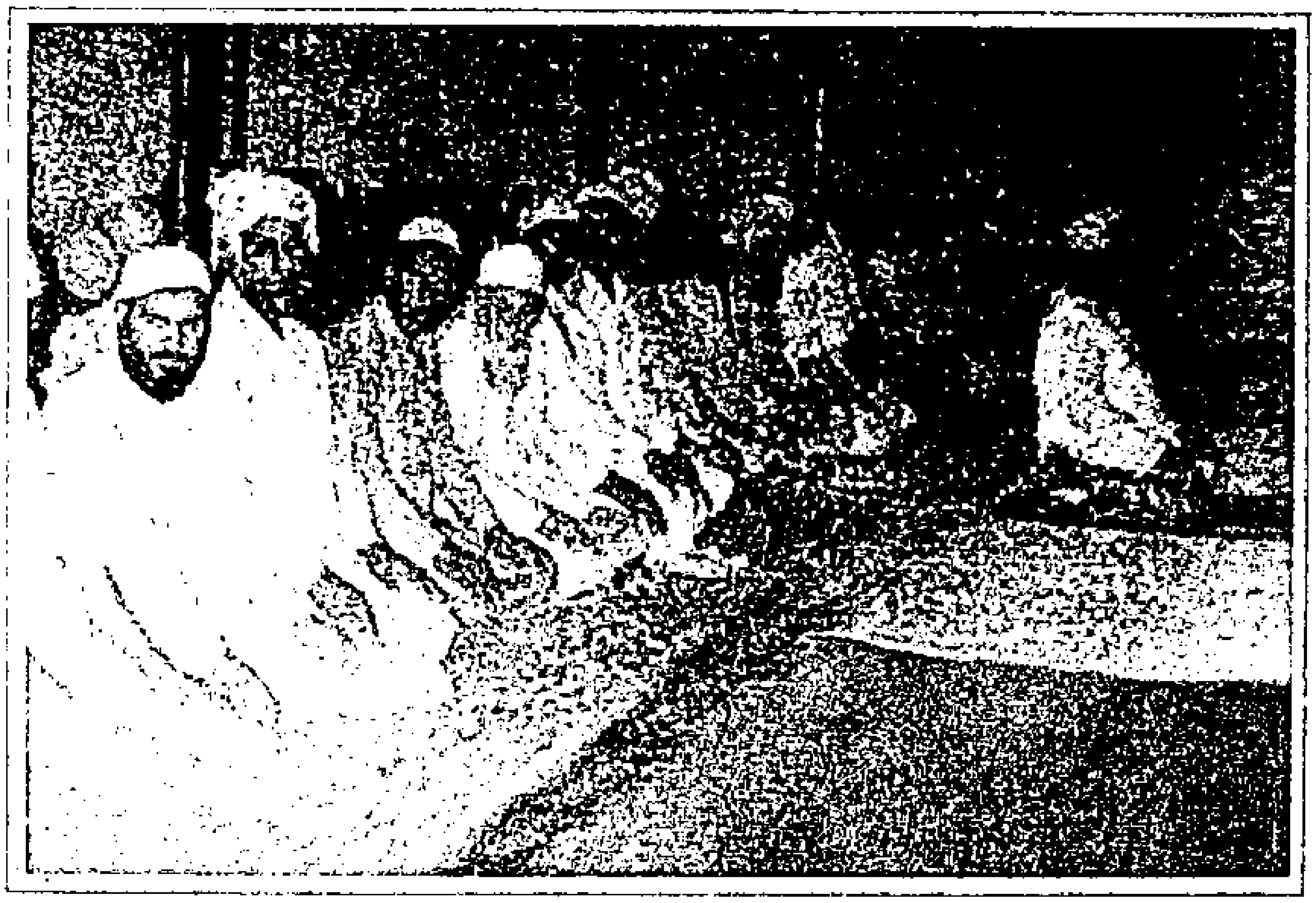

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں میاں حضورؒ کی امامت
میں نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

Marfat.com

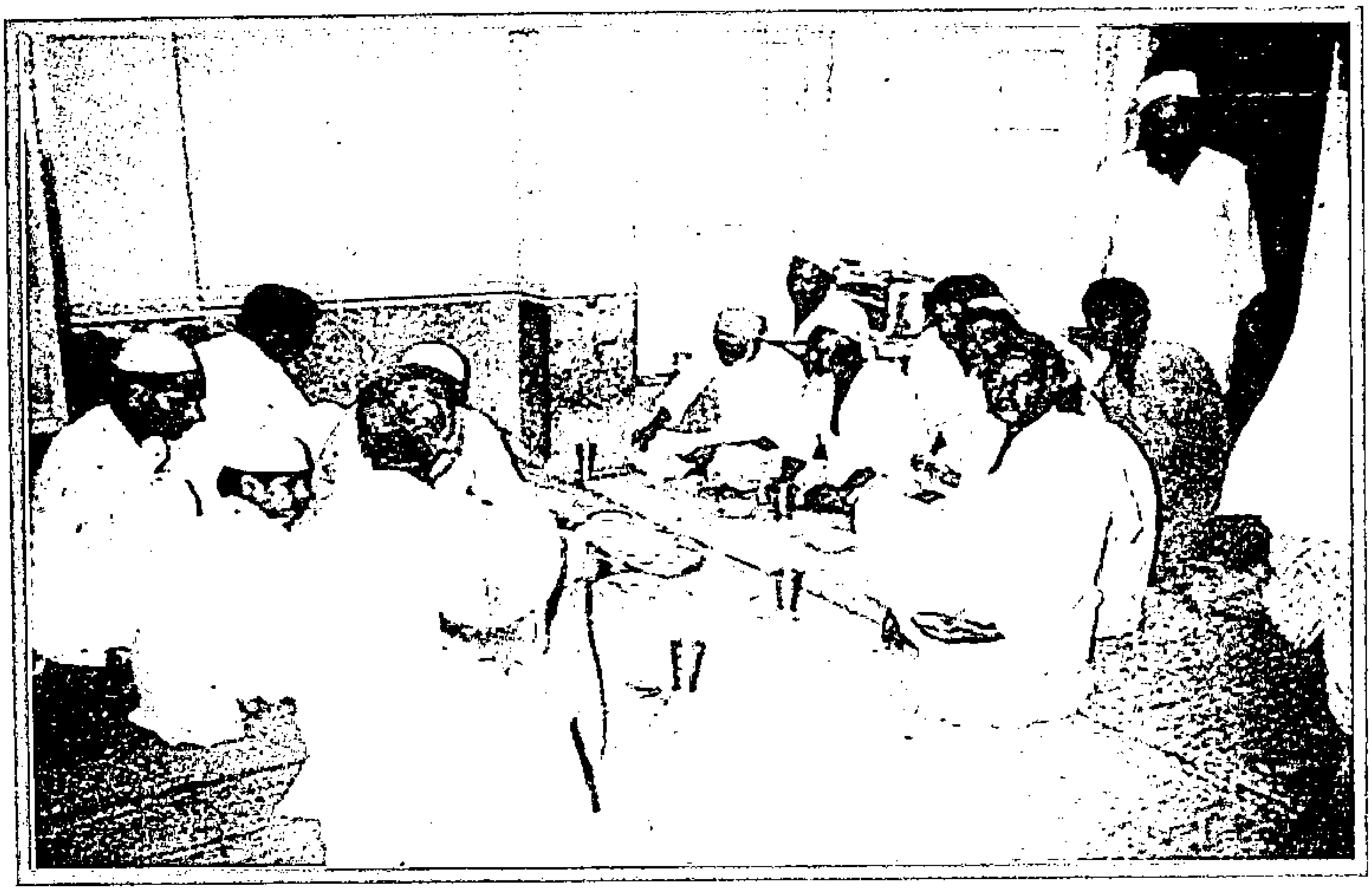

آستانہ عالیہ میں تقسیمِ لنگر کا ایک نظارہ

حضرت میاں صاحبؒ اور الحاج تسنیم خان ڈی۔سی۔او (جدہ)

Marfat.com

میاں حضورؒ، ماسٹر فاروق اور حافظ ظہیر ——— بر موقع عید مبارک

حضرت میاں صاحبؒ شادی کی ایک تقریب میں

Marfat.com

وہ وقت کیا تھا کہ جب دید عام تھی تیری!

قلندرِ اعظمؒ ــــــ عالمِ محویت میں

Marfat.com

میاں حضورؒ حافظ جی شفیق اور احمد خان

میاں حضورؒ —— کھانا کھانے کا انداز

Marfat.com

میاں حضورؒ اور راولپنڈی کے جمشید رشیدی

محمد وحید اور تایا جی ظفر پانی پتی مزارِ قلندرِ اعظمؒ کی سیڑھیوں پر

Marfat.com

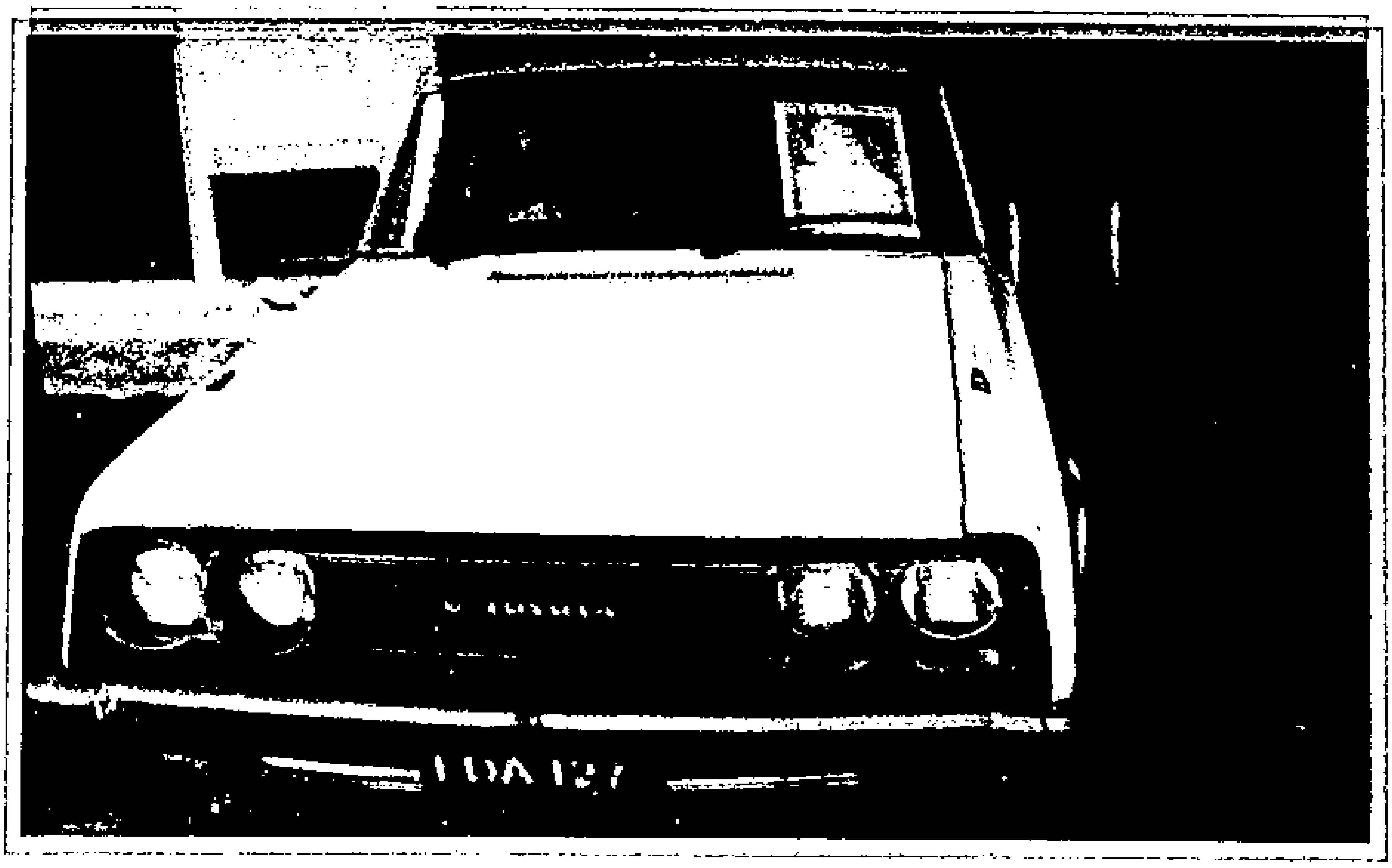

FDR-127 وہ کار جس میں میاں حضورؒ نے بہت سفر کیے۔ (پہلے اس کا نمبر LRA-127 تھا)
ملک ارشد (مرحوم) کی یہ گاڑی آج بھی ان کی کوٹھی میں میاں صاحبؒ کی یاد دلاتی ہے۔

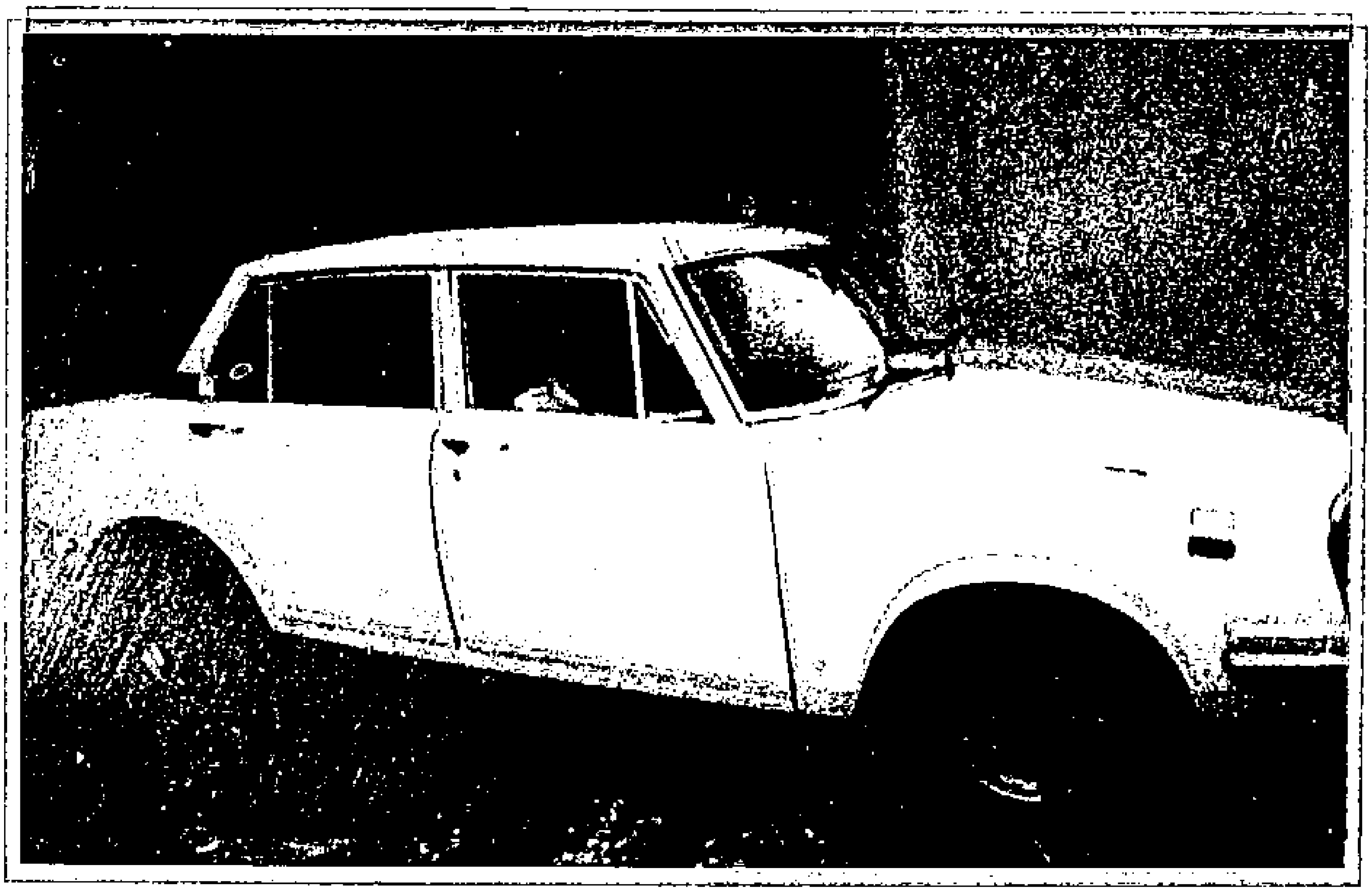

کار FDR-127 جس میں میاں حضورؒ سفر کرتے، ملک ارشد اسے چلاتے اور
اس میں 10, 10۔12,12 لوگ سفر کر لیتے

Marfat.com

دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

میاں حضورؒ، ملک اورنگ زیبؒ، زبیر بھٹی، سعید خان اور دیگر عقیدت مند

Marfat.com

ماسٹر فاروق اور میاں حضورؒ

آستانہ عالیہ میں استعمال کی عام چیزیں برتن، لحاف وغیرہ

Marfat.com

وہ جگہ جہاں میاں صاحبؒ کی ظاہری زندگی میں لنگر پکتا تھا

سدری میں استعمال کی عام چیزیں سامنے کمرے میں میاں حضورؒ مصروفِ گفتگو

Marfat.com

حسن والے خدا نہیں ہوتے   ورنہ یہ لوگ کیا نہیں ہوتے

قطب مدار حضرت میاں صاحبؒ اور ماسٹر فاروق

Marfat.com

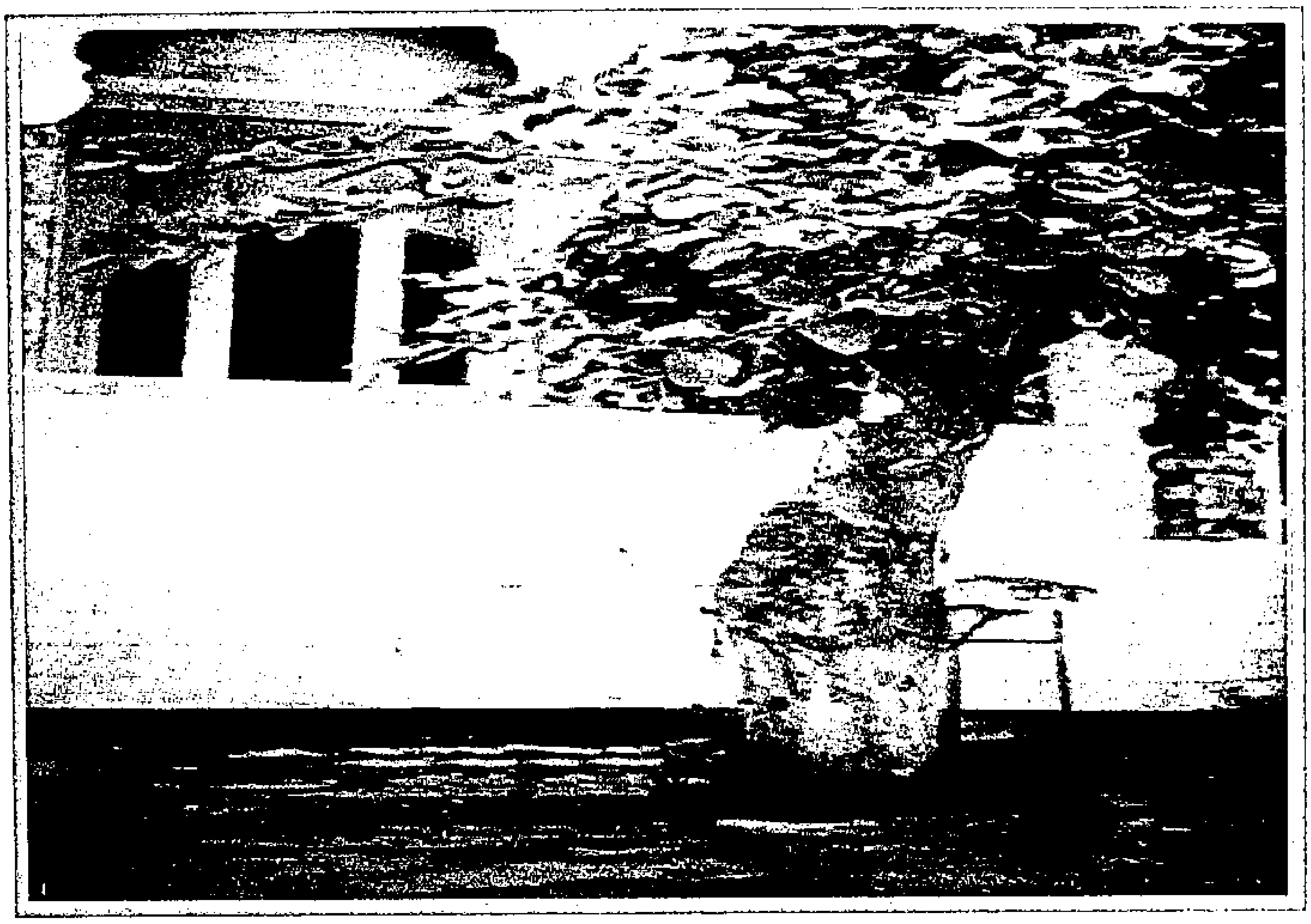

آستانہ عالیہ میں لہسوڑے کا درخت جو بعد میں تاریخ کا حصہ بن گیا۔

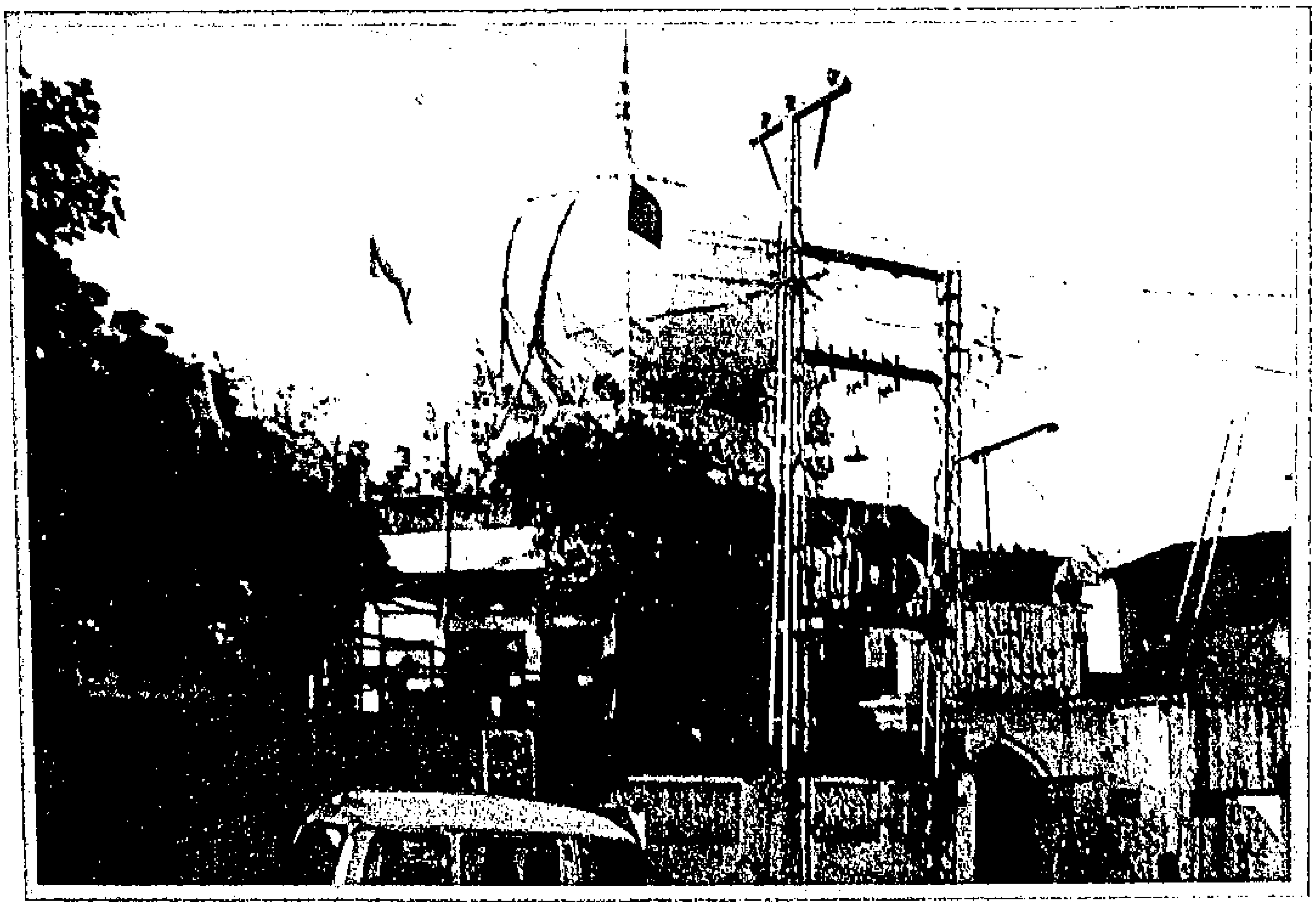

مزارِ مبارک حضرت میاں صاحبؒ کے خوبصورت گنبد کا دلکش منظر

Marfat.com

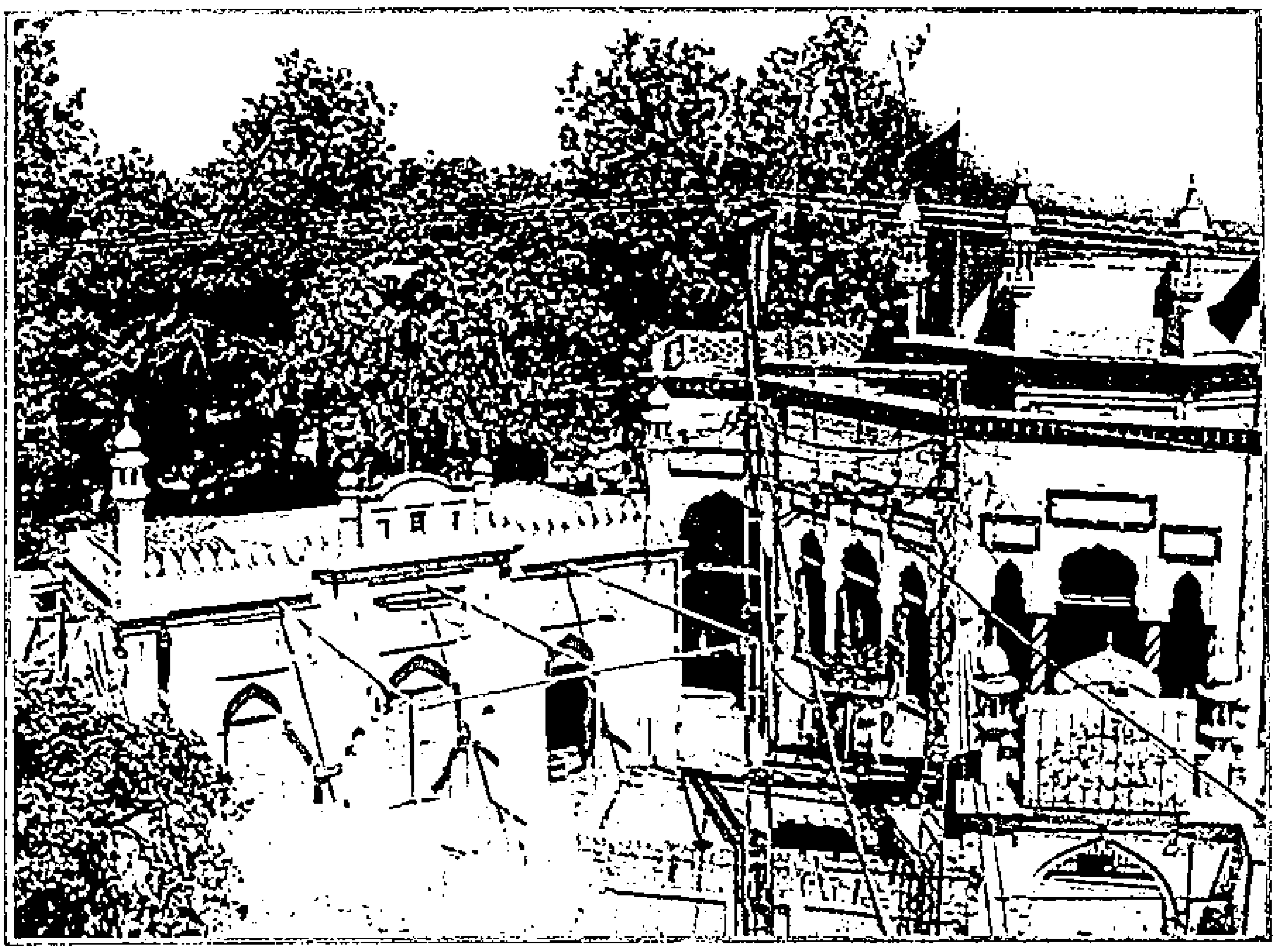

میاں حضورؒ کا مزار پاک اور پرانی مسجد جسے شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کی گئی

حاجی ظفر علی احسن، شمس الحق، سہیل ضیاء، عرفان بشیر و دیگر عقیدت مند

Marfat.com

میاں حضورؒ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے

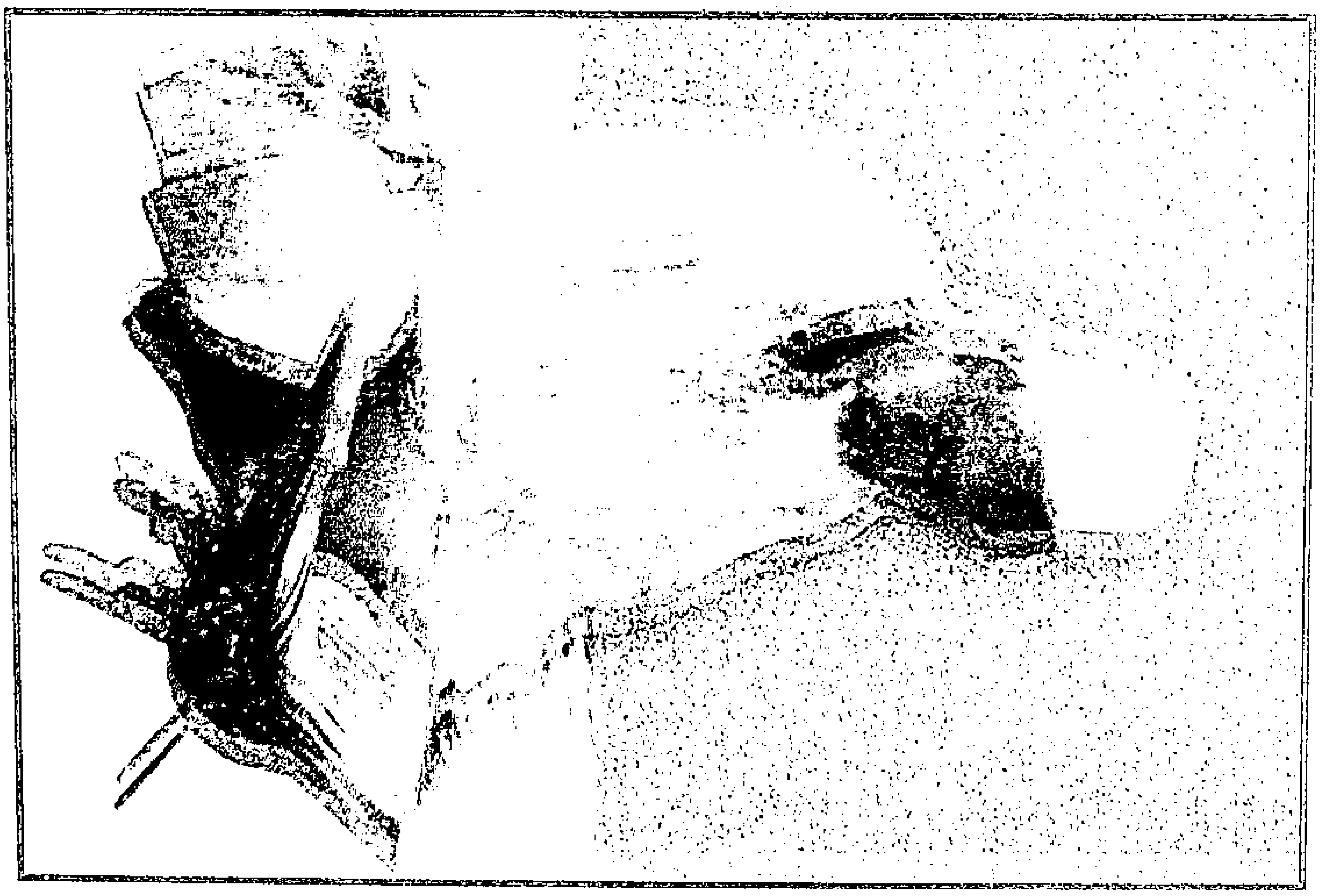

تلاوت کلام اللہ کا ایک انداز

Marfat.com

شہادت کے بعد (جب آپؒ کا جسدِ اقدس ابھی مسجد میں تھا)

میاں حضورؒ کا جسد خاکی غسل مبارک کے فوراً بعد

Marfat.com

حضرت قلندرِ اعظم، قیومِ دوراں، قطبِ مدارؒ کا آخری دیدار

Marfat.com

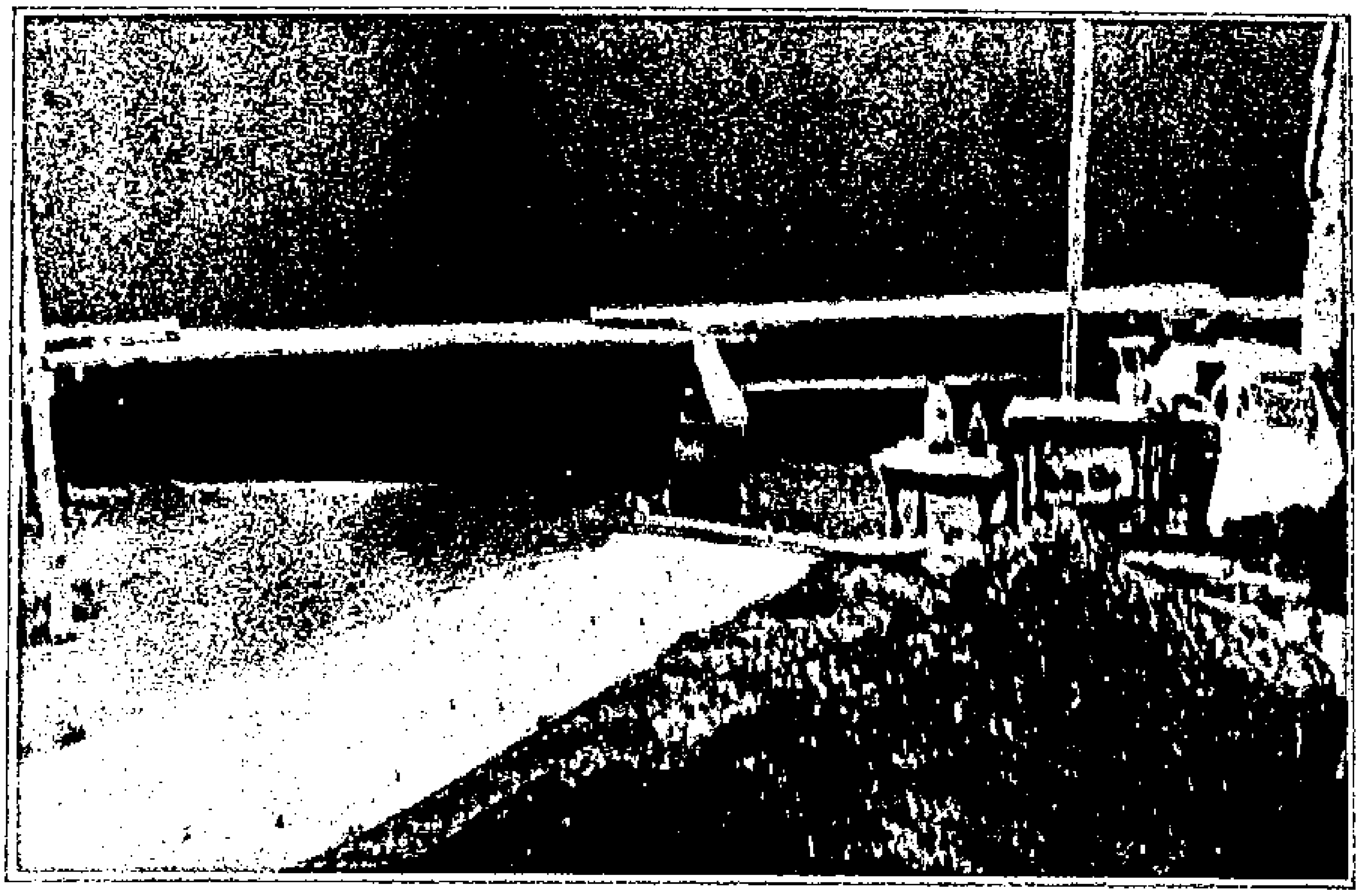

مزار کی تعمیر سے پہلے، کچی قبرِ مبارک

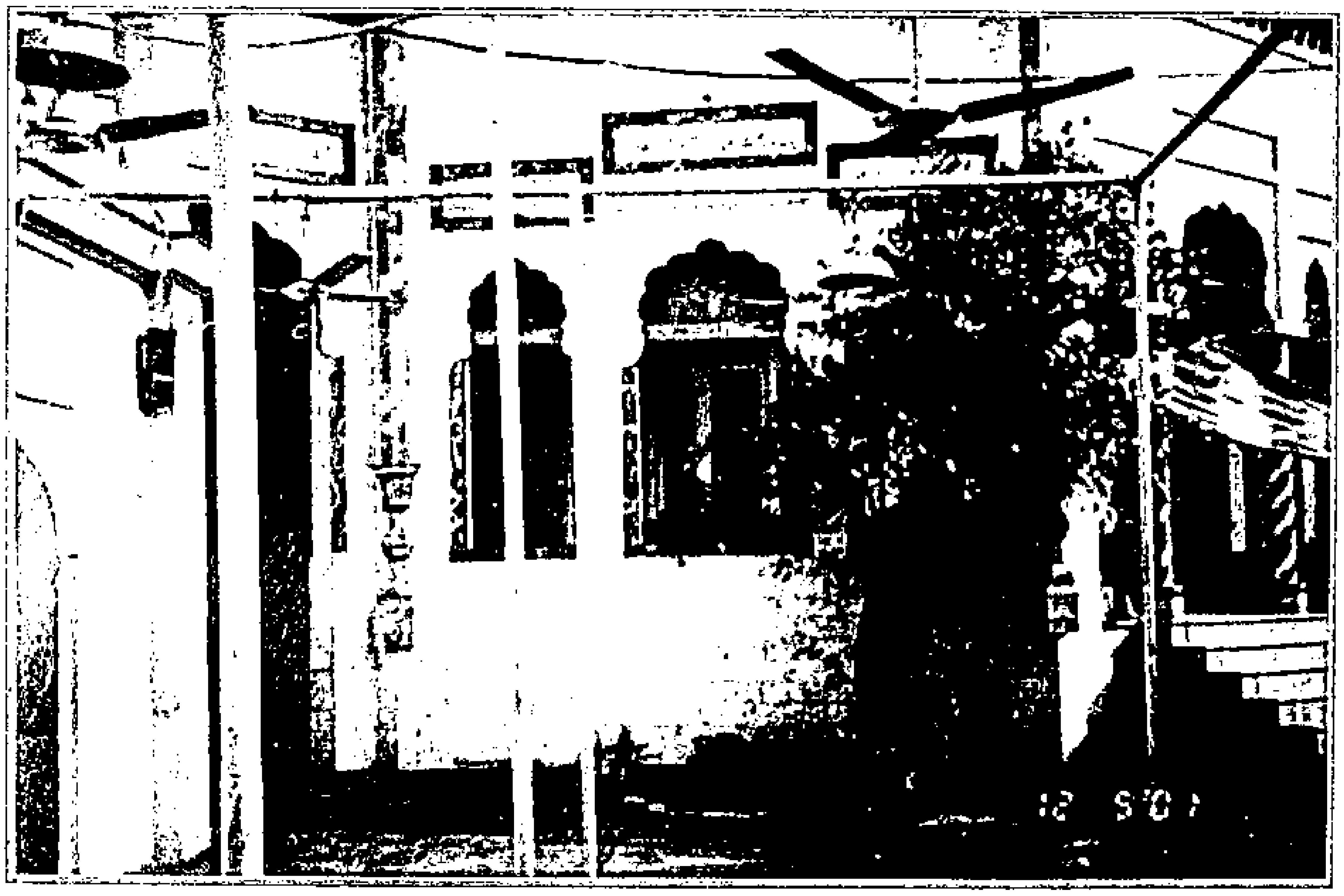

قلندرِ اعظمؒ کے مزارِ مبارک کا اوپر والا حصہ، سابقہ لہسوڑے کا درخت بھی نظر آ رہا ہے

Marfat.com

خالد خان صاحب مزارِ مبارک پر حاضرِ خدمت ہیں

مزارِ مبارک میاں حضورؒ کے گنبد کا ایک عرس کے موقع پر حسین منظر

Marfat.com

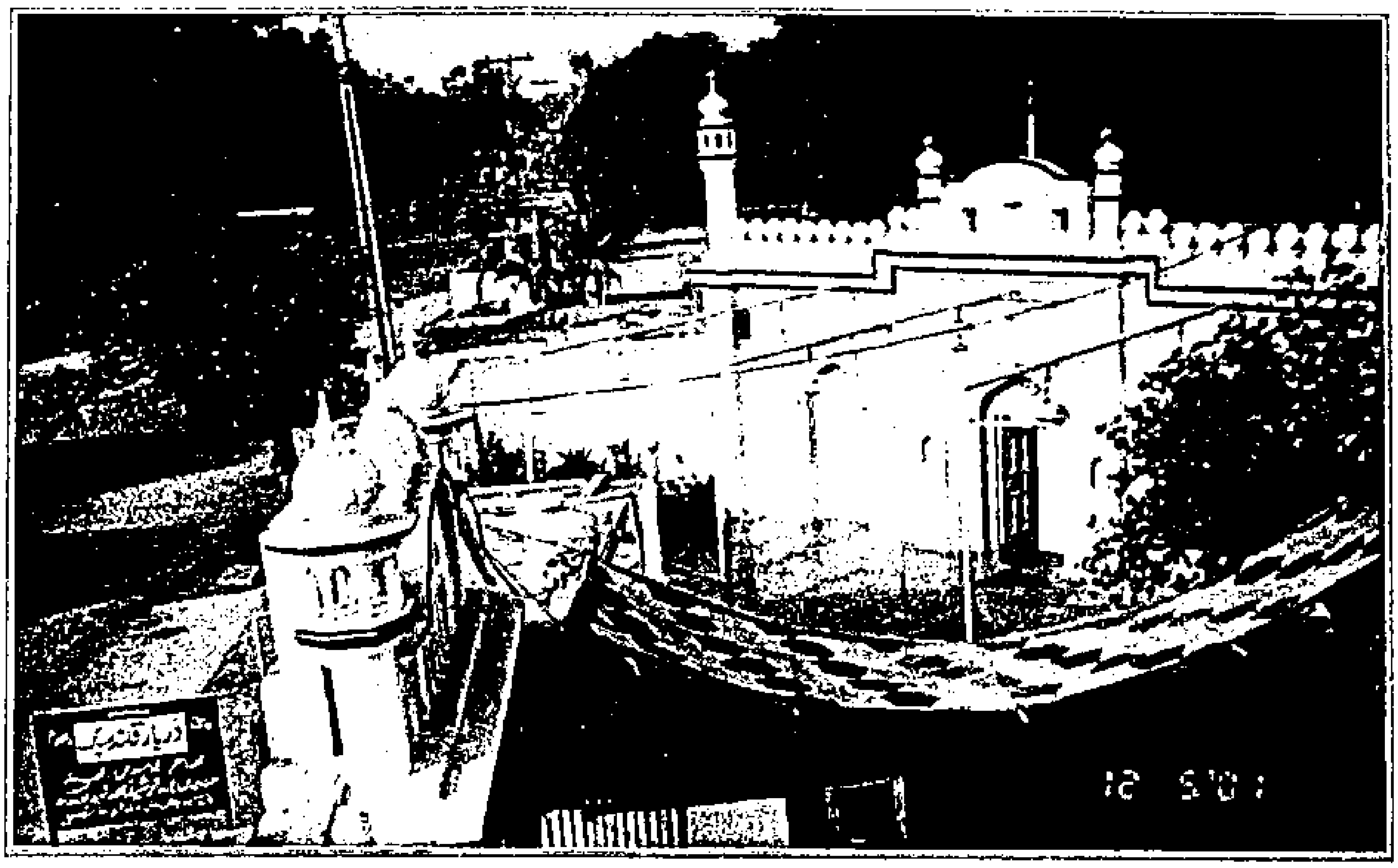

میاں حضورؒ کے ظاہری زمانہ مبارک کی مسجد، لہسوڑے کا درخت

میاں حضورؒ کے ظاہری زمانہ مبارک کی مسجد، جس کی میناریوں پر لوٹے اُلٹا کر رکھے ہوئے تھے

Marfat.com

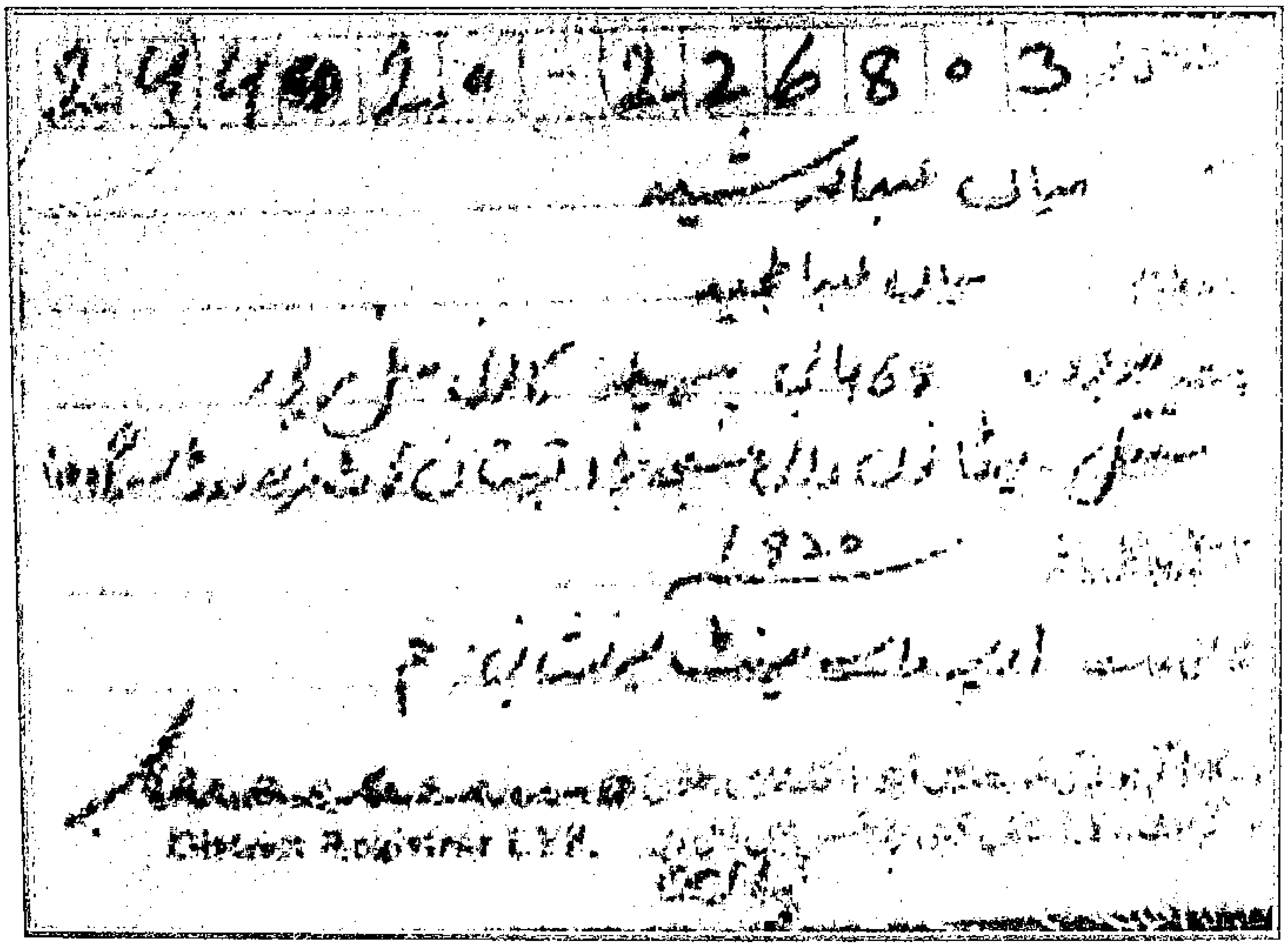

حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے قومی شناختی کارڈ کا عکس

Marfat.com

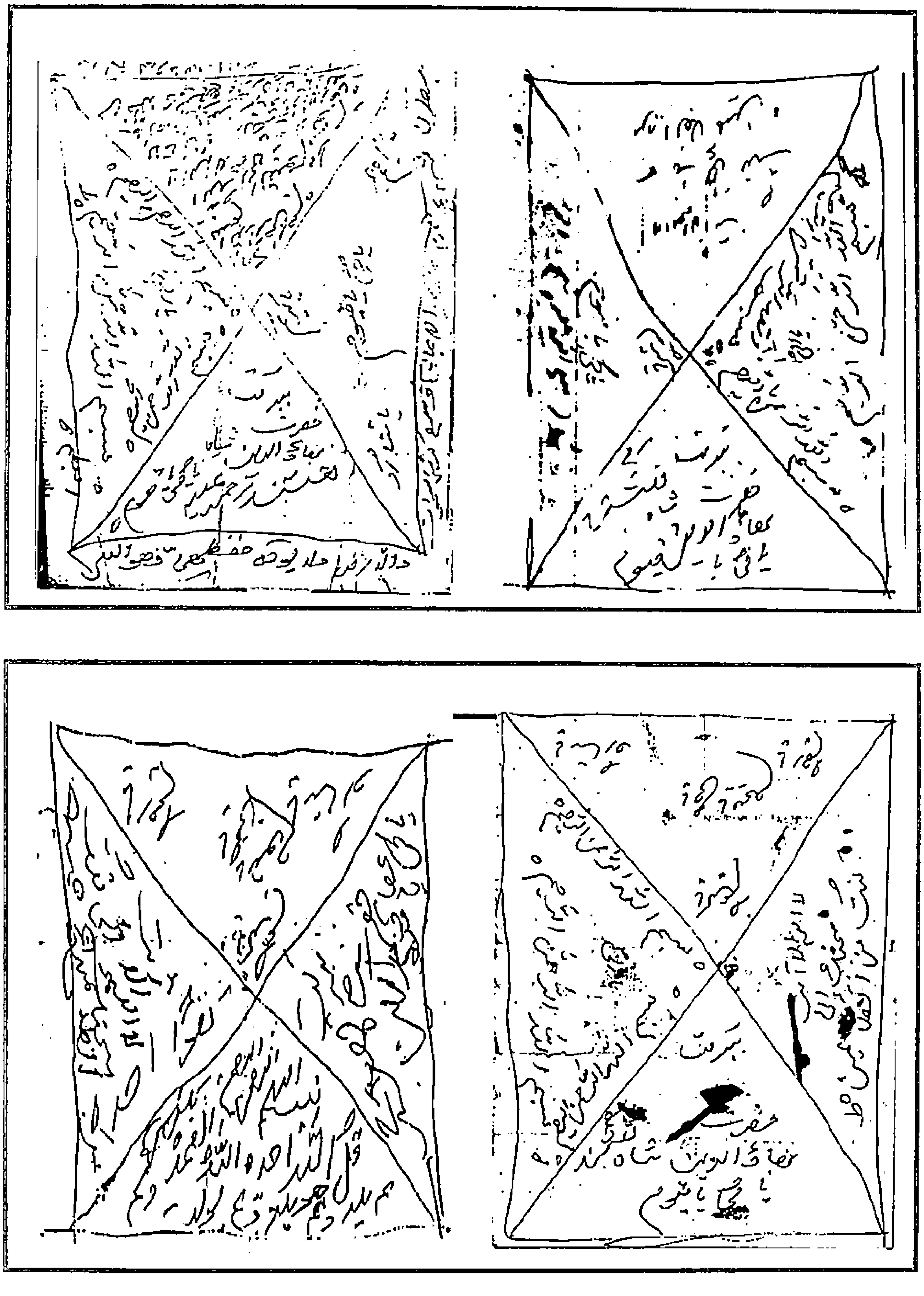

حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے نوشتہ بعض تعویذاتِ مبارکہ

Marfat.com

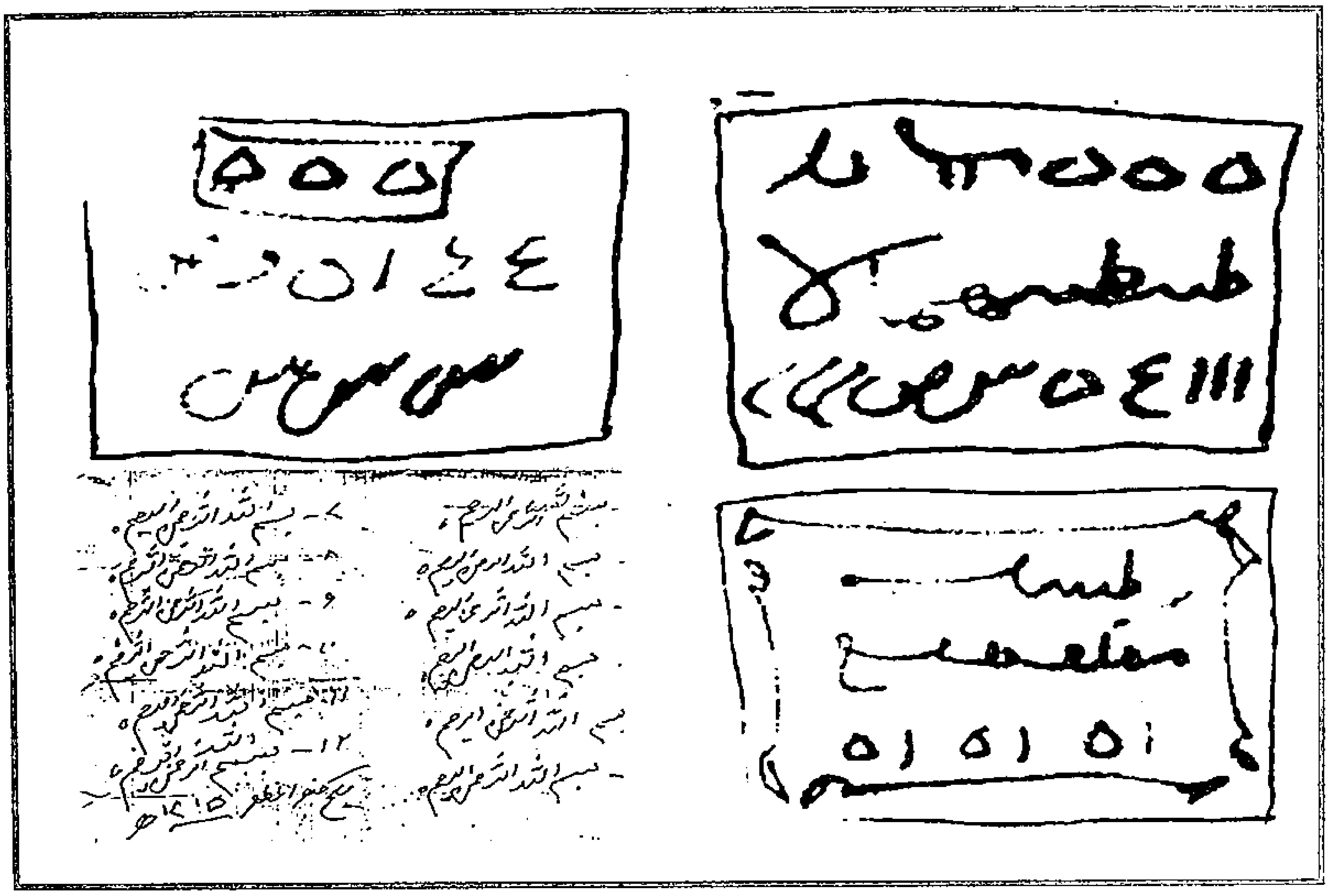

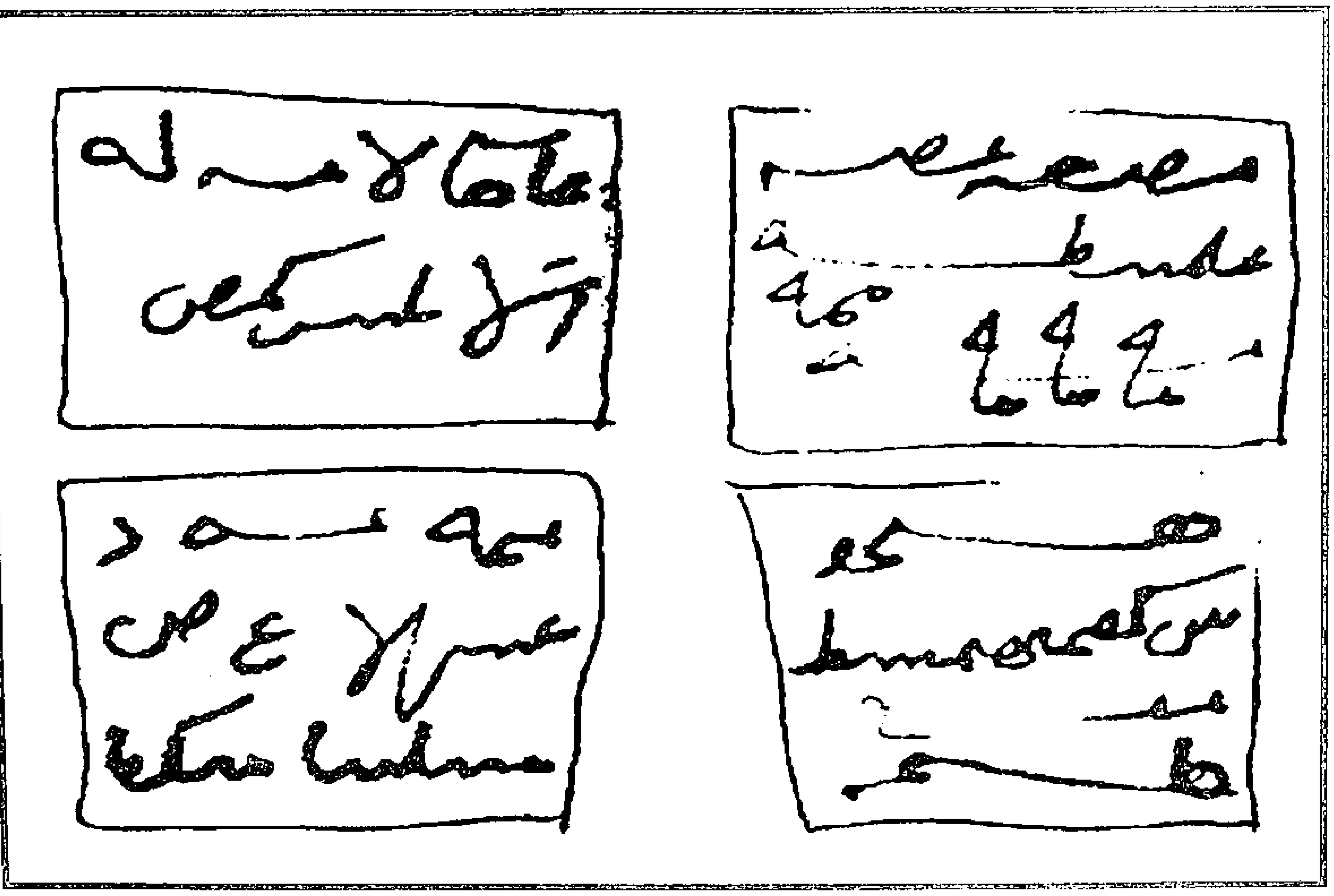

حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے تحریر کردہ چند تعویذاتِ مبارکہ

Marfat.com

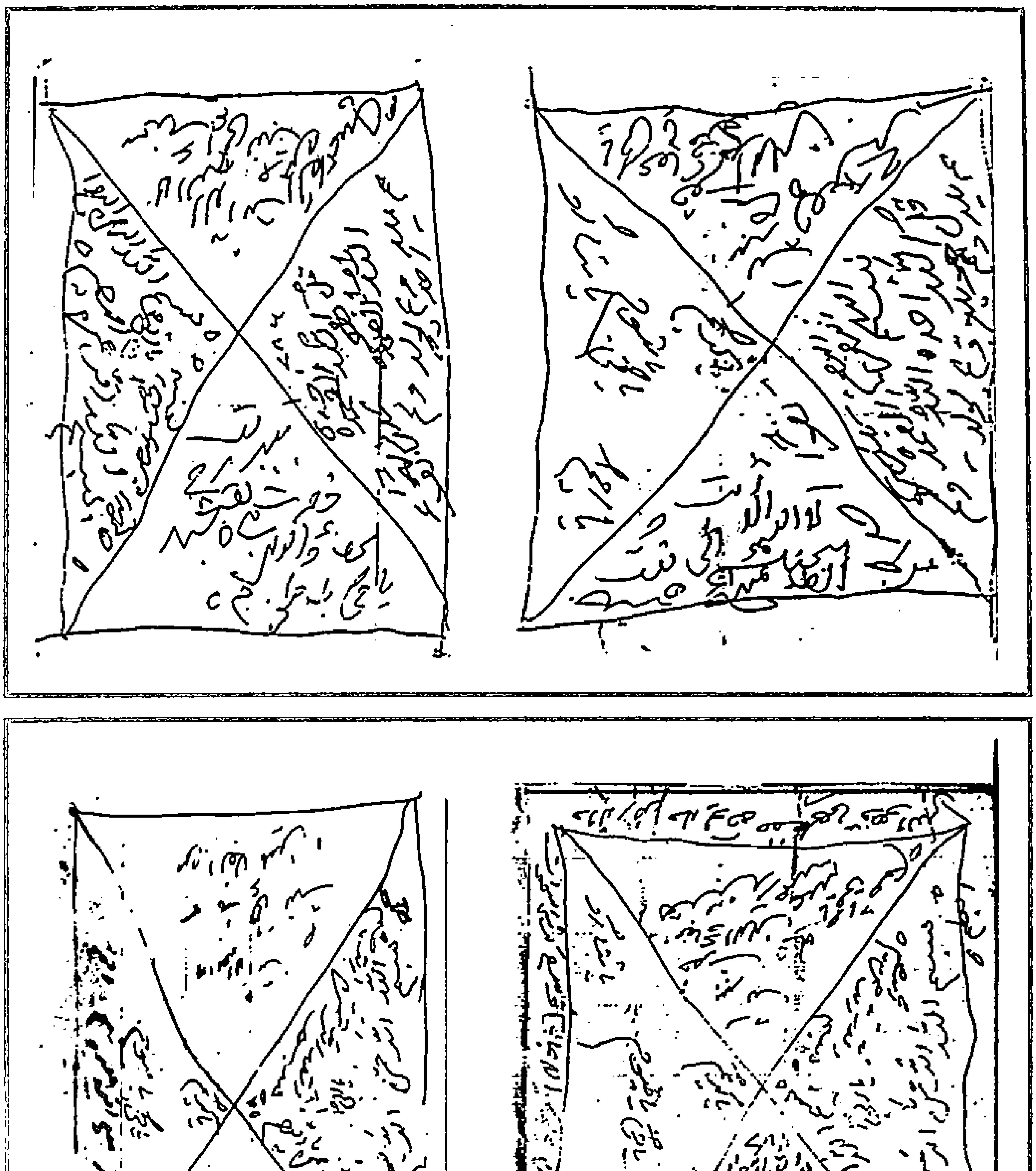

میاں حضورؒ کے دستِ کرم کے لکھے ہوئے کچھ تعویذات

Marfat.com

حضرت میاں صاحبؒ کے پہلے، دوسرے اور تیسرے عرس مبارکوں کے اشتہارات کی عکسی نقول

Marfat.com

پرانی مسجد کا بیرونی منظر

پرانی مسجد کا وضو خانہ

Marfat.com

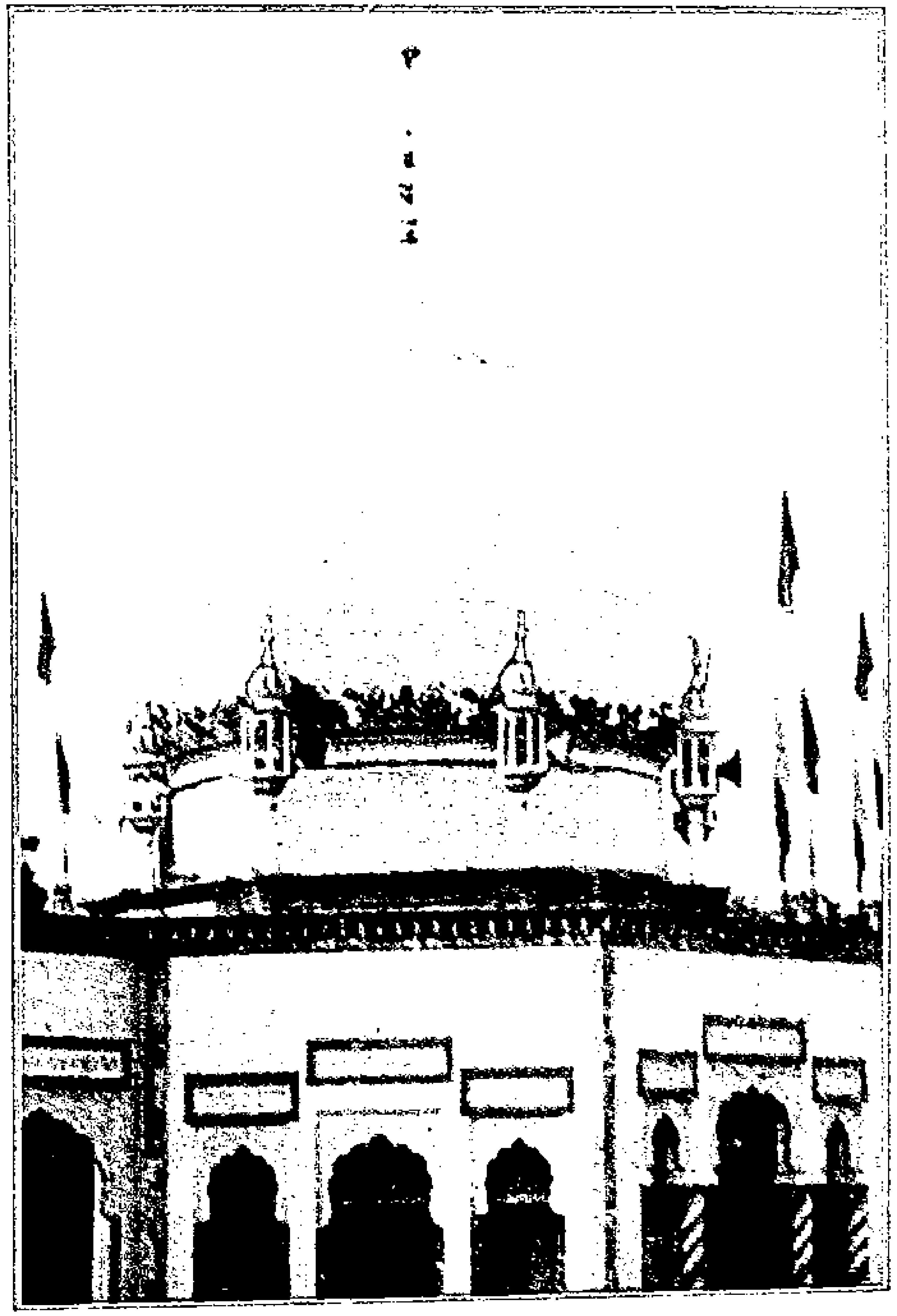

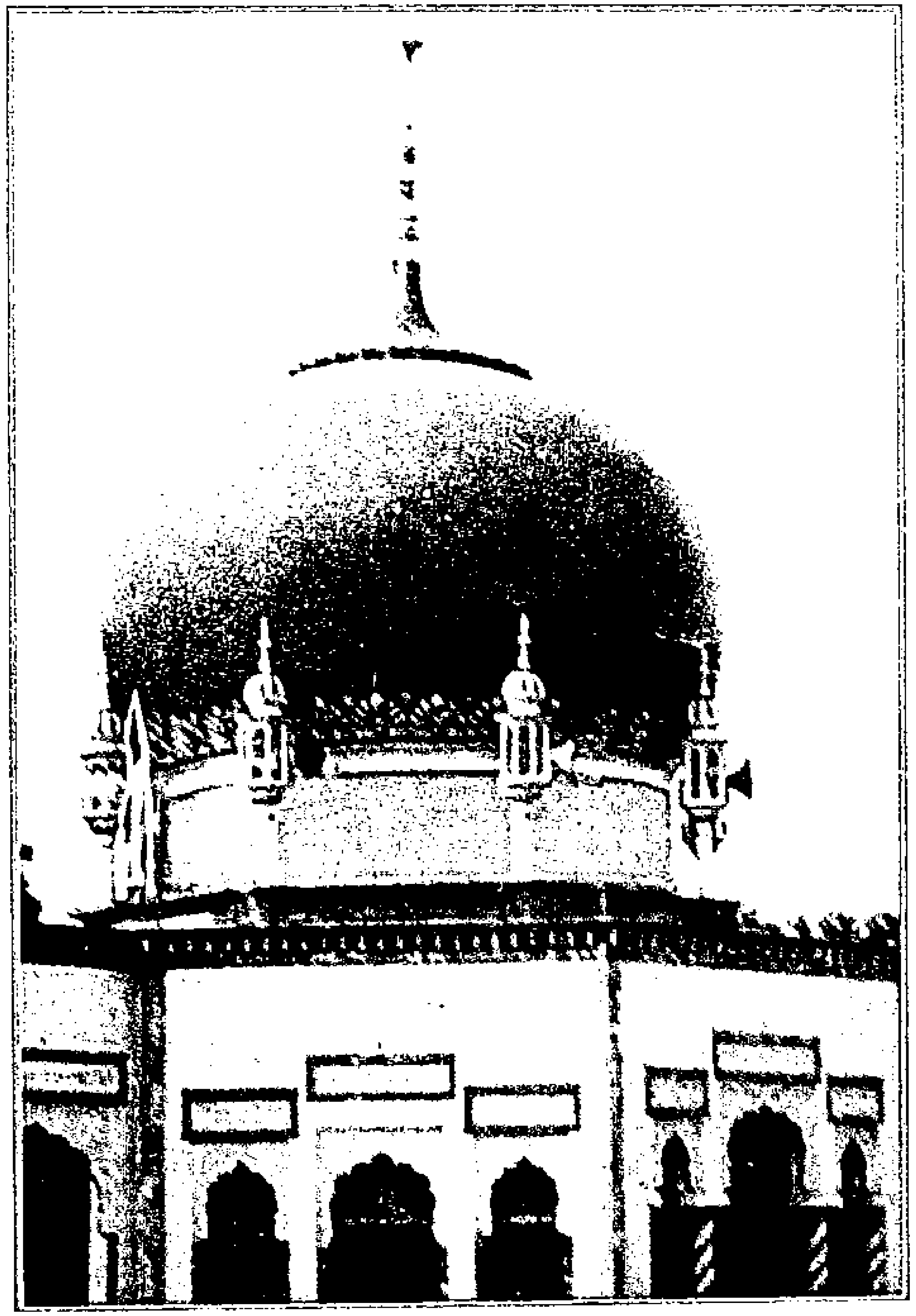

مزار حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ کا گنبد مبارک، پہلے اس کا رنگ قلندری نیلا تھا
بعد میں اس کا رنگ گنبدِ اخضر کی نسبت سے سبز کر دیا گیا

Marfat.com

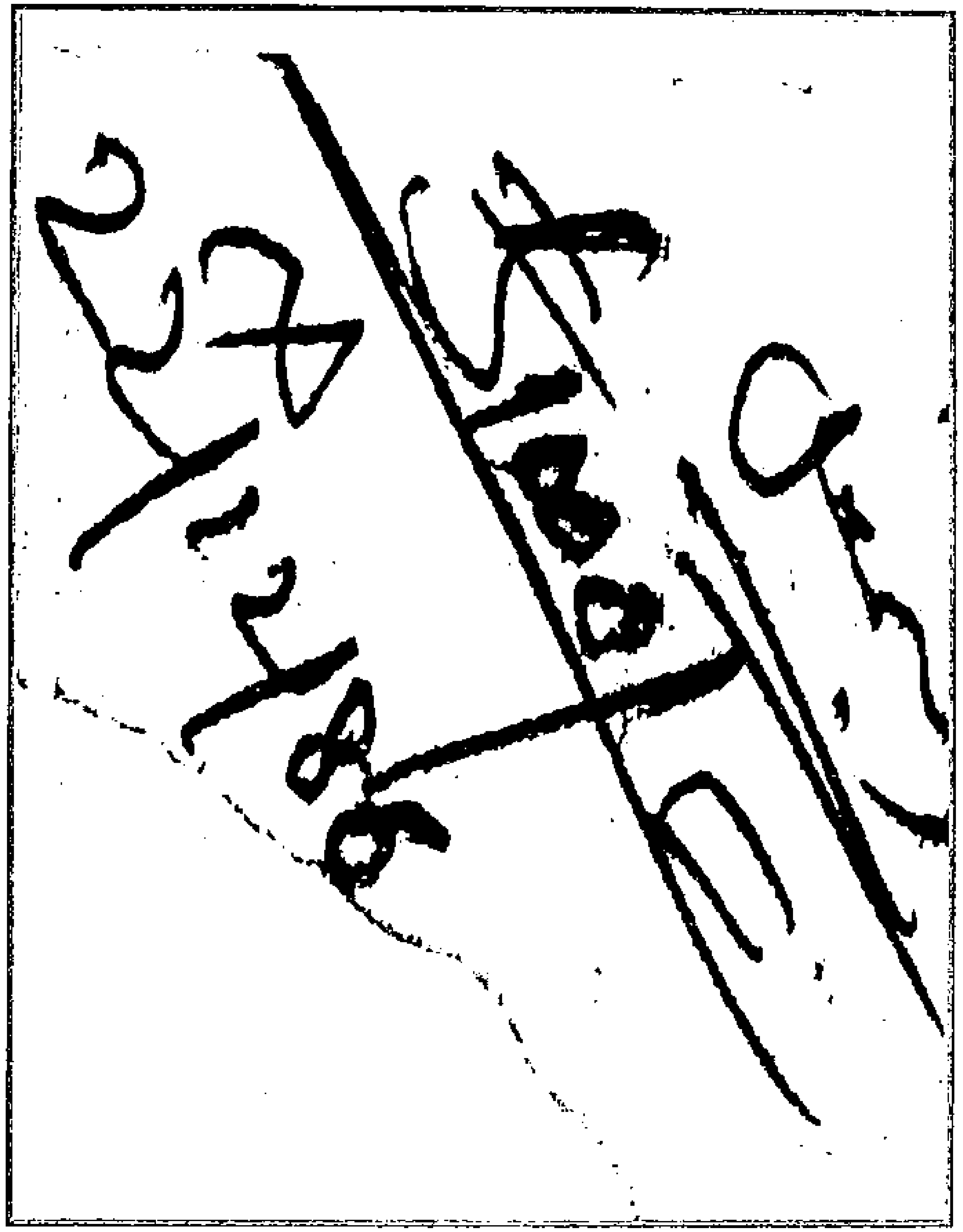

مبلغ -/1000 روپے کی پرچی جو شریف پٹرول پمپ میں کیش ہوئی۔

حضرت پیر سیّد عادل مسعود رضوی شاہ صاحبؒ اور فیصل آباد کے انصر رشیدی

Marfat.com

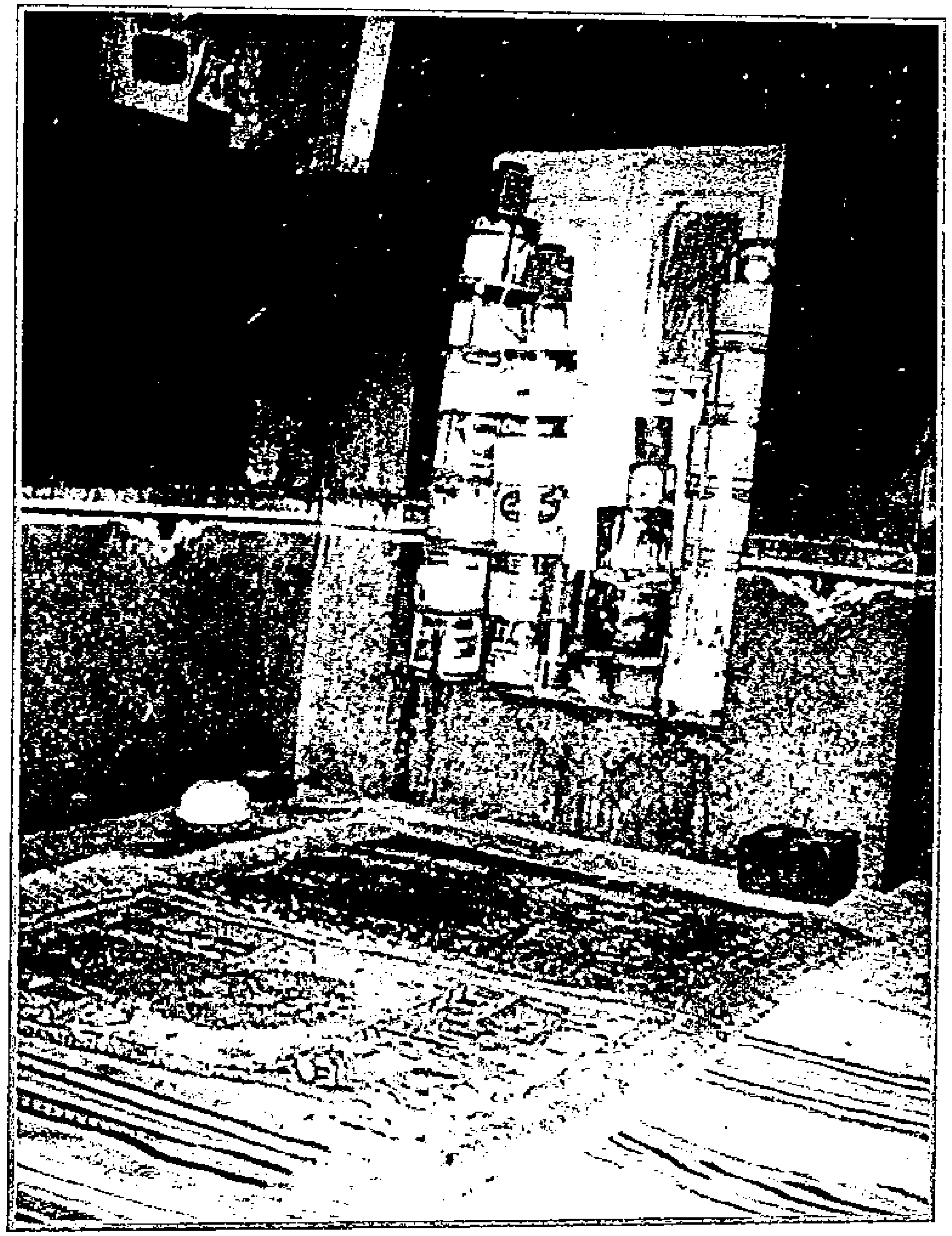

پرانی مسجد میں انتہائی دائیں جانب کا حصہ جہاں آپؒ عموماً عبادت کیا کرتے

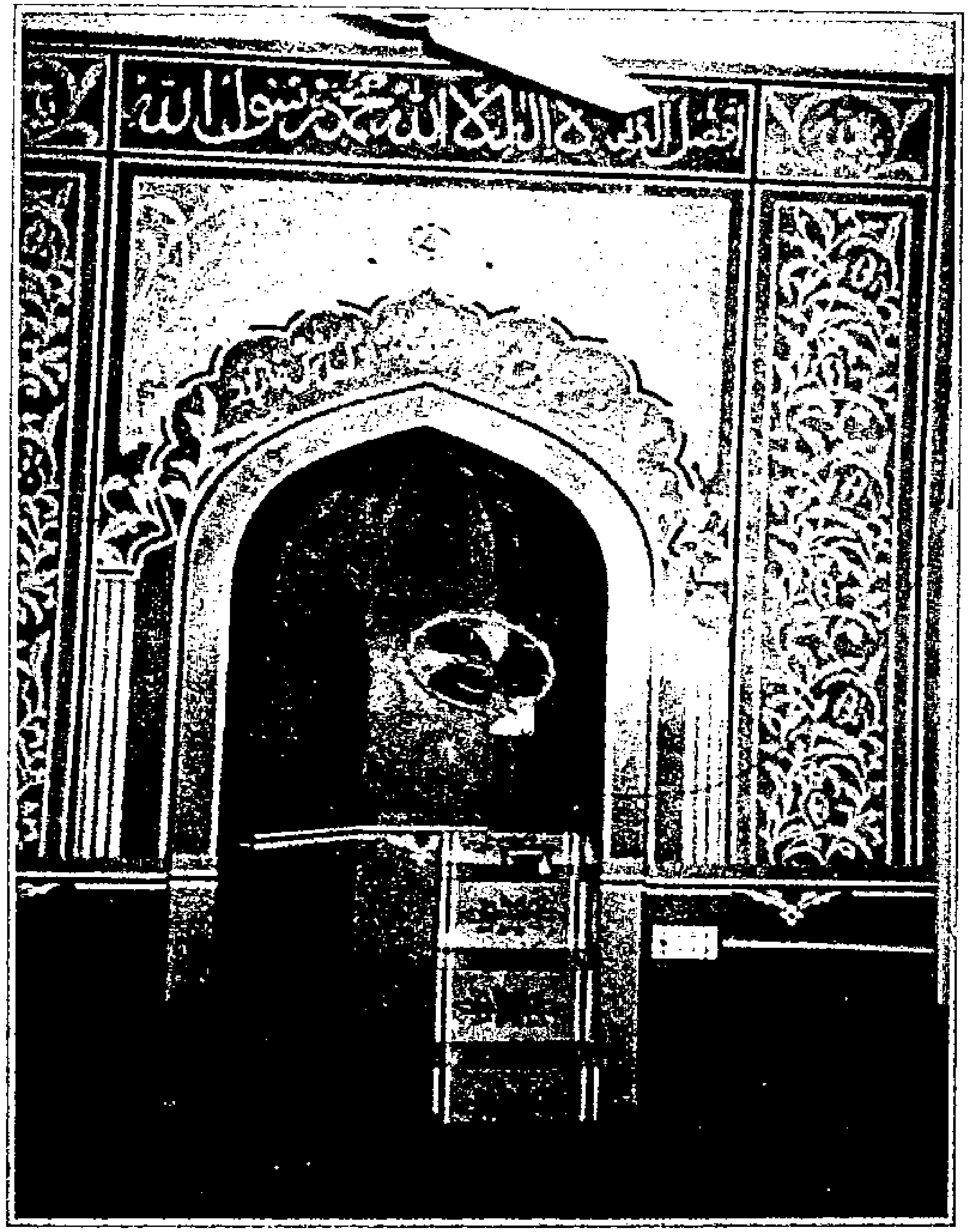

پرانی مسجد کی محراب جس پر یا اللہ اور یا محمد ﷺ لکھا ہوا تھا

Marfat.com

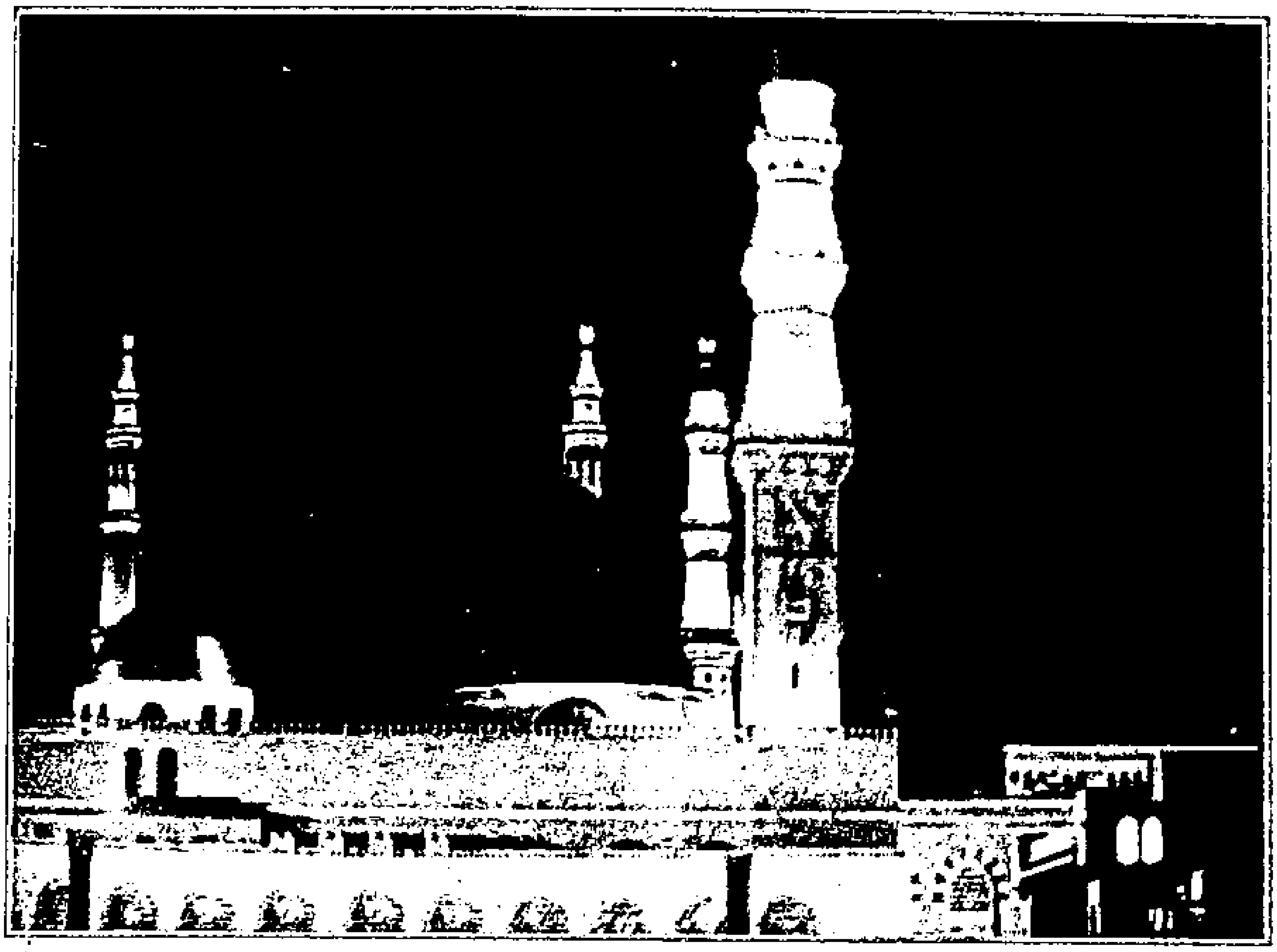

روضۂ رسولِ مقبول ﷺ مدینہ منورہ۔۔۔میاں صاحبؒ کا سب سے بڑا منبعِ فیض ورحمت

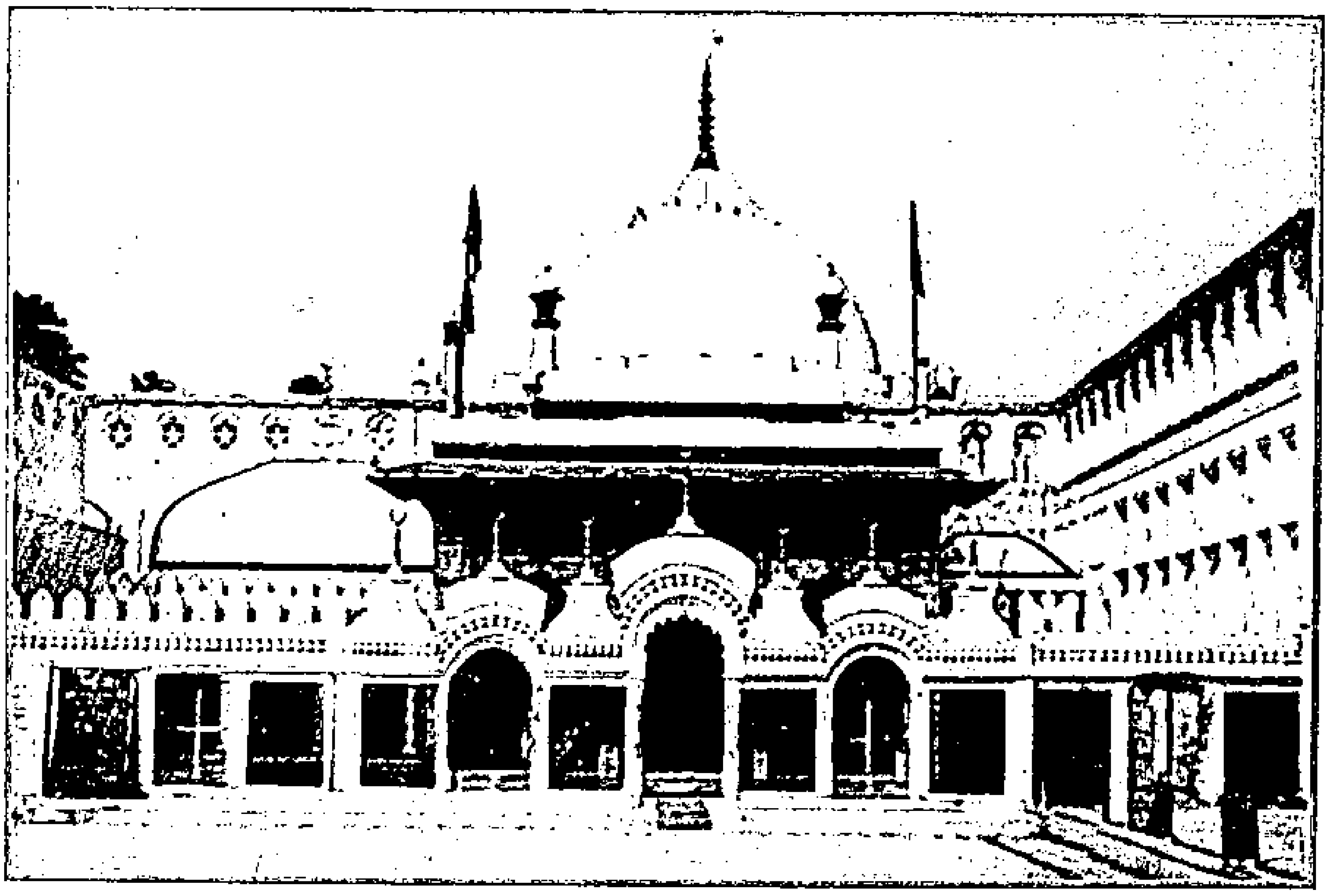

دربار حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ۔۔۔پانی پت (انڈیا)

Marfat.com

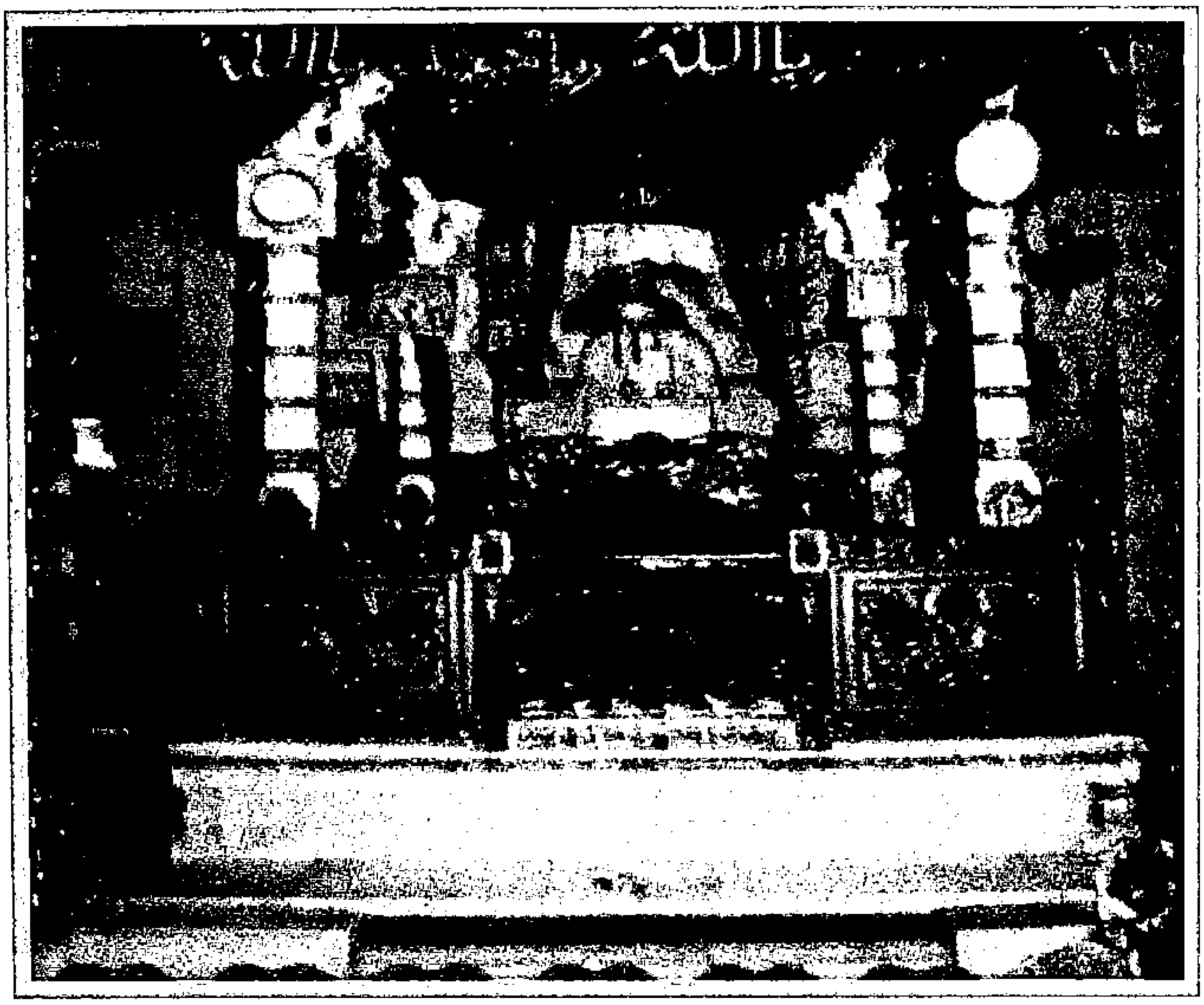

مزارِ مقدس حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ

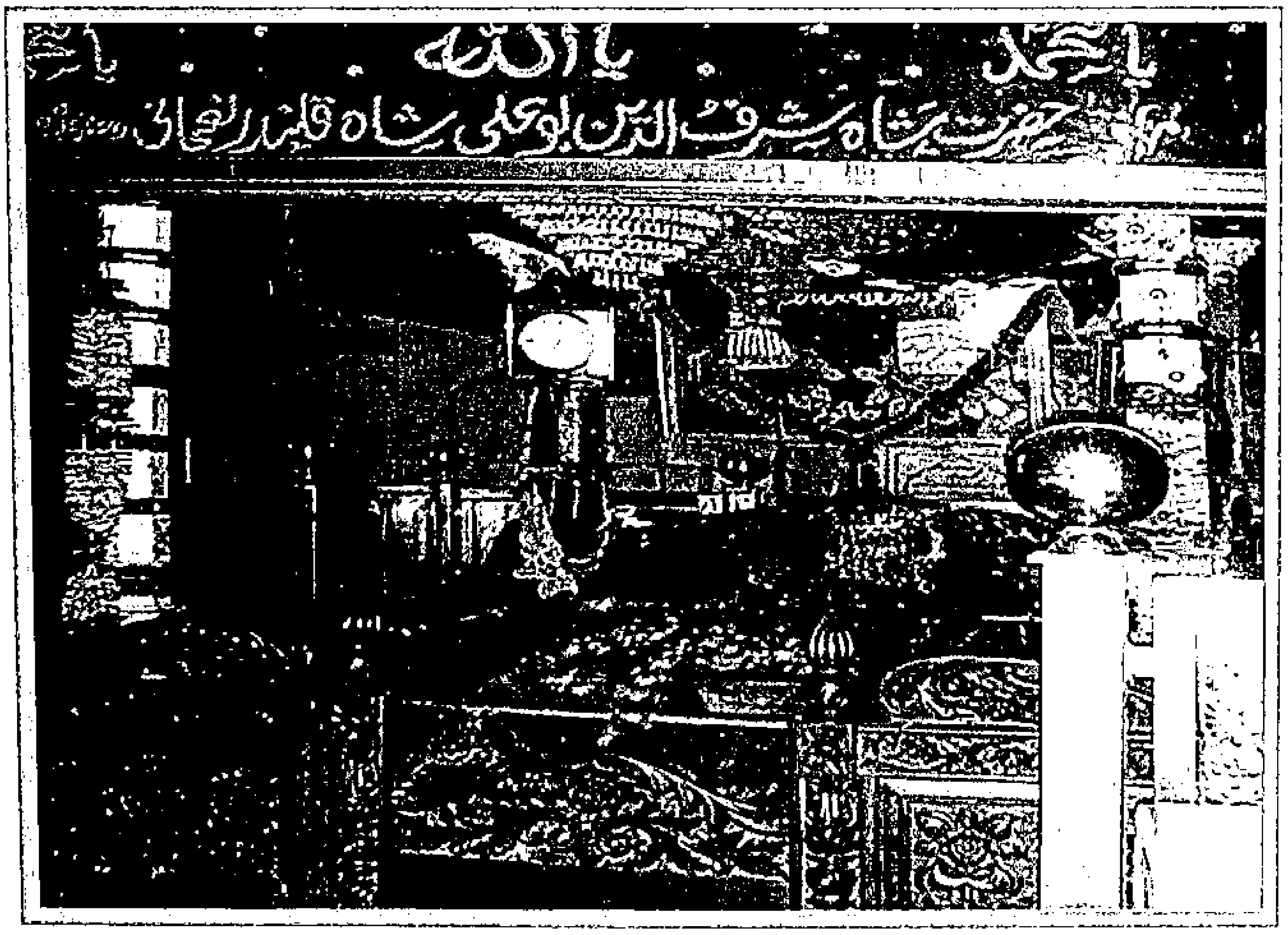

قبر مبارک حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ

Marfat.com

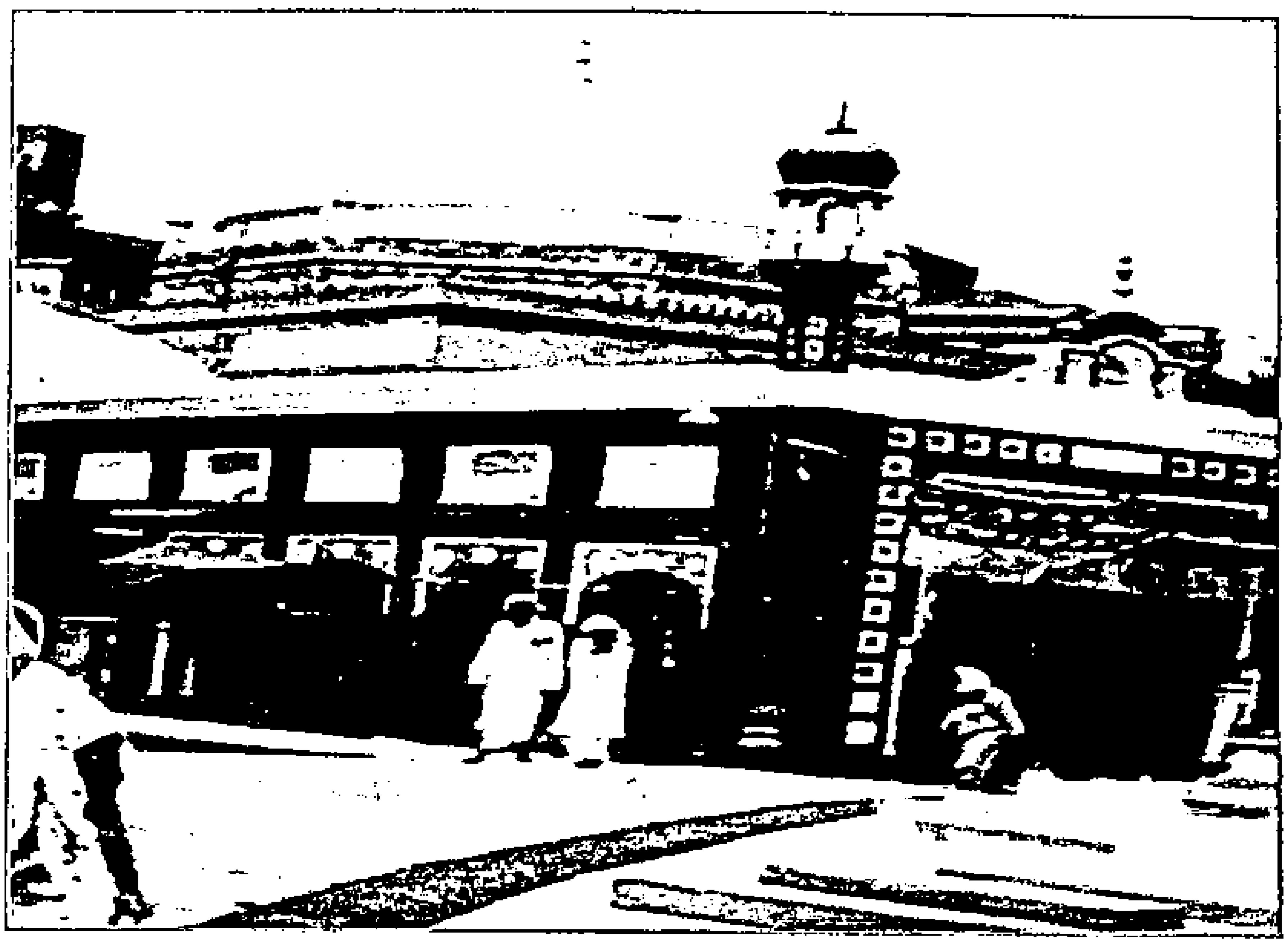

منبعِ فیض، مزارِ پُر انوار حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ (پاکپتن شریف)

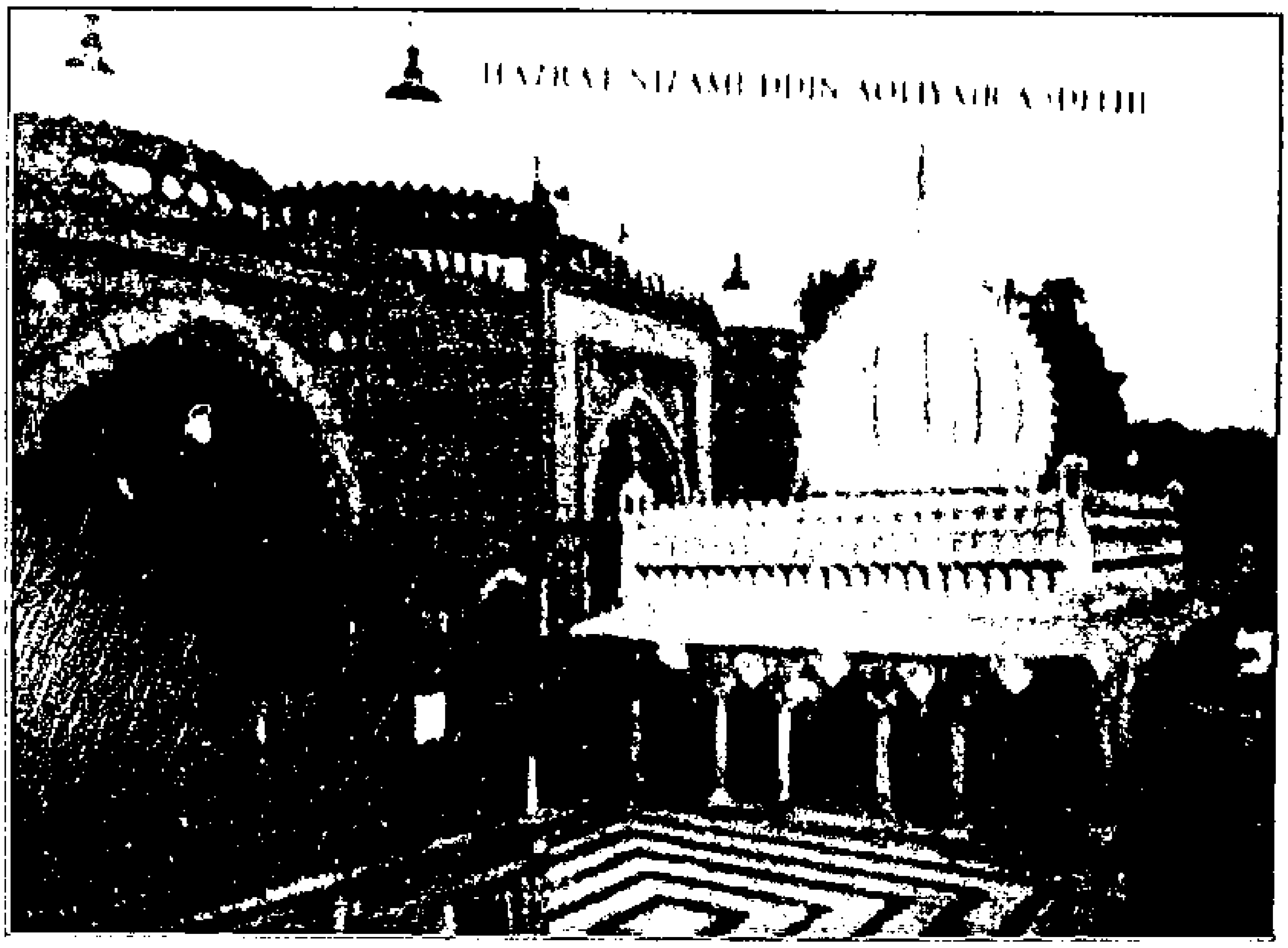

منبعِ فیض، مزارِ پُر انوار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (محبوبِ الٰہی) دہلی۔ انڈیا
(میاں صاحبؒ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا، میرا سب کچھ یہی ہیں)

Marfat.com

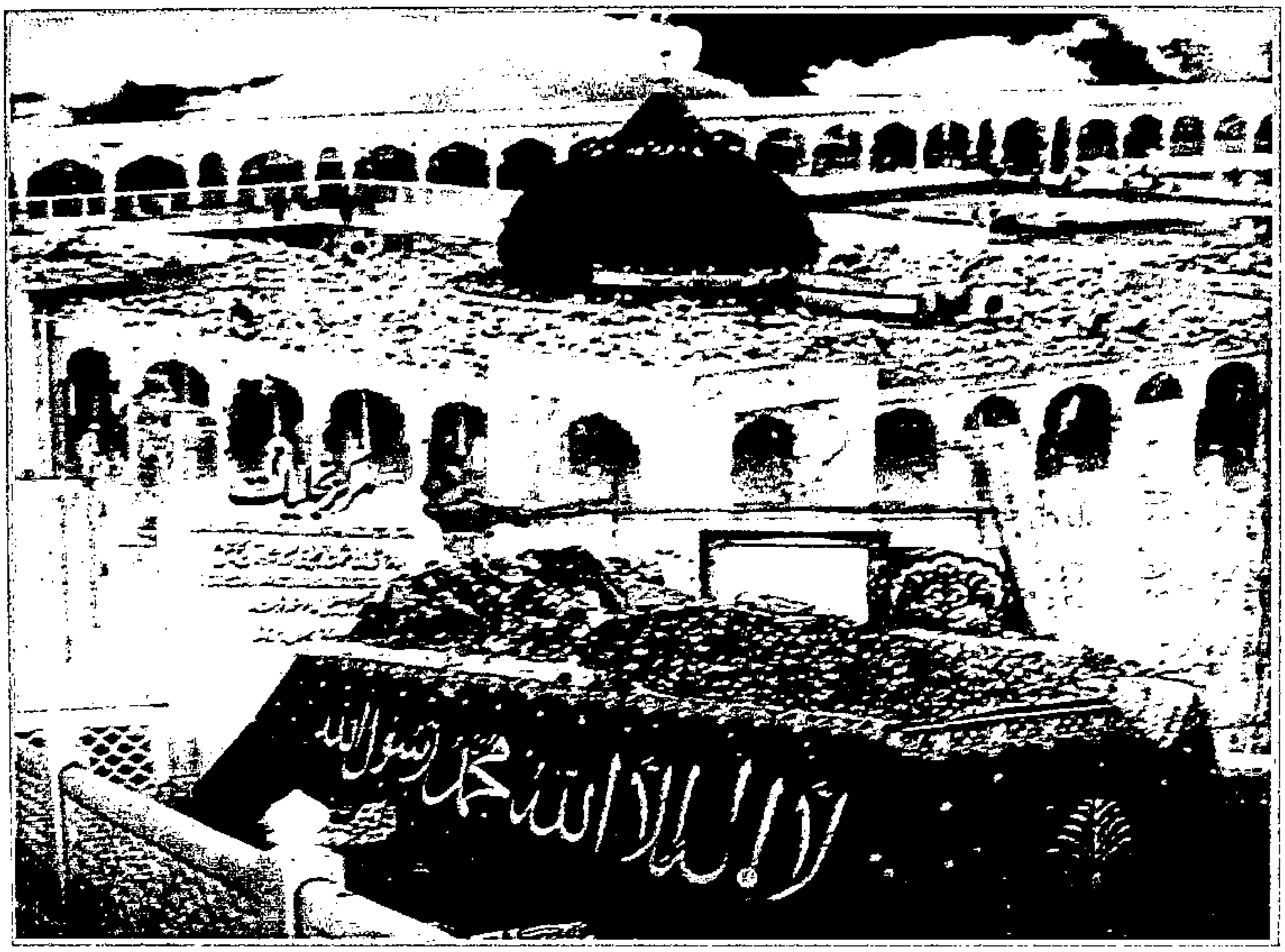

منبعِ فیض، لاہور میں دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخشؒ جہاں میاں حضورؒ اکثر حاضری دیا کرتے

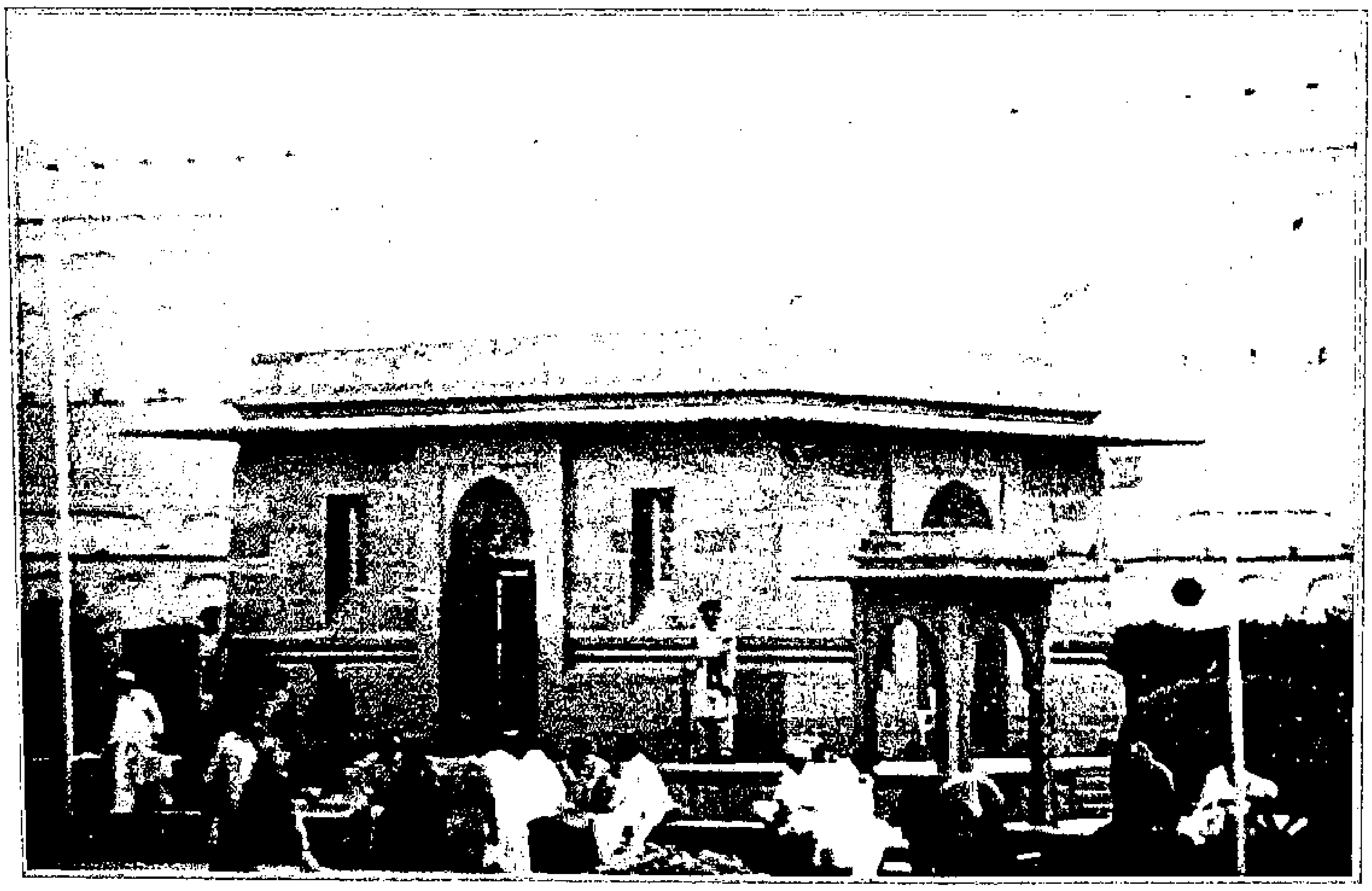

مزار علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ لاہور، جہاں میاں حضورؒ نے بہت حاضری دی

Marfat.com

حضرت سائیں پیر ولایت علی (سنولی والی سرکارؒ) کراچی

حضرت سائیں پیر ولایت علی (سنولی والی سرکارؒ) کراچی

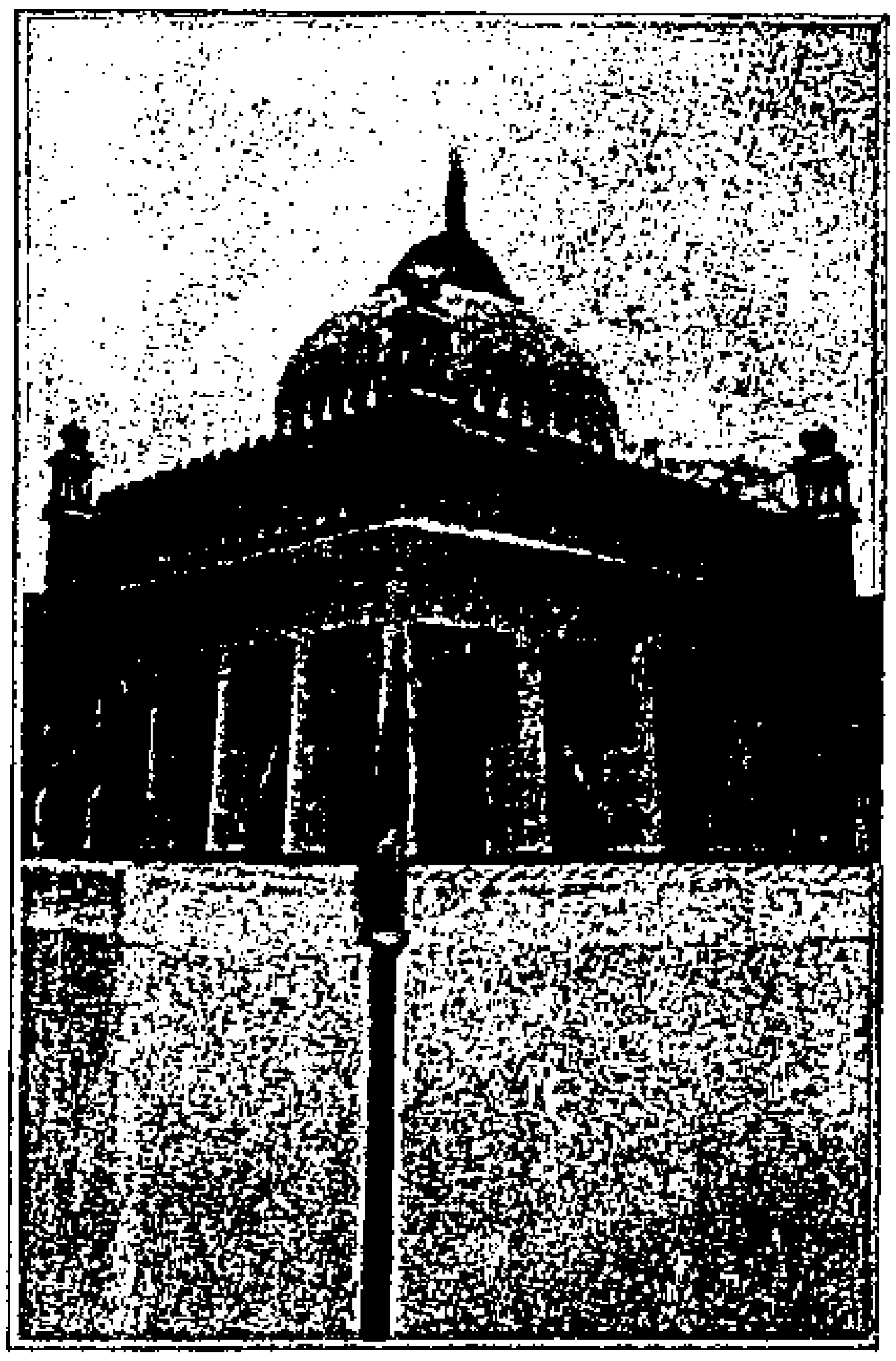

مزار مبارک حضرت سائیں ولایت علی (سنولی والی سرکارؒ) ملیر، کراچی

میاں صاحبؒ، بابا عثمانؒ نلک ارشدؒ اور سعید خانؒ

Marfat.com

اسمائے گرامی احباب تصویر 1۔ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ 2۔ پیر علی جانؒ 3۔ خالد خان 4۔ میاں اعجاز احمد 5۔ پیر سید عادل مسعود شاہ قلندرؒ 6۔ جان محمد چودھری 7۔ ملک خوشنود 8۔ پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور 9۔ حکیم شبیر احمد نور پوری 10۔ ارشاد احمد رشیدی 11۔ نصیر احمدؒ گوجروی 12۔ سہیل ضیاءؒ 13۔ ڈاکٹر سعید اخترؒ 14۔ باقر حسین 15۔ محمد شفیع جیون 16۔ ماسٹر رشید احمد جاوید 17۔ حاجی رفیق قریشیؒ 18۔ بابا عثمانؒ 19۔ حکیم ملک اورنگ زیبؒ 20۔ ملک ارشد 21۔ حافظ شفیق نابیناؒ 22۔ ماسٹر فاروق 23۔ محمد تسنیم خان ڈی سی او 24۔ محمد سعد 25۔ علی نور 26۔ حافظ محمد اویس اِفضال 27۔ سعید خانؒ 28۔ علی حسن 29۔ تایا یامین 30۔ تایا ظفرؒ 31۔ صوفی امجد علی رشیدی 32۔ محمد الیاس 33۔ حاجی نوید اختر 34۔ حافظ ظہیرؒ 35۔ شیخ عبدالجبار 36۔ پروفیسر غلام رسول قریشی 37۔ عبدالسمیع 38۔ میاں اظہر گوجروی 39۔ اختر علی گورسی 40۔ غلام نبی 41۔ منشی جاوید 42۔ عابد علی 43۔ محبوب علی نادر 44۔ رحمت علی (پھولوں والا) 45۔ محمد شاہد 46۔ حاجی صوفی محمد اسحاق گوجروی 47۔ خالد ناگرا 48۔ ملک ارشدؒ 49۔ رانا منور 50۔ عظمت علی خان 51۔ نور عالم ناگرا 52۔ جمشید احمد 53۔ حکیم غلام محمدؒ 54۔ محمد زبیر بھٹی 55۔ نور احمد قریشی 56۔ حافظ محمد اکبر 57۔ شیخ اعجاز احمد 58۔ حکیم اللہ سرگودھا 59۔ صوفی ماسٹر محمد طفیل 60۔ مرزا محمد منیر ایڈووکیٹ 61۔ کاشف علی 62۔ حافظ حکیم رضوان نور پوری

حسنِ تصور: صوفی محمد امجد رشیدی، گوجرہ۔ حسنِ ترتیب: کرم الٰہی شازی فوٹو گرافرز فیصل آباد۔

Marfat.com

محمد اسلم خان غوری، جنہوں نے مختلف رسائل و جرائد کے "میاں حضور نمبر" شائع کرانے میں پورے خلوص سے بہت کاوش کی۔

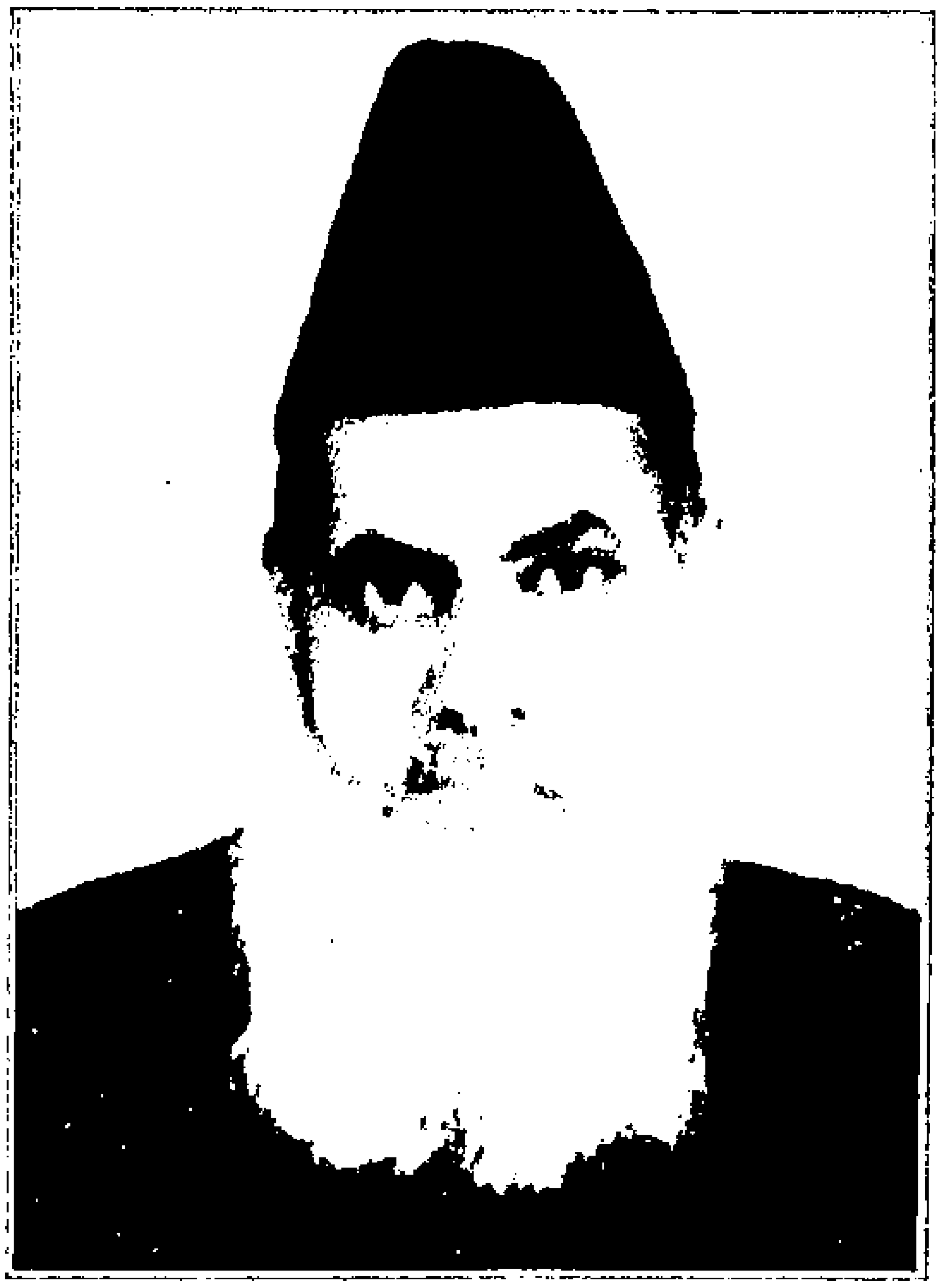

صاحبزادہ پیر محمد عارف ایڈووکیٹ، فیصل آباد
(میاں حضورؒ کے ایک عقیدت مند اور فیض یافتہ)

Marfat.com

میاں حضورؒ کے مریدِ خاص اور فیض یافتہ

گوجرہ کے پروفیسر الحاج ظفر علی احسنؒ

(مدفون، جنت البقیع، مدینہ منورہ)

Marfat.com

اِک قلندر کی دعا میرے لیے ہے

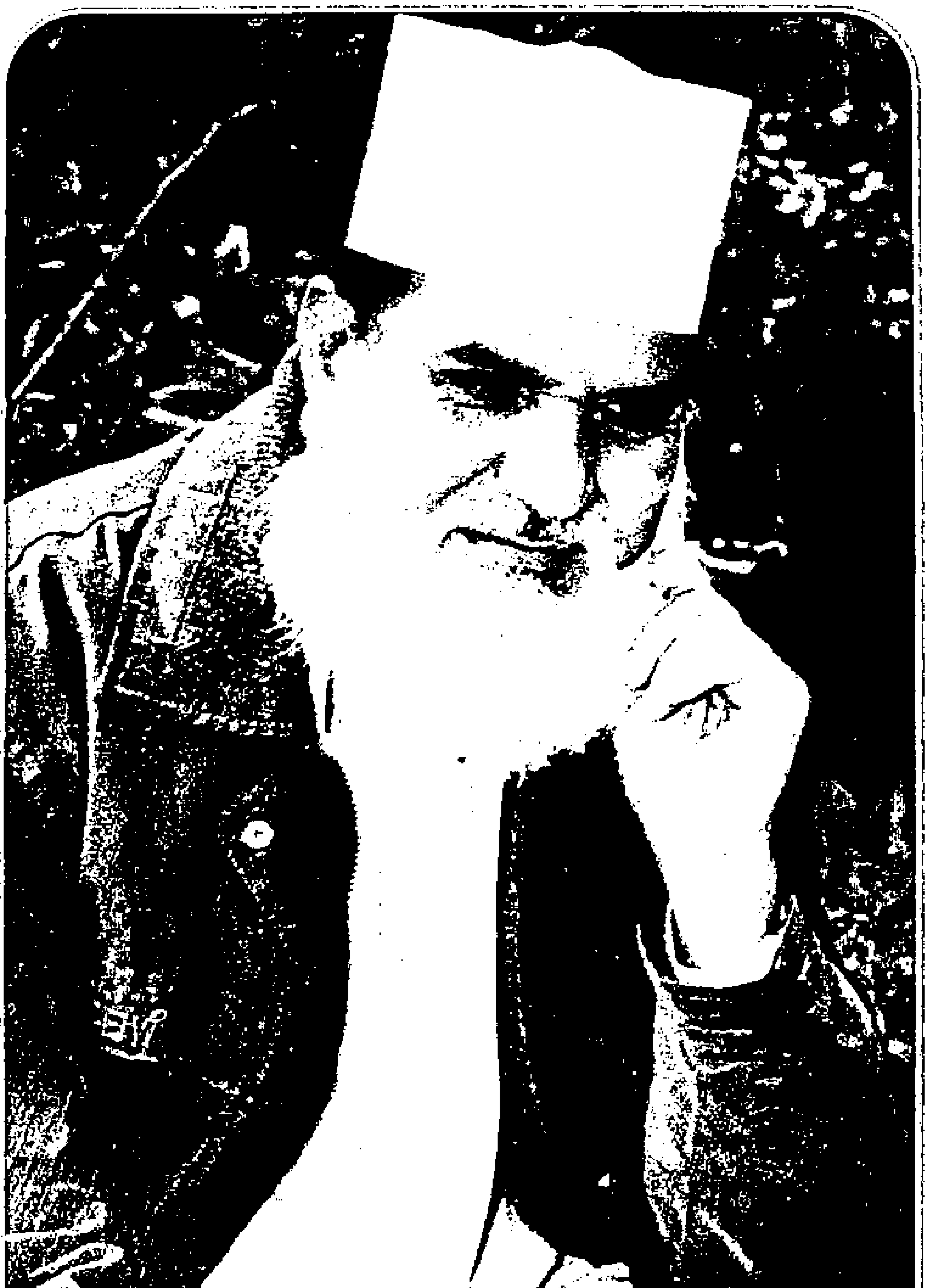

فقیر: پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور

(مصنّف کتاب ہذا)

Marfat.com

قلندرِ اعظم، قیومِ دوراں، قطبِ مدار

حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہیدؒ پانی پتی

(۱۹۱۷ء تا ۱۹۹۴ء)

تمّت بالخیر ۱۳/ صفرالمظفر ۱۴۳۶ھ

Marfat.com

تذکرہ
حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی
پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور

Marfat.com